

شعر طرب  
(معروف)

جلد دوم  
قصیدہ

مناظر اسلام حضرت الانام علیہ السلام

منکب نورانیہ حسنیہ

ملال لنگ، لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 (الابتداء جلد دوم ص ۱۳۲ الباب الثمہ)  
 حضرت علی رضی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو  
 یا ترکہ کے کا گوشت اور نکاح متعدد دنوں کو  
 حرام فرمایا۔



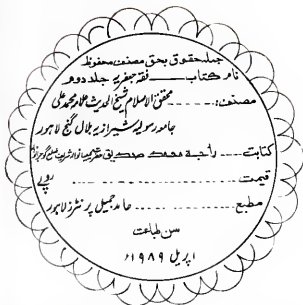
جلد دوم

مندرجات

- |               |                       |
|---------------|-----------------------|
| ● کتاب النکاح | ○ کتاب المتعہ         |
| ● کتاب الحدود | ○ کتاب النظر والاباحۃ |

تالیف، منظر سلاطین شیخ الحدیث مولانا محمد علی شذلی

مکتبہ نوریہ حسنیہ، مجاہدین، میرٹھ، اتر پردیش  
 لاہور فون ۲۲۷۲۲۸



ملاحظہ: فقہ جعفریہ جلد اول کے آخر میں دیئے جانے والے تعارف نامہ میں فقہ جعفریہ کی جلدوں کے مضامین کے متعلق دیا جانے والا خاکہ چونکہ قبل از کتابت تھا اس لیے کتاب کی موجودہ ترتیب اس سے قطعی مختلف ہے۔

اسلامی چیلنگ لکچر سیریز  
بیاد اللہ - تہ کوئی (مردم)  
دارالعلوم بیاد اللہ (کجرات)  
راجستھان شاہین پور

## الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الاسلامین  
پیری و مرشدی حضرت قیلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ  
اللہ علیہ سرکار کیدیا نوالہ شریف اور نگمدار ناموس اصحاب رسول  
محبت اولاد بتول سپر طریقت راہبیر شریعت حضرت قبلہ  
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیدیا نوالہ شریف  
کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف  
نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے  
ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد  
محمد علی منشا اللہ



# الْأَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین رحمۃ الکاملین، مہربان  
 معانان رحمۃ اللعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب  
 ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت  
 قبلہ مولانا تغیار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع  
 مدینہ منورہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت امام ابھنت مولانا احمد رضا  
 نانسی صاحب فی غسل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مافیہ میں  
 حصہ ہمسیت پیش کرتا ہوں جن کی دعام سے فقیہ نے اس  
 کتاب کی تحریر کیا۔

۱۔ اگر قبول افتہ ذب سے مدونہ

محمد علی عارف



نمبر شمار	مضمرن	صفحہ
۱	کتاب النکاح	۲۷
۲	فصل اول	۲۷
۳	نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلافات	۲۷
۴	اہل سنت و جماعت کا عقیدہ	۲۷
۵	اہل تشیع کا عقیدہ	۲۸
۶	نکاح اور زنا میں فرق ہونا چاہیے	۲۸
۷	گواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت کتب شیعہ سے	۳۰
۸	فصل دوم	۳۴
۹	اہل تشیع اہل سنت سے نکاح کو حرام کہتے ہیں۔	۳۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۸	اہل سنت، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں۔	۱۰
۴۰	نامبی (سنی) حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔	۱۱
۴۱	نامبی (سنی) کہتے سے بھی بدتر ہے۔ (معاذ اللہ)	۱۲
۴۵	اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔	۱۳
۴۸	فرقہ شیعوں میں فرقہ ہے، کتب اہل سنت سے	۱۴
۵۲	<u>فصل سومہ</u>	۱۵
۱۱	<b>فقہ جعفریہ سے مسائل نکاح،</b>	۱۶
۱۱	(۱) عورت کی شرمگاہ چومنا اور حصول لذت کے لیے اس میں انگلی پھیرنا جائز ہے۔	۱۷
۵۵	بیوی کی خواہش نفسانی پوری کرنے کے لیے انوکھی ترکیب	۱۸
۵۷	(۳) بوقت جماع "بسم اللہ" نہ پڑھنے سے شیطان بھی اپنا آگے ناس عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔	۱۹
۶۰	وطی فی الدبر جائز ہے۔	۲۰
۶۳	ایک بکث: وطی فی الدبر کے جواز پر اہل تشیع کے دلائل۔	۲۱
۱۱	دلیل اول: امام باقر کی طرف منسوب فتویٰ	۲۲
۶۴	دلیل دوم: امام رضا کی طرف منسوب فتویٰ	۲۳
۶۶	قوٹ: وطی فی الدبر کی حرمت پر کتب اہل سنت سے احادیث	۲۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۷۱	مسئلہ ششم:	۲۵
۷۱	جب تک عورت کی غلیظ شرمگاہ نہ دیکھی جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی۔	۲۶
۷۲	مسئلہ ہفتم:	۲۷
۷۲	جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے فی صد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔	۲۸
۷۳	مسئلہ ہشتم:	۲۹
۷۳	خوبصورت عورت ل جائے تو عورت کی بلغم ختم ہو جاتی ہے۔	۳۰
۷۴	مسئلہ نہم:	۳۱
۷۴	مرد کے آلت تناسل کے بڑا ہونے کی حکایت۔	۳۲
۷۹	مسئلہ دہم:	۳۳
۷۹	مسجد میں پہنچ کر تن پاک کے لیے جنبی ہونا (وطی کرنا) جائز ہے۔	۳۴
۸۳	مسئلہ یازدہم:	۳۵
۸۳	سیدہ خاتمہ کے زفاف پر سر ہزار فرشتوں نے طہیر کی۔	۳۶
۸۷	مسئلہ دوازدہم:	۳۷
۸۷	کثرت سے جماع کرنا انبیاء کی سنت ہے۔	۳۸
۹۱	مسئلہ سیزدہم:	۳۹
۹۱	مرغ میں پیغمبروں کی پانچ فضیلتیں موجود ہیں۔ اس سے تم بھی عادتیں سیکھو۔ ان میں سے ایک عادت کثرتِ جماع بھی ہے۔	۴۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۹۴	مسئلہ چہارم:	۴۱
۱۱	جنت میں سب سے زیادہ لازمی نعمت جماع ہے۔	۴۲
۹۶	مسئلہ پنجم:	۴۳
۱۱	جماع کے لیے لوندی ادھار پر دینا جائز ہے۔	۴۴
۹۸	مسئلہ ششم:	۴۵
۱۱	محرم عورتوں سے کے ساتھ لعن حریر کی صورت میں جائز ہے۔	۴۶
۱۰۰	لعن حریر کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعہ کا ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔	۴۷
۱۰۰	ابو حنیفہ شیعہ کا فقہی مقام، شیعہ کتب کے حوالے سے	۴۸
۱۰۱	مسئلہ ہفتم:	۴۹
۱۱۱	ماں بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک وجہ سے جائز ہے۔	۵۰
۱۱۴	مسئلہ ہشتم:	۵۱
۱۱	باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے جماع کریں یا ساس سے	۵۲
	وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں فرق نہیں آتا۔	
۱۱۸	مسئلہ نہم:	۵۳
۱۱	اجنبی مرد کا لفظ اگر عورت اپنے رحم میں ڈالے تو اس سے پیدا	۵۴
	ہونے والا بچہ شرعی اولاد ہے۔	
۱۱۹	مسئلہ دہم:	۵۵
۱۱	بھانجی کے ساتھ اس کی خاد کی موجودگی میں اور بھتیجی کے ساتھ اس کی چچی کی	۵۶
	موجودگی میں نکاح کرنا درست ہے۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۲۰	ذکورہ دونوں نکاح عند الاحناف باطل و حرام ہیں (حوالہ جانت)	۵۷
۱۲۴	سُئل ۲۱:	۵۸
۱۲۴	غلات سے مناکحت جائز نہیں۔	۵۹
۱۲۷	علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین وغیرہ صفات البیہ کے مالک تھے۔	۶۰
۱۲۹	حضرت علی المرتضیٰ میں نبوت رسالت اور خلت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔	۶۱
۱۳۲	سُئل ۲۲:	۶۲
۱۳۲	میاں بیوی کے درمیان کفو ضروری نہیں۔	۶۳
۱۳۷	نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو نہ ہونے پر علامہ حائری شیبی کے دلائل۔	۶۴
۱۵۲	احناف کے نزدیک غیر سید کا سید زادی سے نکاح خلافت کفو ہے۔	۶۵
۱۵۷	سُئل ۲۳:	۶۶
۱۵۷	عدم وطی کی شرط پر نکاح۔	۶۷
۱۶۱	سُئل ۲۴:	۶۸
۱۶۱	بعض شیعہ فرقے یہ کہتے ہیں کہ امام کو مان پھر ہر حرام حلال ہو جائے گا۔	۶۹
۱۶۲	سُئل ۲۵:	۷۰
۱۶۲	ایک شیعہ فرقہ کہتا ہے کہ امام جعفر قدا اور الوالی الخطاب ان کا رسول ہے۔	۷۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۵	مسئلہ ۲۶:	۷۲
۱۱	ایک شیعہ فرقہ "معمریہ" تنبیح کا قائل ہے۔	۷۳
۱۴۸	مسئلہ ۲۷:	۷۴
۱۱	علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کا فریب۔	۷۵
۱۴۳	کتاب المتعہ	۷۶
۱۶۷	فصل اول	۷۷
۱۱	حقیقت متعہ کتب اہل سنت سے۔	۷۸
۱۱	عقد متعہ اور عقد موقت میں فرق۔	۷۹
۱۱	عقد موقت	۸۰
۱۷۹	عقد متعہ	۸۱
۱۱	حدیث علت	۸۲
۱۸۰	حدیث حرمت	۸۳
۱۸۱	حدیث علت و حرمت و	۸۴
۱۱	حدیث علت و حرمت و	۸۵
۱۸۲	حدیث حرمت	۸۶
۱۱	حدیث حرمت	۸۷
۱۸۳	عوامل کلام	۸۸
۱۸۵	فصل دوم:	۸۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۸۵	کتب شیعہ کے ائمہ میں تعارف متعہ	۹۰
"	عبارت تنفۃ العوام: "متعہ کے الفاظ کیا ہوتے ہیں؟"	۹۱
۱۸۶	عبارت استبصار: "متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں اولاد حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا"	۹۲
۱۸۷	عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں	۹۳
"	عبارت فروع کافی: ایک مرد بیک وقت ہزار عورتوں کی متعہ کے لیے بگنگ کر سکتا ہے۔	۹۴
۱۸۸	عبارت فروع کافی: عورت سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ آیا تم شادی شدہ ہو؟ بس فوراً متعہ کرو اور چلتے بنو۔	۹۵
۱۸۹	عبارت تہذیب الاحکام: کنجری سے متعہ کیا جاسکتا ہے۔	۹۶
۱۹۱	عبارت من لا یحضرہ الفقیہ: متعہ والی عورت کا اگر کہیں پکا نکاح ہو جائے تو بھی متعہ کی مقررہ مدت تک اس سے متعہ ہوتا ہے گا۔	۹۷
۱۹۲	عبارت فروع کافی: متعہ میں حرمت غلیظہ کا کوئی سوال نہیں۔	۹۸
۱۹۳	عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت پر کوئی مدت نہیں فوراً دوسرا مرد متعہ کر سکتا ہے۔	۹۹
۱۹۴	عبارت فروع کافی: متعہ صرف یہ ہے کہ کتنی دیر اور کتنے پیسے؟	۱۰۰
۱۹۵	عبارت فروع کافی: مٹھی بھر گندم پر بھی متعہ ہو سکتا ہے۔	۱۰۱
"	عبارت تہذیب الاحکام: سیدہ زادیوں سے بھی شیعہ ہو سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)	۱۰۲
۱۹۶	عبارت تہذیب الاحکام: متعہ میں کسی کو تہانے کی ضرورت نہیں (چپکے چپکے)	۱۰۳



صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۹۶	مذکورہ عبارات سے متعلق فقہ جعفریہ کے کیا مسائل ثابت ہوئے۔	۱۰۴
۱۹۹	<b>فصل سوم</b>	۱۰۵
۱۹۹	حکمت متدبر پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات۔	۱۰۶
۱۹۹	<b>دلیل اول</b>	۱۰۷
۱۹۹	آیت قرآنیہ فیما استمتعتم الخ۔	۱۰۸
۲۰۰	جواب اول: پوری آیت پر غور کرو۔	۱۰۹
۲۰۲	جواب دوم: آیت مذکورہ کی ترکیب سے کیا معنی پیدا ہوتا ہے۔	۱۱۰
۲۰۳	جواب سوم: استمتعتم سے مراد مطلق نفع اٹھانا ہے۔ قرآنی شراہ	۱۱۱
۲۰۷	قرأت ابی بن کعب کا جائزہ	
۲۱۲	ایک بنیادی اعتراض اور اس کے جوابات۔	۱۱۲
۲۱۴	حکمت متدبر پر شیعوں کی دوسری دلیل	۱۱۳
۲۱۴	(حکمت متدبر پر مسلم شریف کی حدیث)	۱۱۴
۲۱۸	حکمت متدبر پر شیعوں کی تیسری دلیل:	۱۱۵
۲۱۸	آیت استمتاع سے ابن عباس رحمہ اللہ کا حکمت متدبر پر استدلال	۱۱۶
۲۱۹	از تفسیر طبری	
۲۱۹	جواب عا۔	۱۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۷	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پروردار تویدہ کی اور انہیں بھمایا (مسلم)	۲۱۹
۱۱۸	ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواز متعہ سے رجوع، بحوالہ ترمذی و بیہقی	۲۲۲
۱۱۹	جواب ۱۷:	۲۲۶
۱۲۰	تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت استمتاع کی تفسیر	//
۱۲۱	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع پر تفسیر کبیر کی صاف عبارت	۲۲۸
۱۲۲	حلت متعہ پر شیعہ حضرات کی چھ تھی دلیل	۲۲۹
۱۲۳	(اعلان عمر فاروق، دور نبوی میں ہونے والے متعہ کو میں حرام قرار دے رہا ہوں)	//
	جواب اول:	۲۳۱
۱۲۴	(عمر فاروق کا تحریم متعہ کو اپنی طرف منسوب کرنا مجازاً ہے۔)	//
۱۲۵	جواب دوم:	۲۳۶
۱۲۶	(صحابہ کا حرمت متعہ پر اجماع)	//
۱۲۷	<b>ایک اعتراض</b>	۲۳۹
۱۲۸	ابو بکر صدیق کی بیٹی اسما کہتی ہیں، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں (نسائی طحاوی)	//
۱۲۹	جواب:	۲۴۰
۱۳۰	جو اس حدیث کی سند کہیں سے دکھا دے میں ہزار روپے انعام لے۔	//

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۴۱	تفسیر مظہری میں اس کے بجائے حرمت متد پر اجماع مذکور ہے۔	۱۳۱
۲۴۲	مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک روایت اور اس کا جواب۔	۱۳۲
۲۴۳	مجمع البیان کی عبارت اور اس کی توفیح۔	۱۳۳
۲۴۴	حلت متد پر اہل تشیع کی پانچویں دلیل۔	۱۳۴
۱۱	دشیعوں کا اپنی کتب سے متد کو سنت رسول ثابت کرنے کی (کوشش)	۱۳۵
۱۱	حلت متد پر سنت قول از وسائل الشیعہ	۱۳۶
۲۴۹	جواب اول تا سوم۔	۱۳۷
۲۵۱	حلت متد پر سنت فعلی۔ از وسائل الشیعہ	۱۳۸
۲۵۳	جواب:	۱۳۹
۲۵۵	لحمہ فکریہ:	۱۴۰
۲۶۰	مسئلہ متد پر اہل تشیع کی دو رنگی۔	۱۴۱
۱۱	متد کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ (لام باقرا)	۱۴۲
۲۶۱	عراق لبنان اور شام میں شیعہ متد کو دین کے چہرے پر بدنام داغ سبکتے ہیں۔	۱۴۳
۲۶۳	متد زنا کی حد ختم کر دیتا ہے۔	۱۴۴
۲۶۶	فصل چہارم:	۱۴۵
۱۱	حرمت متد پر قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل۔	۱۴۶

صفحہ	مضنون	نمبر شمار
۲۶۶	دلیل ۷۱ آیت ۷۱:	۱۴۷
۱۱	ولیفستعفف الذین الخ:	۱۴۸
۱۱	دلیل ۷۱ آیت ۷۱:	۱۴۹
۱۱	ومن لم یستطع منکم طوعاً الخ	۱۵۰
۲۶۷	دلیل ۷۱ آیت ۷۱:	۱۵۱
۱۱	والذین ہم لفرد وجہہم الخ	۱۵۲
۲۶۸	حاصل کلام:	۱۵۳
۲۶۹	روایت علی اور اس کی شیعی تاویل کا رد	۱۵۴
۲۷۰	آیت ۷۱ کی تشوہیح، تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان سے	۱۵۵
۲۷۱	دلیل ۷۱ آیت ۷۱:	۱۵۶
۱۱	یا ایہا النبی انا احلنا لک الخ	۱۵۷
۲۷۳	دلائل کتب شیعہ بر حرمت متہ	۱۵۸
۱۱	دلیل ۷۱ فروع کافی:	۱۵۹
۱۱	متہ کر کے معونہ بنوہ حضرت علی کا ارشاد	۱۶۰
۲۷۵	دلیل ۷۱ فروع کافی ۱	۱۶۱
۱۱	متہ کے بارہ میں ایک عام شخص نے امام باقر کو لاجواب کر دیا۔	۱۶۲
۲۷۷	کیا امام باقر نے واقعی مباہرہ سے فرار اختیار کیا تھا؟	۱۶۳
۲۷۹	دلیل ۷۱ فروع کافی:	۱۶۴
۱۱	امام جعفر نے فرمایا متہ سے باز آ جاؤ یہ بے حیائی ہے۔	۱۶۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۰	دلیل استتبار:	۱۶۷
۲۸۰	حضرت علی کا فرمان۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر بڑا گھول کا گوشت اور	۱۶۸
۲۸۱	متعد کھرام قرار دیا تھا۔	
۲۸۳	فصل پنجم: از صفحہ ۲۸۳ تا ۳۱۶ صفحہ	۱۶۹
۲۸۳	شیعہ حضرات کے نزدیک بے حیائی کے انوکھے طریقے	۱۷۰
۲۸۴	بے حیائی کی مدہ ہو گئی۔	۱۷۱
۳۱۷	فصل ششم:	۱۷۲
۳۱۷	شیعہ کتب سے متعد کی تفصیلات اور برکتیں	۱۷۳
۳۱۷	متعد کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔	۱۷۴
۳۲۰	آیت فما استمتعتم کے تحت تفسیر منی العادتی میں	۱۷۵
۳۲۰	مذکور فضائل متعد کی روایات۔	
۳۲۲	متعد میں ہر دوسرے پر حج اور عمرہ کا ثواب اور ہر حرکت پر پہاڑوں	۱۷۶
۳۲۲	بننا اجر۔	
۳۲۸	متعد سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔	۱۷۷
۳۳۱	متعد کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل کے ہر قطرے کے	۱۷۸
۳۳۱	برابر درجات کی بندی حاصل ہوتی ہے۔	
۳۳۲	متعد کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرہ سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے	۱۷۹
۳۳۲	جو اس کے لیے قیامت مغفرت مانگیں گے۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۳	لمنکر۔	۱۸۰
۳۳۵	فصل ہفتم:	۱۸۱
۱۱	اشیر جاڑوی شیمی کی تصنیف "جواز متعہ" کی کذب بیانیوں اور ان کا رد۔	۱۸۲
۳۳۷	کذب بیانی اور دھوکہ ۱:	۱۸۳
۱۱	اشیر جاڑوی ص ۱۰ سے ص ۱۷ قرآنی آیات سے جواز متعہ پر پانچ دلائل اور ان کے جوابات۔	۱۸۴
۳۴۷	دھوکہ اور کذب بیانی ۲:	۱۸۵
۱۱	تفسیر طبری کی عبارت سے جواز متعہ ثابت کرنے کی کوشش۔	۱۸۶
۳۵۳	جواب تین امور۔	۱۸۷
۳۶۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۳:	۱۸۸
۱۱	حرمت متعہ والی سنی روایات پر بے جا تنقید	۱۸۹
۳۶۱	جواب ۱:	۱۹۰
۳۶۳	یزان الاعتدال سے معاویہ بن صالح کی شخصیت۔	۱۹۱
۳۶۹	دھوکہ اور کذب بیانی ۴:	۱۹۲
۳۷۶	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۱۹۳
۱۱	حرمت متعہ والی روایات متواتر نہیں۔	۱۹۴
۳۷۷	ابن رشد کی سیرت۔	۱۹۵
۳۷۸	حدیث متواتر کی بحث۔	۱۹۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۷	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۳۸۲
۱۹۸	حرمت متہ والی حضرت علی کی روایت کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مذکور ہے۔	۳۸۲
۱۹۹	جواب:	۳۸۳
۲۰۰	سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقت مال۔	۳۸۳
۲۰۱	تدلیس کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔	۳۸۴
۲۰۲	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۳۹۱
۲۰۳	جواز متہ پر طبری کی ایک عبارت۔	۳۹۱
۲۰۴	جواب۔ چیلنج۔	۳۹۳
۲۰۵	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۳۹۳
۲۰۶	حرمت متہ والی حدیث مصححین میں تضاد اور حضرت علی سے حرمت متہ پر کسی بھی قول کے نہ ہونے کا دعویٰ۔	۳۹۶
۲۰۷	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۴۰۴
۲۰۸	حرمت متہ والی حدیث مسلم پر تنقید۔	۴۰۴
۲۰۹	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۴۱۰
۲۱۰	حرمت متہ والی حدیث مسلم پر تنقید۔	۴۱۰
۲۱۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۴۱۸
۲۱۲	امام نووی اور امام فخر الدین کی آراء میں تناقض ثابت کرنے کی کوشش	۴۱۸
۲۱۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۴۲۴
۲۱۴	آیت استناب سے استنباط۔	۴۲۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۳۲	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳:	۲۱۵
"	دعویٰ کی منسوختیت آیت۔	۲۱۶
۴۴۷	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۴:	۲۱۷
"	حرمت متدکب تک	۲۱۸
۴۷۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۵:	۲۱۹
۴۸۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۶:	۲۲۰
۴۹۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۷:	۲۲۱
"	سکوت صحابہ۔	۲۲۲
۵۰۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۸:	۲۲۳
"	بابر بن عبداللہ صحابی نے جواز متدکا اعلان کیا۔	۲۲۴
۵۰۴	بابر بن عبداللہ اور متد کی منسوخی۔	۲۲۵
۵۰۵	حضرت عبداللہ بن مسعود اور متد کی منسوخی۔	۲۲۶
۵۰۶	ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت شاذہ ہے۔	۲۲۷
۵۰۸	ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جواز متد والی روایت مجروح ہے۔	۲۲۸
۵۱۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۹:	۲۲۹
"	عبداللہ بن زبیر متد کی پیداوار تھے۔ راعب اصغہانی۔	۲۳۰
۵۱۲	راعب اصغہانی غالی شیعہ ہے۔ بحوالہ کتب شیعہ۔	۲۳۱
۵۲۰	سلمہ بن امیہ، معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے دعویٰ حلت متد کی حقیقت۔	۲۳۲
۵۲۶	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۰:	۲۳۳
"	حرمت متد والی روایات باہم متضاد ہیں۔	



صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۳۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۱:	۲۳۲
"	عاصل مطالعہ	۲۳۵
۵۳۸	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۲:	۲۳۶
"	ابن نوز کے ساتھ شیخ مفید کا جواز متعہ پر مناظرہ۔	۲۳۷
۵۴۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۳:	۲۳۸
"	متعہ والی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونڈی بحث۔	۲۳۹
۵۵۱	کتاب الحدود	
	شرعی حدود کے متعلق فقہ جعفریہ کے ان کے مسائل	۲۴۰
"	حد زنا:	۲۴۱
۵۵۳	مسئلہ ۱: گواہی کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔	۲۴۲
۵۵۴	مسئلہ ۲: عقد نکاح کیے بغیر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی حد نہیں۔	۲۴۳
۵۵۶	مسئلہ ۳: ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے۔	۲۴۴
۵۶۰	حد سرقة:	۲۴۵
"	صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں۔	۲۴۶
۵۶۱	پوری پر صرف انگلیاں کاٹنے کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۲۴۷
"	دلیل اول:	۲۴۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۶۸	دوسری دلیل۔	۲۴۹
۵۶۲	تیسری دلیل۔	۲۵۰
۵۷۸	چوری کے جرم پر کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر اہل سنت کے دلائل۔	۲۵۱
۵۸۶	زندہ کاتبِ لغت سے معنی۔	۲۵۲
۵۸۸	رُسنغ کی تحقیق۔	۲۵۳
۵۸۹	دو اشکال اور ان کا جواب۔	۲۵۴
۵۹۴	قطع یہ کی حکمت۔	۲۵۵
۵۹۷	کتاب المحظور والاباحۃ	
	ملت و حرمت سے متعلق فقہ جعفریہ کی خصوصی رعایتیں۔	۲۵۶
۵۹۸	فقہ جعفریہ میں گدہ حلال ہے۔	۲۵۷
۶۰۰	گھوڑے کا گوشت کھانا سنت رسول ہے۔	۲۵۸
۶۰۲	فقہ حنفی میں گدے کا گوشت کھانا حرام ہے۔	۲۵۹
۶۰۵	فقہ جعفریہ میں کوتاہی حلال ہے۔	۲۶۰
۶۰۷	ساڑے گیارہ تو خون اگر جھنڈا میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتی۔	۲۶۱
۶۱۰	ہنڈیا میں چھوڑ جانے سے نجاست نہیں آتی۔	۲۶۲
۶۱۲	سنی کی دوکان سے خسر یا ہوا صلال گوشت خنزیر سے زیادہ حرام ہے۔	۲۶۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۱۷	ایک بحث	۲۶۲
"	مچھلی کے حلال و حرام ہونے کے بارہ میں شبہ سنی نظریہ -	۲۶۵
"	ہر قسم کی مچھلی حلال ہے۔ (سنی)	۲۶۶
"	صرف چھلکے دار مچھلی حلال ہے۔ باقی سب حرام ہیں (شیعہ)	۲۶۷
"	ضروری نوٹ:	۲۶۸
۴۱۸	نبی شرمعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا۔	۲۶۹
۴۱۹	مچھلی کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے	۲۷۰
۴۲۲	مختلف فتوے۔	
"	علا حضرت علی کے نزدیک مچھلی کی بہت سی اقسام حرام ہیں مرن	۲۷۱
	چھلکے دار مچھلی حلال ہے۔	
۴۲۴	ع۲: امام جعفر کے نزدیک جری مچھلی کے علاوہ کوئی مچھلی مکروہ نہیں	۲۷۲
"	ع۳: جریش نامی مچھلی مکروہ ہے، امام جعفر،	۲۷۳
۴۲۵	ع۴: سب مچھلیاں حلال ہیں۔ امام جعفر،	۲۷۴
۴۲۶	لمؤسکر یہ:	۲۷۵
۴۲۹	مچھلی کی تمام اقسام کی علت پر اہل سنت کے دلائل۔	۲۷۶
"	دلیل اول:	۲۷۷
"	حدیث پاک کی عمومیت	۲۷۸
۴۳۰	دلیل دوم:	۲۷۹
"	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جریش کو حلال فرمایا۔	۲۸۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۶۳۳	بوشکیہ:	۲۸۱
۶۳۴	دوسری بحث:	۲۸۶
۶۳۵	زرگویش کی علت و حرمت میں شیوہ سنی اختلافات،	۲۸۳
۶۳۶	زرگویش کے حرام ہونے پر شیعوں کی طرف سے تین وجوہ - (دسامک اشید کی عبارت)	۲۸۴
۶۳۷	جواب وجہ اول:	۲۸۵
۶۳۸	جواب وجہ ثانی:	۲۸۶
۶۳۹	جواب وجہ ثالث:	۲۸۷
۶۴۰	زرگویش کی علت پر اہل سنت کے دلائل -	۲۸۸
۶۴۱	ماخذ و مراجع	۲۸۹



# ہمدانی نئی علمی و تحقیقی پیش کش



مصنف

قاری محمد طیب صاحب - نبیرہ مناظر اسلام علامہ محمد علی صاحب

مصنف



ناشر

مکتبہ نور حسنیا، جامعہ رسولیہ شیرازیہ، بلال گنج لاہور

# کتاب النکاح



## کتاب النکاح

اس بحث میں بہترین تفصیلات لکھیں گے تاکہ نکاح اور اس کے متعلقات کی تفصیلی گفتگو ہو سکے۔ فصل اول میں وہ حقیقت نکاح، موضوع ہوگا۔ پھر اسی ضمن میں شیعہ سنی اختلاف، مجوزہ بات، مذکور ہوگا۔ دوسری فصل میں اہل سنت اور اہل تشیع کی باہمی مناکحت کی بحث ہوگی۔ دانشا دانش اور فصل سوم میں مسائل نکاح ہیں۔

### فصل اول

نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلاف

### اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ہر دو مسلمان (جن میں ایک مرد اور دو صریح عورت ہو) کہ جن کے باہم رشتہ ازدواجیت کے انعقاد کی شرعی رکاوٹ نہ ہو خود وہ یا ان کے ولی کم از کم

دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کہیں۔ اور اس ایجاب و قبول میں کسی مقررہ معیار کا دخل نہ ہو۔ عقد شرعی، مکملتا ہے جس کے بعد مرد کی حیثیت خاوند کی اور عورت کی حیثیت اس کی زویہ کی ہو جاتی ہے۔

## اہل تشیع کا عقیدہ

مرد اور عورت آپس میں ایجاب و قبول کر لیں۔ تو عقد ہو گیا۔ دو گواہ ہوں تب بھی درست اور نہ ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر ایجاب و قبول مخصوص وقت تک کے لیے کیا۔ تو بھی عقد صحیح ہو گا۔ لیکن اس کو وہ عقد متعہ، کہیں گے۔ اور اگر وقت و معیار سے کوئی پابندی نہیں۔ تو بھی صحیح لیکن اس قسم کے نکاح کو وہ عقد دائمی کہنا جائے گا۔

## زنا اور نکاح میں فرق ہونا چاہیے

ایک مرد اور ایک عورت اگر تنہائی میں اپنی منہی خواہشات پوری کرتے ہیں تو اس کی عام طور پر دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں کا پہلے سے عقد شرعی ہو چکا ہے۔ اور دوسری صورت یہ کہ وہ اس سے قبل وہ عقد شرعی، ما کے بندھن سے آزاد ہیں۔ پہلی صورت میں نہ شرعاً جرم اور نہ عرفاً و عادتاً عقلاً ناجائز، دوسری صورت میں اگرچہ باہمی رضامندی سے ہو یا اکراہ و جبر سے بہر حال شرعاً زنا ہے۔ اور عرفاً و عادتاً اس کو ناجائز و حرام کہا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں غلاہات نفسانہ کی تکمیل ہے۔ پھر ایک کو واجب الہم اور دوسرے کو ادائیگی حق کیوں قرار دیا گیا؟ اگر مویا جائے۔ تو حقیقت یوں سامنے آئے گی۔ کہ ان دونوں میں حقائق اور باہم امتیاز دینے والی اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ وہ شہادت، اور پابندی وقت



سے آزادی،“ اسی دو چیزیں ہیں۔

اسی لیے اگر دو گواہوں (شہادت) کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ایک مرد اور ایک عورت آپس میں ایجاب و قبول کر لیں۔ تو تنہائی میں وہی سے قبل دونوں ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر اس پر کوئی عنعنہ نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ”عقد“ ہو جانے کے بعد جو کچھ ہوا سو ہوا۔ یہ نہی اگر مخصوص وقت تک نکاح جائز ہو۔ تو پھر بھی ایسے جوڑے کو کسی قسم کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لہذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے طریقہ نکاح میں اور زنا میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔ بلکہ صرف نیت ہی ماہم الا تمیاز ہے۔ یعنی وہی اور بد معاشری سے قبل دونوں نے نیت ایجاب و قبول کر لی۔ (جو ہو ہی جاتی ہے) تو کوئی حرم نہ ہوا۔ نہ گواہوں کی ضرورت اور نہ ہمیشہ کے لیے بیوی بنانا ضروری۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی طبعاً حقیقت نکاح کے پیش نظر زانی ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو زنا کی حد دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ جواب دعویٰ میں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نہ گواہ ضروری۔ نہ علی الدوام زوجیت کی قید۔ اس لیے ہم دونوں نے گواہوں کے بغیر چند منٹوں کے لیے چند منٹوں کے عوض ایجاب و قبول کر لیا تھا۔ لہذا ہم زنا کے مرتکب نہیں ہوئے اس لیے اس کی حد ہم پر جاری نہیں ہو سکتی۔

یہ جو کچھ ہم نے لکھا محض عقلی مغزی کبیری جا کر دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ قسمتی سے ہمارے ملک (پاکستان) میں بہت سے شہرہ میں اسی قسم کے نکاح ہوتے ہیں۔ اور ان میں بیٹے والی بیویاں اپنی دوکانیں سمیت بٹے نئے خاندان کے انتظار میں گھڑباں بسر کرتی ہیں۔ ان کو اس کا روبرو کے لیے باقاعدہ لائسنس جاری ہوتے ہیں۔ جن میں ایک شرط یہ بھی لکھنا پڑتی ہے کہ ہم اس دھندے کو اپنے مذہب میں جائز سمجھتی ہیں۔ تبھی نہ

ان اڈوں کی رونق بننے والی کسی عورت کو معتزنا نہیں لگائی جاتی۔ ہذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نکاح اور زنا میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اگر ہو بھی تو سچی نیکلنے کے برابر موجود ہیں۔

اس پر بھی واضح کر دیتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعوہ کہے کہ بغیر گواہوں کے ہم نکاح کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ محض ہم پر الزام ہے۔ مسلک شیعوہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور نہ ہی ائمہ اہل بیت سے اس قسم کی کوئی روایت موجود ہے۔ تو ہم خود ان کی کتب سے دو چار روایات ایسی پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے یہ پتہ چل جائے گا۔ کہ یہ الزام ہے یا حقیقت حال؟

”گواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت“

کتب شیعہ سے

فروع کافی؛

عَنْ ذُرَّارَةَ ابْنِ أَعْيُنٍ قَالَ سَأَلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ  
امْرَأَةً بِغَيْرِ شَهْوَدٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ  
بِئْسَ وَ يُجِزُ الْبَيْتَةُ فِيمَا بَيْنَهُ وَ  
بَيْنَ اللَّهِ إِذَا مَا جُعِلَ الشَّهْوَدُ فِي  
تَزْوِيجِ الْبَيْتَةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ  
لَوْلَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهِ

بَاسَ۔

(فروع کافی جلد ۵ صفحہ نمبر ۲۸)  
کتاب النکاح باب التزویم  
بغیر بینۃ۔ ملبوعہ تہران  
طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ بن امین کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے  
پوچھا گیا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیتا ہے  
(کیا یہ نکاح جائز ہے؟) فرمایا۔ اللہ اور اس کے نکاح کرنے والے کے  
درمیان اس نکاح کے منعقد ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نکاح یقیناً  
ہو گیا۔ گواہوں کو تو نکاح میں صحت اولاد کی خاطر ضروری رکھا گیا ہے۔  
اگر اولاد کا معاملہ درمیان میں نہ ہو۔ تو گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

من لایحضرہ الفقیہ:

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ  
أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ  
سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ امْرَأَةٍ  
وَلَمْ يُشْهِدْ فَقَالَ أَمَّا فِيمَا  
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَلَكِنْ  
إِنْ أَخَذَهُ سُلْطَانٌ جَائِرٌ

## عاقبہ۔

دمن لایکھنؤ القیہ۔ جلد ۲ ص ۵۱  
باب النولی والشہود والخطبہ  
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

مسلم بن بشیر حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے  
کہتا ہے کہ میں نے امام موصوف سے ایک ایسے مرد کے متعلق  
پوچھا جس نے ایک عورت سے شادی رچائی۔ لیکن کوئی گواہ نہ بنایا  
دیا اس کا نکاح ہو گیا؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس نکاح کرنے والے کے  
مابین کوئی حرج نہیں ہے۔ (کیونکہ عند اللہ یہ نکاح درست ہے۔)  
لیکن اگر شخص کسی ظالم حکمران کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو وہ اسے ضرور سزا  
دے گا۔

تمذیب الاحکام:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِشْمًا جُعِلَتْ  
الْبَيْتَةُ فِي النِّكَاحِ لِأَجْلِ الْعَوَارِثِ۔

(تمذیب الاحکام جلد ۸ ص ۲۴۸)  
باب تفصیل احکام النکاح۔ مطبوعہ  
تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ آپ نے فرمایا  
نکاح میں گواہ تو اس لیے رکھے گئے ہیں تاکہ اولاد کی وراثت میں

کوئی جگہ از پڑے۔ (ورد گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے)

### ملحہ فکریہ:

مذکورہ تین مدد حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ

- ۱۔ مسلک شیعہ میں نکاح کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔
- ۲۔ ضرورت صرف اس صورت میں پڑے گی۔ جب اولاد کے لیے میراث کا معاملہ مل کر نام مقصود ہو۔

۳۔ گواہوں کے بغیر نکاح کرنے والا امامت کے نزدیک مجرم نہیں

۴۔ اگر کوئی مالک وقت اس کو سزا دے۔ تو وہ ظلم ہوگا۔

آپ ان امور کو بار بار پڑھیں۔ پھر موازنہ کریں۔ کہ زنا اور شیمی نکاح میں کیا فرق ہے یہ ایک بڑی ہی امر ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ کے پیش نظر صرف شہرت رانی ہوتی ہے حصول اولاد کا تصور تک نہیں ہوتا۔ جب اولاد مقصود ہی نہیں۔ تو ان کی میراث کا مسئلہ کہاں سے اُٹھے گا۔ یہی اولاد تھی۔ کہ جس کی خاطر گواہوں کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا۔ لہذا یہ (زنا) بھی ان کے ہاں عند امامت نکاح ہو گیا۔ پھر نکاح کرنے والے جوڑے پر حد لگانے والا واقعی ظالم ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

## فصل دوم

### اہل تشیع اہل سنت سے نکاح کو حرام کہتے ہیں

اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت دائرہ اسلام سے خارج (یعنی کافر) ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ سے بھی کہیں بدتر ہیں۔ لہذا انہیں رشتہ دینا یا اُن کا رشتہ لینا قطعاً حرام ہے۔ اس کے علاوہ نہ اہل سنت کافر و مجسمہ کھایا جائے۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ مشترک یا ہمسائیگی کے طور پر رہائش رکھی جائے۔ اس عقیدہ کے ثبوت میں ان کی کتب سے حوالہ بات ملاحظہ ہوں۔

### الاستبصار:

عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ يَسَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْعَارِفَةِ  
هَلْ أَرْوَجُهَا الْمَنَاصِبَ فَقَالَ لَا لِأَنَّ  
الْمَنَاصِبَ كَافِرٌ فَقَالَ فَإِنَّ رُوحَهَا الرَّجُلِ  
غَيْرَ الْمَنَاصِبِ وَلَا الْعَارِفِ فَقَالَ

## غَيْرُهُ احَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ .

(الاستیعار جلد ۲ ص ۸۴ باب  
تحريم النكاح الناصبة  
المشهوره بذا اللک مطبوعہ تهران  
طبع ہریہ)

ترجمہ:

فیصل بن یسار نے کہا۔ میں نے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا  
کسی بانی پہچانی شیعہ عورت کا نکاح کسی ناصب (سنی) سے کر دوں فرمایا  
نہیں۔ کیونکہ ناصبی (سنی) کافر ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا ایسی عورت کا نکاح  
کسی غیر ناصب (غیر سنی) یا ان جان سے کر دوں۔ فرمایا۔ ناصب (سنی)  
کے علاوہ ہر آدمی مجھے اس سے بہتر نظر آتا ہے۔ (لہذا اس سے یہاں سے  
میں کوئی حرج نہیں ہے)

تہذیب الاحکام:

عَنْ فَضِيلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ قَالَ لَا يَتَزَوَّجُ الْمُؤْمِنُ مِنَ  
النَّاصِبِيَّةِ الْمَعْرُوفَةِ .

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۲۰۰)  
فہمیں یہ حرم نکاح حسن الخیر مطبوعہ تهران  
طبع ہریہ)

دو حوالے الگ صفحہ پر ہیں .

(۲) - فروع کافی جلد ۵ ص ۲۴۸

کتاب النکاح باب

مناکحة التصاب -

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۳) - الاستبصار جلد ۲ ص ۱۸۲

باب تحریر النکاح

الناسخہ - مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ امام نے فرمایا کہ کوئی صاحب ایمان (شیعوں میں) کسی ایسی عورت سے ہرگز شادی نہ چاہے۔ جو ناصبیہ (سنیہ) ہونے میں مشہور ہو۔

فروع کافی:

عَنْ فَضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ  
اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ تَنْكَاحِ النَّاصِبِ  
دَعَا لَهُ وَاللَّهُ مَا يُحِلُّ.

(فروع کافی جلد ۵ ص ۲۵۰ کتاب

النکاح باب مناکحة التصاب

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ



ہے پوچھا۔ کیا نامب (سنی) ام و شیوم عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ خدا کی قسم: یہ ہرگز حلال نہیں ہے۔

الانتصار

عَنْ فَضِيلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قَالَ ذُكِرَ النَّاصِبُ فَقَالَ لَا تُنْتَلِجُهُمْ  
وَلَا تَأْكُلْ ذَبِيحَتَهُمْ وَلَا تَسْكُنْ  
مَعَهُمْ۔

۱۔ الانتصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۸۲

باب تحریم نکاح الناصب

مطبوعہ تہران طبع جدید

۱۸۲۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۰۰

فی من یحرم نضاحہم

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار روایت کرتا ہے کہ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے نامب (اہل سنت) کی بات حیات ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ ان سے نہ نکاح کرو۔ نہ انہیں نکاح دو۔ اور نہ ان کا ذبح کیا ہو جانور کھاؤ۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہو یا ان کے پاس رہو۔

»اہل سنت، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی

بدتر ہیں

فروع کافی؛

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلَهُ أَبِي وَأَنَا أَسْمَعُ  
عَنْ تِكَاكِجِ الْيَهُودِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ فَقَالَ  
نِكَاحُهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ تِكَاكِجِ النَّاصِبِيَّةِ  
وَمَا أَحَبُّ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ أَنْ يَتَنَزَّ وَجَّ  
الْيَهُودِيَّةَ وَلَا النَّصْرَانِيَّةَ مَخَافَةَ  
أَنْ يَحْلَمَوْا وَلَدَهُ أَوْ يَتَنَصَّرَ.

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۵)

کتاب النکاح باب

مناکحة النصاب مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ؛

عبد اللہ بن سلمان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے والد نے حضرت امام موسیٰ یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنے کے متعلق پوچھا اور میں اس وقت یہ سوال وجواب سن رہا تھا امام موسیٰ نے فرمایا۔

ان دونوں قسم کی عورتوں سے شادی کرنا میرے نزدیک نامیہ (میں) اسے  
 شادی کرنے کی نسبت کہیں بہتر ہے۔ لیکن میں کسی مسلمان مرد کے لیے  
 یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی عورت سے شادی کرتے ہے۔  
 کیونکہ اس شادی کے سرائجام پانے اور پھان  
 کے ہاں اولاد ہونے کے بعد مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ میں ایسا  
 نہ ہو کہ وہ نصرانی یا یہودی عورت اس مسلمان کی اولاد کو زبردستی یہودی  
 یا عیسائی بنادے۔

ایضاً:

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ تَزَوُّجُ الْيَهُودِيَّةِ وَ  
 النَّصْرَانِيَّةِ أَفْضَلُ أَوْ قَالَ خَيْرٌ مِنْ تَزَوُّجِ النَّاصِبِ  
 وَالنَّاصِبَةِ۔

(فوائد کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۵۱)

کتاب النکاح باب

هناکحة النصاب المبرور

لمس بعدہ

ترجمہ:

ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ امام موصوف نے  
 فرمایا کسی یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنا افضل ہے۔ یا فرمایا کسی  
 نسی مرد یا عورت سے شادی کرنے سے یہودی اور نصرانی سے شادی  
 کرنا اچھا ہے۔

ناصر (سُنی) حرام زادے سے بھی

زیادہ بُرا ہے

جامع الاخبار:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ سُوحًا أَدْخَلَ  
فِي السِّفِينَةِ الْكَلْبَ وَالْحَنْزِيرَ وَلَمْ يَدْخُلْ  
فِيهَا وَلَدُ الزَّانَا وَالنَّاصِبِ أَشَدُّ مِنْ  
وَلَدِ الزَّانَا.

(جامع الاخبار صفحہ نمبر ۱۸۵)

الفصل السابع والعشرون

والمائة في التعصب الغ

مطبوعہ نعت اشرف

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی  
میں کتا اور خنزیر کو سوار کر لیا۔ لیکن حواری کو اوپر درجہ عاید ناصر (سُنی) تو  
حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

ناصب (سنی) کتے سے بھی بدتر

ہے معاذ اللہ

اللغة المشتقة:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْفُورَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَإِيَّاكَ أَنْ تَغْدِرَ مِنْ  
غَسَالَةِ الْحَقَامِ وَفِيهَا كَسَبُ جَمْعٍ غَسَالَهُ  
الْيَهُودِيُّ وَالنَّصْرَانِيُّ وَالْمَجُوسُ وَالتَّحَاصِبُ  
لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ شَرُّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى  
لَمْ يَخْلُقْ خَلْقًا أَنْجَسَ مِنَ الْكَلْبِ وَآرَبٍ...  
التَّحَاصِبُ لَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ لَأَنْجَسَ مِنْهُ.

(اللغة المشتقة جلد ۲ ص ۲۵۱ تا ۲۵۲)

(۲۳۲ مشکوٰۃ)

ترجمہ:

عبد اللہ بن یعفور نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت  
کی کہ امام موصوف نے فرمایا: خبردار! اپنے آپ کو حمام کے پانی سے  
دور رکھنا کہ جس میں یہودی، نصرانی اور مجوسی کے فضل کا پانی جمع ہوتا ہے۔  
اور ہمارے ناصب (سنی) کا غسالہ تو ان سے بھی کہیں زیادہ ناپاک اور  
گندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے کتے سے زیادہ نجس  
و ناپاک کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا۔ اور ہم اہل بیت کا ناصب (سنی) تو کتے  
سے بھی زیادہ نجس ہے۔

## ناصب کون ہے؟

ہم نے مذکورہ حوالہ بات میں جہاں کہیں بھی لفظ ”ناصب“ یا ”ناصبی“ آیا اس کا ترجمہ ”اہل سنت یا سنی“ کیا ہے۔ اس پر بعض بھولے بھالے اہل سنت کو اہل تشیع پر کہہ کر دھوکہ دے دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ ناصبی کے لیے ہے۔ اہل سنت تو ناصبی نہیں۔ اس لیے اُن کو اس سے جڑ نہیں مٹانا چاہیئے اور ناصبی وہی لوگ ہیں جن کو خواجہ یا فارابی بھی کہتے ہیں۔ ان خارجیوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں تھے (معاذ اللہ)

ہم نے جو ترجمہ کرتے وقت لفظ ناصب سے مراد سنی کیا۔ یہ اپنی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ شیعہ مسلک کی کتب میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ ناصبی سے مراد ”اہل سنت“ ہی ہیں۔ لہذا کسی شیعہ کے مذکور بالا دھوکہ میں نہ آیا جائے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

## انوار نعمانیہ:

نعمت اللہ جزائری شیبی نے ”انوار نعمانیہ“ میں ”وناصبی“ کی تعریف میں لکھا۔ ”وہ لوگ جو اہل بیت رسول سے عداوت رکھیں۔ ان کو ”وناصبی“ کہنا غلط ہے۔ بلکہ ”ناصبی“، وہ لوگ ہیں۔ من ناصب العداۃ لشیعۃ اہل البیت علیہم السلام جو شیعیان اہل بیت سے عداوت رکھیں۔ ”وناصبی“ کے یہ معنی بیان کرنے کے بعد مصنف نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں ایک تائیدی قول بھی پیش کیا۔ جو یہ ہے۔

يَا سَنَادُ مُعْتَبِرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قَالَ لَيْسَ النَّاصِبُ مِنْ نَصَبِ لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ

لَا تَكَ لَا تَجِدُ رَجُلًا يَقُولُ أَنَا أَبْغِضُ مُحَمَّدًا  
وَأَلْ مُحَمَّدٍ وَلَكِنَّ النَّاصِبَ مَنْ نَصَبَ لَكُمْ  
وَهُوَ بَيْنَكُمْ أَنْتُمْ تَتَوَلَّوْنَا وَأَنْتُمْ مِنْ شَيْعَتِنَا  
وَفِي مَعْنَاهُ أَنْخَبَارُ كَثِيرَةٍ وَفَقْدُ رُوي عَنِ  
التَّيِّبِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنَّ عِلَامَةَ النَّوَاصِبِ  
تَقْدِيمُ غَيْرِ عَلَى عَلَى عَلَيْهِ .....  
وَيُؤَيِّدُهَا الْمَعْنَى أَنَّ الْأَيْمَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ  
وَتَحَوَّاهُمْ طَلَعُوا لَفْظَ النَّاصِبِ عَلَى  
أَبْنَى حَنِيفَةٍ وَأَمْثَالِهِ مَعَ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ لَمْ  
يَكُنْ يَتَقَنَّ نَصَبَ الْعَدَاوَةِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ  
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ -

اور انسانی تعینت نعمت البحر اری

ایشی جلد ۲ ص ۳۰۰ غلطی فی

احوال الصوفیہ والنواصب

مطبوعہ تبریز جدید

ترجمہ ۱

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جید سند کے ساتھ روایت ہے  
کہ آپ نے فرمایا: ناموسی وہ نہیں جو ہم اہل بیت کو برا بھلا کہے یا عداوت  
رکھے۔ کیونکہ ہمیں ایک بھی آدمی ایسا نہ ملے گا جو یہ کہے کہ میں محمد علی اللہ  
میکر کلام اور آل محمد سے بغض و عداوت رکھتا ہوں۔ بلکہ ناموسی وہ ہے جو  
اسے شیعہ نہیں اچھا نہ سمجھتا ہو۔ اور کھمارے بارے میں یہ جانتے

ہوئے کرتم ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہو۔ اور تم ہمارے  
شیعہ ہو۔ بغض و عداوت رکھنا ہو۔ اس بارے میں بہت سی روایات  
موجود ہیں۔ جن سے ناموسی کا یہی معنی مفہوم ہوتا ہے۔ خود حضور پر  
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: ناموسی کی  
نشانی یہ ہے۔ کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دوسروں کو  
افضل کہے۔

ناموسی کے اسی معنی کی تائید یوں بھی ہو جاتی ہے۔ کہ اہل بیت نے دوران  
کے خاتم مقتدین نے ابوحنیفہ اور ان جیسے دوسرے یعنی یقول کے اماموں پر لفظ  
وہ ناموسی، بولا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اہل بیت سے بغض و عداوت نہ  
رکھتا تھا بلکہ ان کی شیعان اہل بیت سے عداوت کی وجہ سے انہیں ناموسی  
کہا گیا۔

## خلاصہ کلام:

انوار النہایہ کے مصنف نعمت اللہ جزائری شیعہ نے دو لوگ الفاظ سے یہ  
نہایت کیا ہے۔ کہ وہ ناموسی، سے مراد وہ خارجی، نہیں۔ بلکہ شیعان اہل بیت کے  
مخالف ہیں۔ اور اس مفہوم و تعریف کی تصدیق و توثیق میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
کا قول بھی پیش کیا۔ بلکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث  
بھی اس کی تائید میں ذکر کی گئی۔

اہل سنت کے متعلق نعمت اللہ جزائری نے مسلک شیعہ کی ترجمانی کرتے  
ہوئے جو گندے الفاظ بطور عقائد شیعہ ذکر کیے۔ ان میں سے چند کا تو مذکورہ  
حوالہ جاتا ہے۔ ان کے علاوہ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ اگر اہل تشیع اس



امر کی قدرت پائیں۔ کردہ سینوں کا خون بہا سکیں۔ تو انہیں دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کا مال و منہا، ان پر ہوا رگڑا کر اور بنا اور انہیں پانی میں ڈبونا سب کچھ روا ہے۔

لمحه فكريه:

اہل تشیع کے مسلک و عقیدہ کو آپ نے جانا۔ اہل سنت کے متعلق اُن کا یہ نظریہ ہے کہ کائنات، خنزیر اور حرام زادہ ان سے کہیں بہتر ہے۔ قدرتِ پائے پر سینوں کو ہر طرح سے اذیت دینا جائز ہے۔ انہیں رشتہ دینے اور ان سے رشتہ لینے سے یہودی اور عیسائی کہیں اچھے ہیں۔ ان عقائد کے ہوتے ہوئے کسی سُنی پر یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیے۔ کہ اہل تشیع کو اپنی مستورات کے رشتے دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ کیونکہ اُن کے عقیدہ کے مطابق اور ہم اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق یہ نکاح نہیں ہوا۔ اس لیے اس قسم کے نکاح کو بچہ و حرام ہی کہا جائے گا اور اگر ذرا نرم لہجے میں کہیں۔ تو یہ ”نکاحِ متعہ“ ہو گا۔

اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے  
شرم آنی چاہیے

اہل سنت کو غیرت و حمیت کا مظاہر کرنا چاہیئے۔ جب شیعوں ہمیں کفار سے بھی بدتر سمجھیں اور شخص اربعین خنزیر کو بھی ہم سے اچھا کہیں تو پھر اس کے بعد باہم منافکت کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک کو (معاذ اللہ) ادا اڑہ اسلام سے خارج گردانیں۔ خصوصاً خلفائے ثلاثہ پر ہر نماز کے بعد لعن طعن کرنا عقیدہ رکھیں۔ نوان حالات میں کسی سخی کی غیرت

یہ اجازت دیتی ہے کہ ان سے رشتہ کے معاملہ میں مین دین کرے۔ حضرات علقہ  
نکاح کی ذات پر نماز کے بعد تیرہ بازی کا تفصیلی ذکر ہم نے لکھا لیکن سر دست یہاں  
بھی ایک دو حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

فروع کافی؛

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ثَوْبَانَ وَابْنِ مَكْلَمَةَ  
الْتِرَاجِ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَكُونُ فِي دُبُرِ كُلِّ  
مَكْتُوبَةٍ أَنْبَعَةً مِنَ الْجِبَالِ وَأَرْبَعًا مِنَ  
النِّسَاءِ قُلَانٌ وَفُلَانٌ وَمَعَاوِيَةَ وَ  
يَسْمِيَهُمْ وَفُلَانَهُ وَهَذَا وَأَمَّا الْحَكَمُ  
أُخْتُ مَعَاوِيَةَ۔

دفعہ کافی جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۴۲

کتاب الصلوٰۃ باب التعصبات

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ؛

حسین بن ثور اور ابو سلمہ سراج دونوں کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق  
رضی اللہ عنہ کو ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت  
بھیجا کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ یمنوں خلفاء ابو بکر عدنی، عمر بن  
الخطاب، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ اور چار عورتیں یہ  
تھیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، ہندہ اور امیر معاویہ  
کی ہمشیرہ ام الحکم۔

## تحفة العوام:

دور کمت نماز پڑھے۔ اور یہ کہے۔

اللَّهُمَّ خُصَّنْ أَتَاكَ طَالِيْعٌ بِاللَّعْنِ مِيتٌ وَابْدَأْ بِه  
أَوَّلَ شَرِّ الشَّرِّ فِي ثَمَرِ الشَّائِثِ ثَمَرُ الزَّالِمِ اللَّهُمَّ الْعَنْ  
بِرِّ يَذْبَنُ مُعَاوِيَةَ خَائِماً۔

(تحفۃ العوام حصہ اول صفحہ نمبر ۷۱)

باب میسواں ماہ محرم کے اعمال میں  
مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم

## ترجمہ:

دور کمت نماز پڑھ کر اللہ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور  
کہے۔ اے اللہ! پہلے ظالم کو میری طرف سے لعنت کے لیے  
خام کر دے۔ اس طرح پہلے ظالم سے لعنت کی ابتدا کرے۔  
پھر دوسرے آئیسرے اور چوتھے پر لعنت ڈالنے کے پانچویں نمبر  
پر یزید بن معاویہ پر لعنت کی دعا کرے۔

## تنبیہ:

مذکورہ بالا حوالہ جات میں اول سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، دوم سے  
حضرت بن الخطاب، سوم سے حضرت عثمان غنی اور چوتھے سے مراد حضرت  
امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان حضرات کی نعمت و تعلیم جو نیکو اہل سنت کے ہاں  
مسلم ہے۔ اس لیے اگر کوئی ضمیث ان کے اسماء گرامی ذکر کرتا۔ تو اس کے سانس  
کے خاتمہ کا سبب بن جاتا۔ اس لیے اپنے مکروہ اور ضمیث عقیدہ و تعلقہ کا

ہمارے کراول ثنائی ثالث اور رابع کھریا۔ یزید کو چونکہ اہل سنت بھی قابلِ تحکیم و تعظیم نہیں سمجھتے۔ اس لیے اس کا صراحت کے نام ذکر کر دیا۔ اور تنقید کی ضرورت نہ پڑی۔ ان نظریات پر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی سنی و اہل تشیع، اسے رشتہ کا لین دین کرتا ہے۔ تو اس سے یہی نتیجہ نکلے گا۔ کہ ایسے شخص کو حضراتِ عظامِ ثلاثہ اور اہماتِ المؤمنین رضی اللہ عنہم سے کوئی دینی و دعوامافی رشتہ نہیں۔ بلکہ اسے ”اہل سنت“، کہلانے کا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔ لہذا اسے اہل سنت! خبردار خبردار! خبردار!

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا۔ وہ اہل تشیع کا ہم اہل سنت کے متعلق عقیدہ تھا۔ جس سے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی۔ کہ ان تمام خرافات کا سبب صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ وہ اہل سنت و جماعت ”شیعان“ طبعیت کو اچھا نہیں سمجھتے، اس مقام پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ ہمارے سلف و خلف نے یہ قصور کیوں کیا؟ کیا ہمیں ان سے کوئی ذاتی عداوت تھی؟ کیا ہم نے ان کی جائیداد غصب کی؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی۔ آئیے! ہم اس قصور کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

## فرقہ شیعہ مرتد فرقہ ہے۔ کتب اہل سنت

در مختار و رد المختار:

الْكَافِرُ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ يَسُبُّ أَحَدَهُمَا  
فِي الْبَحْرِ عَنِ الْجَوْهَرَةِ مَعْنِيًّا لِلشَّهِيدِ مَنْ  
سَبَّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ طَعَنَ فِيهِمَا كَفَرُوا لَا

تَقْبَلُ تَوْبَتَهُ وَبِهِ أَخَذَ الذَّبُوسِيُّ  
وَ آيُو اللَّيْثِ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ يَلْقَتَاوِي ----  
---- نَقِلَ فِي السَّبَرِ اِزِيَّةَ عَنِ الْخَلَّاصَةِ  
أَنَّ التَّافِضِيَّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ  
وَيَلْعَنُهُمَا فَلَهُوَ كَافِرٌ.

در مختار و رد المحتار جلد دوم ص ۲۳۸

۲۳۸ - باب المر - مطبوع مصر

ترجمہ:

سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو گالی دینے والا اور ان پر لعن طعن کرنے والا کافر ہے۔  
اس کی توہم قبول نہیں ہوتی۔ علامہ دبو سی اور ابوالیث رحمۃ اللہ علیہما کا  
یہی فتویٰ ہے۔ اور قول مختار بھی یہی ہے۔۔۔۔۔۔ اور علامۃ الفتاویٰ میں  
ہے کہ رافضی (شیعہ) جب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما  
کو گالی گوتاج دے۔ یا لعن طعن کرے۔ وہ کافر ہے۔

فتاویٰ عالمگیری:

التَّافِضِيُّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ وَ  
يَلْعَنُهُمَا وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ فَهُوَ كَافِرٌ ----  
---- مَنْ أَنْكَرَ إِمَامَةً أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَهُوَ كَافِرٌ وَعَلَى قَوْلِ  
بَعْضِهِمْ هُوَ مُبْتَدِعٌ وَلَيْسَ بِكَافِرٍ

وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ كَافِرٌ.... وَهُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
خَارِجُونَ عَنْ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ وَ  
أَحْكَامُهُمْ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّينَ كَذًا  
فِي الظَّاهِرِ يَتَبَيَّنُ.

(فتاویٰ عالمگیری - جلد ۲ ص ۲۹۲)  
الباب التاسع في احكام  
المرتدين - مطبوع مصر - طبع قدیم

ترجمہ:

جو رافضی (شیعہ) سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کالی  
کہے۔ وہ کافر ہے۔ جس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امت  
و خلافت کے برحق ہونے کا انکار کیا۔ وہ بھی کافر ہے بعض نے  
کہا۔ کہ ایسا شخص بدعتی ہے۔ کافر نہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ بدعتی  
نہیں بلکہ وہ کافر ہے۔ یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے  
احکامات وہی ہیں جو مرتدین کے ہیں۔ ظہیر یہ میں یہی مذکور ہے۔

خلاصہ کلام:

حنفی فقہ کی دو مستند کتب فتاویٰ کی عبارات سے بات واضح ہوگئی  
کہ ہم کسی رافضی (شیعہ) کو محض ذاتی عناد کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہتے بلکہ اس  
کی اس وجہ حضرت شیعین رضی اللہ عنہما کی توہین اور ان کی ذات اقدسہ پر ناجائز  
حرف زنی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر وہ دائرہ اسلام سے خارج  
ہونے کی بنا پر مرتد ٹھہرے۔

انہی کتب میں یہ بھی تصریح موجود ہے۔ کہ کسی مسلمان مرد و عورت کا نکاح کسی بھی مرتد یا مرتد سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ تصریح ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ مالگیریہ:

وَمِنْهَا مَا هُوَ بَاطِلٌ بِالْإِتِفَاقِ نَحْوُ النِّكَاحِ  
فَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مُسْلِمَةً  
وَلَا مُرْتَدَّةً وَلَا ذِمِّيَّةً وَلَا حُرَّةً وَلَا مَمْلُوكَةً  
وَتَحْرُمُ ذُبْحُوتُهُ وَحَبِيدُهُ بِالنَّكَبِ وَ  
الْبَازِي وَالسَّرْمِي -

فتاویٰ مالگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۸۲

الباب التاسع في احكام المرتدين

ملبورہ مصر

ترجمہ:

مرتدین کے ان احکامات میں کہ جن کے بطلان پر تمام علماء کا اتفاق ہے ایک  
یہ ہے کہ ان سے نکاح کایمن دین بالکل باطل ہے۔ لہذا کسی مرتد کو اس  
بات کی قطعاً اجازت نہیں۔ کہ وہ کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد  
اور باندی سے نکاح رچا سکے۔ اس کا نکاح کیا ہوا حرام ہے۔ اور نکاحی  
کئے، بازار تیر سے اس کا نکاح کیا ہوا بھی قطعاً حرام ہے۔

فتاویٰ مالگیریہ اور دیگر کتب فتویٰ سے واضح ہو گیا۔ کہ شینین پر یمن یمن کی وجہ  
سے دو شیعہ، اسلام سے خارج اور مرتدین کے حکم میں ہے۔ اور ہر مرتد کے متعلق  
امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ان کو نکاح دینا یا ان سے رشتہ لینا دونوں حرام ہیں۔

اسے نام نہاد و سنیو! ان تصریحات کے بعد تمہاری آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور تمہیں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کر کے ہر مے سا بقدر و پیرہ سے توبہ کرنی چاہیئے! دراصل ائمہ کے یہ گستاخانِ شیخین رضی اللہ عنہما سے کسی قسم کی مناکحت رووا رکھنے سے اجتناب برتنا چاہیئے۔ ورنہ اپنے آپ کو اہل سنت شمار نہ کرو۔ آخر اللہ کے ہاں جاننا ہے اس کے محبوب کی شفاعت چاہنی ہے۔ تو شیخین کے بکواسی کے ساتھ رشتہ گانٹھنے والا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس منزلہ سے جائے گا۔ اور کس زبان سے شفاعت کی التجا کرے گا؟

(فاعتبروا یا اولی الابصار)



## فصل سوم

### فقہ جعفریہ سے مسائل نکاح -

»فقہ جعفریہ« کے بارے میں خیال یہ تھا کہ اسلام کے صرف چار ارکان پر ہی اتنا کیا جائے گا۔ لیکن جب کچھ دوسرے موضوعات کے مسائل سامنے آئے۔ تو انہیں دیکھ کر تعجب ہوا۔ لہذا نکاح کے بارے میں چند ضروری اختلافی مسائل کے علاوہ کچھ ایسے مسائل کا بھی ذکر ہو گا جنہیں پڑھ کر آپ یقیناً یہ کہہ اٹھیں گے کہ وہ فقہ جعفریہ، ان روایات و احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو حقیقت و صداقت سے کوسوں دور ہیں۔ بلکہ بالکل ترتیب چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

### مسئلہ:

عورت کی شرمگاہ چومنا اور نزلت کے لیے اس میں انگلی وغیرہ پھیرنا جائز ہے

وَسْأَلُ الشَّيْخِ غَيْرِهِ:

عَنْ هَلِيٍّ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ مُدْرَسِي  
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ قُبْلَ

اَسْرَآتِهِمْ كَالْكَافِرِينَ۔

- (۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۷۷ کتاب النکاح،  
باب جواز تقبیل الرجل قبل زوجته)  
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۴۱۳ باب السنۃ  
فی عقد النساء الخ)  
(۳۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۵۰۲ / القول عند الباء  
ويعصر من مشاكتہ الشیطن۔)

ترجمہ:

علی بن جعفر کہتے ہیں۔ میں نے ابو الحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے اس شخص  
کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کی اگلی شرمگاہ کو چومتا ہے۔ فرمایا۔ کوئی  
حرج نہیں ہے۔

توضیح

قارئین کرام!

یہ مسئلہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل جو سراسر بے حیائی کا درس دیتے  
ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے ساتھ اُن کا دُور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ اہل تشیع کے  
ہاں ہر وہ عمل جو خواہشات نفسانیہ کو ابھارنے میں مدد و معاون ہو۔ اُسے اپنایا جاتا  
ہے۔ عورت کی شرمگاہ کا چومنا اور اس کے بر سے لینا آخر کس بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے  
وہ کوئی پیروم شدہ ہے۔ یا قابلِ صدا احترام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اُسے ”حُرْمَت“ فرما کر  
اس کا مقصد بیان فرما دیا۔ وہ یہ کہ مرد خواہشات نفسانی پورا کرنے کے لیے اسے کام میں  
لا سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ نے اُسے چومنے چلٹنے کے لیے بنایا ہے۔

# بیوی کی خواہش نفسانی پورا کرنے کی انوکھی ترکیب

## وسائل الشیعہ

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَّارَةَ قَالَ كَانَ تاجِبًا رَشِيحًا لَهُ  
جَارِيَةٌ قَارِهَاةٌ قَدِ آتَتْ بِمَا ثَلَاثِينَ أَلْفَ دَرَاهِمٍ  
وَكَانَ لَا يَبْلُغُ مِثْلَهَا مَا يُرِيدُ وَكَانَتْ تَقُولُ  
إِجْعَلْ يَدَكَ كَذَا بَيْنَ شَفْرَتَيْهِ فَإِنِّي أَجِدُ لِيكَ  
لَذَّةً وَكَانَ يَمُرُّهُ أَنَّ يَفْعَلَ ذَلِكَ فَقَالَ لِيُزَادَكَ  
سَلْ أَبَا عُبَيْدٍ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ هَذَا أَمْسَلَهُ  
فَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَسْتَعِينَ بِكُلِّ شَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ  
عَلَيْهَا وَلَكِنْ لَا يَسْتَعِينُ بِغَيْرِ جَسَدِهِ عَلَيْهَا -  
(وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۱۱۱ کتاب النکاح)

باب جواز تقبیل الرجل قبل

امراتہ معلوم تہران طبع ۱۳۵۱

ترجمہ:

عبید ابن زرارہ کہتا ہے کہ ہمارا ایک پڑوسی عمر رسیدہ تھا۔ وہ میں ہزار  
درہم کی ایک لوجھان لوٹری خرید لایا۔ لیکن اُس سے جو وہ چاہتا تھا۔

وہ حاصل نہ کر پاتا۔ وہ لوٹدی اُسے کہتی کہ اپنی انگلیوں کو میری شرنگاہ میں ڈال دو۔ میں اس سے لطف اندوز ہو جاؤں گی۔ لیکن وہ آدمی اس فعل کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لہذا اس نے زرارہ سے کہا کہ تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھو۔ زرارہ نے پوچھا تو امام صاحب نے فرمایا، اگر وہ آدمی اپنے جسم کے کسی حصہ سے اس کام میں مدد دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ لیکن اگر جسم کے علاوہ کسی چیز کو استعمال کیا۔ تو درست نہ ہوگا۔

## الحکم کریمہ:

جب ایک مرد عمر کے اُس حصے میں داخل ہو چکا ہو۔ یا جسمانی طور پر وہ کمزور ہو اور حقوق زوجیت پر رے نہ کر سکتا ہو۔ تو ایسے شخص کا ایک نوجوان عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا کیا ہی طریقہ ہے جو زرارہ نے امام صاحب سے پوچھا۔ اور انہوں نے اس کی تشریح کر دی؟ ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ ایسے بوڑھے اور کمزور کو چاہیے کہ وہ اس عورت کو نارغ کر دے۔ یعنی طلاق دیدے۔ اور اگر لوٹدی ہے تو کسی صحت مند سے اس کی شادی کر دے۔

یہ کیا طریقہ ہے۔ کہ اس کی شرنگاہ میں تادم آخر انگلیاں پھیر کر اسے ٹھنڈا کرتا رہے۔؟

ع

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

بوقتِ جمعہ "بِسْمِ اللّٰهِ" نہ پڑھنے سے شیطان بھی  
اپنا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے

### وسائل الشیعہ

فاذا دخلت عليه فليضع يده على ناصيتها ويقول  
اللهم على كتابك تمن وحبتها وفي اما نتك اخذتها  
وبكلماتك استحللت فرجلها فان قضيت في رحمها  
شيئا فاجعله مسلما سويا ولا تجعل شركة لشيطان  
قلت فكيف يكون شركة لشيطان فقال ان  
الرجل اذا دنى من المرأة وجلس مجلسه  
حضره الشيطان فان هو ذكر اسم الله تنسخ الشيطان  
عنه فان فعل ولم يسم اذ دخل الشيطان ذكره فكان  
الحمل منها جميعا والتطفة واحدة قلت فبأي  
شيء يعرف هذا جعلت فذاك قال - بحبنا وبغضنا -

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۳ ص ۹، کتاب النکاح ۱)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۰، باب الاستبراء)

(النکاح الخ)

(۳۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۵۰۱، القول عز وذل الیوم)

## ترجمہ:

پھر جب عورت کو اس کے خاوند کے پاس تنہائی میں بھیجا جائے۔ تو خاوند کو چاہیے کہ اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ کر یہ پڑھے۔ ”و اے اللہ، تیری کتاب پر میں نے اس سے شادی کی۔ اور تیری امانت میں میں نے اسے رکھا ہے۔ اور تیرے کلمات کے سبب میں نے اس کی شرمگاہ کو استمال کرنا حلال پایا ہے۔ پھر اگر اس کے رحم میں کچھ ٹھہر جائے۔ تو اسے سیدھا مسلمان بنا دے اور شیطان کا اس میں حصہ نہ شامل کرنا، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ شیطان کی شرکت کیسے ہوتی ہے؟ فرمانے لگے۔ جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے بستر پر لے آتا ہے۔ تو اس وقت شیطان بھی آجاتا ہے۔ اب اگر مرد نے جماع کرنے سے تھوڑا پہلے ”بسم اللہ“ پڑھی۔ تو شیطان دور ہو جاتا ہے۔ اور اگر جماع کرتا ہے۔ لیکن بسم اللہ، نہیں کہتا۔ تو شیطان بھی اپنا اکرہ ناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ جماع دونوں کر رہے ہوتے ہیں۔ اور نطفہ ایک ہی ہوتا ہے۔ (راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا) کس طرح پتہ چلے گا۔ کہ مرد نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا تھا یا نہ۔ امام صاحب نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت اور نفیض کے سبب (یعنی جو ہم اہل بیت سے رکھے گا۔ وہ اس مرد کا نطفہ ہوگا جس نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا۔ اور جو ہم سے نفیض رکھے گا وہ دوسرے کا نطفہ ہوگا۔)

## توضیح:

روایت مذکورہ میں نطفہ شیطان اور نطفہ خداوند سے پیدا ہونے کی علامت یہ بیان ہوئی۔ کہ محمدؐ آل رسولؐ، نطفہ خداوند سے ہوتا ہے یعنی بوقت جماع جس مرد نے اللہ کا نام لیا۔ یہ اس سے پیدا ہوا ہے۔ اور جسے ”اہل بیت رسولؐ“ سے نفی ہو سمجھو وہ نطفہ شیطان ہے۔ یہ علامت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کی گئی معلوم ہوتا چاہیے۔ کہ اہل تشیع اپنے تئیں ”عقب آل رسولؐ“ اور ہم اہل سنت کو ”دشمنان اہل بیت“ کہتے ہیں۔ لہذا مذکورہ علامت کے پیش نظر ہم اہل سنت ان کے نزدیک اس نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس کے علق کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا۔ اور یہ (اہل تشیع) اس نطفہ کی پیداوار ہیں۔ جو ”بسم اللہ“ کہہ کر جماع کرتے ہوئے رحم میں ٹھہر گیا تھا۔ ہم اس بات کی تفصیل کسی اور مقام پر لکھیں گے۔ کہ اہل بیت کا دشمن کون ہے اور دوست کون؟ یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ نطفہ شیطان اور نطفہ خداوند سے پیدا ہونے والے کے مابین امتیاز اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اگر کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے روح پرواز کر گئی تو یہ اس بات کی علامت ہوگی۔ کہ مرنے والے کا اصل صحیح اور عند اللہ درست تھا۔ اور شیطان کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اگر کلمہ کی بجائے منہ اور زبان سے منی نکلی۔ تو یہ علامت اس بات کی ہوگی۔ کہ بوقت علق شیطان کی شرکت تھی۔ بہر حال یہ جواب الزام ہے۔ ورنہ روایت مذکورہ اصل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہے ہی نہیں بلکہ اس سے تو ان کی توہین ٹپکتی ہے۔ اور یہی ”فقہ جعفریہ“ کا طرہ امتیاز ہے۔

وطی فی الدبر جائز ہے جن ائمہ نے

اسے ناجائز کہا وہ بطور نفیۃ کہا

### وسائل الشیعہ

عَنْ مَعْمَرِ بْنِ خَلَادٍ قَالَ قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ  
أَتَيْ شَيْئًا يَقُولُونَ فِي إِيْمَانِ النِّسَاءِ فِي إِعْجَازِهِنَّ  
قُلْتُ إِنَّكَ بَلَّغْنِي أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا  
فَقَالَ إِنَّ الْيَهُودَ كَانَتْ تَقُولُ إِذَا الْفَأْتَرَجُلُ  
الْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهَا خَرَجَ وَلَدُهُ أَحْوَلُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ  
عَزَّ وَجَلَّ نِسَاءً كُفْرًا تَكْفُرْنَ فَأَوَّحَرَتْ كُفْرًا فِي شَيْئٍ  
مِنْ خَلْقٍ أَوْ قَدْ أَمْرٌ خِلَافًا لِقَوْلِ الْيَهُودِ وَلَمْ يُعَيِّنْ  
وَأَذْكَارٍ مِنْ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحَاشِ النِّسَاءِ عَلَى  
أَمْتِي حَرَامٌ أَقْدَرُ حَمَلُهُ الشَّيْخُ وَغَيْرُهُ لِمَا يَأْتِي  
عَلَى الْكَرَاهِيَّةِ وَجَبَتْ رُوحُ حَمَلِكُمْ عَلَى الْيَقِينَةِ

(۱) - وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۱ کتاب النکاح

دہنیزب الاحکام جلد ۱ ص ۱۱۵ فی السنۃ فی غرر الخ



ترجمہ:

معمربن خلاد کہتا ہے۔ کہ مجھے ابوالحسن نے کہا۔ لوگ عورتوں کے ساتھ دھڑی فی الدبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ مدینہ واسے اس میں کوئی گناہ نہ سمجھتے تھے۔ ابوالحسن نے کہا۔ یہودی یہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر عورت کی دُبر کی طرف سے دھڑی کی جائے۔ تو بچہ بھیںکا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ وہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتوں میں اُگے پیچھے جہاں سے چاہو آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے خلاف یہ آیت نازل فرمائی۔ اور ان کی دُبروں کو مراد نہیں لیا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عورتوں کے ساتھ دھڑی فی الدبر میری امت کے لیے حرام ہے میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو شیخ وحید نے تفسیر پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ آئمہ روایات میں دھڑی فی الدبر کبھی نازل نہیں ہے۔

### وسائل الشیعہ

سَمِعْتُ صَفْوَانَ يَقُولُ قُلْتُ لِرَفْعَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ  
 إِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَ فِي أَنْ أَسْأَلَكَ  
 عَنْ مَسْئَلَةٍ فَلَمَّا بَكَ وَأَسْتَحْيَا مِنْكَ أَنْ  
 يَسْأَلَكَ عَنْهَا قَالَ مَا هِيَ قُلْتُ  
 الرَّجُلُ يَا قِيَّ امْرَأَةً فِي دُبرِهَا  
 قَالَ نَعَمْ ذَا لِكَ لَكَ قُلْتُ  
 وَأَنْتَ تَفْعَلُ ذَا لِكَ قَالَ لَا

إِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَٰلِكَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۲)

ص ۱۰۲ کتاب النکاح)

(۲۔ تلخیص الاحکام جلد ۲)

ص ۳۱۵)

(۳۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۵۴۰)

باب محاش النساء الخ)

ترجمہ:

صفوان نے امام رضا سے پوچھا کہ آپ کے موالی میں سے ایک مرد نے مجھے کہا کہ میں آپ کے ایک مسند کے بارے میں پوچھوں لیکن آپ کا رعب اور حیاء اڑے اور ہی ہے۔ فرمایا۔ وہ کیا مسند ہے؟ میں نے کہا۔ ایک شخص اپنی بیوی کی دُبر میں دھکی کرتا ہے۔ (کیا یہ درست ہے۔؟) فرمایا۔ ہاں۔ یہ اس کا حق بنتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہیں۔ ہم ایسا کام نہیں کیا کرتے۔

# ”وطی فی الدبر“ کے حوازی پر اہل تشیع کے دلائل

## دلیل اول

### وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي يَعْفُرٍ قَالَ سَأَلْتُ  
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي  
الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا رَضِيَتْ  
قُلْتُ فَأَيْنَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَتَوْهُنَّ  
مِنْ حَيْثُ أَمَرَ كُرْهُهُ قَالَ هَذَا فِي طَلَبِ الْوَلَدِ  
فَأُطْلِبُ الْوَلَدَ مِنْ حَيْثُ أَمَرَ كُرْهُهُ إِنَّ اللَّهَ  
عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ نِسَاءُ كُرْهُنَّ لَكُمْ فَأَتُوا  
حُرْمَكُمْ أَيْ شِئْتُمْ

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۴ کتاب النکاح باب دم  
تحریم وطی الزوجة الخ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۴ ص ۴۱۴ باب السنۃ  
فی عقود النکاح الخ)

## ترجمہ:

عبداللہ بن ابی لیثم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے بارے میں پوچھا۔ جو عورت کی پچھلی طرف سے وطی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ جب عورت راضی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کیا مطلب ہو گا۔ ”عورتوں کے پاس اس مقام سے آؤ جس سے اُنے کا متہیں اللہ نے حکم دیا ہے“ فرمانے لگے۔ یہ ارشاد اولاد کی طلب کے لیے ہے۔ یعنی اولاد اس جگہ اور اس طریقہ سے طلب کرو جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عورتیں تمہاری کھیتی میں۔ پس اپنی کھیتوں میں جدھر سے چاہو آؤ۔ (اس آیت سے وطی فی الدبر جائز ثابت ہو رہی ہے۔)

## دلیل دوم

## وسائل الشیعہ

عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ زُجَيْلٍ قَالَ  
سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَاءَ عَنْ إِثْمَانِ الرَّجُلِ  
الْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهَا فَقَالَ أَحْكَمْتُهَا آيَةً مِنْ  
كِتَابِ اللَّهِ قَوْلُ كُوَيْطٍ هَلْ لَكَ بَنَاتِي هُنَّ  
أَطْلَعْنَ لَكُمْ وَلَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُمْ لَا يُرِيدُونَ الْفَرْجَ

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۰۲ کتاب النکاح)

ترجمہ:

موتی بن عبد الملک ایک شخص سے بیان کرتا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے۔  
 کہ میں نے ابوالحسن امام رضا سے پوچھا کہ مرد، عورت کی پچھلی طرف سے  
 وحی کرتا ہے (کیا یہ درست ہے) فرمایا۔ اس فعل کو کتاب اللہ کی  
 ایک آیت حلال قرار دیتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے  
 کہا تھا۔ یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک ہیں۔  
 اور یہ بات یقیناً معلوم ہے۔ کہ جن لوگوں کو حضرت لوط نے یہ کہا تھا۔  
 وہ عورت کی اگلی شرمگاہ چاہتے ہی رہتے۔

توضیح:

اہل تشیع کے عقیدہ وحی فی الدبر کے جواز پر وعدہ وحوالہ بات آپ نے ملاحظہ  
 کیے۔ امام جعفر صادق کے حوالہ سے یہ کہا گیا۔ کہ اگر عورت اس طرح راضی ہے تو کوئی  
 گناہ نہیں۔ اہل انحراداد کی طلب جو۔ تو پھر وحی فی الدبر سے یہ حاصل نہیں ہوگی۔  
 وحی فی الدبر کے جواز پر آیت فأتوا احرارکم منکم فی شہواتکم منکم کہ وہ  
 حوالہ میں امام رضا نے لوط علیہ السلام کے قول سے وحی فی الدبر کو ثابت کیا۔ لیکن  
 دونوں استدلال ناقابل قبول ہیں کیونکہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت  
 کو کہتی ہے۔ فرما کہ یہ اشارہ کیا۔ کہ مقام کھیتی میں آؤ۔ لیکن اس کے لیے کوئی خاص حالت  
 مقرر نہیں۔ سیدھی طرف سے یا الٹی طرف سے، جیٹھ کر یا بیٹھ کر۔ جیسے تدریسی  
 مرنے لیکن مقام مخصوص میں وحی ہونی چاہیے۔ اس مفہوم کو غلط طریقہ سے بیان  
 کر کے حضرت ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرنا نہایت دیدہ و دلیری ہے۔

اسی طرح امام رضا کا استدلال جس آیت سے پیش کیا گیا۔ اگر وہ اسی طرح مفہوم یہے ہوئے ہوتے جو اد پر بیان کیا گیا ہے۔ تو حضرت لوہیوں کہتے قوم کے بیٹے اور نوجوان چھو کرے تمہارے لیے موجود ہیں۔ اُن سے جائز اپنی خواہش پوری کر دو۔ میرے مہمانوں کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ اور یہ کہنا کہ حضرت لوہی نے انہیں قوم کی بیٹیوں سے لواطت کا حکم دیا۔ اللہ کے پیغمبر پر عظیم بہتان ہے قوم لوہی پر عذاب اسی وجہ سے آیا کہ وہ لواطت کرتے تھے۔ اگر لواطت عورتوں سے جائز تھی۔ تو پھر عذاب کس بات کا؟ اس لیے امام رضا کی طرف بھی یہ مفہوم غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بالفرض اگر وہی مطلب تسلیم کر لیا جائے۔ جو امام رضا کے حوالہ سے صاحب وسائل اشیعہ نے بیان کیا۔ تو پھر بھی ہمارے لیے حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ فعل پہلی امتوں کا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ فرما کر منسوخ کر دیا۔ ”محاش النساء علی رجال احتی حراماً، اب یہ کیسے ممکن کہ ان حضرات کو جو فیض نبوت سے مستفیض ہوں۔ وہ اس ارشاد کے خلاف حکم دیں۔ لہذا یہی کہنا پڑے گا۔ کہ اہل تشیع نے اپنے مذموم ارادوں کو برحق ثابت کرنے کے لیے حضرات ائمہ اہل بیت کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جب وطی فی الدبر کو ناجائز فرمایا۔ تو بناوٹی مجتہدوں نے اُسے ان کے تقیہ پر محمول کیا۔ اس طرح اُن کی تنقیص شان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ فرمائے۔

### نوٹ

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر میں اگرچہ علمائے اہل سنت میں سے چند

کے اقوال مختلف ہیں۔ لیکن جہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ کفر فعل حرام ہے۔  
اس کی حرمت پر چند حوالہ جات کتب اہل سنت سے ملاحظہ ہوں۔

### حدیث ۱۷:

وَأَمَّا حَدِيثُ أَبِي مُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَةً  
فِي دُبُرِهَا۔

(تفسیر مظہری زیر آیت نساء کم حرث کم  
پارہ ۲ جلد اول ص ۲۶۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص عورت کی دبر میں ٹپی  
کرتا ہے وہ ملعون ہے۔

### حدیث ۱۸:

عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا  
سَأَلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ إِيْيَاكَ الْمَرْأَةِ فِي دُبُرِهَا  
فَقَالَ تَسْلُكِي عَنِ الْكُفْرِ۔

(تفسیر مظہری جلد اول ص ۲۶۲)

ترجمہ:

معمر ابن طاووس اور وہ اپنے باپ کی زبانی ایک شخص کی بات

بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ کہ عورت کی دُبر میں وطی کرنا کیسا ہے؟ تو اُسے ابن عباس نے فرمایا کہ تو نے کفر کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے۔ (یعنی ایسا کرنا کفر ہے)

### حدیث ۳

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا فَقَالَ كَقَدَرِ مَا أُتِيزَلْ عَلَى مُحَمَّدٍ۔  
(احکام القرآن جلد اول صفحہ نمبر ۳۵۳)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص حیض والی عورت سے یا عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔ وہ ان تمام احکام کا انکار کر بیٹھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے۔

### حدیث ۴

رَوَى عِكْرَمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا۔

(احکام القرآن جلد اول



ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب مکرم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو عورت کی محرم میں دھلی کرے۔

## حدیث ۵

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده م يَلْفُظُ سُلَّ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ  
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا فَقَالَ هِيَ كَوَاطِلُ  
الصُّغْرَى۔

(تفسیر مظہری پارہ ۱ جلد اول)

ص ۲۶۲ زیر آیت فساءکم حرث

لکم فأتوا النخا

(ترجمہ)

عمرو بن شعیب اپنے باپ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ عورت کے ساتھ دھلی فی الدبر کیسی ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ یہ چھوٹی لواطت ہے۔

تبصرہ:

مذکورہ پانچ عدد حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ دھلی فی الدبر کا مرتکب ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہے۔ لواطت صفحہ ۱ کا مائل

ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والا ہے۔

ان شدید وعیدات کے ہوتے ہوئے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کا جواز عجیب سا لگتا ہے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر تعجب اس بات پر کہ قرآن کریم سے اس کے جواز پر دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ اور پھر اتنا تعجب یہ کہ ایسی باتیں حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے بھی جا رہی ہیں۔ سبحانہ! یہ فعل اتہانی قبیح ہے۔ اور اسے طبع سلیم ہرگز جائز قرار نہیں دیتی۔ کیونکہ دُبر، گندگی کے اخراج کا مقام ہے۔ لہذا یہ فعل بالکل ناجائز اور ملامتِ طبع ہے۔

فَاَحْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ

# مشتم

جب تک عورت کی غلیظ شرمگاہ دیکھی  
جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی

تہذیب الاحکام

اسحاق بن عمار بن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
فی الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ  
قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ وَمَلَئَ اللَّذَّةُ إِلَّا ذَا الْحِكْمِ  
تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۱۳ فی  
سنة زفاف النساء الخ

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا۔  
جو اپنی عورت کو برہنہ حالت میں دیکھتا ہے۔ کہ اس میں کوئی گناہ  
نہیں ہے۔ اور درحقیقت (جماع کی لذت اسی سے ہی مکمل

حاصل ہوتی ہے۔

## لمف کیریہ :

مذکورہ حوالہ میں سوال و جواب کا انداز بتلاتا ہے۔ کہ یہ ڈرامہ کسی شیعہ نے گھڑا ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اگر تسلیم کریں گے کہ کسی نے امام سے یہ پوچھ ہی لیا۔ کہ کیا عورت کو برہنہ حالت میں دیکھنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب اتنا ہی کافی تھا۔ ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بڑھانا کہ اس طرح سے جماع کی لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا سوال سے کیا تعلق ہے؟ اس طرح کی روایات محض شہرت پرستی کے لیے بنائی گئی ہیں۔ لیکن ان میں جان ڈالنے کے لیے امام کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔

## مستفہم

جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے فیصد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔

درائل الشیعہ

عن زرعة عن سماعة بن مهران عن ابی بصیر  
قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول

فَضَّلَتْ الْمَرْأَةُ عَلَى الرَّجُلِ بِتِسْعَةٍ وَتِسْعِينَ  
مِنَ اللَّذَّةِ وَالْحَيَاةِ اللَّهُ أَتَقَى عَلَيْهَا الْحَيَاءَ

رد و مسائل الشیعہ جلد ۱۲

ص ۱۲ / کتاب النکاح

۲۲۔ فروع کافی جلد پنجم

ص ۳۹۰ کتاب النکاح

ترجمہ:

ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
کو یہ کہتے ہوئے سنا عورت نسبت مرد کے برکتِ جماع  
خانو سے درجے زیادہ لذت پاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس  
کو حیا کے نیچے دبا دیا۔ (اس لیے وہ باوجود نازے درجے  
زیادہ لذت اندوز ہونے کے پہل نہیں کرتی)

حاشیہ  
مستم

خوبصورت عورت مل جائے تو مرد کی بے غم ختم ہو  
جاتی ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قال المرأة الجميلة تقطع البلغم والمرارة  
 السرداء تليج المرأة السرداء .....  
 عن محمد بن عبد الحميد عن بعض اصحابي  
 عن ابي عبد الله عليه السلام انه شكك عليه  
 البلغم فقال اما لك جار ية تضحك قال قلت  
 لا قال فاتخذها فان ذلك يقطع البلغم

(۱- وسائل الشیعیہ جلد ۱ ص ۲۰۰ - باب،

استنباب تزویج الجمیلة الخ)

(۲- فروع کا فی جلد پنجم ص ۳۶ کتاب النکاح

باب النواذر)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ خوبصورت عورت بطنم کو  
 ختم کر دیتی ہے۔ اور کالی عورت پتہ کو ابھارتی ہے۔ ..... یہی  
 امام فرماتے ہیں۔ کہ کسی نے ان سے بطنم کی شکایت کی۔ اس پر انہوں  
 نے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس لونڈی نہیں جو تمہیں ہنسائے۔ عرض کیا۔  
 نہیں۔ فرمایا ایسی ضرور ملے گی۔ کیونکہ اس سے تمہاری بطنم ختم ہو  
 جائے گی۔

تبصرہ:

روایت مذکورہ بھی اُن روایات کی طرح ہی ہے۔ جو حضرات اثر الہایت  
 کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں۔

اُپنے بغور دیکھا ہوگا کہ اہل تشیع کسی اپنے فقہی مسئلہ پر ایسی حدیث پیش نہیں کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ ایسی روایات کسی نہ کسی صحابی کے واسطے سے بیان ہوں گی یا اور صحابی کوئی بھی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ”عدول“ فرما دیا ہے۔ اس لیے اُن سے ایسی وہابی تباہی روایات کا ملنا ناممکن ہے۔ اسی لیے اہل تشیع ایسی روایات کو بیان کرنے وقت جن راویان کا نام سند میں لاتے ہیں۔ یعنی ابوبصیر و زرارہ وغیرہ تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر خود ائمہ اہل بیت نے لعن طعن کیا۔ کیونکہ ان کے کثرت سامنے اچکے تھے۔ یہاں تک فرما دیا کہ صرف ان کے کہنے پر ہماری کسی بات کو تسلیم نہ کرنا۔ جب تک وہ قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مطابق نہ ہوں۔ اگر اسی پر والی روایت کو لیا جائے۔ تو ہر ذی فہم ہی کہے گا کہ اس قسم کی گری ہوئی بات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت نہیں کرتی۔ کیونکہ عورت کی خلوصی کوئی کشت تیرا جو شانہ نہیں جس سے مرد کی بے غم ختم ہو جاتی ہو۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو خوبصورت عورت کے خاوند کو کبھی بھی بے غم کی شکایت نہ ہوتی۔ اور یہ بات خلاف مشاہدہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایسی روایات زرارہ، ابوبصیر وغیرہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

فَاعْتَبِرُوا أُولِيَ الْآبْصَارِ

مَسْئَلَةٌ

مرد کے آئہ تناسل کے بڑا ہونے کی حکایت

وسائل الشیعہ

عن برید بن معاویۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
 قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ  
 فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحْمِلُ أَعْظَمَ مَا يَحْمِلُ  
 الرِّجَالُ فَهَلْ يَصْلِحُ لِي أَنْ أَتِيَ بَعْضَ مَا لِي مِنَ الْبَهَائِمِ  
 نَاقِيَةً أَوْ حِمَارَةً فَإِنَّ النِّسَاءَ لَا يَقْبَلْنَ عَلَيَّ مَا  
 عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمْ يَخْلُقْكَ حَتَّى يَخْلُقْ لَكَ  
 مَا يَحْتَمِلُكَ مِنْ شَحْمِكَ فَأَنْصَرَفَ الرَّجُلُ وَلَمْ  
 يَلْبِثْ أَنْ هَادَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ لَدُنِّي عِشَلٌ مِثْلُ مِثْلَتِهِ فِي أَقْوَلِ مَرَّةٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْنِ أَنْتَ مِنَ السُّودِ وَالْعَنْطَنَةِ



قَالَ فَأَمْرَكَ الرَّجُلُ فَلَمْ يَلْبِثْ أَنْ عَادَ فَقَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ  
أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا إِنِّي قَدْ طَلَبْتُ مِنْ أَمْرِ نَبِيِّ  
بِهِ مَوَقَعَتٌ عَلَى شَاكِلِي مِمَّا يَحْتَمِلُكُنِي وَقَدْ أَقْنَعَنِي  
ذَلِكَ.

وسائل الشیعہ جلد ۱۳ ص ۲۸

کتاب النکاح

ترجمہ :

برید بن معاویہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے  
کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ  
میرا لڑکا نسل بہ نسبت اور مردوں کے بہت بڑا ہے۔ کیا میرے لیے  
یہ جائز ہے۔ کہ میں کسی چوپائے مثلاً اونٹنی یا گدھی کے ساتھ دلی  
کروں۔ کیونکہ عورتیں اس کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتیں؟ یہ  
سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیدا  
کرتے وقت کوئی ایسی عورت بھی پیدا کی ہوگی۔ جو اس کو برداشت  
کر سکے گی۔ یہ سن کر وہ آدمی چلا گیا۔ پھر جلدی ہی آپ کے پاس واپس  
آگیا۔ آپ نے اسے دوسری مرتبہ بھی وہی کچھ کہا جو آپ اسے  
پہلی مرتبہ فرما چکے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے کالے رنگ کی  
عورت نہیں ملی۔؟ یہ سن کر وہ لوٹا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ کے  
پاس آگیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ  
اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق عورت

ڈھونڈی۔ تو مجھے ایسی مل گئی۔ اور وہ واقعی کلمے رنگ کی تھی۔ اور  
اُس نے مجھے برداشت کر لیا ہے

### تبصرہ

قارئین کرام! روایت بالا بے حیائی اور بے غیرتی کا مجموعہ نظر آتی ہے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا فحش سوال؟ غالباً یہ اولادِ آدم میں صرف ایک ہی مرد ہو  
گا۔ جس نے یہ شکایت کی۔ اور اُس کی قیل و قال بھی صرف اہل تشیع کے راویوں  
کو دستیاب ہو سکی۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرداز  
کتوبر با کتوبر باز با باز!

جیسے راوی تھے، ویسا سائل مل گیا۔ اور جیسی ذہنیت، اتنی ویسی اس  
سے باتیں مل گئیں۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت  
اس قسم کی لغو باتیں نہ سنتے تھے۔ نہ کسی کو اُن کے حضور ایسی باتیں کرنے کی ہمت  
ہوتی تھی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ شیطان نے اس قسم کی روایات کہاں بیٹھ  
کر ان کو سنائیں۔ انہوں نے بڑے شوق سے انہیں اپنی کتابوں کی زینت  
بنا کر اپنا مذہب بنایا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

# مسئلہ

مسجد میں ”پنج تن پاک“ کے لیے جُنبی  
ہونا (وٹی کرنا) جائز ہے (استغفر اللہ منہ)

یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے تمام مسائل کی جڑ اور بنیاد مسئلہ خلافت و امامت ہے۔ اس منصب کے لیے انہوں نے ایسی شرائط گھڑ رکھی ہیں۔ جو مکمل طور پر نبوت میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا نابہرہ فرد میں پڑنا، آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج اور یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں مقید ہو جانا یہ سب مصائب انہیں اس بنا پر آن پڑے کہ ان حضرات نے امامت کے تسلیم کرنے میں پس و پیش کی۔ اسی طرح ائمہ کے لیے اور ہیئت سی خصوصیات ان کے نزدیک ایسی ہیں۔ جو پیغمبروں میں نہیں۔ ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ معصوم کا مسجد میں جُنبی ہونا جائز ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ

الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْتَنِبَ  
فِي هَذَا الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنَا وَعَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ  
وَالْحُسَيْنُ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِهِ فَإِنَّهُ مَنِئِي.

(وسائل الشیخ جلد ۱ ص ۱۹۲ نمبر ۱۹۲)

(کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام زین العابدین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ اس مسجد (مسجد نبوی)  
میں جنبی ہونا ہمارے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ میں، علی،  
فاطمہ، حسن اور حسین۔ اور ان کی اولاد۔ کیونکہ وہ مجھ سے ہیں۔

### ملفوظ

اس روایت کو جس عنوان کے تحت درج کیا گیا۔ وہ یہ ہے۔ تحریر  
الجماع والانزال فی المسجد لغیر المعصوم۔ یعنی معصومین کے  
سوا تمام لوگوں کے لیے مسجد میں جماع کرنا اور انزال مہونا حرام ہے۔  
عنوان مذکورہ اور قرآن کریم کی یہ آیت دونوں کا تقابل کریں۔ وَعَبَدُوا  
إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَلَبَنَا بَيْتِي لِلْقَاتِلِينَ وَالظَّالِمِينَ  
وَالرَّكَعِ الشُّجُودِ۔

ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) سے یہ عہد لیا کہ وہ دونوں میرے  
گھر (کعبہ مکرمہ) کو طواف کرنے اور اعتکاف۔ بیٹھنے اور رکوع و سجود کرنے والوں  
کے لیے ممانعت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ دواؤ العزم پیغمبروں کو مسجد کی طہارت

کا حکم فرما رہا ہے۔ جو بالاتفاق معصوم ہیں۔ لیکن اہل تشیع مختلف فی المعصومیت حضرت کے لیے مسجد میں جنبی ہونے کی اجازت دے رہے ہیں۔ گویا مسجد نہیں کوئی امام باڑہ ہے۔ اور پھر اس اجازت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی طرف کو دی گئی۔ اور اپنے زعم فاسد میں یہ لوگ اہل بیت کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔ کیا قرآن کریم کے احکام کی مخالفت کرنے کو فضیلت کہا جاتا ہے۔ یہ تو ان سے نہ جانے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔  
خوٹ:

روایت مذکورہ کی اگر کوئی شیعہ یہ تاویل کرے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت جنابت میں ائمہ معصومین کے سوا کسی دوسرے کا مسجد سے گزرنا منع ہے مسجد میں جنبی ہونا اس کا مفہوم نہیں ہے۔ تو اس تاویل کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے معصومین کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر شیعہ اس برہنہ کو کہہ دے کہ اہل سنت کی کتب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موجود ہے۔ کہ وہ بحالت جنابت مسجد سے گزر سکتے ہیں۔ تو اس کا بھی اہل تشیع کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اول اس وجہ سے کہ اس روایت پر جرح کی گئی ہے۔ دوم اس وجہ سے بھی کہ اس روایت میں گزرنے کا لفظ موجود ہے۔ لیکن تمہاری روایت اپنے عنوان سے ثابت کرتی ہے کہ اس سے مراد مسجد میں جماع کرنا ہے۔ حالت جنابت اتفاقاً ہو جائے۔ جیسا کہ مسافر یا معتلّف کو سونے میں انزال ہو گیا۔ اسے مسجد سے گزر کر باہر نکلنا پڑے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن یہ ”جماع کرنا“ تو نہیں معصومین کے لیے اگر یہی مسئلہ ثابت کر رہے ہو۔ تو اس میں ان کی کون سی فضیلت بیان ہوئی۔ یہ تو غیروں کے لیے بھی ہے۔ اس لیے عنوان بیاں گدہل کہہ رہا ہے کہ اہل تشیع

کے نزدیک معصومین کی فضیلت اسی طرح مانی جائے گی کہ وہ مسجد میں جماع، دیدہ و استریا اور انہیں انزال ہو۔ تو ان کے لیے جائز اور دوسروں کے لیے حرام۔ ظالموں کو یہ فضیلت بیان کرنے ہوئے شرم نہ آئی۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بھی شامل کر لیا۔ جن کی طہارت اور پاکدامنی غریب الغل ہے۔ اور بروزِ حشر جب ان کا گزر ہو گا۔ تو حکم ہو گا۔ لوگو! اپنی اپنی نگاہیں اٹھو کا۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ الزہرا کا گزر ہونے والا ہے۔ ایک طرف ان کی یہ عظمت اور دوسری طرف مسجد میں ان کا جماع کرنا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

خدا کی قسم! اس تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل گواہی دیتا ہے کہ ان پانچ مقدس ہستیوں کے بارے میں اہل تشیع نے جو بکواس کی۔ اس کے باعث ان کی گرفت یقیناً ہو گی۔ اور رب ذوالجلال کے حضور ان، ”بنادٹی مجتوں“ کی وہ گت بنے گی۔ کہ قارون و فرعون بھی دیکھتے رہ جائیں گے اور بڑی سے بڑی سزا اور عقاب، پانے والا ان پر تھو کے گا۔ انہیں دھتکا سے گا، ان پر پھٹکا رکھے گا۔

ۛ

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں

لعنة اللہ علیکم وشمناں اہل بیت

(مولانا حسن رضا خاں)

# مُسْلِمُ یَا زَا

سیدہ فاطمہ کے نفاق کے وقت شتر ہزار شتروں

نے تکبیر بلند کی (معاذ اللہ)

## رسائل الشیعہ

محمد بن علی بن الحسین باسنادہ عن جابر بن عبد اللہ  
 قَالَ لَمَّا رَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَاطِمَةَ مِنْ عِلِّيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَاهُ النَّاسُ فَقَالُوا  
 لَكُمُ إِنَّكَ قَدْ رَوَّجْتَ عَلَيْنَا بِمَلِكٍ خَاسٍ فَقَالَ مَا  
 أَنَا رَوَّجْتُهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَوَّجَهُ إِلَى أَنْ قَالَ فَلَمَّا كَانَ  
 لَيْلَةُ الزُّفَافِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 بِبَغْلَةِ الشَّهْبَاءِ وَثَنَى عَلَيْهَا قَطِيفَةً وَقَالَ يَافِطَمَةُ  
 إِرْكِي وَأَمْرٌ سَكْمَانٌ أَنْ يَغْوَدَهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُوقُهَا قَبَيْنِمَا هُوَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ  
 إِذَا سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِبَةً فَأَذَا

جِبْرِئِيلُ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا وَمِائَتَا أَلْفًا فِي سَبْعِينَ أَلْفًا  
فَقَالَ الْبَيْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَهْبَطَكُمْ  
إِلَى الْأَرْضِ فَقَالُوا اجْعَلْنَا نَزْفًا قَاطِمَةً إِلَى رَوْحِهَا  
وَكَبَّرَ جِبْرِائِيلُ وَكَبَّرَ مِائَتَا أَلْفًا وَكَبَّرَتْ  
الْمَلَائِكَةُ وَكَبَّرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَوَضِعَ التَّخْيِيرُ عَلَى الْعَرَائِسِ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ -

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۶۲-۶۳)

(کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں  
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ  
سے کر دیا۔ تو لوگوں نے آپ سے کہا۔ آپ نے اپنی بیٹی کی شادی  
علی کے ساتھ معمولی سے حق مہر پر کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں  
نے یہ شادی نہیں کرائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کرائی ہے۔ یہاں تک کہ  
جب شب زفاف آئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغلہ دشباد کے  
ساتھ تشریف لائے۔ اس پر ایک چادر آپ نے ڈالی ہوئی تھی۔  
سیدہ فاطمہ کو فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ سلمان فارسی اس کو آگے سے  
پکڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے ہانکتے جا رہے تھے  
راستہ میں اچانک آپ نے فرشتوں کے پروں کی آواز سنی۔ دیکھا کہ  
جبرئیل اور میکائیل دونوں ستر ستر ہزار فرشتے لیے ساتھ آ رہے ہیں  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ زمین کی طرف آنے کی



کیا وجہ ہوئی؟ کہنے لگے۔ ہم سیدہ فاطمہ کے زفات کی تقریب پر  
 آئے ہیں۔ اور جبرئیل میکائیل اور تمام فرشتوں نے تجکیر کہی۔ اور  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجکیر کہی۔ اس وجہ سے (شیعہ) دلہن  
 پر تجکیر کہنا سنت ہو گئی۔

### جلاء الیعون:

جب شب زفات آئی۔ تو جبرئیل میکائیل واسرافیل مع ستر ہزار فرشتوں  
 کے زمین پر آئے۔ اور دلدل جناب فاطمہ کے لیے لائے۔ جبرئیل نے لگام  
 اس کی پکڑی اور اسرافیل نے رقاب تھامی۔ اور میکائیل پہلو سے دلدل میں  
 تھے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاہ لائے فاطمہ دست مبارک سے نٹھائے  
 ہوئے تھے۔ پس جبرئیل میکائیل واسرافیل و جمیع ملائکہ نے تجکیر کہی۔ اور  
 تجکیر کہنا سنت شب زفات ہوا۔

(جلاد الیعون ترجمہ اردو۔ جلد اول ص۔ ۲۵)  
 ملبورہ شیعہ جنرل بک ایجنسی)

### جلاء الیعون:

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے کہ حلال چہیز  
 بیان کرنے میں غیرت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے شب زفات جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک  
 میں نہ آؤں کام نہ کرنا۔

(جلاد الیعون جلد اول ص ۲۵۱) (اردو ترجمہ)

## لمحکمہ:

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے بارے میں نجس روایات لکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن ”فقہ جعفریہ“ میں مسائل نکاح کے ضمن میں جب اسے اہل تشیع نے ذکر کیا۔ تو قارئین کرام کی اطلاع کے لیے اسے تحریر کر دیا گیا۔ تاکہ اسے پڑھ کر فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔ کہ ان کی فقہ کو عقل و نقل سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس لیے بھی تاکہ ان کی فقہ کے مآخذ بھی آپ کے سامنے آجائیں۔

جلاد الیمون کی دوسری روایت کہ جس میں یہ درج ہے: و حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا، کس قدر بے حیائی اور بے شرمی بیان کی جا رہی۔ ایسی غلیظ عبارت کسی غلیظ ذہن کی پیداوار ہو سکتی ہے۔ پھر کون ہے وہ شیعہ جو ان روایات پر عمل کر دکھائے۔ اپنی بچتی کی شادی رچائے۔ اور جب اس کی بچتی اور داماد بستر زفاف پر جائیں۔ تو پوری برادری لے کر ان کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور پیغام بھجوادے۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ صبر کرنا، خبردار کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض اہل تشیع جب یہ انوکھی بات سنتے ہیں۔ تو کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ ایسی کوئی روایت ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔ ان کا انکار اگرچہ ناقابلِ قبول ہے۔ پھر بھی کچھ شرم آتی ہے۔ اور ایسی بات کو بے غیرتی سمجھا جاتا ہے۔ تبھی تو انکار پر اتر آتے ہیں۔ ورنہ دھڑلے سے کہہ دیں۔ کہ ہاں۔ یہ روایت ہے۔ اور ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ بہر حال اس پر عمل کے پیش نظر ہم نے مذکورہ حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اور وہ بھی ان کی کتب مشہورہ سے تاکہ بطور نمونہ سند رہیں۔ ان میں سے کوئی ایک حوالہ بھی

غلط ثابت ہو جائے۔ تو میں ہزار نقد انعام ملے گا یہ محبت اہل بیت، کا شور اور ان پاکیزہ حضرات کے بارے میں ایسی غلیظ اور لہجہ عیارات۔ خدا عقل دے۔  
تورہ ہدایت اپنائیں۔ اور جھوٹے دعووں سے نکل کر حقیقی محبت و اطاعت میں  
آجائیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

## ہام مسئلہ دو از د

جماع کثرت سے کرنا پیغمبروں کی سنت ہے (معاذ اللہ)

وسائل الشیعہ

عن معمر بن خلاد قال سمعت علی بن موسی  
الرضا علیہ السلاہ یقول لک ثلاثا من سنن المرسلین  
العیطر و اِحْفَاءُ الشَّعْرِ وَ کَثْرَةُ الطَّلُوقِ وَ قَتْلُ

وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۱۷۹

باب استحباب کثرت الزواج الخ

ترجمہ:

معمر بن خلاد کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے سنا  
فرمایا۔ تین باتیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔ (۱) خوشبو  
لگانا۔ (۲) بالوں کا ہلکا رکھنا۔ (۳) بہت زیادہ جماع کرنا۔

## وسائل الشیعہ

عن الحسن بن الجهم قال رايت ابا الحسن  
اختضب الى ان قال ثم قال ان من اخلاق  
الانبياء التقلف والتطيب وحلق الشعر  
وكثرة الطروقة ثم قال كان لسليمان  
ابن داود الف امرأة في قصر واحد ثلاث  
مائة ماهرة وسبع مائة سرية وكان  
رسول الله صلى الله عليه وسلم له بعض  
اربعين رجلا وكان عنده تسع نسوة وكان  
يطوف عليهن في كل يوم وليلة۔

وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۸۱

کتاب النکاح

ترجمہ:

حسن بن جهم کہتا ہے کہ میں نے ابو الحسن کو خضاب لگاتے دیکھا۔  
پھر آپ نے یہ فرمایا کہ انبیائے کرام کے اخلاق میں سے یہ باتیں  
بھی ہیں۔ صاف ستھرا ہونا، خوشبو لگانا، بال مونڈنا اور کثرت  
سے جماع کرنا۔ پھر ابو الحسن یعنی علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان  
علیہ السلام کا ایک محل میں ایک ہزار بیویاں تھیں۔ جن میں سے  
تین سو آزاد اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کو چالیس مردوں سے زائد کی طاقت عطا فرمائی گئی۔ آپ کے

نکاح میں فزیبیاں تھیں۔ اور آپ ہر دن رات ان سب کے پاس جایا کرتے تھے۔ (یعنی جماع کیا کرتے تھے)

### وسائل الشیعہ

عن مشاہیر ابن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
 قال ان ابابکر وعمر اتیا امر سلمة فقالا  
 لها یا امر سلمة انک قد کنت عند رجل فکیف  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذاک  
 فقالت ما هو الا کسائر الرجال الی ان قال  
 فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ثم قال فلتماکان من السحر مبط جبرئیل  
 بصفحة من الجنة کان فیها مریسة فقال  
 یا محبة هذه عملها لك الحور العین فکلها  
 انت وعلی وذریتكما فانه لا یصلح ان یا کلها  
 غیرکم فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم وعلی وفاطمة وحسن وحسین فاکلوا  
 منها فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی المبدأ ضحکة من تلك الاكلة قوۃ اربعین رجلا  
 فكان اذا شاء غشی نساءه کلهم فی لیلۃ  
 واحدة

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸ صفحہ ۱۸۵)

ترجمہ :

ہشام بن سالم جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتا ہے۔ کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ایک مرتبہ ام سلمہ کے پاس آئے۔ اور پوچھا۔ اے ام سلمہ! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت میں کیسا پایا؟ کہنے لگیں۔ آپ بھی عام مردوں کی طرح ہیں۔ یہاں تک امام جعفر نے بیان کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔ پھر کہا کہ جب سحری کا وقت ہوا۔ تو جبریل جنت سے ایک پیالہ لے کر حاضر ہوئے۔ جس میں ہر بہہ تھا۔ کہہ کر عنتی حورالعین نے آپ کے لیے تیار کیا ہے کہ آپ اور علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد اسے تناول فرمائیں۔ تمہارے بغیر کسی دوسرے کے لیے اس کا کھانا اچھا نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور علی فاطمہ حسن حسین بیٹھ گئے۔ اور اس میں سے کھایا۔ لہذا اس خوراک کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ اور آپ جب چاہتے ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں سے ہم بستری کر لیتے۔

### ملحہ فکریہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دو کثرت جماع، کو انبیائے کرام کا خلق بتایا گیا۔ کوئی بھلا مانس بتائے کہ کثرت جماع اور اچھے اخلاق ان دونوں کا کیا تعلق ہے۔ اور پھر اسے اخلاق پیغمبرانہ سے شمار کرنا کس قدر گھٹیلپن ہے۔ روایت مذکورہ میں دبے الفاظ میں حضرت دشمنین کے ساتھ بغض وعداوت کا بھی اظہار کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب ان دونوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی طاقت کے بارے میں پوچھا۔ تو اس کو سن کر حضور ان پر غصے ہوئے۔ یہ کوڑھ باطنی کا اظہار ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تھا اس سے نائید کی باتیں اُسی باطنی کورپن کی مظہر میں پھر قصہ جس طرح گھڑا گیا اس پر بھی عقل ماتم کرتی ہے۔ کہ حضور رحمت علی اور آپ کی اولاد کے لیے ہر چیز جبرئیل لائے۔ جب اس کے کھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت مردمی چالیس اشخاص کے برابر ہو گئی۔ تو بقیہ حضرات میں اس ہر سہ نے کیوں اثر نہ کیا؟ اگر بنظر فائز دیکھا جائے۔ تو اس میں سیدہ خاتون جنت کی انتہائی گت خفی اور توہین موجد رہے۔ چالیس گنا طاقت کا فارمولہ ان پر بھی لاگو کیا جائے۔ تو لازم اُٹے گا۔ کہ انہیں (معاذ اللہ) چالیس مردوں کی ضرورت تھی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جناب سیدہ خاتون جنت کی ذات کے بارے میں بازاری واقعات اور دیے نظموں میں ان کی تہنیں ”عبداللہ بن سبا“ کی تعلیم کا اثر ہے۔ اور کچھ نہیں۔

## مہم مسئلہ سیزدہم

مرغ میں پیغمبروں کی پانچ خصلتیں موجود ہیں  
اس سے یہ عادیں تم بھی سیکھو

وسائل الشیعہ

عن ابی الحسن علیہ السلام قال فی الذیك

خَمْسُ خِصَالٍ مِنْ خِصَالِ الْإِنْيَاءِ الشَّخَا وَالْقَسَاعَةِ  
وَالْمَعْرِفَةِ بِأَوْقَاتِ الصَّلَاةِ وَكَثْرَةُ الطَّرِيقَةِ  
وَالْغَيْرَةِ۔

دو سائل الشیعہ جلد ۳ ص ۳۸۳

کتاب الحج ابواب احکام

(الذقاب)

ترجمہ:

ابو الحسن کہتے ہیں کہ مرغ میں پانچ عادتیں، پیغمبروں کی پانچ عادتوں کی  
طرح ہیں۔ سخاوت، صبر، اوقات نماز کی پہچان، کثرت سے جہاد  
کرنا اور غیرت۔

### وسائل الشیعہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا  
مِنَ الذِّكْرِ خَمْسَ خِصَالٍ مُحَافَظَةُ عَلَى أَوْقَاتِ  
الصَّلَاةِ وَالْغَيْرَةُ وَالشَّخَا وَالشَّجَاعَةُ وَكَثْرَةُ  
الطَّرِيقَةِ۔

رو سائل الشیعہ جلد ۳ ص ۱۷۹

کتاب النکاح

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! مرغ سے پانچ عادتیں تم بھی  
سیکھو۔ ۱۔ اوقات نماز پر محافظت۔ ۲۔ غیرت۔ ۳۔ سخاوت



۴۔ بہادری۔ ۵۔ بکثرت جماع کرنا۔

### تبصرہ:

”جماع بکثرت کرنا، چونکہ اہل تشیع کے نزدیک خلقِ پیغمبرؐ ہے اس لیے اس کو اپنا تاہر ”مومن“ کے لیے ضروری ہے اس کے علاوہ چار اخلاقِ قرآن پر عمل کرنا اور انہیں اپنا ناگھائے کا سودا ہے۔ نمازوں کے اوقات کی پابندی کی کیا ضرورت ہے۔ بس سال میں ایک آدھ مرتبہ ماتم کر لیا۔ کمی پوری ہو گئی، غیرت کا جنازہ متعہ نے نکال دیا سہواتِ ذوالجناب کے سرچڑھ گئی۔

شجاعت، زنجیر زنی میں چلی گئی۔ اب مرغ بننے کے لیے کثرتِ جماع کی دو مومن، کو ضرورت تھی۔ وہ بڑی پسند آئی۔ وہ فقہ جعفریہ، کیا ہوئی۔ خواہشاتِ نفسانیہ کے حصول کا ہی ایک بہانہ ٹھہرا اور بدنام حضراتِ امثال بیت کو کیا جا رہا ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

## مسئلہ چہارم

جنت میں سب سے زیادہ پر لطف اور

لذیذ بات "جماع" ہے۔

### وسائل الشیعہ

عن جمیل بن دراج قال قال أبو عبد الله عليه السلام ما تكدّ ذلّ الناس في الدنيا والآخرة بلذة أكثر لهم من لذة النساء وهو قول الله عز وجل زينة لثام من حبب الشهورات من النساء والبنين الخ ثم قال وإن أفل الجنة ما يتلذّدون بشي من الجنة أشهى عندهم من النكاح لا طعام ولا شراب۔

(۱) - وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۱۱

(۲) - فروغ کافی جلد ۵ صفحہ ۳۲ کتاب النکاح

ترجمہ :

جمیل بن دراج کہتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

دنیا و آخرت میں جو بھی لذتیں لوگ پاتے ہیں۔ (یا پائیں گے) ان سب میں سے عورتوں کے ساتھ جماع کی لذت بڑھ کر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہلکات پر دلالت کرتا ہے۔ دو لوگوں کے لیے عورتوں کے ساتھ شہوات پورا کرنا خوبصورت کر دیا گیا ہے، پھر فرمایا۔ کہ صنفی لوگ نہ کسی خوردنی شئی اور نہ کسی پینے والی چیز سے اتنی لذت حاصل کر پائیں گے۔ جو انہیں نکاح کے ساتھ حاصل ہوگی۔

### وسائل الشیعہ

عن علی بن حسان عن بعض اصحابنا قال سَأَلْنَا  
أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّيْ شَيْءٍ أَلَذَّ؟ قَالَ  
فَقُلْنَا غَيْرُ شَيْءٍ فَقَالَ مُرَّا أَلَذَّ الْأَشْيَاءُ مُبَاضِعَةُ  
النِّسَاءِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۱۰)

کتاب النکاح باب استحباب

حب النساء مطبوعہ قلمران

طبع جدید

ترجمہ:

علی بن حسان اپنے بعض اصحاب سے بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق سے ہم نے پوچھا۔ کن سی چیز سب سے زیادہ لذت دینے والی ہے؟ ہم نے مختلف چیزوں کے نام لیے۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ لذت دینے والی چیز عورت کا فرج ہے۔ (یعنی عورت سے جماع کرنا)

## مسئلہ پنجم

جماع کے لیے لونڈی ادھار دینی جائز ہے

فروع کافی

عن ابی العباس البقیاق قال سأل رجل أبا عبد الله عليه السلام ونحن عنده عن عارٍ يكتل المروج فقال حرّاً ثم مكث قليلاً ثم قال لحن لا بأس أن يجعل الرجل الجار يكتل لخيبره۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۷۰، کتاب النکاح)

ترجمہ :

ابوالعباس بقیاق کہتا ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ ہم اس وقت امام کے پاس موجود تھے۔ کیا عورت کی شرمگاہ ادھار دینی جائز ہے۔ ہاں آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر فرمانے لگے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی لونڈی اپنے کسی بھائی کو ادھار دے دے۔ دتا کہ وہ اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھا سکے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

## مفہم:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے مذکورہ اباحت و اجازت کو ذکر کرنا، بہت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ لونڈی کو بغیر نکاح کیے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو دہلی کے لیے ادھار دینا اور ایک عام بازاری عورت جس کا دہلی کرانا پیشہ ہو۔ ان دونوں میں پھر کیا فرق ہے۔ بلکہ بازاری عورت کچھ نہ کچھ معاوضہ طلب کرے گی۔ جسے متد کہہ لیں گے۔ لیکن بے چاری لونڈی کو جب اس کے مولیٰ نے مفت میں دے دیا۔ تو اسے کیڑے گا۔ روایت مذکورہ کی اگر کوئی شیعہ یہ تاویل کرے کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ مولیٰ اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ مفت میں کر دے۔ تو یہ جائز ہے۔ یہ تاویل قطعاً مقام و محل کے مطابق نہیں۔ کیونکہ اگر بذریعہ نکاح اباحت و جواز ثابت کرنا تھا۔ تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔ اس کے لیے امام صاحب سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی اس لیے امام جعفر نے پہلے اسے حرام فرمایا۔ کیا کسی شخص کو اپنی بیٹی یا دیگر رشتہ دار خواتین کا نکاح کر دینا آپ نے حرام کہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حرام اسے کہا کہ مفت میں بطور ادھار کوئی عورت اپنی شرمگاہ یا اس عورت کا والی کسی کے لیے مباح کر دے۔ اس لیے یہ تاویل غلط ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہ فقہ جعفریہ، میں بے حیائی اور بے غیرتی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ ایسی باتوں کی نہ انٹر اہل بیت اجازت دے سکتے ہیں۔ اور نہ قرآن و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سب ابوبصیر زرارہ وغیرہ کی اختراعات ہیں۔

## مسئلہ ششہم

محرم عورتوں کے ساتھ لطفِ حریر کی صورت

میں جماع کی اجازت

”لطفِ حریر“ فقہ جعفریہ کا ایک ماہر الاقتیاز جمع مسئلہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنے آلاتِ تناسل پر کوئی ریشمی کپڑا پیٹ لے۔ اور پھر اپنی ماں بہن اور بیٹی وغیرہ سے جماع کر لے۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں سن کر کوئی یقین نہ کرے۔ اور اسے اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع پر الزام کہے۔ اس لیے ہم اس احتمال کو دور کرتے ہوئے فقہ جعفریہ کی پسندیدہ اور معتبر کتب سے چند حوالہ جات درج کرتے ہیں۔ حوالہ غلط ہونے کی صورت میں فی حوالہ میں ہزار روپے نقد انعام ملے گا۔

### ذخیرۃ المعاد

سوال۔ اگر شخص آلت خود بہ پیچیدہ بہت مالِ حریر و نحواں کو ماست حاصل نشود در زمان جماع وہم چنین ماست حاصل نشود بہمت کش و قرح یا باریک آلت آیا غسل واجب است یا نہ۔

جواب۔ لازم

غسل خالی از عورت نیست و اذا بر حنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم  
بغیر حریر جائز است۔

(ذخیرہ المعاد مصنفہ شیخ زین العابدین

ص ۹۵ باب طہارت غسل جنابت،

مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم)

ترجمہ:

سوال۔ اگر کوئی شخص (مرد) اپنے آلت تناسل پر ریشمی رومال وغیرہ،  
پلیٹ سے۔ کہ جس سے آلت تناسل اور عورت کی شرنگاہ آپس میں چھونے  
نہ پائیں۔ اس طرح مرد عورت جماع کریں۔ یا مرد اور عورت کی شرنگاہ  
باہم اس لیے نہ چھوئیں۔ کہ عورت کی شرنگاہ بہت فراخ اور کھلی  
ہو۔ یا مرد کا آلت تناسل بہت زیادہ باریک ہو۔ تو کیا اس کے بعد غسل  
واجب ہوگا۔ یا نہیں؟ جواب۔ غسل کا لازم ہونا زیادہ قوی نظر آتا  
ہے۔ اور ابو حنیفہ سے منقول ہے۔ کہ محرم عورت کے ساتھ جماع  
کرنا جائز ہے۔ جبکہ مرد نے اپنے آلت تناسل پر ریشمی کپڑا پٹیا  
ہوا ہو۔

## لفِ حریر کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعہ کا ہے

### امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا اس کوئی تعلق نہیں

مذکورہ حوالہ میں آپ نے لفِ حریر کے ساتھ اپنی محارم سے دطی کے جواز کا قائل ابو حنیفہ کینیت کا ایک شخص پڑھا۔ بدحواسی کے عالم میں اس سے جان چھڑانے کے لیے اہل تشیع یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارا نہیں۔ بلکہ ابو حنیفہ کا ہے۔ اور ابو حنیفہ وہی ہے جو اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک امام ہو گزرا ہے۔ ہمارے بزرگوں میں اس کینیت کا کوئی مجتہد یا عالم نہیں ہوا۔ یہی بات اسماعیل گوجروی نے ۱۹۵۷ء میں علامہ محمود احمد رضوی کے ساتھ مناظرہ کے دوران کہی۔ اور اس پر شیعہ رسائل و اخبارات نے بڑا زور لگایا۔ اب ان حالات میں ہم لفِ حریر والے ابو حنیفہ کا شجرہ نسب اور اس کی علمی و علمی زندگی کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ وہ ابو حنیفہ، کینیت والا مذہب شیعہ میں ایک عالم تھا۔ اس سے انکار کرنا محض فریب اور دھوکہ ہے۔

مجالس المؤمنین

القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد بن منصور بن جہون المرقزی درتایخ



ابن خلکان وابن کثیر شام مسطورا سمت او یکے از فضلاء مے مشارالیه بود  
در علم فقہ و دین و بزرگی و مرتبہ رسید بود که مزید برآں متصور نہ بود۔۔  
و در اصل مالکی مذہب بود و بعد از آن بمذہب امامیہ انتقال نمود و  
اورا مصنفات بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول مذہب  
و کتاب اختیار و فقہ و کتاب الدعوة للعبدۃ بین و از ابن تہواری روایت  
نمودہ کہ نعمان ابن محمد القاضی در قایت فضل و از اہل قرآن و عالم بمعانی  
آن بود و عالم بود بوجہ فقیہہ و اختلاف فقہاء و عارف بود بوجہ لغت  
و شعر و تاریخ و حکیمہ عقل و انصاف آراستہ بود و در مناقب اہل بیت  
چندین ہزار ورق کتابیعت نمودہ بود و اورا کتابات کہ در آن جاری  
براہو حنیفہ کوفی، و مالک و شافعی و ابن شریح و غیر ایشان از مخالف  
نمودہ و از مصنفات او کتاب اختلاف الفقہاء است در آن جا  
نصرت مذہب اہل بیت نمودہ و اورا تصدیقہ است در علم فقہہ و اہل  
حنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین اللہ خلیفہ فاطمی از مغرب در مصر آمدہ در ماہ  
رجب سنہ ثلاث و شین و ثلثمائۃ و در مصروفات یافت و اورا اولاد  
امجاد بنجائے فضلاء مے بود۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۳۹ تذکرہ

القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد الخ۔ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ :

قاضی ابو حنیفہ نعمان بن منصور بن جبرون المغربي۔ تاریخ ابن خلکان  
اور ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ اُن فضلاء میں سے ایک تھا۔ جو

جانے پہچانے شہرت رکھنے والے تھے۔ علم فقہ، دین اور بزرگی میں انتہائی مرتبہ پر فائز تھا۔ دراصل امام مالک کے مذہب پر کاربند تھا۔ لیکن بعد میں مذہب امامیہ (شیعہ) قبول کر لیا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول مذہب، کتاب اختیار در فقہ، کتاب الدعوة وغیرہ۔ ابن ہولاق سے منقول ہے کہ یہ شخص (نعمان بن محمد القاضی) انتہائی فاضل اور قرآن کریم کے معانی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور فقہی اختلاف پر اسے یرطولی حاصل تھا۔ نعت شعر اور تاریخ میں ماہر تھا۔ اور قتل والصفات سے مزین تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار اوراق لکھے۔ اور اس کی کئی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کوئی، امام شافعی، امام مالک اور قاضی شریح وغیرہ کا رد وجود ہے۔ اس کی تصانیف میں سے اختلاف الفقہاء نامی کتاب بھی ہے۔ اس میں اس نے مذہب اہل بیت کی ٹوٹ کر تائید کی علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ یہ ابوحنیفہ معز الدین اندلسی، فاطمی خلیفہ کے ہمراہ مہر آیا۔ اور یہ واقعہ ۳۶۲ھ رجب کا ہے بمصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔ اور اس کی اولاد میں سے بھی عالم فاضل پیدا ہوئے۔

## توضیح:

مذکورہ حوالہ جس مصنف کا ہے۔ وہ اہل تشیع میں ”شہید ثانی“ کے نام سے مشہور ہے۔ اور مذہب امامیہ میں اس کا بہت اونچا مقام و مرتبہ ہے اس (یعنی نور اللہ شوستری) نے اپنی مذکورہ تصنیف میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے

جوان کے ہاں مسلمہ شخصیات تھے۔ اس میں ابو حنیفہ نعمان کا ذکر کیا اور لکھا کہ۔

۱۔ اس کا ابتدائے مسک مالکی تھا۔ پھر مذہب امامیہ میں آگیا۔

۲۔ اس کی تصانیف بجزرت ہیں۔ جن میں اہل سنت کے ائمہ اربعہ اور دیگر حضرات کی سنت تردید کی۔

۳۔ خلیفہ مغل دین امشہ فاطمی کا چچیتا تھا۔ یہی اسے اپنے ساتھ مصر لایا۔ اور مصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔

۴۔ اس کا انتقال ۶۳۳ھ میں ہوا۔

۵۔ اس نے اپنی کتب میں مستقل طور پر مذہب امامیہ کی تائید میں دلائل دیئے۔

یہ تھا مختصر خاکہ ابو حنیفہ نعمان شیعہ کا جس کے بارے میں اہل تشیع یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہمارا اس نام کا کوئی عالم نہیں گزرا۔ اب تقابلی طور پر اس ابو حنیفہ کا سوانحی خاکہ بھی ملاحظہ ہو جائے۔ جو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اہل سنت کا عظیم امام ہوا ہے۔

یہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی ہیں۔ یعنی ان دونوں کی ولایت جدا جدا ہے۔

ان کا سنی ولادت ۸۸ھ اور وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ لہذا شیعہ ابو حنیفہ ان کے تقریباً دو سو سال بعد انتقال کرتا ہے۔

ان کا تو ابو حنیفہ شیعہ نے لکھا۔ وہ قاضی تھا یہ اس عہدہ کو ٹھکانے والے تھے۔

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا انتقال بغداد میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ لیکن شیعہ ابو حنیفہ مصر میں وصال کرتا ہے۔ اور وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ ہم نے "ولفت حریر" کا مسئلہ جس کتاب سے ذکر کیا وہ شیخ زین العابدین شیعہ کی تصنیف ہے۔ اور اس کا اصل موضوع مسلک شیعہ کے مطابق سوال اور پھر اس کا جواب لکھنا ہے۔ سوال و جواب مسیحی بہ ذخیرۃ المعاد جب اس کتاب میں امامیہ مسلک کے سوال و جواب مذکور ہیں۔ تو پھر یہ جواب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سنی کی طرف سے اس میں درج کرنے کا کیا حکم ہو سکتا ہے؟ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ "ولفت حریر" کا مسئلہ گھڑنے والا ابو حنیفہ نامی ایک شیعہ عالم ہے۔ اور یہ اہل تشیع کے ہاں جائز ہے۔

### تنقیح المقال

نعمان ابن محمد ابن منصور ابو حنیفہ مغربی  
ذَكَرَ ابْنُ خَلِّكَانَ وَابْنُ كَيْثِرِ الشَّامِيُّ اَنَّهُ كَانَ  
مِنَ الْفَضْلَاءِ الْمَشْهُورِينَ وَكَانَ مَا لِكَيْتَا ثَمَرٍ  
اُسْقَلَ إِلَى مَدْمَيْهِ الْإِمَامِيَّةَ وَكَهْ تَصَانِيفُهَا  
دَعَا ثَمَرُ الْإِسْلَامِ فِي مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ عَلَيْهِمُ  
السَّلَامُ وَمَنَاقِبِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَكَانَ أَوْلَادُهُ مِنَ  
الْأَفْضَالِ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ نَعْمَانَ وَابُو عَبْدِ اللَّهِ  
مُحَمَّدُ بْنُ نَعْمَانَ وَقَالَ صَاحِبُ تَارِيخِ مِصْرٍ  
إِنَّ الْقَاضِي نَعْمَانَ كَانَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ  
وَالدِّينِ وَالتَّبَلِّ عَلَى مَا لَا مَزِيدَ عَلَيْهِ وَكِتَابُ  
الدَّعَا وَكِتَابُ حَسَنِ جَبِيَّةٍ يُصَدَّقُ مَا قِيلَ  
فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَرَوْهُ وَعَمَّنْ بَعْدَ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنَ الْأُمَمَةِ حَتَّى قَامَ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّسَّامِ عِيْلِيَّةٍ حَيْثُ  
كَانَ قَاضِيًا مَسْرُوبًا وَمِنْ قِبَلِ مِصْرٍ لِكَيْدِ  
عَبْدٍ مِنْ وَرَاءِ سِتْرِ التَّقِيَّةِ مَذْهَبُهُ بِمَا لَا  
يَخْفَى عَلَى اللَّيْسِ وَمَا فِي مَعَالِمِ ابْنِ شَلْهَرَأَشُوبِ  
مِنْ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِمَامِيًّا إِشْتِبَاهَ قَطْعًا فَإِنَّ أَهْلَ  
الْبَيْتِ وَهُمْ مُؤَيَّدُونَ الْمَذْهَبَ كَوُرُونِ أَذْرَى بِمَا  
فِي الْبَيْتِ ثُمَّ لَا مَعْنَى لِتَصْنِيفِ غَيْرِ الْأَمَامِيِّ كِتَابًا  
فِي مَنَالِبِ الْأَعَاصِبِينَ لِلْحَقِّ وَكِتَابًا الْخَرَفَى فِي فَضَائِلِ  
الْأَيْمَةِ الْأَطْلَهَارِ وَكِتَابًا ثَالِثًا فِي الْأَمَامَةِ كَمَا  
اِهْتَرَفَ بِهِ هُوَ بِمَقُولِهِ -

در تنقیح المقال جلد سوم ص ۲۴۳

باب النون من ابواب النون -

مطبوعه طهران طبع جدید -

ترجمہ:

نعمان ابن محمد بن منصور مغربی - ابن خلکان اور ابن کثیر نے لکھا کہ یہ  
شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ شروع میں مالکی مذہب پر تھا۔ پھر  
مذہب امامیہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس کی بہت سی تصانیف  
ہیں۔ ایک کتاب نام دعا ئم الاسلام فی مناقب اہل بیت ہے۔ اس  
میں اہل بیت کے دشمنوں کے مظالم بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس  
کی اولاد میں بھی قابل لوگ تھے۔ مثلاً ابوالحسن علی بن نعمان اور  
ابوعبداللہ محمد بن نعمان۔ صاحب تاریخ مصر نے کہا ہے - کہ قاضی

نعمان مذکور صاحبان علم و فقہ و دین میں سے تھا۔ اور ان علوم میں صاحب کمال تھا۔ اس کی کتاب ”دعائم الاسلام“ بہت اچھی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ ہاں اتنی بات ہے۔ کہ اس نے کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ کی روایات کو درج نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی اس لیے کہ وقت کے خلفاء اسماعیلیہ سے اسے خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا قاضی مقرر ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی تقیہ کے رنگ میں اس نے اپنا مذہب بیان کر ہی دیا۔ جسے ہر عقلمند جانتا ہے اور اس بارے میں جو معالم ابن شہر آشوب میں لکھا ہے۔ کہ یہ ابو حنیفہ امامی نہ تھا۔ یہ محض اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھر کے حالات گھر والوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اور ہمارے مورخین نے اس کو امامی ہی کہا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی ابن شہر آشوب سے قوی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص مذہب امامیہ نہ رکھتا ہو۔ اور اس کے باوجود وہ ائمہ اطہار کے فضائل، حق کے غاصبوں کے مظالم اور مسئلہ امامت پر کتابیں لکھے؟ اس بات کا وہ خود بھی اقرار کرتا ہے۔

### الکنى واللقاب

أَبُو حَنِيفَةَ شَيْعَةٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ الْمَغْرِبِي

هذا لقاضى اللعمان بن ابى عبد الله محمد بن

متصورا لقاضى بمصر كان مالكيا ولا أثر

اہدی و صاب اما مینا و صنف علی طریق الشیعہ  
 کتابا منہاد عائم الامتلاہ و کان کما قال ابن  
 خلکان نقلا من ابن ذولاق فی غایۃ الفضل  
 من اهل القرآن و العلم بمعانیہ عالمہ بوجہ  
 الفقہ و عالم اختلاف الفقہاء و اللغہ و الشعر  
 و المعرفة بایام الناس مع عقل و انصاف و الف  
 لاهل البیت من الکتب الاف اوراقی باحسن  
 التالیف و لہ رد و رد علی المخالفین و لہ رد علی  
 ابی حنیفہ و علی مالک و شافعی و علی ابن شریح  
 و کتاب اختلاف الفقہاء و ینتصر فیہ لاهل  
 البیت و لہ القصیدۃ الفقہیۃ لقبہا بالمنتخبۃ  
 و کان ملازم صاحبۃ المعز ابی تمیم معد بن  
 منصور و لقا و صل من افریقہ الی الدیار المصریۃ  
 کان معہ لم تطل مدتہ و فات فی مستحل  
 رجب بمصر ۵۳۶ھ۔

(کنی و الالقاب جلد اول ص ۵۷)

(تذکرہ ابو حنیفہ)

ترجمہ :

ابو حنیفہ شیعہ۔ اسے ابو حنیفہ مغربی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قاضی  
 نعمان بن ابی عبد اللہ محمد بن منصور ہے جو مصر کا قاضی تھا۔ مالکی  
 مذہب تھا۔ پھر ہدایت ملی اور امامی بن گیا۔ شیعی طریقہ (مذہب)

پراس نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک دُعائم الاسلام ہے۔ بقول ابن خلکان یہ بہت فصیلت والا تھا۔ اور قرآنی علوم و معانی کا عالم، وجوہ فقہ اور اختلاف فقہاء کے علاوہ لغت، شعر و ادب لوگوں کے نسب کا بھی بہت بڑا عالم تھا۔ صاحب عقل و انصاف تھا۔ اہل بیت کی نشان میں ہزاروں اوراق پر مشتمل کتابیں لکھیں۔ مخالفین کا رد بھی لکھا۔ اور ابو حنیفہ امام اعظم کا رد بھی لکھا۔ امام شافعی مالک اور قاضی شریح کی ڈٹ کر تردید کی۔ کتاب اختلاف الفقہاء میں اہل بیت کے مسلک کو سچا ثابت کرنے پر بہت اہل ذکر کیے۔ اس کا ایک قصیدہ علم فقہ پر ہے۔ جس کا نام ”المفتیہ“ رکھا۔ یہ شخص مغز ابو تیمم مدین منور کی ملازمت میں تھا۔ جب مدین منصور افریقہ سے مصر آیا۔ تو ابو حنیفہ شیعہ بھی اس کے ساتھ تھا یہاں زیادہ دیر زندہ نہ رہا۔ اور ۳۶۳ھ ہجری رجب کے مہینہ میں فوت ہو گیا۔

### تبصرہ:

صاحب کتاب الکنی واللقاب شیخ قمی نے بھی وہی کچھ کہا۔ جو تیغ المقال اور مجالس المؤمنین کے حوالہ جات میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہ سچی شیعہ مصنف اور شیعہ برادری کے ستون اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ ہمارے مسلک میں بھی ایک ابو حنیفہ نمان نامی شخص گزر رہا ہے۔ بڑا صاحب فضل و علم تھا۔ اور کتب کثیرہ کا مصنف تھا۔ پہلے مالکی تھا پھر وایت ملی تو شیعہ ہو گیا۔ اور ایسا ہوا۔ کہ سنیوں کے ائمہ کی خوب تردید کی۔ اور اہل بیت



کے حق میں مسلک شیعہ کے مطابق بہت دلائل ذکر کیے۔ اب بھی کہتے ہو کہ ابو حنیفہ نامی شخص ہمارے اندر نہیں ہوا جس کا ہم ابھی تذکرہ کر چکے یہ کنی میں سے تھا؟ تو معلوم ہوا کہ ”لعن حریر“ کے مسئلہ کا موجب شیعہ ہے۔ اور اس کا نام نعمان بن محمد اور کنیت ابو حنیفہ ہے۔ ۳۶۳ھ میں مصر کے اندر انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوا۔

### الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

الاخبار الطوال مطبوعہ۔ لابی حنیفہ الدینوری  
احمد ابن داود من اهل الدینور۔ و من  
تصریح ابن ندیم بتوثیقہ و ات اکثر اخذہ  
من یعقوب بن اسحاق اسکیت النحوی  
الشہید للشیعہ و هو من ابنائے الفارس  
اما میتہ۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ  
جلد اول ص ۳۸ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

الاخبار الطوال نامی کتاب ابو حنیفہ دینوری احمد بن داؤد کی تصانیف  
ہے۔ جو دینور کا رہنے والا تھا۔ ابن ندیم کی تحریر ہے کہ یہ قابل اعتبار  
ہے۔ اور یہ کہ اس نے اکثر علم یعقوب بن اسحاق اسکیت  
نحوی سے پڑھا۔ جو شیعہ تھا۔ ابو حنیفہ دینوری امامی شیعہ ہونا ظاہر  
کرتا تھا۔ اور یہ ایران کا رہنے والا تھا۔

نوٹ: وہ الذریعہ کی مکمل عبارت ہم نے ذکر نہیں کی۔ اس میں بھی وہی

باتیں نہیں۔ جو پچھلے تین حوالہ جات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں یعنی یہ بہت بڑا عالم، فاضل اور صاحب تصانیف کثیرہ اور عالم علوم متعددہ تھا۔ اور امامی شیعہ تھا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے دو لغت حریر، اسے کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ابتدائاً سن کر ہر شیعہ کانوں کو ہاتھ لگائے گا۔ ان کے ذاکرین اس مسئلہ سے بالکل انکار کر دیں گے۔ لیکن جب مذکورہ حوالہ جات پیش کیے جائیں تو پھر اور پسو بدلتے ہیں۔ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ”ذخیرۃ المعاد“ کتاب کہ جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ وہ ہماری کتاب نہیں۔ بلکہ اہل سنت کے ایک اہل کی تصنیف ہے۔ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو کہ ہمیں تسلیم ہے کہ اس کتاب کی تصنیف ایک سنی عالم یعنی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی ہو تصنیف ہے۔ لیکن اس میں ”لغت حریر“ کے مسئلہ کا وجود تک نہیں۔ اور جس ”ذخیرۃ المعاد“ میں یہ مسئلہ بقید حوالہ ہم نے ذکر کیا۔ وہ ایک شیعہ مصنف شیخ زین العابدین کی تصنیف ہے۔ سو یہ بات تحقیق کو پہنچی کہ اہل تشیع کے ہاں مرد اپنے آپ کو تناسل پر ریشم یا اس جیسا کوئی اور کپڑا لپیٹ لے۔ تو اس کا پھر اپنی محرم عورتوں کے ساتھ وطی کرنا جائز ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ

## مسئلہ نمبر ۶

ماں اور بہن وغیرہ محام سے طے کرنا ایک وجہ سے جائز اور دوسری وجہ سے ناجائز ہے

فقہی اصطلاح میں بدکاری کے لیے زنا اور سفاح کے دو الفاظ ذکر ہوتے ہیں اہل تشیع کے ہاں ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر زانی کو سفاح ضرور کہیں گے۔ لیکن اس کا عکس نہیں۔ دونوں کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ زنا وہ فعل حرام ہے جس میں علت کی کوئی بھی وجہ موجود نہ ہو۔ اور سفاح وہ حرام فعل ہے جس میں کوئی وجہ علت کی بھی موجود ہو۔ مثلاً ایک شخص اپنی ماں، بیٹی وغیرہ سے نکاح کیے بغیر وطی کرتا ہے۔ تو یہ زنا ہو گا۔ اور اگر نکاح کے وطی کرے تو سفاح ہو گا۔ اب اس فرق کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ سفاح سے پیدا ہونے والا بچہ حرام زادہ نہیں کہلائے گا۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

فَاَمَّا مِنْ سَفَاحِ الَّذِي مَوْعِيهِ الرَّثَاوَةُ وَسَمْعُ

لِإِسْرَافِ سَفَاحٍ وَمَعْنَهُ قَالَ لِيْذِيْ هُوَ مِنْ وَجْهِ  
 النِّكَاحِ مَشْرُوبٌ بِالْحَرَامِ وَإِنَّمَا صَارَ سَفَاحًا  
 لِأَنَّهُ نِكَاحٌ حَرَامٌ مَشْرُوبٌ إِلَى الْحَلَالِ وَمِنْ  
 مِنْ وَجْهِ الْحَرَامِ فَلَمَّا كَانَ وَجْهُ مِنْهُ حَلَالًا  
 وَوَجْهُ حَرَامًا كَانَ إِسْمُهُ سَفَاحًا لِأَنَّهُ  
 الْغَالِبُ عَلَيْهِ نِكَاحٌ تَزْوِيجٌ إِلَّا أَنَّهُ مَشْرُوبٌ  
 ذَٰلِكَ التَّزْوِيجُ بِوَجْهِ مِنْ وَجْهِ الْحَرَامِ  
 غَيْرُ خَالِصٍ فِي مَعْنَى الْحَرَامِ بِالْكُلِّ وَلَا خَالِصٍ  
 فِي وَجْهِ الْحَلَالِ بِالْكُلِّ أَمَّا أَنْ يَكُونَ الْفِعْلُ  
 بِوَجْهِ الْفَسَادِ وَالْقَصْدُ إِلَى غَيْرِ مَا أَمَرَ اللَّهُ  
 عَنْ وَجْهِ فِيهِ مِنْ وَجْهِ التَّأْوِيلِ وَالْخَطَأِ ،  
 وَالْإِسْتِحْلَالُ بِجِهَةِ التَّأْوِيلِ وَالتَّقْلِيدِ  
 نَفْثِيْرُ الَّذِي يَكْرَهُ دَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِي ذَكَرَهَا  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ تَحْرِيمَهَا فِي الْقُرْآنِ  
 مِنَ الْأُمَمَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَى الْإِخْرَافِ كُلِّ ذَٰلِكَ  
 حَلَالٌ فِي جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَرَامٌ مِنْ جِهَةِ مَا  
 نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ وَكَذَٰلِكَ ..... فَلَهُ لَاءُ  
 كُلُّهُمْ تَزْوِيجُهُمْ مِنْ جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَلَالٌ  
 حَرَامٌ فَاسِدٌ مِنْ وَجْهِ الْإِخْرَافِ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِيْ  
 لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ إِلَّا مِنَ التَّوَجُّهِ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ  
 عَزَّ وَجَلَّ وَلِذَا لِكَ صَارَ سَفَاحًا مَرْدُودًا وَذَٰلِكَ

كُلُّهُ خَيْرٌ جَائِزٍ الْمَقَامِ عَلَيْهِ فَلَا ثَابِتَ لِمُسْمَرٍ  
 التَّزْوِيجُ بَلْ يُفَرِّقُ الْأَمَامَ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُونُ  
 النِّكَاحُ الزَّوْناً وَلَا أَوَّلًا دُخْرٍ مِنْ هَذَا التَّوَجُّهِ  
 أَوْ لَا دَرَنًا وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُودَ مِنْ طَرَفٍ لَا  
 الَّذِينَ وَلِدُوا مِنْ هَذَا التَّوَجُّهِ جِلْدَ الْحَدِّ  
 لِأَنَّهُ مَوْلُودٌ بِتَزْوِيجٍ رُشْدَةٍ وَإِنْ كَانَ  
 مُنْهَدًا لَمْ يَجْزِ مِنْ جِهَاتِ الْمُحَرَّمَاتِ  
 وَالْوَلَدُ مَسْئُوبٌ إِلَى الْأَبِ مَوْلُودٌ بِتَزْوِيجٍ  
 رُشْدَةٍ عَلَى نِكَاحٍ مِلَّةٍ مِنَ الْعِلَلِ خَارِجٍ مِنْ  
 حَوْرِنَا الْحِكْمَةُ مُعَاقِبَةٌ عَقُوبَةُ الْفَرْقَةِ -  
 (فروع کافی جلد پنجم ۵۴۰-۵۴۱،

کتاب النکاح باب تفسیر ما یحل

من النکاح الخ)

ترجمہ:

معنی سفاح کا جز ناما غیر ہے۔ اسے صرف سفاح ہی کہا جائے گا جس  
 کا معنی یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ جس میں حرام ملا ہوا ہو۔ یہ سفاح اس  
 لیے ہوا کہ یہ نکاح حرام ہے اور اس میں علت کا شائبہ بھی موجود ہے  
 لہذا ان دونوں احتمالات کی وجہ سے اسے سفاح کہیں گے کیونکہ  
 اس میں غلبہ وجہ نکاح کو ہے۔ مگر یہ نکاح حرام کے ساتھ مشابہت بہت کثرت  
 ہے۔ لیکن یہ مشابہت ہوتے ہوئے یہ فاعل حرام نہ بنے گا۔ اور نہ  
 ہی فاعل حلال کہلائے گا۔ حرام کی مشابہت اس طرح کہ ایسا کرنے

والا دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کا قصد کرتا ہے۔ اور ملت اس لیے کہ وہ اس کی تاویل یا اس کو غلطی سے کر بیٹھتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا۔ حرمت علیکم اہما تنکح الخ۔ یہ سب عورتیں اگر ان سے نکاح کر لیا جائے۔ تو بوجہ نکاح کے حلال ہو گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کی وجہ سے حرام ہوئیں۔ پس یہ عورتیں (محرمات) بوجہ نکاح کے حلال اور حرام فاسد و دوسری وجہ سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد آدمی کو اسی طرح نکاح کرنا چاہیئے تھا جس طرح نکاح کی وہ اجازت دیتا ہے۔ چونکہ محرمات سے نکاح کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی۔ اس لیے یہ سفاح ہو گا اور مرد و دو ہو گا۔ لہذا اسی نکاح پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا۔ بلکہ امام ان کے درمیان تفریق کر دے گا لیکن ان کا نکاح کر کے دہلی کرنا و زنا بھی نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس دہلی سے پیدا ہونے والی اولاد حرامی ہو گی۔ سو جو شخص اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچہ کی ماں یا باپ پر زنا کی تہمت لگائے گا۔ اس کو قذف کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ بچے صحیح، نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس نکاح میں فساد تھا اور وہ بوجہ محرمات ہونے کے تھا۔ بچہ بچتی اس صورت میں اپنے باپ کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ کیونکہ وہ درست شادی سے پیدا ہوئے۔ اور یہ نکاح ایک مذہب کے مطابق پڑھا گیا۔ لہذا زنا سے خارج ہو گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایسے شخص کو سزا ملنی چاہیئے اور اس کی سزا یہ ہے کہ ان دونوں نکاح کرنے والوں کو جہاداً

کر دیا جائے۔

## لمحکمہ:

”فقہ جعفریہ“ میں محرمات کے ساتھ نکاح اور اس کے متعلق چند مسائل حوالہ مذکورہ کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ کیے۔ اس سلسلہ میں یہ شبہ تو شاید قابل سماعت ہو۔ کہ وطی کرنے والا کہے کہ میں نے نکاح کر کے ایسا کیا ہے۔ اور اس شبہ کی بنا پر اس وطی پر حد جاری نہ ہو۔ لیکن جو یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ محرمات سے وطی کرنا من وجہ حلال ہے۔ یہ کون سی نص کا مطلب ہے۔ بلکہ یہ تو نص صریح کی مخالفت ہے۔ اور اس بنا پر یہ کفر و ارتداد بنتا ہے پھر اس بد بخت کو فقہ جعفریہ پر رعایت دے رہی ہے۔ کہ تمہاری اس طرح سے پیدا ہونے والی اولاد کو حرامی نہیں کہا جائے گا ایسا کہنے والا قذف کی حد کھائے گا۔ جب ایسی رعایت عام شیعوں کو بتلا دی جائے۔ کہ تم اپنی ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات سے نکاح کر کے وطی کرو۔ تو اس میں کوئی حد نہیں لگے گی۔ ہونے والی اولاد تمہاری ہوگی۔ جو ان کو حرامی کہے گا۔ سو کوڑے کھائے گا۔ ہاں اگر سزا ہوگی۔ تو صرف یہ وطی کرنے کے بعد امام تم دونوں کو ایک ساتھ نہ رہنے دے گا۔ پھر دیکھئے کہ شیعہ مسلک والے کتنے خوش ہوتے ہیں۔ ابو ضیفہ نے ریشم پیٹ کر اجازت دی تھی۔ اور اس پر شیعہ ٹرپ لٹھے تھے۔ اب فروع کافی والا تو پیٹے پیٹے بغیر سیدھا راستہ دکھا رہا ہے۔ بقیں بجاؤ مجالس منعقد کرو۔ اور خوب داد دو۔

## فَاغْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ

نوٹ: غلام حسین نخعی نے اپنی تصنیف ”حقیقت فقہ حنفیہ“ کے ص ۱۲

پراحسان پر محرمات کے ساتھ نکاح کے بارے میں خرافات کہے ہیں۔ ہم نے اس کے تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دے دیا ہے۔

آپ حضرات سے التماس ہے کہ دونوں طرف کے مسائل فقہیہ کا تقابل کر کے دیکھیں کہ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ میں سے کس کے مسائل عقل و نقل کے موافق اور کس کے مخالف ہیں۔ غلام حسین نجفی نے شاید یہ سمجھا ہو گا کہ میں ادھر ادھر کی ہانک کر اہل سنت کو اپنی فقہ سے متنفر کر اسکوں گا۔ لیکن اسے کیا خبر تھی کہ انہی مصیبت ان کی اپنی فقہ پر پڑے گی۔ حقیقت، حقیقت ہی ہوتی ہے اور جھوٹ بہر حال جھوٹ ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

## مسئلہ ہشتم

باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کریں یا ساس سے وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

### مذاہب خمسہ

فَمَنْ زَنَا بِأَقْرَبِ وَجْتِهِ أَوْ بَنَتِهَا تَبَقِيَ الزَّوْجِيَّةُ  
عَلَى حَالِهَا وَكَذَلِكَ الزَّوْجَانَا الْأَبُ مِنْ وَجْتِهِ  
أَبْنَاهُ أَوِ الْوَلَدُ مِنْ وَجْتِهِ أَبْنَاهُ لَمْ تُحْرَمِ



الرَّوْحَةُ عَلَى زَوْجِهَا الشَّرْعِيَّةِ.

(مذاہب خمسہ ص ۳۱۱ باب المحرمات)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :

جو شخص اپنی بیوی کی ماں یا اس کی بیٹی سے زنا کرتا ہے۔ اس کی زوجیت اپنے مال پر باقی رہتی ہے۔ اور اسی طرح اگر باپ اپنے بیٹے کی بیوی یا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے زنا کرے۔ تو بھی زوج شرعی کی زوجیت حرام نہیں ہوتی۔

توضیح

احناف کے ہاں صورت مذکورہ میں مسئلہ یہ ہے کہ باپ اگر بیٹے کی بیوی سے وطی کرتا ہے۔ تو ان کی اپنی زوجیت ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح ساس سے وطی کرنے پر بھی بیوی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ لیکن اہل تشیع نے یہ سب کچھ گوارا کر لیا۔ اور ان کی فطرت نبشہ نے حرمت ثابت نہ کی۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے اس صریح ارشاد کا بھی پاس نہیں۔ حرمت علیکم اہل تکو و بنا تکم۔۔۔ و حلائل ابناءکم الذین من اصلا بکم۔

یعنی مومنو! تم پر تمہاری ماںیں و بطور نکاح حرام کردی گئیں۔ تمہاری بیٹیاں حرام کردی گئیں۔ تمہارے بیٹوں کی بیویاں حرام کردی گئیں۔ جو بیٹے تمہاری پشت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پس پشت لگا لیا۔ اور خواہشات نفسانہ کی عبادت کی گئی۔ کیا یہی ایمان ہے؟

## نمبر ۱۹ مسئلہ

اجنبی مرد کا لطفہ اگر عورت اپنے رحم میں ڈال لے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ دو شرعی اولاد ہے

### مذاہب خمسہ

وَعَلَى آيَةِ حَالٍ فَإِنَّ التَّلْقِيحَ الصَّنَاعِيَّ حَرَامٌ لَا يَجْرَاءُ عَلَى التَّوَلَّى بِحِلَّتَيْهِ مُسْلِمٌ وَلَكِنَّ التَّحْرِيمَ لَا يَسْتَلْزِمُ أَنْ يَكُونَ الْحَمْلُ بِسَبَبِهِمْ وَلَذَلِكَ نَا وَقَدْ تَحَرَّرَ الْمُتَّارِبَةُ وَمَا ذَإِلِكَ يَكُونُ الْوَلَدُ شَرْعِيًّا۔

(مذاہب خمسہ ص ۳۷۶ / التلقیح الصناعي حرام)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

### ترجمہ :

بہر حال تلقیح صناعی حرام ہے۔ (تلقیح صناعی یہ کہ کسی غیر محرم مرد کا مادہ منویہ کسی عورت کے رحم میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کر دیا جائے) لیکن اس کا حرام ہونا یہ لازم نہیں کرتا کہ اس طرح سے پیدا ہونے والا بچہ ولد شرعی ہے۔ یعنی ولد الزنا نہیں۔

نوٹ:

”تلفیح مناعی“ بہر حال حرام ہے۔ لیکن اس کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ ولد شرعی ہے۔ یعنی ولد ازنا نہیں۔ ان دونوں باتوں کا باہم کیا ربط ہے۔ یہ تو ظاہر اجتماع ضدین کا قول کیا جا رہا ہے۔ جواز روئے عقل ممتنع ہے۔

## منہ ۲۰ مسئلہ

بھانجی کے ساتھ اس کی خالہ موجودگی میں اور بھتیجی کے ساتھ اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح درست ہے

ان دونوں رشتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بھتیجی کی پھوپھی کے ساتھ نکاح میں شریعت بھی حرام فرمائی۔ لیکن فقہ جعفریہ کی گنگا ہی اگنی مہنتی ہے ان دونوں میں سے ایک رشتہ کے لیے اجازت اور دوسرے بغیر اجازت کے جائز قرار دے دیا۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ لَا تَزَوِّجِ ابْنَتَهُ الْأَخِ وَلَا ابْنَتَهُ الْأُخْتِ عَلَى الْعَمَّةِ وَلَا عَلَى الْخَالَاتِ إِلَّا بِإِذْنِهَا وَتَزَوِّجِ الْعَمَّةَ وَالْخَالَاتِ عَلَى ابْنَتِ الْأَخِ وَابْنَتِ الْأُخْتِ يَغْنِي إِذْنُهَا۔ (فروع کافی جلد ۲ ص ۲۴ کتاب النکاح باب المرأة تزوج علی اعمام)

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھتیجی کے ساتھ اور بھانجی کے ساتھ پھر بھی اور غلام کی موجودگی میں نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور اگر پہلے سے بھتیجی یا بھانجی نکاح میں آئے اور پھر پھر بھی یا غلام کے ساتھ نکاح کرنا پڑے۔ تو اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔ بغیر اجازت ہو جائے گا

یہ دونوں نکاح عند الاحناف باطل و

حرام ہیں

فتح القدیر

وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا أَوْ ابْنَتِ أَخِيهَا  
أَوْ ابْنَةِ أَخِيهَا لِعَمَلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَنْكَحُ  
الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى ابْنَةِ أَخِيهَا وَلَا عَلَى  
ابْنَةِ أَخِيهَا وَهَذَا مَشْهُورٌ تَجَوُّدُ الزِّيَّادَةُ  
عَلَى الْكِتَابِ بِمِثْلِهِ.... (قوله وهذا مشهور)  
أَعْنِي الْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِي مُسْلِمٍ  
وَأَبْنِ حِبَّانَ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ  
وَالنَّسَائِيُّ وَتَلَقَّاهُ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ بِالتَّحْقِيقِ  
مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَرَوَاهُ الْجَمْعُ الْغَفِيرُ  
مِنْهُمْ أَبُو هُرَيْرَةَ وَجَابِرٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ سَعْدٍ  
وَأَبُو سَعِيدٍ الْخَدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۳ کتاب النکاح جلد دوم)

ترجمہ:

عورت پر اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ یا بھتیجی یا بھانجی ایک نکاح میں دونوں اکٹھی نہ کی جائیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پھوپھی اور خالہ کے ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور کا درجہ رکھتی ہے لہذا اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔۔۔ (یہ حدیث مشہور ہے)۔ (ابن مذکورہ حدیث صحیح مسلم، ابن حبان میں ثابت ہے۔ اور اس کو ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور صدرا قول نے اسے قبولیت بخشی۔ یعنی حضرت صحابہ کرام اور تابعین کرام نے اسے قبول کیا۔ اور ایک بہت بڑی جماعت نے اس کی روایت بھی کی ہے جن میں سے حضرت ابو ہریرہ، جابر، ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود اور ابو سعید خدری ایسے صحابہ کرام کے اسماء گرامی بھی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

### البنایہ فی شرح الہدایہ

عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لا تنکح المرأة علی بنت الاخ ولا بنت الاخت علی الخالۃ وروی عن علی رضی اللہ عنہ اخرجہ احمد فی مسندہ من النصف الاقل من الحدیث الذی ذکرہ المصنف حیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها

و كذا رواه ابن ماجه من حديث ابي موسى  
 مثله سواء وكذا يعينهم رواه الطبراني في الكبير  
 من حديث الحسن عن سمرة بن جندب وكذلك  
 رواه الطبراني من حديث ايوب بن خالد عن  
 عتاب بن اسيد بن سلمة (وهذا مشهور) اكي  
 هذا الحديث مشهور وتلقته الامّة بالقبول  
 واشتهر بين التابعين واتباع التابعين مع رواية  
 كبار صحابة رضي الله تعالى عنهم وقد رواه من  
 الصحابة ابن عباس وابو هريرة وعلي وابن عمر  
 وابن سعيد ابوامامة وجابر وعائشة وابوموسى  
 وسمرة ابن جندب وعبد الله بن مسعود وانس  
 بن مالك وعتاب بن اسيد .... قال ابن عبد البر اجمع  
 العلماء القول بهذا الحديث قال ولا يجوز عند  
 جميعهم نكاح المرأة على عمتها وان علت  
 ولا على ابنة اختها وان سفلت ولا على خالتها  
 وان علت ولا على ابنة اختها وان سفلت -  
 (البناء في شرح الهداية تصنيف  
 علام بدر الدين عيني جلد ۲ ص ۵۴  
 كتاب النكاح)

ترجمہ:

ابو سلمہ ابی ہریرہ سے مرفوع روایت کرتا ہے کہ بھتیجی کے

ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت امام احمد نے اپنی مسند کے نفع اول میں ذکر کی۔ جو حدیث مصنف ہدایہ نے ذکر کی۔ وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی بھتیجی کے ہوتے ہوئے اس سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور نہ بھانجی کے ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح کیا جائے۔ اسی طرح کی ایک حدیث ابن ماجہ نے ابو موسیٰ اشعری سے نقل کی ہے۔ اور بعینہ یہی حدیث طبرانی نے بحکم الکبیر میں دو ذریعوں سے ذکر کی ہے (وہ حدیث مشہور ہے) یعنی جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا۔ وہ مشہور ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین نے اسے قبولیت بخشی اس کے ساتھ ساتھ اس کی روایت کرنے والے اکابر صحابہ کرام بھی ہیں مثلاً ابن عباس، ابو ہریرہ، علی المرتضیٰ، ابن عمر، ابن سید، البراء، جابر، عائشہ صدیقہ، ابو موسیٰ اشعری، سمرقہ ابن جندب، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک اور عتاب بن سعید رضی اللہ عنہم۔ ابن عبداللہ نے کہا۔ کہ تمام علماء کے نزدیک کسی عورت کی بھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھتیجی سے نکاح نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ بھوپھی رشتہ میں کتنی ہی دور کی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی بھانجی سے خالہ کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔ اگرچہ وہ بھانجی کتنی ہی نچلے درجہ کی ہو۔ اور خالہ اور پچورہ کی ہو۔

تبصرہ :

قارئین کرام! متعدد احادیث سے جو سند، مرفوع اور مشہور ہیں یہ

مسئلہ بالتقریک موجود ہے۔ کہ چھو بھی کے ہوتے ہوئے جتنی بھی یا اس کے برعکس اور،  
 بجائے ہوتے ہوئے خالی یا اس کے برعکس نکاح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز  
 فرمایا۔ ان حضرات صحابہ کرام میں سے کون سے یہ روایات ذکر رہیں۔ حضرت علی  
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ تمام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اجماع بھی  
 ہے۔ ان شواہد و دلائل کے بعد اہل تشیع کا ان رشتوں کو جائز قرار دینا دراصل ان  
 لوگوں کی شرارت ہے۔ جن پر ائمہ اہل بیت نے پھٹکار کی ہے۔ یہ بھی ان خرافات  
 میں سے ایک ہے۔ جو انہوں نے خواہشات نفسانیہ کی تمکین کے لیے  
 گھڑی ہیں۔

فَاعْتَدِدُوا يَوْمَ لِي الْاَبْسَارِ

منہ ۲۱  
 م

”غلات،، سے مناکحت جائز نہیں

”غلات،، کون لوگ ہیں۔ اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ جن کی بنا پر اہل تشیع  
 ان کو رشتہ دینا یا ان سے لینا جائز نہیں کہتے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

مذہب خمسہ

فَقَدْ صَرَحَ عُلَمَاءُ الْاِصْنَاعَةِ فِي كُتُبِ الْعَقَائِدِ  
 وَالْفَقْهِ بِحُكْمِ الْفَلَاحَةِ مِنْ ذَاكَ مَا جَاءَ فِي كِتَابِ



(شرح عقائد الصدوق) (للشیخ المفید ص ۷۳ طبعۂ ۱۳۵۰)  
 قال « الغلاة المتظاهرون بالاسلام هم الذين نسبوا  
 علينا اميرا للمومنين والائمة من ذريتهم الى الالوهية  
 والنبوة ووضعوه من الفضل في الدين والدنيا  
 الى ماتجا وزواقيه الحد وخرجوا عن القصد  
 وهم ضلال كفار حكمهم امير المومنين بالقتل  
 والتحریق بالنار. وقضت عليهم الائمة بالكفر  
 والخروج عن الاسلام، وذكر وهم في كتب  
 الفقه في باب الطهارة حيث حكموا بنجاستهم  
 وذكر وهم ايضا في باب الزواج حيث قالوا  
 بعد مرجوا زن تزويجهم والزواج منهم مع  
 اثمهم اجازوا الزواج بالكتابيات وذكر وهم  
 في باب الجهاد حيث جعلوهم من المشركين في  
 حالة الحرب. كيف اتفق كما لقاء النار عليهم  
 وقد فسر بها وذكر وهم في باب الارث حيث منعم  
 من ميراث المسلمين.

وذاہب خمسہ ص ۵۰۱-۵۰۲ میراث اہل الملک

ترجمہ :

امامی مسلک کے علمائے کتب عقائد اور کتب فقہ میں "غلات"  
 کے کفر کی تہریک کی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب "شرح عقائد  
 الصدوق" ہے جو شیخ مفید کی تصنیف ہے۔ مبلور ۱۳۵۱ھ

کے ۶۲ پر ہے۔ غلات وہ لوگ ہیں۔ جو خواہ مخواہ اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں سے ائمہ کرام کے منقلب الوہیت اور نبوت کی نسبت کی اور دین دنیاء میں ان کی ایسی تفصیلات بتائیں۔ کہ جن کے ذریعہ وہ حد سے تجاوز کر گئے۔ یہ لوگ کافر اور گمراہ ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں قتل اور آگ میں جلانے کا حکم دیا ہے۔ اور تمام ائمہ نے ان کے کفر کا فیصلہ فرماتے ہوئے انہیں اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ مکتب فقہ میں ان کا ذکر باب طہارت میں یوں ہے۔ کہ یہ لوگ نجاست بھرے ہیں۔ باب الزواج میں ہے کہ ان سے رشتہ لینا اور انہیں دینا جائز نہیں۔ حالانکہ علماء امامیہ نے اہل کتاب عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے۔ باب جہاد میں ان کا ذکر اس طرح ہے۔ کہ یہ لوگ لڑائی کے دوران مشرک سمجھے جائیں گے۔ جیسے بھی بن پڑے انہیں نہ چھوڑا جائے۔ ان پر آگ برساتی جائے۔ انہیں آگ میں ڈالا جائے۔ اور دراشت کے باب میں ان کے متعلق لکھا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی میراث سے یہ محروم ہوں گے۔

## الحکم کریمہ !

قارئین کرام! صاحب مذاہب خمسہ ایک بہت بڑے مجتہد شیعہ عالم ہیں۔ جن کا نام محمد جواد مغنی ہے۔ انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرقہ "غلات" کے متعلق علماء دران کے بارے میں شیعہ فقہاء اور علماء کے فتاویٰ بھی ملاحظہ

یکے۔ مخقر یہ کہ ان لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ اور ائمہ اہل بیت میں الوہیت و جلوہ بیت ثابت کی۔ جس کی بنا پر یہ بالاتفاق کافر اور مشرک ٹھہرے۔ اب ہم ان غلات کو کافر کہنے والوں کے ایک رد عقیدے آپ کو دکھاتے ہیں۔ اس کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔ پہلا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین

وغیرہ صفات الہیہ کے مالک تھے

جلاء العیون

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غائب کی گنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد از رسول میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر صحن اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں مراۃ اور میدان حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اول آدم ہوں اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھولوں کا پرکھانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں سرچشمہ یقین ہوں۔ میں زمین و آسمان میں مجتہد ہوں۔ میں منہزل کرنے والا ہوں۔ میں

صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آوارہ ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مردوں کو نکالنے اور زندہ کرنے والا ہوں۔ میں یوم نشور کا مالک ہوں۔ نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں یکیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں زہیٰ ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوق پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جس سے امر مخلوق تغویٰ بن گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔

رجلہ الامیون جلد دوم ص ۶۰ - ۶۱ مملوہ

شیوہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور

اہل تشیع کے ہاں ان کا قرآن کریم کا میاری ترجمہ مقبول احمد دہلوی شیعہ کا ہے۔ مترجم نے ترجمہ کو اپنے نام سے متعارف کرایا۔ اس ترجمہ میں آیت -  
وإذا ابتلى ابراهيم ربه بكلمات الخ اور آیت الخی جاعل  
فی الارض خلیفۃ الخ کے تحت لکھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں نبوہ رسالت  
اور غلت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔

### ترجمہ مقبول

حاشیہ علیٰ بحارِ انجیل۔ کتاب انجیل میں جناب امام جعفر صادق  
علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان کلمات سے وہی کلمات مراد ہیں  
جو آدم علیہ السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملے تھے۔ جن سے  
ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہ یہ تھے۔ یَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ  
مُحَمَّدٍ وَفَاطِمَةَ وَالحَسَنِ وَالحُسَيْنِ اَلَا تُبْتِ عَلٰی  
اسے پروردگار میرے میں تجھ سے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کا واسطہ  
دے کر سوال کرتا ہوں کہ تو میری توبہ قبول فرما۔ چنانچہ خدا نے توبہ  
قبول فرمائی۔ اسی اثنا میں کسی نے دریافت کیا یا ابن رسول اللہ  
خدا کے اس قول فَاَتَمَّتْ عَلٰی کُلِّ مَطْلَب ہے، فرمایا اس کا مطلب  
یہ ہے کہ قائم آل محمد اور کل اوصیاء رسول کی بزرگی تسلیم کر لی۔ کتاب  
کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پروردگار  
عالم نے جناب ابراہیم کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عبد مقرر کیا اور  
رسول مقرر کرنے سے پہلے نبی بنایا۔ اور نبیل کا درجہ عطا کرنے سے پہلے

## منہ ۲۲ در مسئلہ

### میاں بیوی کے درمیان ”کفو“ ضروری نہیں

دیگر مسائل عجیبہ کی طرح ایک مسئلہ اہل تشیع کا یہ بھی ہے۔ کہ عورت اور مرد کے مابین ”و کفو“ ضروری نہیں۔ یعنی اگر عورت ہاشمی، قریشی گھرانہ سے تعلق رکھتی ہو تو اس کا نکاح دیانت و اخلاق کے اعتبار سے ذیل آدمی سے کرنا جائز ہے۔

### فروع کافی

الحسین ابن الحسن الهاشمی عن ابراہیم ابن اسحاق  
ابن الاحمر و علی بن محمد بن بندار عن السیاری  
عن بعض البغدادیین عن علی بن بلال قال لقی  
هشام بن الحکم بعض الخوارج فقال یا هشام  
ما تقول فی العجم یجوز ان یتزوج فی العرب  
قال فالعرب یتزوج من قریشی قال نعم قال  
فقریش یتزوج فی بنی مایثم قال نعم قال هم

أَخَذْتُ مَذَا قَالَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ  
تَنَكَّاهُ دَعَاءُ كَرْمٍ وَلَا تَنَكَّاهُ قَدْرٌ وَجُبَّ كَرْمٌ

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵ کتاب النکاح)  
(۶- تہذیب الاحکام جلد ۴ ص ۳۹  
با کفارہ)

ترجمہ:

(بذات استاد) ہشام بن الحکم کی ملاقات ایک خارجی سے ہوئی  
اس نے ہشام سے پوچھا۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ ایک غیر  
عرب عربی عورت سے شادی کرے؟ کہا ہاں درست ہے۔ اس  
نے پھر پوچھا۔ ایک عرب اگر قریش میں شادی کرے؟ کہا یہ بھی جائز  
ہے۔ پوچھا۔ قریش اگر بنی ہاشم میں نکاح کرے؟ کہا۔ یہ بھی درست  
ہے۔ پوچھا۔ تم نے یہ بات کس سے سیکھے ہیں؟ کہا۔ جعفر بن محمد سے  
میں نے ان سے سنا۔ کہ تمہاری کفو تمہارے خون میں ہے۔ تمہارے  
فروج (شرنگاہوں) میں نہیں ہے۔

### وسائل الشیعہ

عن علی ابن حسن بن فضال عن محمد بن عبد اللہ  
بن زرارة عن عیسی بن عبد اللہ عن ابيہ عن جدہ  
عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اذا جاء کرم من ترضون خلقہ ودينہ  
فزوجوه قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَاِنْ كَانَ دَيْنًا فِي نَفْسِهِ قَالَ اِذَا جَاءَ كُمْ مِّنْ تَرْكُوْنَ  
خَلْقَهُ وَدِيْنَهُ فَرَوْجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةً  
فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸ ص ۱۸۱ کتاب النکاح)

باب ۱۸۱۔ مستحب المسراۃ

واھلھا الخ)

ترجمہ :

۱۔ بکثرت اسناد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس درشتہ کے لیے ایسا شخص آئے۔ جسے تم پسند کرتے ہو۔ اور اس کے اخلاق اور اس کا دین تمہیں اچھا نظر آئے۔ تو اسے رشتہ دے دیا کرو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگرچہ وہ نسب کے اعتبار سے کم درجہ کا ہو۔ فرمایا۔ جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ کے لیے آجائے جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے۔ تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو جائے گا۔

توضیح

روایت بالائیں یہ بات واضح طور پر موجود ہے۔ کہ نسب کے اعتبار سے اگرچہ کوئی شخص کتنا گنا گزرا ہو۔ اس کی پرواہ نہیں۔ اس کا خلق اور دین اچھا ہونا ضروری ہے۔ گویا ایک سید زادی کے ساتھ شادی کی خواہش رکھنے والا اگرچہ خاندانی اعتبار سے کتنا ہی نکمہ اور گرا ہوا ہو۔ اگر اچھے اخلاق اور اچھے دین والا



ہے۔ تو اس سے شادی کر دو۔ یہ حکم آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بار بار دیا۔ ”کنو“ مرثیہ اسلام ہے۔ اور درجہ باتیں خارجی ہیں۔

### مسائل الانہام شرح شرائع الاسلام

وَزَوْجُ النِّجَى ابْنُكَ عَثْمَانُ وَزَوْجُ ابْنَتِكَ زَيْنَبُ  
بِأَبِي النِّكَاحِ بْنِ التَّرِيحِ وَلَيْسَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَكَذَلِكَ  
زَوْجُ عَلِيٍّ ابْنَتُهُ أَمْرُكُنْشُدُ مِنْ حُمَرَ وَتَزَوْجُ  
عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَبْنُ عَثْمَانَ فَاطِمَةُ بُنْتُ  
الْحُسَيْنِ وَتَزَوْجُ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ أُخْتُهَا  
مَكِينَةُ وَكُلُّهُمِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ۔

(مسائل الانہام شرح شرائع الاسلام)

کتاب النکاح باب لواحق العقد

جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۰ طبع تعلیم تہران

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی جناب عثمان سے کی۔  
اور ایک دوسری بیٹی کی شادی ابوالعاص سے کی۔ یہ بنی ہاشم میں  
سے نہیں۔ اسی طرح علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم  
کا نکاح حضرت عمر سے کیا۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے فاطمہ  
بنت حسین سے اور مصعب بن زبیر نے فاطمہ بنت حسین کی بہن مکینہ  
سے شادی کی۔ اور یہ سبھی غیر ہاشمی تھے۔

## توضیح

”مسائلک الافہام“ میں اس مسئلہ کی وضاحت میں یہ شاہیں چشم کی گئی ہیں کہ ”کھو“ صرف اسلام کا ہوتا ہے۔ باقی خاندانی اور خبیث بیچ کوئی اہمیت نہیں رکھتی اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنی صاحبزادی بیاہ دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسین نے بھی ایسا ہی کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ سید اور غیر سید کا فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لیے سید زادی کی غیر سید شادی ہو سکتی ہے۔

## مَبْسُوط

رَوَّجَ فَاطِمَةُ عَلِيًّا وَهُوَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ  
صَلَاةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَأَقْرَبُهَا  
خَدِيجَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ وَرَوَّجَ بِنَتِيِّهِ رُقَيْةَ  
وَأَقْرَبُ كُثُومٍ وَهَثْمَانَ لَمَّا مَا تَتَبَتِ الشَّيْخَةَ قَالَتْ  
لَوْ كَا مَتْنَا لَيْشَةً لَزَوَّجْنَاهُ إِيَّاهَا۔

(مبسوط جلد ۲ ص ۱۵۹ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کی۔ ان کی والدہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور آپ نے اپنی دو صاحبزادیاں رقیہ اور کثوم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے نکاح کیا۔ جب دوسری بھی انتقال کر گئیں۔ تو فرمایا اگر تیسری بھی ہوتی۔ تو ہم اس کی شادی عثمان سے کر دیتے۔

## نوٹ:

صاحب موسط علامہ طوسی نے یہ عبارت اس موضوع کی وضاحت کرنے کے لئے لکھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ یہ رشتہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ وہ حقیقی مائیں نہیں۔ اگر حقیقی مراد ہوتیں۔ تو پھر ان کی اولاد امتیوں کے بہن بھائی ہوتے۔ اور بہن بھائی کی شادی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ازواج کی اولاد کی شادیاں امتیوں سے کی ہیں لیکن اس کے ساتھ عبارت مذکورہ سے دو مسئلے اور بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔ اور دوسرا یہ کہ شادی میں صرف اسلام کا خیال ہوتا ہے۔ سید اور غیر سید کو نہیں دیکھا جاتا۔

نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو

نہ ہونے پر علامہ حائری شیعہ کے دلائل

صاحب رابع التفریل علامہ حائری شیعہ نے نکاح میں مدم کفو پر ایک طعن نقل کیا۔ پھر اس کے اپنی طرف سے چند جوابات ذکر کیے جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سید اور غیر سید ایک کفو ہیں۔ جب کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کے سوا اور کوئی بات مدم کفو نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

## لوامح التنزیل:

## انشکال

در این جادولالت می کنند که دختر و الانسب و عالی حسب و جلیل منصب  
بدنی ذات اگر چه در اصل غلام زنگی و حبشی باشد و ادون جائز است،  
این احد مطاعن اسلام است چنانچه خود اعزہ اہل اسلام این قبیح و  
منکر می دانند بل بیگویند کہ در اصل غلام زنگی تجویز کرده اند کہ بکاح  
می دهند دختر سادات بن فاطمہ را کہ اولاد رسول باشد بعام آدمی اگر چه  
شرابی، قمار باز کم ذات و غلام حبشی زنیلی صفات ابا و ہذا باشد  
در این عقل تنفر میکنند۔

## جواب اول:

عندالعقل و مجموع نقل بل بالضرورة ثابت و مقطوع است کہ ہمہ  
آدمیاں من حیث الذات متحد اند پس بقطع بر دہدای کفایت  
مماثلت ذاتی در ایشان ثابت و ثبوت این مناکح در بین خود  
ایشان لازم و ثابت باشد۔ و از این جاد و حدیث مرتضیٰ علیہ السلام آمد  
إِنَّ النَّاسَ مِنْ جِهَتَيْنِ الثَّمَانِيَةُ أَكْثَرُ النَّاسِ أَكْبَرُ مَا أَدْرُ  
وَأَلَا مَرَحًا و سعدی ترجمہ ہیں کردہ۔

—

بنی آدم اعضاءے یکدیگر اند  
کہ در آفرینش نزدیک جہر اند۔

## تنبیه:

عجیب که سائل نکاح دختر عالی را بدنی از مطاعن اسلام شمرده از جهل  
و صنف عقل او باطل باشد.

## جواب ثانی:

رفت و ذلت اضافی است دنیا کی و دینی. اما دنیائی نزد عقلا و  
سیسم حکما و اعتبارند دارد زیرا آنکه دنیائی است. و اکثر رفت و  
عزت دنیا کی با آدمی است که بدتر از دوحش و گاو و خربی بی ایت  
مغض اند. و الا لازم بود که هیچ حزبی نهی دنیا لباس و دولت آدمی و  
هیچ ملکی و حکمی و عالمی لباس خواری و پریشانی خرا و گدا و  
نمی پوشیده. و مال آنکه نادر و نادر باشد که در دنیا ملکی و حکمی و در پرتی  
محتاج و پریشان نباشد پس معلوم شد که رفت و ذلت دنیا اعتباری  
ندارد. و در کتاب الله چند جا چنین مارج و منازل و القاب نفی و  
سلب فرمود. ان می الا اسماء سمیتوها انتم و ابا و کمر  
ما انزل الله بهما من سلطان ان یتبعون الا الظن و ما  
قلوبنی الا نفس. مغض آنکه این نیست مگر سائیت بآن خود  
را خود شما و ابا و شما تا میده اند خدا آنها را با محبت بران بشما نفرستاده این  
نیست مگر متابعت گمان و خواش نفس خود شما. پس دختر عالی  
دنیا با سائل مومن ای و چه هم جائز شد و آیت فاذا نفخ فی الصور  
فلا انساب بینکم یومئذ ولا یتساءلون. یعنی بعد نفخ

مورد اسباب و القاب در خلق باقی نمی ماند و نه از آل پیشش شروع پس ثابت شد که همه این گمان بے مغز است۔

### جواب ثالث

آنچه در مت اعتبار دارد اتحاد دین تو حید بین ان کج و منکوح  
چرا اعتبار دارد چه کفر و ایمان ضدین اند با هم جمع عند العقل و النقل  
نمی شود۔ و از نقل بهیچ وجه لا تنکحوا المشرکات کافی  
است پس عند الله همه عباد و در عبادیت مساوی چنانچه نزد آقا  
همه غلام و کنیز بحیثیت غلامی مساوی اند و با نسبت دنیا خلق  
ارفع و اخفض متفاوت می شوند و آل اضافی است اعتبار ندارد  
پس ای آقا کنیز هائے مطیع خود را با غلامی حاطیع خود بغیر متمر و آل  
نکاح بند در نعمت و ذلت عالی حسب و دانی نسب با نکل در این  
جا اطلاق نمی شود۔

### جواب رابع:

در اصل دین غرض تحصیل معرفت رب العالمین و اطاعت و احکام  
دین است هر که عارف مطیع باشد رفیع و هر که متمر و اذلیل نزر  
رب و مالک سلاطین است تنبیه۔ هر گاه این ثابت شد پس  
در شرع امام نبی و شریف و رفیع و وضع بالنسبة تخلیق و اطاعت  
الهی و عبادت و احکام او مساوی است بلی در مدارج آخره متفاوت اند و آنچه  
در دنیا برائے نظم عبادت قانون و قاعده مقرر کرده تا هر چه و

مرج و فساد و قبیح و منکر با عمل در بین نیاید۔ و قطع معاصر و معاذر ایشان  
شود تا فردا نگزیندنی در رسول کہ مارا زنی یا زن بگوید مارا مرد سے از بنی نوع  
نمود پیدا نہ شد۔ ہذا شہوت زدہ آوردہ بے اختیار ساختہ زنا کردیم حجت  
الہی منقطع می شد تعالیٰ عنہ۔

### جواب خامس

سید بشر بایں کرد فرزند نبی بنت جحش را کہ دختر عمہ سقہ آن حضرت بود  
برائے ارتفاع و ازالہ این سوسے ظن و جہالت غلام خود زید را آزاد  
کردہ بعقد زید و او تا آنکہ زوال جہالت و شریعت تا قیامت مقرر نہ  
و در زیمست کہ بوحی دانستہ باشد در آئندہ کہ جمیع انکار خواهند کرد  
پس بنی فاطمہ بنجواب انکار و استبعاد کردہ نتوانند حالانکہ اعمام  
عمات و احوال و حالات اصول شخص می باشد بہ نسبت فروع کہ  
اولاد و ذریت اند۔

دوام التنزیل جلد دوم۔ ص ۴۴، ۴۵ مطبوعہ  
رقاعہ عامہ سٹیم پریس لاہور۔ زیر آیت  
”ولا تتبع المشرکات حتی  
یومن“؛ پارہ ۷۲

ترجمہ:

احادیث مذکورہ کی بنا پر اس جگہ دلالت ہے کہ اعلیٰ حسب و  
نسب کی لڑکی اور جلیل القدر دختر کی شادی اوقتی مرد کے ساتھ  
کرنی جائز ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ اسلام پر کیے گئے مطالعن

میں سے یہ ایک مطاعن ہے۔ جسے معزز اور باوقار مسلمان جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ علما و اسلام نے سادات بنی قاطرہ کی ٹرکی جو اولاد رسول ہے۔ کی عام آدمی سے شادی کر دینا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ عامی شرابی، جوا باز، کم ذات اور عیسیٰ ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات سے عقل نفرت کرتی ہے؟

### جواب اول:

عقل و نقل اور بالفردہ یہ بات ثابت ہے۔ کہ تمام آدمی باعتبار ذات متحد ہیں۔ ان کی یہ مماثلت اور کفایت ذاتی ثابت ہے۔ اس وجہ سے ہی ان کے درمیان رشتہ کالین دین ثابت ہے۔ اسی بات کی وضاحت میں حضرت علی المرتضیٰ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ تمام لوگ مماثلت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے کفو ہیں ہمارا باپ آدم اور ہماری ماں حوا ہیں۔ شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ شعر میں کیا ہے۔ آدمی، ایک دوسرے کے اعضاء ہیں۔ کیونکہ اپنی پیدائش میں وہ ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں۔ تنبیہ۔ مقام تعجب ہے کہ معترض اعلیٰ حسب کی دوشیزہ کی شادی ایک کم ذات مرد کے ساتھ ہونے کو اسلام کے مطاعن میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ سب معترض کی جہالت اور عقل کی کمزوری کی وجہ سے باطل ہے۔

### جواب دوم:

اعلیٰ دادنی مرتبہ و قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دنیاوی اور دوسرا دینی



لیکن دنیاوی اعلیٰ مرتبہ عقل مندوں، اور حکماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ اس لیے کہ یہ فانی ہے۔ اور اکثر یہ رفعت ایسے آدمیوں کو ملتی ہے جو ڈھوڑ ٹھوڑوں اور گافوں سے بڑے اور نالائق ہوتے ہیں۔ ورنہ لازم ہوتا۔ کہ کوئی دنیا دار گدھا دولتِ اُدبیت کا لباس اور کوئی عاقل وانا گاؤں کا لباس ذلیل نہ پہنتا۔ حالانکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ کوئی عاقل وانا پریش ان زندگی میں نہ پڑا ہوا ہو۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ دینری عزت و وقار کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ایسے مارج و منازل کی نفی اور سلب کیا گیا ہے۔ ترجمہ ”نہیں ہیں یہ مگر وہ نام جو رکھے ہیں تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ کوئی حجت نازل نہیں فرمائی۔ نہیں دھوڑتے تم مگر ظن کو اور جو کچھ تمہارے نفس چاہتے ہیں، پس اعلیٰ نسب دنیا دار لڑکی، ادنیٰ ذات مومن مرد کو اپنا ہی وجہ سے بھی جائز ہے۔ کہ آیت فاذا انفخ فی الصور الخ یعنی صور پھونکے جانے کے بعد مخلوق کے انساب اور القاب باقی نہ رہیں گے۔ اور نہ ہی ان کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ گمان بے اس ہے۔ یعنی یہ گمان کہ اعلیٰ نسب کی لڑکی کی شادی ادنیٰ نسب کے مرد کے ساتھ کرنی جائز نہیں۔

### جواب سوم

ناکھ اور منگوں کے درمیان ملت میں جو چیز معتبر ہے۔ وہ ہے دین تو حید میں اتھار۔ کیونکہ ایمان و کفر و باہم ضد ہیں۔ یہ

عقلاً اور نقلاً جمع نہیں ہوتیں۔ اور نقل کے اعتبار سے ولا تتكحوا  
المشركات الخ کافی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہدیت  
کے اعتبار سے تمام آدمی برابر ہیں۔ جس طرح ایک اُتار کے نزدیک  
اس کے تمام غلام اور باندیاں بحیثیت غلامی برابر ہوتے ہیں نسبت  
میں اعلیٰ و ادنیٰ کا اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہ نسبت ایک اضافی امر  
ہے۔ جس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا اُتار اپنے فرمانبردار غلاموں کا اپنی  
فرمانبردار لونڈیوں سے نکاح کر دیتا ہے۔ تو اس پر کوئی اعتراض نہیں  
کرتا۔ اسی طرح اعلیٰ حسب و نسب کی عورت کی شادی اگر ادنیٰ حسب  
نسب کے مرد کے ساتھ ہو گئی۔ تو عزت و ذلت کا یہاں اطلاق کیسے  
ہو گیا۔

### جواب چہارم

دین دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے احکام کی اطاعت  
کا نام ہے۔ اس لیے جو اللہ تعالیٰ کا مطیع اور عارف ہے۔ وہ  
اس کے نزدیک اُس سے اچھا ہے۔ جو سرکش اور نافرمان ہو۔



جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ امام، نبی، شریف  
اور اعلیٰ ادنیٰ، تخلیق کے اعتبار سے اور اطاعت الہی کے  
اعتبار سے سبھی برابر ہیں۔ ہاں اخروی درجات میں فرق ہو گا  
دنیا میں فرق مراتب اس لیے تاکہ انتظامی امور اور مقررہ قوانین

کافر کی پیش نظر ہے۔ جس کی وجہ سے حرج و فساد اور آپس میں قح و منکر پیدا نہ ہو۔ اور ان کی مشکلات اور مذخراہیاں پیدا نہ ہوں۔ تاکہ کل یہ کہیں کہ نبی اور رسول نے ہمیں تکلیف دی ہے۔ یا عورت کہے کہ میرے لیے اپنے قبیلہ کا آدمی پیدا نہ ہوا۔ لہذا میں نے شہوت کے غلبہ کی وجہ سے رد کیا۔ تو اس سے حجت الہی نہ رہے گی۔

### جواب پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش جو حضور کی سگی پھر بھی زاد بہن تھیں ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید سے اسی لیے کیا۔ تاکہ اس بدگمانی اور جہالت کی رفعت و ذلت کو ختم کر دیا جائے۔ اور تا قیامت جہالت مٹ جائے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بذریعہ وحی جان لیا ہو۔ کہ کچھ لوگ بعد میں اس کا انکار کریں گے۔ پس پنجاب کے بنی فاطمہ ساوات اس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ چچے پھر پھیاں، ماموں اور خالائیں آدمی کے امور ہوتے ہیں۔ اور اولاد ان کی نسبت فروغ ہوتی ہے۔

### الحکم

یہ سوال و جواب اس مفسر اور مجتہد کے ہیں جس پر دنیا نے شیعیت کا نزاع جس نے تیس جلدوں میں تفسیر لکھی۔ اس کا دلائل کے ساتھ یہ عقیدہ ہے کہ اگر اسے تو صرف اسلام کا عقیدہ توحید اور اطاعت رب العالمین۔ اس کے سوا تمام امتیازات خود ساختہ

بُت ہیں۔ جن کے نام ہم نے خرد گھڑیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
 اُن پر کوئی جہت نہیں ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں علامہ حائری صاحب روائع  
 التنزیل نے کفو کے بارے میں اپنے مسلک کی ترجمانی کر دی۔ اب یہ کہنا حق بجانب  
 ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک ایک سید زادی کی شادی کیلئے ذیل اور بچہ وقت  
 آدمی سے جائز ہے۔ یہ ہے ان محبان اہل بیت کا عقیدہ اور یہ ہے۔ ان کے  
 نزدیک آل محمد کی عزت و وقعت ؟

### خوٹ

جب مذکورہ عقیدہ کسی شیعہ کے سامنے بیان کیا جائے۔ تو وہ اس کو تسلیم  
 کرنے سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف وہ کہتا ہے۔ کہ ہمارے  
 نزدیک سید کا غیر سید کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں۔ کیونکہ ہمارے اس  
 عقیدے کی ترجمانی درج ذیل عبارت کرتی ہے۔

### وسائل الشیعہ

وَنَظَرَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَوْلَادِ  
 عَلِيٍّ وَجَعَفَرٍ فَقَالَ بَنَاؤُنَا لِبَنَاتِنَا

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۹ کتاب النکاح)

اے علی و جعفر! ہم اپنے بیٹوں کو اپنی بیٹیوں کے لیے

القدران یتزوج امرأۃ

دو منہ (الح)

ترجمہ :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور جعفر رضی اللہ عنہما کی اولاد کو دیکھ کر فرمایا۔ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹیوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لیے۔ ۱۔

### ہزار تمہاری دس ہماری

اسلامی شریعت میں قرابت و نسب پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عفت اور تقویٰ ہی میاں شرافت ہے۔ یہ شریف سیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و اہل بیت و اقرباء کے لیے مخصوص ہے کہ ان کا کفو غیر نہیں ہے۔ یہ قدرتی فضیلت ہے۔ (ہزار تمہاری دس ہماری ص ۳۹۴)

جواب :

یہ دونوں عبارتیں اگرچہ ڈوبتے کوٹھے کا سہارا دینے کے مترادف ہیں لیکن کیا کریں۔ خود بڑے بڑے شیعوں نے ان عبارتوں کے جواب اپنی کتب میں تحریر کیے۔ جس کی بنا پر ان پر سہارا کرنا لامحالہ ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں ذکر کریں گے۔ صرف ان کے علماء اور مجتہدین کے جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

### لوامع التنزیل

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَرَضٍ أَوْ خُلُقٍ أَوْ دَيْنٍ فَرَوْحُوا إِلَّا تَمَلُّوهُ تَكُنْ فِتْنَةً وَفَسَادٌ كَظَاهِرٍ وَرَدَّادٍ

فِي بَعْضِهَا قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَإِنْ كَانَ دَنِيًّا فِي نَفْسِهِ قَالَ إِذَا جَاءَ كُفْرٌ مِّنْ تَرْمُضُونَ  
خُلِقَتْهُ وَوَيْتَهُ فَزَكَ وَجَبَّوْهُ۔

(لوامع التنزیل جلد دوم صفحہ نمبر ۴۶)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس رشتہ کے لیے ایسا  
شخص آئے جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو  
اور اگر تم ایسا نہ کرو گے۔ تو زمین میں فساد کبیر اور فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ بعض  
نے اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔ میں نے عرض کیا جعفریہ اگرچہ  
وہ رشتہ مانگنے والا نسب کے اعتبار سے ذلیل اور نکمہ ہو؛ آپ نے پھر  
وہی کلمات ارشاد فرمائے۔

### لوامع التنزیل

مروئی شیعوں نے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود  
مَنْ ذُو جَنِيٍّ وَتَزَوَّجَ مَتًى مِنَ الْأُمَّةِ أَحَدًا  
يَدْخُلُ النَّارَ لَا تَنِيَّ سَلَّتْ اللَّهُ عَنْهُ وَوَهَبَنِي ذَاكَ۔  
وایں جا صریح است کہ ہر کس از امت بن دختر بدہ یا از من بگيرد  
در مطلب ہمیں کافی است انکال در کتاب مستطاب من لا یحضرہ الفقیہ  
ایا مروئی نیست لئنا نطرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم الی اولاد علی وجعفر و فی اخری ضربہ طمر  
واولاد عقیل فقال صلی اللہ علیہ وسلم بناتنا

لبینا و بنونا لبنا نسا۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وقت کو نظر با و لا و  
 علی و جعفر و عقیل کو پس فرمود دخترانِ ابراہیم کے پسراں و اہلِ سرانِ ابراہیم  
 دخترانِ امی باشند ایں حضراتِ غصہ و لامِ تنفیس و ملت و ملات می  
 کند۔ کہ اولادِ رسولِ حلال برائے غیر از امت و در نکاح نمی باشند۔  
 جواب۔ چونکہ غایتِ مافی الحدیث قطع النظر از قبل و قال اشعار  
 براد و ولایت باشد چه از اہل احدیے مکر نیست کہ بھما مکن توسل ارباب  
 اولی از توسل غیر ارباب می باشد پس عقد با ہم در بنی فاطمہ مع ،  
 التیسر و الامکان اولی و احسن و افید باشد و لا لازم می آید تنفیس عموم قرآن  
 بحکم احدی بامضرت چوں و انکلا الایامی و چوں فاما نکحوا ما طاب  
 لکم من النساء و غیر اہل و مراہے عام امت است و با جماع  
 بنی فاطمہ داخل در امت اند۔ پس در حکم عام و داخل اند۔ و از حکم  
 عام تطہی بر نمی مانند تا وقتیکہ مثل اہل حکم خاص تطہی اثبوت نباشد۔  
 (روایع القنزل جلد دوم ص ۶۰۰ ہم زیادتہ  
 و لا تنکحوا المشرکین۔)

ترجمہ :

شیدہ اور سنی دونوں کے اہل متفقہ روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا۔ جس نے مجھے رشتہ دیا۔ اور جس کسی نے مجھ سے رشتہ  
 یا ذہ آگ میں نہیں ہائے گا۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ ایما  
 تھا۔ تو اس نے مجھ سے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس حدیث میں  
 صریحاً موجود ہے۔ کہ میری امت میں سے جو بھی مجھے رشتہ دے گا۔ یا مجھ  
 سے نہ گا۔ ہمارے مقصد اور مطلب کے لیے اتنا ہی جلد کافی ہے

اشکال :- یمن لایکفرہ الفقیہہ میں مذکور ہے ۔ کیا یہ روایت نہیں ؟ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ جعفر اور عقیل کی اولاد کی طرف دیکھا تو فرمایا ہمارے لڑکے ہمارے لڑکیوں کے لیے اور ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکوں کے لیے ہیں ۔ آپ کا یہ فرمانا مخصوص رشتہ داری اور حصر کا اظہار کر رہا ہے ۔ کیونکہ دو لام ، تنصیص اور علت کا فائدہ دے رہا ہے ۔ یعنی اولاد رسول امت میں سے غیر کے لیے حلال نہیں ۔

## جواب

قطع نظر قبیل و قال کے جو کچھ حدیث مذکورہ میں موجود ہے ۔ اس کی غرض غایت یہ ہے ۔ کہ ایسا کرنا اولیٰ ہے ۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ جب کسی طرح رشتہ کے لیے اولاد عام میں سے کوئی معقول آدمی مل جائے ۔ تو اس سے انکار کرنا خلاف اولیٰ ہے ۔ لہذا اولاد فاطمہ کا عقد آپس میں کرنا اولیٰ ہے ۔ جب آسانی کے ساتھ مناسب رشتہ مل جائے ۔ یہ اچھا ، مفید اور بہتر ہے ۔ اگر اس روایت کو ادویت پر محمول نہ کیا جائے ۔ تو لازم آئے گا ۔ کہ بلا ضرورت خبر واحد کے ساتھ قرآن کریم کے عموم کو مخصوص کر دیا جائے ۔ جیسا کہ وانما الایامی اور فانما اوطاب لکم آیات تمام امت کو عام حکم دے رہی ہیں ۔ اور بالا جماع ، بنی فاطمہ امت میں داخل و شامل ہیں ۔ لہذا اس عام حکم سے باہر نہیں ہو سکتے ۔ جب تک کہ اسی قسم کی قطعی الثبوت خاص حکم والی کوئی آیت نہ ہو ۔



## مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور

### ثابت ہوئے

- ۱۔ جب اچھے اخلاق والا ذی مدار مرد مل جائے۔ تو نسب کی پرواہ کیے بغیر اس کو رشتہ دے دو۔
  - ۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے رشتہ دیا۔ یا جس نے مجھ سے یا وہ بموجب عہد الہی جنتی ہے۔
  - ۳۔ حضرت علی، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد کے بارے میں حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ نبی فاطمہ کا باہم رشتہ کرنا کرنا اولیٰ و احسن ہے۔
  - ۴۔ قرآن کریم میں رشتہ کرنے کے متعلق آیات اپنے عموم پر ہیں۔ اُن میں سید اور غیر سید کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔
  - ۵۔ من لایحضرہ الفقیہ میں مذکور حدیث (اولاد علی، جعفر، عقیل کے متعلق) خبر واحد ہے۔ اور اس سے بلا ضرورت عموم قرآن کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔
- نوٹ:**

مدرجہ بالا روایت سے کچھ فوائد بھی حاصل ہوئے اور وہ یہ ہیں کہ:-

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ جس کا خلق اور دین اچھا ہو۔ اس کو رشتہ دے دو۔ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم اور زینب کی شادی حضرت عثمان سے کی۔ تو یقیناً آپ کے نزدیک حضرت عثمان خلق و دین کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا۔ اگر تیسری بھی ہوتی تو اس کا

نکاح عثمان سے کر دیتا۔ اسی قانون اور ضابطہ کے مد نظر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا مگر ایک ایسا حکم الافہام جلد سوم ص ۲۲۲ پر درج ہے۔

ان عمر متزوج اور کلثوم بنت علی فاصدقہا ربیعین  
الف در ہم۔ حضرت عمر نے ام کلثوم دختر علی المرتضیٰ سے چالیس ہزار درہم  
حق مہر پر شادی کی۔

۲۔ اپنے فرمایا۔ کہ مجھے رشتہ دینی والا اور مجھ سے لینے والا بوجہ عہد خداوندی  
جنتی ہے۔ لہذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی  
اپنی صاحبزادیوں کے رشتے دے کر جنتی ہوئے۔ اور عثمان غنی اور علی المرتضیٰ  
رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے نکاح کر کے جنتی ہوئے  
فاعتبروا یا اولی الابصار

احناف کے نزدیک بیہ زادی کا غیر ریدے

نکاح قلاق کفو ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ

فَتَرَكْنِ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ كَيْفَ كَانُوا  
حَتَّىٰ إِنَّ الْفَرَسِيَّ الَّذِي لَيْسَ بِهَا شَيْءٌ يَكُونُ  
كُفُوًا لِلْهَاشِمِيِّ وَغَيْرِ الْهَاشِمِيِّ مِنَ الْعَرَبِ لَا  
يَكُونُ كُفُوًا لِلْفَرَسِيِّ وَالْعَرَبِ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ

بَعْضِ الْأَنْصَارِ حَىٰ وَالْمَعَارِ فِيهِ سَوَاعِدَ كَدَافٍ  
 فَنَادَىٰ قَاضِي خَان..... فِي الْيَنَابِيعِ الْمَالِئِ  
 كَفَرًا لِلْعَرَبِيَّةِ وَالْعَلَوِيَّةِ وَالْأَصْحَاحِ  
 لَا يَكُونُ كَفَرًا لِلْعَلَوِيَّةِ.

(فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۲۰۸)

الباب الخامس في الاكفاء

مطبوع مصر قدیم

ترجمہ:

قریش باہم کفر ہیں۔ ان کی کوئی بھی شاخ ہو۔ یہاں تک کہ وہ قریشی جو  
 ہاشمی نہیں وہ بھی ہاشمی کا کفر ہوگا۔ عرب کا غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفر نہیں ہوگا۔  
 اور عرب بعض، بعض کے کفر ہیں۔ ان میں انصار اور مہاجرین برابر ہیں  
 اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ینابیع میں ہے کہ عالم دین  
 عربی اور علوی مانند ان کا کفر ہے۔ اور صحیح تو یہ ہے کہ عالم دین،  
 علوی کا کفر نہیں ہوگا۔

فتح القدیر

إِذَا كَانَتْ الْكُفَّاءُ مُعْتَبَرَةً فِي الْحَرْبِ وَذَلِكَ  
 فِي سَاعَةِ وَفِي الْيُحَاكِجِ وَهُوَ لِلْعُمَرِ أَوْ لِي  
 وَذَكَرَ مَا وَقَعَ فِي عَزْوَةٍ بَدَا أَنْتَ لَمَّا بَرَزَ  
 عُثْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ  
 بْنُ عُثْبَةَ وَخَرَجَ إِلَيْهِمْ عَوْفٌ وَمَعُوذُ ابْنَاءُ

عَمْرَاءَ وَعَبِيدَ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ قَالَ لَوْ أَنَّ قَطْرًا  
مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا أَبْنَاءُ قَوْمٍ حَرَامٍ وَالْكَثَائِرُ بَدَأَ  
أَكْثَفَاءُ نَائِمِينَ الْقُرَيْشِيُّ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَعَهُ قَوْمًا ثَمَرًا حَمْرَةً وَعَلِيًّا وَعُبَيْدَةَ  
بْنَ الْحَارِثِ -

رفیع القدر جلد دوم ص ۷۷، ۷۸ فی الکفارات  
مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

جب کفر کا دوران جنگ اعتبار ہے۔ حالانکہ وہ چند لمحوں کی بات  
ہوتی ہے۔ تو نکاح میں وہ بطریقہ اولی ہوگا کیونکہ وہ عمر بھر کا رشتہ  
ہے۔ اور اس سلسلہ میں غزوہ بدر کا ذکر کیا۔ جب عقبہ بن ربیعہ شیبہ  
بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ نے اپنا مقابل مانگا۔ تو حضرت عوف بن ہنوز  
جو عفرہ کے صاحبزادے ہیں۔ اور عبد اللہ بن رواحہ بکھے۔ انہوں نے  
پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم قبیلہ انصار کے افراد ہیں کہنے لگے  
ٹھیک ہے تم باعزت قوم ہو، لیکن ہم قریش میں سے مقابل چاہتے  
ہیں۔ جو ہمارے خاندان کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر آپ نے حمزہ، علی المرتضیٰ اور عبیدہ بن حارث  
رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ کہ تم ان کے مقابلہ کیلئے نکلو۔ (لہذا تینوں  
بکھے۔ اور ان تینوں کو تیغ کر دیا۔

فتح القدین

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَا مَنَعَنَ فَرُوجَ ذَاتِ الْحَسَابِ  
 إِلَّا مِنَ الْاَكْثَفَاءِ وَمِنْ ذَلِكَ مَا رَوَى الْحَاكِمُ  
 وَصَحَّهِ مِنْ حَدِيثِ هَلِيٍّ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 وَالسَّلَامُ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرُهَا الصَّلَاةُ  
 إِذَا آتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا أَحْضَرَتْ وَالْأَيُّمُ إِذَا  
 وَجَدْتَ كُفْرًا وَقَوْلُ التَّزْمِيدِ فِيهِ لَا أَرَى  
 أَسَادَةً مُتَّصِلَةً مُتَّعٍ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ تَصْيِيحِ الْحَاكِمِ  
 وَقَالَ فِي سَنَدِهِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْجَلْبَلِيُّ  
 مَكَانَ قَوْلِ الْحَاكِمِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
 الْجَلْبَلِيُّ فَلْيَنْظُرْ فِيهِ وَمَا عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخْيِيرُ الْإِنْفُطِخِ وَالْكَفَاءِ  
 الْاَكْثَفَاءِ رَوَى ذَلِكَ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ وَأَنَسَ  
 وَعُمَرَ وَمِنْ طَرِيقٍ عَدِيدَةٍ فَوَجَبَ إِرْتِفَاعُهُ  
 إِلَى الْحُجِّيَّةِ بِالْحَسَنِ لِحُضْرِهِ الظَّنِّ بِصِحَّتِهِ  
 الْمَعْنَى وَثُبُوتِهِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَفِي هَذَا كِفَايَةُ ثَمَرٍ وَجَدْنَا فِي شَرْحِ الْبُغَارِيِّ  
 لِلشَّيْخِ بَرْهَانَ الدِّينِ حَلْبِي ذَكَرَ أَنَّ الْبَغَوِيَّ قَالَ  
 إِنَّهُ حَسَنٌ.

(فتح القدیر جلد دوم ص ۴۱۷ مطبوعہ مدینہ طیبہ قدیمہ فی الکتاب)

ترجمہ :

امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کے واسطے حضرت فاروق اعظم سے

روایت کی۔ فرمایا۔ میں لاڑکانہ کے بغیر ذات حسب کے نکاح سے منع کروں گا۔ اور اسی قبیلہ سے وہ روایت ہے جسے مالک نے ذکر کر کے اس کی صحت حضرت علی المرتضیٰ کے حوالے سے کی۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ اے علی! تین باتوں میں تاخیر نہ کرنا۔ نماز جب اس کا وقت آجائے۔ جنازہ جب تیار ہو جائے۔ اور کنواری کا جب کفو میں رشتہ مل جائے۔ اور امام ترمذی کا اس میں یہ کہنا کہ میں اس کی اسناد میں اتصال نہیں پاتا، امام مالک کی تصریح سے متغنی ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ اس کی سند میں سعید بن عبد اللہ جہنی سعید بن عبد الرحمن جہنی کی جگہ ہے۔ لہذا تو بھی اس میں اچھی طرح دیکھ۔ اور یہ اس روایت کے بھی خلاف ہے۔ جو حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی وہ یہ کہ اپنے رشتہ کے لیے اپنا کفو تلاش کرو۔ اور اُسے ہی پسند کرو۔ یہ روایت حضرت عائشہ، انس اور عمر رضی اللہ عنہم سے اور متعدد طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔ لہذا اس کا مقام حجت تک بلند ہونا لازم ہے۔ اس لیے کہ منی کی صحت کے اعتبار سے ظن غالب حاصل ہو رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثابت ہونا بھی حاصل ہو رہا ہے۔ یہی بات کافی ہے۔ پھر ہمیں شروع بخاری شریف جو شیخ برہان الدین صبی کی ہے۔ میں یہ ملا۔ کہ علامہ بغوی نے کہا۔ کہ یہ حسن ہے۔

### خلاصہ کلام

احناف کے فتویٰ اور کلام سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ہمارے ہاں کفو کا اعتبار

ہے۔ اور اس کی تائید کے لیے صاحب فتح القدر نے دو احادیث پیش کیں۔ ایک  
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے  
 پھر جب کہ ہمارے نزدیک ہاشمی اور قریشی باہم کفر میں توروہ سب رشتے جو اہل تشیع  
 کے علماء نے عدم کفر پر پیش کیے تھے وہ کفر میں منعقد ہوئے۔ عدم کفر کے اعتبار  
 سے ہی اہل تشیع نے یہ ثابت کیا کہ سید زادی کا کہے ادنیٰ ذیل آدمی سے رشتہ جائز  
 ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام دلائل مذکورہ کی روشنی میں اصلیت تکملاً باسانی پہنچ  
 جائیں گے۔

منہ ۲۳  
 م

عدم وطی کی شرط پر نکاح

فروع کافی

علی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن عمار بن مروان  
 عن ابن عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ رجل  
 جاء الی امرأۃ فسألتها ان تزوجہ ففسخا فقال  
 ان زوجک ففسخی علی ان تلکس منی ما شئت  
 من نظیر او لیمایس تنال منی ما یسال الزوج  
 من امہلہ الا انک لا تدخل فرجک فی فرجی  
 و تسکدہ بما شئت فیا فی الحاکم الغیبیۃ قال

## لَيْسَ كَذًا إِلَّا مَا اشْتَرَطَ

(فروع کافی جلد ۵ ص ۶۷۴ کتاب النکاح)

(باب النوادر)

ترجمہ:

عمار بن مردان نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔  
ایک مرد کسی عورت کے پاس جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے شادی  
کرنا چاہتا ہوں۔ عورت نے کہا۔ میں تم سے شادی کرتی ہوں لیکن  
شرط یہ ہے کہ تو مجھے دیکھنے کا یا اور ایسا اتنا بنا کر سکتا ہے۔ جو کوئی مرد  
اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ لیکن تو اپنا آلات تناسل میری شرمگاہ میں داخل  
نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس سے مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔ اس کے بارے  
میں آپ کا کیا خیال ہے؟ امام جعفر نے فرمایا۔ اس مرد کے لیے وہی کچھ  
کرنا جائز ہوگا۔ جو اس نے شرط میں مان لیا تھا۔

## الحکم فیہ

”وہی“ میں عورت کی رسوائی کا کرنا پہلو ہے؟ اگر دخول سے روک دیا گیا تو پیدا  
ہو جائیں۔ تو اس پر لوگ خوشیاں مناتے ہیں۔ یہ بات باعث رسوائی نہیں ہو سکتی  
رسوائی تو اس صورت میں ہوگی۔ کہ اگر بغیر نکاح، وہی کرنے سے اولاد ہو گئی۔ تو  
لوگ ایسی اولاد کو کورجن کے فعل سے یہ پیدا ہوئی۔ ان کو لعن طعن کریں گے۔ معلوم  
ہوتا ہے۔ کہ یہ نکاح بھی کچھ ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ جب اہل تشیع متعہ کو کار ثواب  
اور حصول درجات عالیہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اس کے لیے کوئی لمبا چڑاؤ وقت  
نہیں۔ صرف خواہشات نفس پورا کرنے تک کا عقد ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس وقتی



ایجاب و قبول سے کسی عورت کے ہاں بچہ یا بچی کا مسئلہ بن گیا۔ تو وہ لوگوں کو کیا منہ دکھائے گی۔ لوگ اس سے پوچھیں گے۔ یہ کس کا ہے؟ تو کیا کہے گی۔ آیا تھا۔ چلا گیا۔ نہ جانے اب کہاں ہے۔ جہاں تھا۔ جاتے ہوئے چند ٹکٹوں کے عوض یہ سوائی چھوڑ گیا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو منہ کی اجازت مل رہی ہے۔ لیکن اگر دوسری طرف دیکھا جائے۔ تو اس سے مدوٹی فی القبل، چومح منع ہو گئی۔ اس لیے مدوٹی فی الذہر، کاراستہ کھلائے۔ خود عورت کہہ رہی ہے۔ کہ ”جماع“ نہ کرنا اور جس طرح لذت حاصل کر سکتے ہو۔ تمہیں کھلی چھٹی ہے۔ تو اس میں ”لواطت“ کی اجازت نظر آرہی ہے۔ اور میا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عورت کے ساتھ لواطت کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ تو مردوں کے ساتھ بھی لواطت کے جواز کے قائل ہیں جواد ملاحظہ ہو۔

### فرق الشیعہ

(محمد بن علی بن موسیٰ رضا کا ایک خادم محمد بن نصیر نمبری کہتا ہے۔)  
وَيَقُولُ يَا لَيْلًا بِأَحَدٍ يَلْمَعُ مِرْوَيْحِلٍ نِكَاحُ  
الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي أَدْبَارِهِمْ وَيَنْعَمُ  
أَنَّ ذَلِكَ مِنَ الشَّوَاعِبِ وَتَذَلُّلٍ وَأَشَدُّ إِحْدَى  
الشَّلَمَاتِ وَالطَّلَبَاتِ وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَعْبُدْ  
شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ.

(فرق الشیعہ ص ۹۳ مولف ابو محمد الحسن بن

موسیٰ النوبختی مطبوعہ مطبع حیدر

نجف اشرف)

## ترجمہ ۱

۱۱۔ موسیٰ رضا کا ایک خادم بیان کرتا ہے۔ کہ محرم عورتوں (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اور مرد کامرہ کے ساتھ نکاح کرنا۔ بھی جائز ہے۔ وہ ایک دوسرے کی ذرا استعمال کریں گے۔ اور اس کا گمان ہے۔ کہ اس فعل میں تواضع اور انکساری پائی جاتی ہے اور یہ فعل خواہشات اور طبابت میں سے ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام قرار نہیں دی۔

## ملحہ فکریہ:

مذکورہ مسئلہ جس کتاب یعنی فرق الشیعہ سے پیش کیا گیا اس کا مؤلف علامہ نو بختی ہے۔ نور اللہ شہرستری نے مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۶۶ پر اس کے متعلق لکھا۔ ”در کتاب نجاشی مذکور است کہ در علم کلام بر جمیع امثال و نظائر فائز بود یعنی نو بختی اپنے دور کے تمام علماء کلام سے ممتاز و منفرد تھا۔ صاحب کتاب الکنی، واللقاب نے اسی کے متعلق کہا۔ ”بہت بڑا عالم اور کثیر کتب کا مصنف ہونے کے ساتھ ثقہ اور مضبوط تھا، تو ایسے عالم بے مثال، رافضی اور ثقہ آدمی کی بات اور وہ بھی اپنے گھر کے متعلق کتب غلط ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کچھ شیعہ ایسے بھی ہیں۔ جو ماں، بہن اور بیٹی کے نکاح کو حلال کہتے ہیں۔ اور مردوں کے ساتھ وطی فی الدبر کے لیے نکاح کو بھی جائز کہتے ہیں۔ ان حالات و واقعات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عیاشی اور بد معاشرتی صرف الفاظ کی حد تک ہے۔ بلکہ اس کی عملی صورت بھی موجود ہے اور یہ سب کچھ ان کے ہاں اس لیے حلال و جائز ہو گیا۔ کہ انہوں نے امڑ کی امامت تسلیم کر لی۔ جس کی بنا پر حلال و حرام

سب جائز ہو گئے۔ خود اپنی زبانی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ حوالہ مشرقیہ ۲۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

منہ ۲۴  
در مسئلہ

بعض شیعہ فرقتے یہ کہتے ہیں کہ امام کو مان لو۔ پھر ہر  
حرام، حلال ہو جائے گا۔

فرق الشیعہ

كَانَ حَمْرَةً بَيْنَ عَمَارَةَ نَكَّحَ ابْنَتَهُ وَ أَحَلَّ  
جَمِيعَ الْمَحَارِمِ وَقَالَ مَنْ عَرَفَ الْإِمَامَ فَلْيَصْنَعْ  
مَا شَاءَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔

دفرق الشیعہ ص ۲۸ مطبع حیدر نعت اشرف  
سن طباعت ۱۳۵۵ھ

ترجمہ:

حمزہ بن عمارہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کر رکھا تھا۔ اور وہ تمام  
محرم حور توں کے ساتھ شادی کرنا حلال کہتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ جس  
نے امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ اسے کوئی  
گناہ نہیں۔

## لمحہ فکریہ !

قارئین کرام! بغور طلب بات ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں علت و حرمت کا معیار کیا ہے۔ وہ یہ کہ امام کو مان لو۔ پھر حرمت کہیں نظر نہ آئے گی۔ ”نزع الشیعہ“ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ جو شیعہ مطبع میں چھپی اور اس کی عبارات انہی کی تحریر کردہ ہیں۔ بصورت دیگر اگر ان کتابوں میں مذکورہ حوالہ جات موجود نہ ہوں۔ تو فی حوالہ میں ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اور صرف ان کے نزدیک مسئلہ امامت پر قائم ہے۔ مان لو تو سب جائز اور نہ مانو تو بخشش کی کوئی امید نہ رکھو۔ امامت تسلیم کرنے پر ماں، بہن اور بیٹی سے جماع اور مردوں سے نواطت کر کے عجز و انکساری کا اظہار کرو۔ سب درست ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔



ایک شیعہ فرقہ کا عقیدہ ہے۔ کہ امام جعفر خدا اور ابوالخطاب ان کا رسول ہے۔ ارکان اسلام میں کسی کو فرض نہیں سمجھتے

فرق الشیعہ

قَالَتْ يَا عَبْدَ اللَّهِ جَعْفَرَ ابْنِ مُحَمَّدٍ هُوَ اللَّهُ

جَلَّ وَعَزَّ وَتَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَاكَ عَمَلًا كَبِيرًا  
وَأَنَّ أَبَا الْخَطَّابِ بَنِي مَرْسَلٍ أَرْسَلَهُ جَعْفَرُ  
وَأَمَرَ بِطَاعَتِهِ وَأَحْلَى الْمُحَارِبِينَ الزَّيْنَاوَةَ السَّرِيقَةَ  
وَتَشَدُّ بِالدُّخَانِ وَتَرْكُوهَا الزَّكَاةَ وَالْمَلُوءَ  
وَالْقِيَامَ وَالْحَجَّ وَأَبَا حُوٍّ الشُّلُوحَاتِ بَعْضُهُمْ  
لِبَعْضٍ وَقَالُوا مَنْ سَأَلَهُ أَخُوهُ لِيَشْهَدَ لَهُ أَخُوهُ  
مُخَالِفَتِهِ فَلْيُصَدِّقْهُ وَيَشْهَدَ لَهُ فَإِنَّ ذَاكَ  
فَرَضٌ عَلَيْهِ وَاجِبٌ وَجَعَلُوا الْفَرَائِضَ رِجَالًا  
سَتَرَهُمُ وَالْفَوَاحِشَ وَالْمَعَاصِيَ رِجَالًا  
وَتَأْتُوا عَلَى مَا سَتَحَلُّوا قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَتَأْتُوا خُفِفَ عَنَّا  
بِأَبِي الْخَطَّابِ وَوَضِعَ عَنَّا الْأَعْلَالُ يَعْنُونَ الْقُلُوبَ  
وَالزَّكَاةَ وَالْقِيَامَ وَالْحَجَّ فَمَنْ عَرَفَ الرَّسُولَ  
بِالنَّبِيِّ الْإِمَامِ وَلْيُصْنَعْ مَا أَحَبَّ -

(فرق الشیعہ ص ۴۲ مذکور فرقہ خطابیہ)

ترجمہ :

فرقہ خطابیہ ایسا فرقہ ہے۔ جو امام جعفر صادق کے بارے میں ”خدا“  
ہونے کا معتقد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا اور بلند بالا  
ہے۔ اور ابوالخطاب کو امام جعفر کا بنی مرسل مانتے ہیں۔ اس نے حرام  
باتوں کو حلال کر دیا۔ مثلاً زنا، چوری، شراب پینا۔ اور ان لوگوں نے  
زکوٰۃ دینا بند کر دی۔ نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ روزہ رکھنا ختم کر دیا۔

اور حج کی فرضیت کا اٹکار کر دیا۔ اور تمام شہوتیں مباح کر دیں حتیٰ کہ مرد کا مرد کے ساتھ خواہش پوری کرنا بھی جائز ہو گیا۔ اور ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی بھائی اپنے مخالفوں کے خلاف اپنے بھائی سے گواہی دینے کا کہے۔ تو اس کی بات مان کر گواہی دینی ضروری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام برائیاں اور فواحش، مردوں کے نام ہیں۔ (فعل نہیں) اور ان تمام چیزوں کو حرام مطلق قرار دینے کے لیے بہانہ یہ بناتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ دعوہ تمہارے ساتھ تخفیف کا ارادہ رکھتا ہے کہتے ہیں کہ ابوالخطاب کے ذریعہ ہم پر تخفیف کی گئی اور ہم سے طوق، اتار کر رکھ دیئے گئے۔ طوق سے مراد نمازیں، روزے، زکوٰۃ اور حج ہے۔ لہذا جس نے رسول اور امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

### ملفوظ

فرقہ خطا بیس کے امام جعفر صادق کے بارے میں ”والا“ ہونے کے عقیدے سے تو صاحب فرقہ الشیعہ نے بیزاری کا اظہار کیا۔ لیکن دیگر بکواسات کو مرتقلہ نقل کرنے پر اکتفا کیا۔ بہر حال فرقہ خطا بیہ دوسرے شیعہ فرقوں کے نزدیک میوب ہی ہسی لیکن ہے تو یہ بھی شیعہ۔ اس قسم کی جراتیں ان اہل تشیع میں نہ جانے کہاں سے آگئیں۔ یہ فرقہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ کہ تمام حرام اشیاء کو امام جعفر نے بواسطہ اپنے پیغمبر ابوالخطاب مطلق کیا۔ حالانکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا ایسا کہنا محال ہے۔ اسی فرقہ کی طرح دوسرے شیعہ فرقے بھی آجاکر ہر مسئلہ کی نسبت امام جعفر یا امام محمد باقر کی طرف کرتے ہیں۔ نہ ان کے پاس قرآن کی کوئی دلیل و آیت۔ نہ احادیث

مصطفیٰ اصلی الشریعہ وسلم میں سے کوئی تائید نہ اقوال ائمہ سے کوئی سروکار نہ صرف  
اور صرف مسئلہ امامت کو تسلیم کرنا ہے۔ اور پھر لگائیے اُتار کر پھینک دی جاتی  
ہیں کسی نے تھوڑی دوڑ لگائی تو متعہ، تقیہ اور دیگر محرمات کو حلال قرار دیا۔ اور  
کسی نے زیادہ دوڑ لگائی تو سب حرام کو حلال کرنا چلا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

نمبر ۲۶  
مسئلہ

ایک شیعہ فرقہ ”میسریہ“ متنیح کا قائل ہے

”متنیح“ کا مطلب یہ ہے کہ ایک روح نکل کر دوسرے میں منتقل ہو  
جائے۔ پھر اس سے تیسرے چوتھے کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

فَرَقَهُ قَالَتْ جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ اللَّهُ  
عَزَّ وَجَلَّ وَتَمَّا لِيَ اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا  
لَتَمَّا هُوَ ثَوْرٌ يَدْخُلُ فِي أَبْدَانِ الْكَوْصِيَاءِ فَيَحِلُّ  
فِيهَا وَكَهَانَ ذَلِكَ الثَّوْرُ فِي جَعْفَرٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ  
فَدَخَلَ فِي أَبِي الْخَطَّابِ فَصَارَ جَعْفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ثُمَّ

خَرَجَ مِنْ أَبِي الْخَطَّابِ قَدْ حَلَّ فِي مَعْمَرٍ وَ صَارَ  
 أَبِي الْخَطَّابِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَمَعْمَرٌ هُوَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
 فَخَرَجَ ابْنُ اللَّبَّانِ يَدْعُو إِلَى مَعْمَرٍ وَقَالَ إِنَّهُ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى لَهُ وَصَامَ وَحَلَّ الشَّهَوَاتِ  
 كُلَّهَا مَعَ مَا حَلَّ مِنْهَا وَمَا حَرَّمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُ  
 شَيْءٌ مُحَرَّمٌ وَقَالَ لَمْ يَخْلُقِ اللَّهُ هَذَا إِلَّا لِخَلْقِهِ  
 فَكَيْفَ يَكُونُ مُحَرَّمًا وَحَلَّ الْبَنَاتِ وَالسَّرَقَةَ  
 وَشَرِبَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةَ وَاللَّحْمَ الْخَنِيزِ  
 وَزِيغَاةَ الْأُمَمَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ وَنِكَاحَ  
 الرِّجَالِ وَوَضَعَ عَنْ أَصْحَابِهِ حُسْلَ الْجَنَابَةِ  
 وَقَالَ كَيْفَ اغْتَسِلَ مِنْ نُطْفَةٍ خُلِقَتْ مِنْهَا  
 وَذَكَرَ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ أَحَلَّ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ وَحَرَّمَ  
 نِائِمًا هُوَ أَسْمَاءُ رِجَالٍ -

(فرق الشیعہ ص ۴۴ تذکرہ فرقہ جعفریہ)

(مطبوعہ جید ریہران)

ترجمہ :

فرقہ جعفریہ کہتا ہے کہ جعفر بن محمد "اللہ" ہے۔ وہ ایک نور ہے  
 جو ادھیان کے بدن میں داخل ہوتا ہے۔ اور ان میں حلول کر جاتا ہے  
 وہ نور امام جعفر میں تھا۔ پھر ان سے نکل کر ابو الخطاب میں داخل ہو  
 گیا۔ لہذا امام جعفر فرشتوں میں سے ہو گئے۔ پھر وہ نور ابو الخطاب سے نکل  
 کر عمر میں داخل ہو گیا۔ تو ابو الخطاب فرشتوں میں سے ہو گیا پس معمرؑ



بن گیا۔ پھر ایمان اعلان آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ممبرا شہ ہے۔ اس نے اس کی نماز پڑھی۔ روزہ رکھا۔ اور تمام شہوات کو حلال کر دیا۔ جو حلال تھیں وہ بھی اور جو حرام تھیں وہ بھی۔ اس کے نزدیک کوئی چیز حرام ہے ہی نہیں۔ اور کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنی مخلوق کے لیے بنایا ہے۔ پس یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ اس نے زنا، چوری، شراب نوشی، مردار، خون، خنزیر کا گوشت، ماڈں بیٹیوں بہنوں کے ساتھ نکاح اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح حلال کر دیا۔ اور اپنے لمنے والوں سے غسل جنابت ختم کر دیا۔ اور کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس نطفہ کے نکلنے کی وجہ سے غسل کروں جس سے میں پیدا کیا گیا ہوں۔ اس کا زعم تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال و حرام قرآن میں شمار کیے ہیں وہ مردوں کے نام ہیں۔

### لمنکر یہ

دیگر فرقوں سے یہ فرقہ چار قدم آگے بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو محرمات سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ انہیں مردوں کے نام سے تعبیر کیا۔ اور دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کے استعمال کے لیے جب سب کچھ پیدا کیا۔ تو پھر ممانعت کس بات کی؟ نہ کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام اور نہ ہی کوئی رشتہ ناجائز۔ ماں بہن بیٹی سب سے خواہش نفس پوری کی جاسکتی ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ادبیاء میں حلول کیا۔ جب تک وہ اندر رہا وہ خدا ہو گئے۔ جب نکل گیا۔ تو فرشتے بن گئے۔ گویا کفر و شرک ایمان و عدم ایمان کی کوئی تفریق نہیں۔ اچھے بُرے کا امتیاز ختم۔ یہ عقائد ہم نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ وہ فرقہ الشیعہ، سے بقید مفرہ ذکر کیے

ہیں۔ اگر کوئی ایک حوالہ غلط ثابت ہو جائے۔ تو میں ہزار روپیہ نقد انعام۔

فَاخْتَارُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ



علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کا قرین

فرق الشیعة

و زعموا ان علی بن موسی ومن ادعیء الامامة  
من ولد موسی بعده فغیر طیب الولادة  
و نفوهم عن انسابهم و کفر و اهرق  
دعویهم الامامة و کفر و القائلین بامامتہم  
و استحلوا دماءہم و اموالہم و زعموا ان  
الغرض من الله علیہم اقامة الصلوة الخمس  
و صوم شهر رمضان و انکر و الزکوۃ و الحج  
و سائر الفرائض و قالوا باباحۃ المحارم  
من الفروج و الغلمان و استلوا ذلک  
بقول الله عز وجل ا و یزق جہم ذکرانا  
و قالو بتنا سخ و ان الائمة عندہم

وَاحِدًا اِمَّا مَرْمُتَقِلُونَ مِنْ بَدَنٍ اِلَى بَدَنٍ  
وَالْمَوَاسَاتِ بَيْنَهُمْ وَاجِبَةٌ فِي كُلِّ مَا مَكْنُوءٌ  
مِنْ مَالٍ وَكُلِّ شَيْءٍ اَوْ مَلَى بِهِ رَجُلٌ وَمَنْ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُ لَسَبِيحٌ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَاصْبِيَايِهِ  
مِنْ بَعْدِهِ -

(فرق اشید میں ۸۲ تا ۸۴ تذکرہ فرقہ بشریہ)

(مطبوعہ مطبعہ حیدرہ نجف اشرف)

ترجمہ:

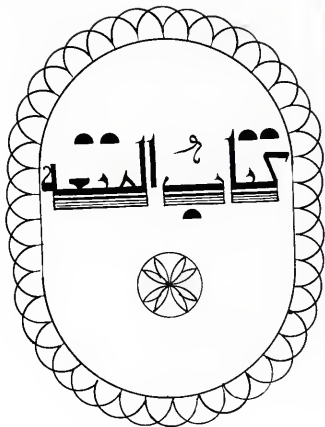
فرقہ بشریہ کا خیال ہے کہ علی بن موسیٰ اور ان کے اولاد سے جس نے  
بھی امامت کا دعویٰ کیا۔ وہ حرامی ہے۔ اُن کا اہل بیت کے خاندان  
سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے امامت کا دعویٰ کر کے کفر کیا۔ اور  
جن لوگوں نے ان کی امامت تسلیم کی وہ بھی کافر ہیں۔ ان کے خون  
حلال ہیں۔ ان کے مال بھی حلال ہیں۔ اُن کا خیال یہ بھی ہے کہ  
اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانچ نمازیں اور ایک مہینہ کے روزے  
فرض ہیں۔ زکوٰۃ اور حج اور دیگر تمام فرائض کا انکار کرتے ہیں۔ اور  
مردوزن کی شرمگاہ استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اس پر  
اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پیش کرتے ہوئے اللہ نے اُن کے  
مردوں اور عورتوں سے جوڑے بنائے۔،، تنازع کے قائل  
ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ امام درحقیقت ایک ہی ہے۔ وہی ایک بدن  
سے دوسرے بدن میں منتقل ہوتا رہا۔ ان کے درمیان مواسات  
واجب ہے۔ اور ان میں سے جو کسی چیز کے بارے میں وصیت

کر دے۔ وہ مسیح بن محمد اور ان کے اوصیاء کی ہو جائے گی۔

### ملفوظ کتبہ

جیسا کہ آپ قارئین حضرات جانتے ہیں کہ اہل تشیع کا کوئی فرقہ ہو سوا امامت ان کا روح رواں ہے۔ اسی کو ثابت کرنے اور ثابت ہو جانے کے بعد پھر اپنے لیے کھلی چھٹی پاتے ہیں جہاں و حلال جائز و ناجائز سب ختم۔ یہی فرقہ بشیر بن جعفر نے امام موسیٰ بن جعفر تک تو دوسرے شیعہ فرقوں کی موافقت کی۔ لیکن ان کے وصال کے بعد پھر گیا۔ اور محمد بن بشیر کو تاج امامت پہنایا۔ ان کے مقابلہ میں موسیٰ بن جعفر کو دوسرے لوگوں نے امام مقرر کیا۔ تو آپس میں کفر و شرک اور حرامی ہونے کے فتوے شروع ہو گئے۔ ان کم بختوں کو نہ اہل بیت کا احترام رہا۔ نہ ان کی ذاتی شرافت اور خوبیاں نظر آئیں۔ ان پر اور ان کے ماننے والوں پر کفر تک کا فتویٰ لگا دیا۔ کچھ اسی قسم کی باتیں ان اہل تشیع کے دیگر فرقوں میں بھی ہیں۔ ہم اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ یہ چند باتیں اگرچہ شیعہ فرقوں اور ان کے عقائد کے ہی متعلق تھیں۔ لیکن ان میں ان کی فقہ کی کچھ باتیں بھی تھیں۔ اس لیے ہم نے یہاں ذکر کر دیں۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اسلام کا اور ان لوگوں کے مذہب کا کیا اتصال ہے؟ احکام الہی اور فرمودات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت کے معمولات و مقولات میں سے کسی کے ساتھ بھی ان کی بن نہیں آتی۔ ان لوگوں کی اول و آخر فقہ یہی ہے۔ کہ خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کا کیا طریقہ ہو نا چاہیے۔ بس وہ جہاں سے جیسے حاصل ہو وہ جائز ہے۔ لیکن باقی سب کچھ ناجائز۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔



## کتاب المتعہ

صنوبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل دور جاہلیت میں تعلیمات عیسوی و موسوی میں بہت زیادہ تحریم و تنبیہ ہو چکا تھا۔ اور اس دور کے علماء زر پرست نے خود اپنی غرض کی خاطر بہت سی حلال اشیاء حرام ٹھہرا دی تھیں۔ اور بہت سی حرام چیزوں کو حلال کر دیا تھا لیکن اس کے ہوتے ہوئے سابقہ شرائع میں بہت سی تلامیم و تنبیہ کی بھی ضرورت تھی۔ تاکہ تکمیل انسانیت کے ساتھ ساتھ تکمیل شریعت بھی ہو جائے لیکن ہر دور کے احکام شرعیہ اس وقت کے مخاطبین کے اعتبار سے اپنے طور پر ایک بہترین اصول و ضوابط تھے۔

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے۔ تو بچا کچھ دین عیسوی کہیں کہیں نظر آتا تھا۔ اس وقت شراب، خنزیر کا گوشت وغیرہ بہت سی اشیاء لوگوں میں حلال اشیاء کے طور پر معروف و قابل عمل تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے وقت بھی کچھ اس قسم کی چیزوں کی حلت کا ثبوت قرآن و حدیث میں ملتا ہے۔ انہی اشیاء میں سے ایک متعہ بھی تھا۔ جو ابتدائی دور نبوت میں بعض مخصوص حالات اور مجبوریوں کے تحت مختصر وقت کے لیے قابل عمل ہونا جائز سمجھا گیا۔ لیکن اس متعہ کے علاوہ اور بھی بہت سے دیگر احکامات

کو تدریجاً مسوخ کر دیا گیا۔ اور تیسرے کے بعد یہ اعمال بھی ان اعمال میں داخل ہو گئے۔ جو اس وقت سے قیامت تک کے لیے حرام ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کے حرام قرار دیئے جانے کے بعد اب اگر کوئی ہٹ دھرم اور بے دین شخص ان کو دور جاہلیت کی طرح جائز اور حلال گردانے تو وہ دائرہ اسلام سے خود کو خارج جانے۔ اسی ضمن میں متعہ جو بامعہ مجبوری جائز ہوا تھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن اللہ رب العزت کے حکم سے حرام قرار دے دیا جو تا قیامت حرام ہی رہے گا۔

اس کی حرمت کا ذکر قرآن پاک میں سورہ مومن میں یوں ارشاد ہوا: و اب ہتھارے لیے صرف دو قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ ایک تو وہ کہ جن کے ساتھ تم انکی نکاح کرو۔ اور دوسری وہ جو تمہاری ملک میں ہوں۔ (یعنی تمہاری ملکوں کو نوٹریاں جو اب ناپید ہیں) ان کے سوا کوئی اور عورت کسی طریقہ سے حلال نہیں۔ اگر تم نے ان (دو قسم کی عورتوں) کے سوا کسی اور عورت سے وطی کی۔ تو تم حدود اللہ کو پامال کرنے والے اور حرام کے مرتکب ہو گے۔

(پہلے سورت مومن ج ۱)

اب چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جس طرح شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانے کو تمام امت متفقہ طور پر حرام کہتی ہے۔ جمیع مسلمانوں کی طرح شیعہ لوگ بھی اس کی حرمت کے قائل ہوتے۔ اور اسے حلال کہنے والوں کو اسلام سے خارج سمجھتے۔ لیکن ان کی شہوت پرستی اور فحاشی نے اللہ رب العزت کی حدود کو پامال کرنا تو برداشت کیا۔ لیکن اسے حرام کہنے کی جرأت نہ کی بلکہ حقیقت تو یوں دکھائی دیتی ہے۔ کہ ان لوگوں نے نکاح متعہ کو اپنے مذہب کا اہم ستون قرار دیا۔ اور اس قبیح امر اور شہوت پرستانہ فعل کی اشاعت میں غایت درجہ کوشاں

رہے۔ اور اب بھی سر توڑ کوششوں سے اسے حلال کرنے کی نشان دہی ہے۔ یہاں تک کہ اس متعہ کے حلال ہونے کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بہت سی کتابیں موجود ہیں اور اس کے صرف حلال ہونے پر ہی اکتفا نہ کیا گیا۔ بلکہ جو شخص فیصلہ خبیث (متعہ) نہیں کرتا۔ اس کے بارے میں اپنی طرف سے سخت سزا میں اور بہت بڑی وعیدیں گھڑی گئی ہیں۔ جن میں سے بطور نمونہ ایک وعید ملاحظہ ہو:-

”و متعہ کے بغیر جو آدمی مر جائے۔ وہ قیامت کو کالان اور ناک کے بغیر اٹھایا جائے گا“

اور جو اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کی فیصلت بیان کرتے ہوئے یہ لوگ زمین و آسمان کے تلابے ٹا دیتے ہیں۔ اور یوں اس فعل شنیع پر ابھارتے ہیں۔ کہ گویا متعہ کرنے والا صرف یہی ایک کام کرے۔ زوجت میں اعلیٰ مقام پائے گا۔ مثلاً ”جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اس کا مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی مثل ہے۔ الخ وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ) حقیقت امر یہ ہے۔ کہ خلیع مذہب کی بنیاد ہی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل اور شہوت پرستی پر ہے۔ یہ مقصد چاہے کسی حرام یا حلال طریقہ سے حاصل ہو۔ اس کی قطعاً پروا نہیں۔ جو شخص بھی اس مذہب کا بنور مطالعہ کرے گا۔ اور تعصب سے ہٹ کر ان کی کتب کی ورق گردانی کرے گا۔ وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایک شریف النفس اور صاحب علم و حیاء یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ متعہی مجھ جو کے عوض کسی بھی عورت کو راضی کرو۔ اور پھر اسے جس طرح چاہو۔ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرو“

اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اُن فقہ شرم و حیاء پر اس قسم کے شہوت پرستوں اور حیاد سے عاری لوگوں نے من گھڑت روایات کے ذریعہ جو سیاہ بادل اور بے غیرتی دے حیاتی کا گرد و غبار چڑھا ہے کی کوشش کی۔ اس کو قرآن و حدیث کے



اُفتاب تابدار اور اقوال ائمہ کے روشن چراغوں سے اس قدر دور و دھکیل دوں۔ جس طرح کہ  
فَاحْشَرُجَّجَ کے حکم سے شیطان کو سوں دور جا پڑا۔

لہذا میں ان کے اس عقیدہ و اہیاد و مسلک فاحشہ کا قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ  
سے مدلل اور مفصل رد لکھتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ متقدمین شیعہ اجماع کے اقوال  
اس مسلک کی بنیاد بنتے ہیں اُن کے تمام استدلالات کی بھرپور اور پرزور تردید پیش کرتا  
ہوں۔ نہ کہ حق و صداقت کے خواہاں سے، حق و باطل کے درمیان با حسن وجہ امتیاز کر  
سکیں۔ اور حق کو سینے سے لگائیں۔ اور قبول کریں۔ اور باطل سے بچیں۔ اور اسے  
اپنے نزدیک آنے کی راہ نہ دیں۔ میں پختہ امید اور یقین کامل سے کہتا ہوں  
کہ میں نے اس باب میں جتنے دلائل پیش کئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ہر وہ غیر متعصب  
آدمی جس کے دل میں ایمان کی روشنی ہے۔ اور جس کی طبیعت انصاف پسند ہے۔  
وہ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔ کہ

”ومتعہ ایک منسوخ اور حرام فعل ہے۔ اور اس کو حرام ہونے کے بعد جائز اور  
حلال سمجھنے والا اور اس کے عامل کو مختلف درجات کے وعدے اور غیر عامل کو سخت  
وعیدیں سننے والا دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہلبیت  
رضوان اللہ علیہم کا انتہائی گستاخ اور ان پر افسوس و اندھنہ والا ہے۔ اور دین اسلام  
سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“

وَاللّٰهُ يَخْبُرُنِي مَنْ يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ



جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں حسب سابق عقد موقت اور نکاح موقت جائز تھے۔ لیکن جب عدت طلاق وغیرہ کے احکام نازل ہوئے۔ تو ان کو منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن بعض ائمہ کے نزدیک عقد موقت اب بھی جائز ہے۔ جس کی وضاحت عنقریب آ رہی ہے۔



عقد موقت: نکاح اور تہہ کی کے الفاظ سے اعتقاد پذیر ہوتا ہے۔ جس کے لیے شہادت شرط ہے۔ لیکن نکاح عام سے یہ مختلف ہے۔ کیونکہ عام نکاح میں میاں بیوی یا ان کے والیان کے درمیان اس نکاح کے لیے کوئی مبین وقت یا زمانہ نہیں ہوتا۔ بلکہ زندگی ایک خاوند اور دوسری اس کی بیوی قرار پاتی ہے۔

بخلات عقد موقت کے کہ اس میں بوقت نکاح، وقت کی تعیین ہوتی ہے۔ اسی امتیاز اور مخصوص وصف کی وجہ سے اس کو عقد موقت کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے منسوخ ہونے کی وجہ بھی دراصل یہی تعیین وقت ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد عالی نقل فرماتے ہیں ثلاث

جدة من جدة و هزلن جدة - النكاح و الطلاق و العتاق -

ترجمہ: نکاح، طلاق اور غلام لونڈی کو آزاد کرنا ایسے تین امور ہیں۔ کہ ان الفاظ سے ان کا معنی بہر حال مراد اور واجب العمل ہو جاتا ہے۔ چاہے از روئے ذائق و طہو لب کے ہوں۔ یا ان کے معانی کی نیت بھی ساتھ ہو۔ یعنی ان تین الفاظ کے برائے والے کی نیت ہو یا نہ ہو۔ یہ واقع ہو جاتے ہیں۔ لہذا اگر کسی شخص نے لفظ نکاح یا تزویج کے الفاظ سے عقد کیا۔ اور بوقت عقد گواہوں کی موجودگی بھی متحقق تھی۔ تو عقد ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی شخص نے ایسے منعقد ہونے والے عقد میں، وقت کی تعیین کی شرط رکھی۔ یعنی ایجاب و قبول اور گواہوں کی موجودگی کے ساتھ ساتھ وہ اس نکاح کو ایک مخصوص زمین وقت تک کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔ تو اس شرط کو امام زفر رحمۃ اللہ علیہ شرط فاسد کہتے ہیں۔ اور شرط فاسد سے نکاح تو ہو جاتا ہے۔ لیکن خود شرط فاسد باطل ہو کر مؤخر نہیں رہے گی۔ لہذا نکاح درست ہو گیا۔ اور تعیین وقت کی شرط کے بطلان پر وہ نکاح عام نکاح کی طرح سزا زندگی رہے گا۔ یہ شرط اسی طرح باطل ہو جائے گی۔ جس طرح نکاح شغار میں مہر نہ ہونے کی شرط باطل ہو جاتی ہے۔

نکاح شغار یہ ہے۔ کہ ایک شخص اپنی بیٹی کسی دوسرے شخص کے بیٹے کو اور دوسرا شخص اپنی بیٹی اس کے بیٹے کو اس طرح نکاح میں دیتے ہیں۔ کہ ان کے درمیان یہ شرط طے پاتی ہے۔ کہ میں اپنی بیٹی کا حق مہر تجھ سے لیتا ہوں۔ اور نہ تو ہی اپنی

یعنی کاتی ہر مجھ سے طلب کرے۔ بلکہ وٹے سٹے کا نکاح کر لیتے ہیں۔ تو اس صورت میں نفس نکاح تو منعقد ہو جائے گا۔ اور عدم ہر کی شرط باطل ہو جائے گی۔ اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

### عقد متعہ

یہ عقد اَقْتَمَعَ یا اَسْتَمْتَعَ سے منعقد ہوتا ہے۔ اور اس نکاح میں شہادت شرط نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اسے ختم کرنے کے لیے طلاق اور پھر عدت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس نکاح کے بعد خاوند پر نان و نفقہ اور رہائش کا بندوبست کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور بوقت نکاح اس کی مدت بھی شامل عقد ہوتی ہے۔ یعنی بالکل مختصر مدت کے لیے اسے بروٹے کا رلایا جاتا ہے۔ اور مذکورہ طے شدہ مدت گزرنے پر خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس مدت کے اختتام پر اگر یہی عورت بغیر عدت و طلاق کے اگر پھر عقد ثانی کرنا چاہیے۔ تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس قسم کا عقد ابتدائے اسلام میں دو دفعہ جائز اور حلال ہوا۔ اور دو دفعہ ہی ناجائز اور حرام ہوا۔ آخر جب اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقد کو ہمیشہ ہمیش کے لیے حرام قرار دے دیا۔ جس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث میں مذکور ہوئی۔

### حدیث طلت

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَقْرُؤُا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا أَلَا

نَسْتَخْفِي فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ  
نُتَكِّحَ الْمَرْأَةَ بِالشُّؤْبِ إِلَى أَجَلٍ -

(صحیح مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتہ  
ص ۴۵۰ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

قیس روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما  
سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں  
شریک ہوا کرتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ (اپنی اپنی مشکوہ) عورتیں نہیں  
ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔  
کہ آپ ہمیں غصی ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ہمیں اس کی اجازت نہ دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اس بات کی رخصت دے دی۔ کہ ہم کسی عورت سے کپڑے کے عوض  
(مہر کے طور پر) ایک مختصر وقت کے لیے نکاح کر لیں۔

### حدیث حرمت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَرَبٍ  
عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ  
النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ لَحْمِ  
الْجَمْرِ الْإِنْسِيَّةِ -

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتہ ص ۴۵۲ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نکاح منع کرنے سے خیبر کے دن منع فرمایا اور اس کے ساتھ گھریلو پالتو اگدھول کا گوشت کھانا بھی منع کر دیا۔

### حدیثِ حلت و حرمت علیہ

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَكْعَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أُوطَاسٍ فِي الْمَتَعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ فَضَّلَهَا.

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ  
ص ۴۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

ابن سکہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس (فتح مکہ کے دن) صرف تین دن نکاح متعہ کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر اپنے اس سے منع فرمادیا تھا۔

### حدیثِ حلت و حرمت علیہ

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا آيَهَا النَّاسُ إِيَّيْ قَدْ كُنْتُ أَدْنَتْ لَكُمْ فِي الْأَسْتِمَاعِ مَنْ

الْقِسَاءِ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ  
الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ  
شَيْءٌ فَلْيُحْلِلْ سَبِيلَهُمَا وَلَا تَأْخُذُوا مِنْهَا  
أَتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا -

(مسلم شریف جلد اول باب التتبع ۴۵)  
مطبوعہ مجمع المطابع دہلی

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ربیع بن سبرہ جہنی سے روایت  
بیان فرمائی۔ اور ان سے ان کے باپ نے روایت کیا کہ وہ سبرہ جہنی  
فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ تو اپنے لوگوں کو  
مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح منع  
کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ (لیکن اب) اللہ تعالیٰ نے اس کو  
قیامت تک حرام کر دیا۔ لہذا جس کے پاس اس طرح کے نکاح سے کوئی  
عورت ہو۔ وہ اس کو چھوڑ دے۔ اور اس سے (وہی کا) عوضانہ واپس  
دے۔

### حدیث حرمت

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُمَلِيُّ  
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتَمَعَةِ وَقَالَ  
أَلَّا يَسْهَأَ حَرَامٌ مِّنْ يَّوْمِكُمْ هَذَا إِلَى

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَانَ اعْطَى  
شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ۔

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ  
ص ۵۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کورین بن سبرو جینی نے اپنے باپ روایت  
بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع  
فرمادیا۔ اور ارشاد فرمایا: خبردار! یہ (نکاح متعہ) آج کے دن سے  
ماتمیامت حرام ہے۔ اور جس کسی نے اس نکاح کے عوض کسی عورت  
کو کوئی عوضانہ دیا ہو۔ وہ اس سے واپس نہ لے۔

حاصل کلام

نکاح متعہ دراصل زمانہ جاہلیت میں ایک مروجہ عقد تھا۔ اور ابتدائے  
اسلام میں جاری رہا۔ لیکن فتح خیبر کے موقع پر آپ نے اس کو حرام قرار  
دے دیا۔ اور اس کے بعد چند مجبوریوں کے پیش نظر اسے وقتی طور پر جائز قرار  
دیا۔ جس طرح مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا اور شراب نوشی بھی مباح  
ہوئی تھی۔

لیکن ان مجبوریوں کے اختتام پر جو فتح مکہ کے زمانہ میں صرف تین دنوں تک  
پیش نظر تھیں۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ماتمیامت اللہ تعالیٰ  
کے حکم سے حرام فرمادیا۔ اور جب دائمی نکاح (جو فی زمانہ اہل سنت میں رائج ہے)  
کے احکام نازل ہوئے۔ تو اس عقد متعہ کو زنا کا حکم دے دیا گیا۔



ہذا اب اگر کوئی متفقہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور اسے ابتدائے اسلام کی طرح جائز اور مباح سمجھتا ہے۔ تو ایسا کرنے والا مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں زنا کا مرتکب ہوگا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

# فصل دوم

باب فی التعلیم کے اہمیت میں تعارف

تحفہ العلوم

عزت ہے۔

مَتَّعْتُكَ نَفْسِي فِي الْمُدَّةِ الْمَعْلُومَةِ بِالْعَبْلِغِ الْمَعْلُومِ  
مرد کہے۔

قَبِلْتُ الْمَتْعَةَ لِنَفْسِي فِي الْمُدَّةِ بِالْعَبْلِغِ الْمَعْلُومِ۔  
(تحفہ العلوم مصنف سید ابوالحسن الموسوی)

الاصفا فی شعی حصہ دوم صفحہ نمبر ۳۰۲  
مطبوعہ لکھنؤ

ترجمہ:

عورت مرد کو یوں کہے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو مدت معلوم کے لیے چند  
مہینہ ٹکوں کے عوض تیرے متعہ میں دیا۔ اور مرد اس کے جواب میں کہے  
کہ میں نے اس متعہ کو اپنی ذات کے لیے چند ٹکوں کے عوض مہینہ وقت کے  
لیے قبول کیا۔

## الاستبصار

عَنْ زُرَّادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ مُتَعَةً بِغَيْرِ شُهُودٍ فَقَالَ لَا  
بَأْسَ بِالسَّزْوِيجِ الْبَتَّةَ بِغَيْرِ شُهُودٍ فِيمَا  
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّمَا جَعَلَ  
الشُّهُودَ فِي تَزْوِيجِ الْبَتَّةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ  
وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهَا بَأْسٌ .

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۸۸ فی جواز العقد)

علی المرأة متعه بغیر شہود و مطبوعہ تہران  
طبع جدید

## ترجمہ:

نظارہ نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے  
ایسے شخص کا حکم پوچھا۔ جس نے بغیر گواہوں کے عقد متعہ کیا۔ تو آپ نے  
ارشاد فرمایا۔ کہ اس آدمی اور اسہ تہا کی گامین انعقاد کے لیے گواہوں کی کوئی  
ضرورت نہیں۔ ہاں ایسے نکاح میں گواہوں کی ضرورت لازمی ہوتی  
ہے۔ جس میں اولاد کی تمنا ہو۔ اور اگر خواہش اولاد نہ ہو۔ دمحض شہوت  
کو ٹھنڈا کرنا ہو تو بچہ گواہوں کے بغیر بھی نکاح درست ہے۔ (متعہ میں  
چونکہ صرف خواہشات اور شہوت نفس کو پورا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اولاد  
مقصود نہیں ہوتی۔ اور اگر بھولے سے صورت متعہ میں عورت حاملہ ہو جائے  
تو اس سے پیدا شدہ بچہ کا نسب متعہ کرنے والے سے نہیں ہوتا۔ لہذا اس

میں لگا ہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔)

### فروع کافی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَتَعَةِ قَالَ  
لَيْسَتْ مِنَ الْأَرْبَعِ لَا تَطْلُقُ وَلَا تَرْتُ  
وَأَيْتُمَا هِيَ مُسْتَأْجَرَةٌ ۙ

(فروع کافی جلد پنجم ص ۱۵۱ کتاب النکاح  
باب النکاح بمنزلۃ الاماء ولیت  
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ہے کہ آپ نے  
فرمایا کہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں  
شامل نہیں جن کی شریعت نے بیک وقت نکاح میں رکھنے کی  
اجازت دی۔ (اگر چار بیویاں کسی کے ہاں پہلے سے موجود ہوں۔ تو  
بطریق متعہ پانچویں چھٹی سے وطی کرنا جائز ہے۔ اور قرآن کے احکام  
کے خلاف نہ ہوگا۔) کیونکہ بطور متعہ نکاح میں آئی ہوئی عورت کو نہ  
طلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ ہی وہ متعہ کرنے والے خاوند کی  
وارث بن سکتی ہے۔ وہ تو صرف ایک کرایہ پر لی گئی عورت ہے

### فروع کافی

زُرَّادٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ ذَكَرْتُ لَكَ الْمَعْتَةَ أَهِيَ مِنَ الْأَرْبَعِ؟ فَقَالَ  
تَزَوَّجْ مِنْهُنَّ أَلْفًا فَإِنَّهُنَّ مُسْتَأْجِرَاتٌ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۲ کتاب النکاح  
باب اظہار بمنزلة الاماء ولیست  
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید -)

ترجمہ:

زرارہ کا باپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے  
کہ میں نے امام موصوف سے متہ کے متعلق دریافت کیا کہ متہ  
سے نکاح میں آنے والی عورت چار عورتوں میں سے ہے؟ (جن کی  
شریعت نے بیک وقت نکاح میں لانے کی اجازت دی) تو اپنے  
فرمایا۔ تو ایسی ہزار عورتوں سے نکاح کر لے تو بھی وہ کسی شمار میں  
نہیں کیونکہ وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

فروع کافی

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ أَبِي بَابٍ بْنِ ثَعْلَبٍ قَالَ  
قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنِّي أَكُونُ فِي  
بَعْضِ الظُّرُوفَاتِ فَأَرَى الْمَرْأَةَ الْحَسَنَاءَ  
وَلَا أَمْنُ أَنْ تَكُونُ ذَاتَ بَعْلِ أَوْ مِنَ الْعَوَا حِيرَ قَالَ  
لَيْسَ هَذَا عَلَيْكَ إِتِمَاعُكَ أَنْ تَصَدَّقَهَا فِي نَفْسِهَا -

(فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح ص ۴۶۲ باب انہما صدقہ  
علی نفسہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابان ابن تغلب نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ میں ایک مرتبہ حالت سفر میں تھا۔ تو میں نے ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ لیکن مجھے اس بارے میں کوئی یقین نہ تھا۔ کہ وہ شادی شدہ عورت ہے۔ یا بدکار ہے۔ (لیکن میں اس سے منہی تعلقات کا خواہش مند تھا۔ تو کیا اس عورت کے بیان پر مجھے یقین کر لینا چاہیئے اور اس سے متعہ کر لینا چاہیئے۔ اگر وہ کنواری یا بے غاوند ہونا ظاہر کرے تو امام جعفر نے فرمایا۔ تجھے اس بارے میں چھان بین کرنے کی کیا پڑی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ کہ تو اس کے کہنے پر اس کی تصدیق کرے۔ (اور اس سے متعہ کرے)۔

### تہذیب الاحکام

مَحَمَّدٌ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قِيلَ لَهُ أَتَى فُلَانًا  
تَزْوُجَ امْرَأَةً مَتَعَةً فَقِيلَ لَهُ إِنَّ لَهَا  
زَوْجًا فَسَأَلَهَا فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ وَلَيْتَ سَأَلَهَا۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۲ فی تفصیل احکام النکاح  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کی گئی۔

کہ فلاں آدمی نے ایک عورت سے نکاح منع کیا۔ تو اس آدمی کو بتایا گیا کہ اس عورت کا تو فائدہ موجود ہے۔ (اور یہ اس کے نکاح میں ہے) تو منع کے طور پر عقد کرنے والے نے اس عورت سے اس بارے میں پوچھا۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ اُس آدمی نے اس عورت سے کیوں پوچھا۔؟ (یعنی عقد منع کے لیے جب یہ کوئی شرط نہیں کہ عورت کنواری ہو۔ یا خاوند کے بغیر ہو۔ یا خاوند والی ہو۔ تو پھر اس کی تحقیق کی کیا ضرورت تھی۔)

### تہذیب الاحکام

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَأَلَ عَمَّارًا وَآنَاعِمُنَّهُ عَنِ الرَّجُلِ  
الَّذِي يَتَزَوَّجُ الْفَاجِرَةَ مُتَعَةً قَالَ لَا بَأْسَ -

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۳ فی  
تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران  
طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میری موجودگی میں عمار نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے عقد متعہ کے طور پر ایک ادبائش (کنجری) عورت سے نکاح کر رکھا ہے۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

### من لایکفرہ الفقیہ

وَرَوَى عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ  
سَأَلْتُ الرَّصَّاعَةَ عَنْ رَجُلٍ  
تَزَوَّجَ امْرَأَةً مُتَعَةً فَعَلِمَ بِهَا أَهْلُهَا  
فَزَوَّجُوا مِنْ رَجُلٍ فِي الْعِلَاقَةِ وَهِيَ امْرَأَةٌ  
صَدَقَ. قَالَ لَا تُعَيِّنَنَّ رُؤُوسَهُمَا مِنْ نَفْسِهَا  
حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَشَرَطُهَا قُلْتُ إِنْ  
كَانَ شَرَطُهَا سَنَةً وَلَا يَصْبِرُ لَهَا زَوْجُهَا  
قَالَ فَلْيَسِّقِ اللَّهُ زَوْجَهَا وَلْيَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا  
بِمَا بَقِيَ لَهَا.

(من لایکفرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۴ باب المتد  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

یونس بن عبدالرحمن کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے  
ایک ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے ایک عورت  
سے عقد متعہ کر لیا تھا۔ پھر جب اس عورت کے خاوند یا گھر والوں  
کو اس عقد کا علم ہوا تو انہوں نے اس عورت کا نکاح صحیح کہی اور آدمی سے  
کر دیا۔ اور علی الاعلان یہ نکاح کید لیکن ابھی اس عورت کو عقد متعہ کا  
حق مہر لینا تھا۔ اس سوال کے جواب میں امام موسوی نے فرمایا اُوہ  
عورت اپنے صحیح اور سنے خاوند کو اپنے ساتھ اس وقت تک ہم بستری



ذکر نے دے۔ جب تک عقد متہ کی مدت اور شرط پوری نہ ہو جائے  
 راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اس عقد متہ کی شرط ایک سال کی  
 ہو؟ تو پھر بھی یہ شرط پوری کرنا چاہیئے، اور ادھر فائدہ کی یہ حالت  
 ہو۔ کہ وہ اتنی مدت تک صبر نہ کر سکتا ہو؟ تو اس پر امام موصوفی فرمایا۔  
 کہ اس کے فائدہ کو خوفِ خدا کرنا چاہیئے۔ اور بقیہ مدت متہ کا اس پر  
 صدقہ کر دے (یعنی متہ میں ہی گزارنے دے)۔

### فروع کافی

عَنْ زَاوَاةٍ عَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ  
 قُلْتُ لَهُ جَعَلْتَ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ  
 الْمُتَعَةَ وَيَنْقِضُ شَرْطَهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا  
 رَجُلًا آخَرَ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا  
 الْأَوَّلَ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَتَزَوَّجَتْ  
 ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ يُحِلُّ يَذَّوْلُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا  
 قَالَ نَعَمْ كَمَا شَاءَ كَيْسَ هَذَا مِثْلُ الْخُرَّةِ  
 هَذِهِ مُسْتَأْجَرَةٌ وَهِيَ يَمْتَزِلَةُ الْإِمَاءِ۔

فروع کافی جلد پنجم ص ۷۰ کتاب طلاق

باب الرجل يتمتع بالمرأة

مراد اکثیریہ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

زوارہ نے کہا۔ کہ میں نے ام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں آپ پر قربان، کوئی آدمی کسی عورت سے جس شرط پر متہ کرے۔ وہ پوری ہو جائے۔ پھر اسی عورت سے کوئی دوسرا شخص متہ کرے۔ حتیٰ کہ وہ عورت اس سے بھی جدا ہو جائے۔ اور پھر وہی پہلا آدمی اس سے متہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ عورت اس سے تین دفعہ جدا ہوئی۔ اور تین مردوں نے اس سے نکاح متہ کیا۔ تو کیا اسی عورت کا پہلے مرد سے ایک مرتبہ پھر عقد متہ کرنا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ یعنی دفعہ چاہے متہ کرے۔ کیونکہ یہ محرمہ (آزاد) عورت کی طرح نہیں۔ بلکہ یہ تو اجرت پر لی گئی ہے۔ اور اس کا حکم لونڈیوں جیسا ہے۔

### فروع کافی

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَتَزَوَّجُ الْمُتْعَةُ  
قَالَ تَقُولُ يَا أَمَةَ اللَّهِ اتَّزَوَّجُكَ كَذَا وَكَذَا  
يَوْمًا بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا فَإِذَا امْتَصَّتْ يَدُكَ  
الْأَيْتَامُ كَانَ طَلَاقُهَا مِنْ شَرْطِهَا وَلَا عِدَّةَ  
لَهَا عَلَيْكَ أَمْ يَجُوزُ لَكَ تَزْوِيجُ الْأَخْبِ  
فِي عِدَّتِهَا۔

دفعہ کافی ماثیہ و فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح  
باب شروط المتعہ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ مطبوعہ تہران طبع جدید

## ترجمہ:

ہشام بن سالم سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یا حضرت! نکاحِ متعہ کیونکر کیا جاتا ہے؟ تو آپ نے اس کا طریقہ یوں ارشاد فرمایا۔ کہ نکاحِ متعہ کرنے والا مطلوبہ عورت کو کہے۔ اے اللہ کی بندی! میں تجھ سے چند دنوں کے لیے چند درہموں کے عوض نکاح کرتا ہوں۔ سو جب مذکورہ دن گزر جائیں۔ تو طلاق خود بخود ہو جائے گی۔ اور ایسی عورت کی کوئی عدت نہیں یعنی نکاحِ متعہ کرنے والے کو اسی متمتع عورت کی سگی بہن سے دورانِ عدت (جو عام طور پر طلاق کے بعد ہوتی ہے) نکاح کرنا جائز ہے۔

## فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَكُونُ مُتَعَةً إِلَّا بِأَمْرَيْنِ. أَحَبِلْ مُسَمًّى وَ أَحْبَبِ مُسَمًّى۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۵ کتاب النکاح  
باب شروط المتعہ مطبوعہ  
تہران مبع جدید)

## ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام مومن نے فرمایا۔ متعہ کے دو رکن ہیں۔ مدت مقررہ اور اجرت مقررہ۔

## فروع کافی

عَنِ الْأَخْوَالِ قَالَ قُلْتُ لِأَيِّ عَبْدٍ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
أَذْنًا مَا يُكْزَوْنَ بِهَذَا الْمُتَعَدِّ؟ قَالَ كَفْتُ تَنْ مِثْرَ -

(۱) - فروع کافی جلد پنجم ص ۵۵، کتاب النکاح

باب ما یجوز من المهر فیہا  
مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) - تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۰  
فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران،  
طبع جدید

ترجمہ:

احوال کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ  
متعد کی کم از کم اجرت کتنی ہے؟ تو وہ فرمانے لگے۔ مٹھی بھر گندم  
(کافی ہے)

## تہذیب الاحکام

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ  
تَمَنَّعَ بِالْمَا شِمِيَّةٍ - (أَيْضًا) وَلَا بَأْسَ بِالتَّمَنُّعِ  
بِالْمَا شِمِيَّةِ -

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۷۱ فی تفصیل احکام النکاح  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہاشمی عورت سے متہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

### تہذیب الاحکام

وَلَيْسَ فِي الْمُتَعَةِ إِشْلَاءٌ وَلَا إِعْلَانٌ -

تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۱ فی  
تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران طبع ہوا

ترجمہ:

نکاح متہ میں نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان ہے۔ (مرد عورت دونوں تنہا چکے چکے یہ نکاح کر لیں۔ تو بھی درست ہے۔)

مذکورہ حوالہ جات سے فقہ جعفری کے مندرجہ ذیل

مسائل فقہیہ ثابت ہوئے

① نکاح متہ کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان کی۔

② متہ کے بعد چھوڑی گئی عورت پر نہ کسی قسم کی عدت لازم ہے اور نہ اسے جدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت۔

③ اس عقد میں داؤد لاد کی جستجو ہوتی ہے۔ اور نہ ہی میراث مقصود۔ بلکہ یہ مرد و زن کا مخصوص رقم کے عوض مخصوص وقت تک خواہشات نفسانی کی

تکیل کا ایک باجمی ذریعہ ہے۔ (جو شہوت رانی کا آسان طریقہ ہے) ۴  
اس عقد میں عورتوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی مرد ایک وقت  
ستر عورتوں سے عقد متعہ کرے۔ اور باری باری ان سے لطف اندوز ہو  
تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی عجیب نہیں اور کوئی بے حیائی نہیں۔

۵ ایک عورت سے بیسیوں مرتبہ متعہ ہو سکتا ہے۔ اور ہزار مردوں  
سے ایک عورت متعہ کر سکتی ہے۔ اور سیکڑوں مرتبہ متعہ کرنے والے  
سے جدا ہونے کے بعد پھر بھی اجرت مقررہ پر جب چاہے وہ مرد  
اسے نکاح متعہ میں لاسکتا ہے۔ اس میں حرمت غلیظہ کا سوال ہی پیدا  
نہیں ہوتا۔

۶ قرآن کریم میں جن محرمات سے عقد کرنا ناجائز اور حرام قرار دیا گیا۔  
اور "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ" میں جن کی صراحت کی گئی  
ان سے متعہ کرنے کی کھلی جھٹی ہے۔

۷ جس عورت سے کسی نے متعہ کیا۔ اگر اس کی سگی بہن سے فوراً عدت  
گزارے بغیر (عقد متعہ) کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ (کیونکہ  
طلاق کی ضرورت نہ عدت کا انتظار)

۸ "مٹھی بھر گندم" دے کر کسی عورت کی بگنگ جائز ہے۔ (اثنا ستا  
شاید ہی کوئی سوا ہو)

۹ شیمی نفس پرستوں اور شہواتِ نفسانی کے بندوں میں متعہ اس قدر  
کثیر اوتوح ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی عورت کا استثناء نہیں۔  
خانہ ان نبوت۔ (بنو ہاشم) سے ہو یا کوئی طائفہ اور بازاری عورت۔  
سب سے بلا امتیاز جائز اور درست ہے۔ (العباد بالشد)

ع اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوچھی۔

اللہ تعالیٰ ایسے ناعاقبت اندیشوں اور ایمان سے عاری اور عقل کے اندھوں سے بچائے جنہوں نے تکمیل خواہشات نفسانیہ کے نشہ میں احترام خاندانِ نبوت کا بھی لحاظ نہ کیا۔

س چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر لعنہ پاکاں رکند !

أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

# فصل سوم



فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَلَهُنَّ أَجُورُ مِمَّنْ  
قَرِيضَةً۔ (پہلی آیت)

ترجمہ:

پھر ان میں سے جن سے تم متعہ کرو۔ تو مقرر کیا ہوا ہمارا نہیں ہے دو۔  
(ترجمہ مقبول)

## طریقہ استدلال شیعہ

ذکر کی گئی آیت سے ثبوت متعہ دو الفاظ سے ہوتا ہے۔ لفظِ اَوَّلِ اسْتَمْتَعْتُمْ اور لفظِ دوم ”اَجُورُ مِمَّنْ“ سے۔ طریقہ ثبوت یہ ہے۔ کہ پہلا لفظ باب استفعال سے ہے۔ جس سے اگر حروفِ زائدہ کو چھوڑ کر حروفِ اصلہ لیے جائیں۔ تو میم، تاء اور عین بنتے ہیں۔ گویا اس لفظ کا اصل متعہ ہے۔ دوسرے لفظ میں ”اجور“ جمع ہے۔ اور اس کا واحد ”اجر“ ہے۔ اجر کا معنی اجرت، مزدوری اور معاوضہ



ہوتے ہیں۔ لہذا ان دونوں الفاظ کے مفہوم کے پیش نظر پوری آیت کا مفہوم یہ ہوا۔ کہ جب تم عورتوں سے متہ کر لو۔ تو ان سے مقرر کردہ اجرت ان کو دے دو۔ تو اس ترجمہ سے بغیر تاویل کے متہ معرودہ ثابت ہوتا ہے۔ اور لفظ اجرت سے حق مہر اس لیے مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حق مہر کا استعمال نکاح دائمی کے اندر مقرر کردہ رقم پر ہوتا ہے اور متہ چونکہ مقررہ وقت کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں وہ اجرت ہی کہنا مناسب تھا۔ اور اس ترجمہ و مفہوم کی تائید ایک قرات سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابی بن کعب رحمہ کی ہے۔ انہوں نے اس آیت کو اس طرح پڑھا۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاْتَوْهُنَّ مِنْ اَجَلٍ هُنَّ فَرِيضَةٌ لَّيْسَ لَكُمْ مَرَدٌّ عَنْهُنَّ لِيُكْفِيَ الْحُكْمَ (متہ کیا) تو ان کو اس کی مقرر کردہ اجرت ادا کر دو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ جس عقد میں وقت بھی مقرر ہو۔ اور اجرت بھی متین ہو۔ تو وہ عقد متہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں اس کی تفصیل و تشریح گزر چکی ہے۔

### مذکورہ استدلال کے چند دندان شکن جواب

جواب اول:

آیت زیر بحث کہ جس سے شیعہ لوگوں نے عقد متہ پر استدلال کیا ہے۔ وہ مکمل آیت نہیں۔ بلکہ آیت کا آخری حصہ ہے۔ اگر پوری آیت کو پڑھ کر اس کے مفہوم و معانی کو بخوبی دیکھا جائے۔ اور فقرات انصاف سے سمجھا جائے۔ تو اس پوری آیت سے متہ معرودہ کا ثبوت صریح تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کا تصور بھی نہیں آتا۔ پوری آیت کو یہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۖ فَمَا اسْتَعْتَقْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ

(پہلے رکوع اول)

ترجمہ:

(اُمّیں، بیٹیاں، اور بہنیں وغیرہ عورتیں جن کا اس آیت سے کچھلی آیت میں ذکر ہو چکا۔ ان سے نکاح کرنا تم پر حرام کر دیا۔) اور انہی کی طرح اُن عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ جو شوہر والی ہیں۔ ہاں جو تمہاری لونڈیاں ہیں۔ (وہ حرام نہیں) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ حکم لازم (فرض) کر دیا ہے۔ مذکورہ محرمات کے علاوہ تم بعض مال جس عورت کو چاہو۔ نکاح میں لاسکتے ہو۔ لیکن ان سے یہ تعلق بطریقہ پاکرامنی اور حرام کاری سے بچنے کی غرض سے ہو۔ اس نکاح سے محض شہرت رانی مطلوب و مقصود نہ ہو۔ اور اس مقصد کے پیش نظر اگر تم نے کسی عورت سے نکاح کر لیا۔ تو اُن کو اُن کا حق مہر پورا ادا کر دو۔

تاریخین کرام غور فرمائیں۔ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان عورتوں کا ذکر کیا۔ جن میں نکاح حرام ہے۔ اور پھر اُن کے سوا بقیہ عورتوں سے نکاح کے حلال ہونے اور اس کے طریقہ کو بیان فرمایا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم کسی عورت کو رشتہ ازدواجیت میں لینے کی خواہش رکھتے ہو۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ یہ خواہش اپنے مال کے ذریعہ پوری کرو۔ یعنی حق مہر ضرور باندھو۔ اور اس خواہش کی تکمیل محض پاکرامنی کی خاطر ہونی چاہیئے۔ شہرت رانی کا اس میں کوئی خیال و مقصد

نہ ہونا چاہیئے۔

پچھلے اوراق میں ہم بہت سے حوالہ جات سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ متہ میں آدمی کا مقصد وحید صرف شہوت پرستی اور حصول لذت ہی ہوتا ہے جس سے آیت زیر بحث میں منع کیا گیا ہے۔ اور پاکدامنی پر زور دیا گیا ہے۔ لہذا فہما استمتعتم سے متہ معروفہ کسی طور بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے نکاح دائمی کے ذریعہ منکوحہ عورت سے نفع اندوز ہونا مقصود ہے۔ اور اس طرح کے نکاح میں جمال صرف کیا جاتا ہے۔ اسے حق مہر کہتے ہیں۔ اور دو اجنود، اسے مراد بھی یہی ہے۔

### جواب دوم

وَاحِلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ اِنْ تَبْتَغُوا  
بِامْتِدِّ الْكُفْرِ مُحْصِنِينَ غَيْرُ مُسَافِحِينَ فَمَا  
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَانْتَدُ مِنْ اَجْزُرَ مَنْ  
فَرِيضَةً۔ پ۔ آیت ۱

فہما استمتعتم، میں لفظ دو ما، اسے مراد نکاح ہے۔ اور دو بہ، میں بادیہیت کے لیے ہے۔ اور ضمیر مجرور (۴) کا مرجع نکاح ہے دو منہن، میں لفظ دو من، تبغی فیہ اور دو من، کا مرجع احل لکم ما، میں لفظ دو ما، ہے۔ اس ترکیب کے پیش نظر آیت کا معنی یہ ہوا۔ ماؤں بہنوں وغیرہ محرمات کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کو بذریعہ مال اپنے نکاح میں لاؤ۔ اس طرح انواع (بیویوں) کی تلاش کرو۔ اور اس مقصد کے حصول میں پاکدامنی اور احسان کی نیت ہو۔

ذکر شہرت رانی۔

پس وہ نکاح کو بطریق احسان جس کے ذریعہ اور سبب سے تم نے اُن عورتوں سے نسخ اٹھایا۔ کہ جن کو تم نے پاکرامنی کی نیت سے اپنے مالوں سے تلاش کیا۔ اُن کو اُن کے مقررہ حق مہر ادا کرو۔

”فما استمتعتم به منهن“ میں فقیر ”وہن“ کا جب مرجع ہی، منکوحات ٹھہریں۔ تو پھر اس آیت سے متد معروفہ کو ثابت کرنا کس قدر جہالت اور بے علمی ہے۔

### جواب سوم

آیت مذکورہ کے الفاظ ”فما استمتعتم اور اجور ہن سے متد اور اجرت مقررہ مراد لے کر اس سے متد معروفہ ثابت کرنا مرن سینہ دہی ہی نہیں۔ بلکہ موم قرآن اور مفہوم قرآن سے لاعلمی اور جہالت کا بھی میتا جاگتا ثبوت ہے۔

”فما استمتعتم“ کا اصل استمتاع ہے اور استمتاع سے حروف زوائد کو نکال دیا جائے۔ تو ”متاع“ باقی رہ جاتا ہے۔ اور فناع کا معنی نفع اٹھانا ہے۔ متد معروفہ نہیں۔ جس کی تفصیل ہم پہلے دو جوابات میں بیان کر چکے ہیں اس وضاحت کے ہوتے ہوئے دعویٰ کرنا کہ ”فما استمتعتم“ سے متد معروفہ کا ثبوت صراحتہ ہے۔ اور یہ آیت کریمہ متد معروفہ کے جواز کے لیے نص صریح ہے تو یہ باطل اور لود دعویٰ ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ تو تب صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ جب شیعہ حضرات یہ ثابت کر دکھائیں کہ لفظ ”استمتاع“ کا معنی صرف اور صرف متد معروفہ ہی ہے۔ اس کے برعکس ہم اس لفظ کے قرآن پاک

میں ”نفع اٹھانے“ کے مفہوم میں استعمال ہونے والے مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لہذا ملاحظہ فرمائیں۔

آیت ۱:

فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِ اللَّهِ كَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

انہوں نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔ جیسا کہ تم نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔

آیت ۲:

وَالْمُطَلَّاتِ مَتَاعٍ بِالْمَعْرُوفِ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نیکی کے ساتھ نفع پہنچانا ہے۔

آیت ۳:

مَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرَهُ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

ان کو نیکی کے طور پر کچھ نفع پہنچاؤ۔ صاحب قدرت (مال دار) پر اس کی حیثیت اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

آیت ۱۴:

قُلْ تَتَّبِعُوا آيَاتِي مَعِيئَكُمْ إِلَى النَّارِ -

(پارا رکوع ۱۴)

ترجمہ:

فرمادیجئے! تم لوگ (چند روز) نفع اٹھاؤ۔ پھر تمہارا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

تم کہہ دو۔ کہ (چند روز) نفع اٹھاؤ کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم کی طرف ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان چار مقامات لفظ متاع اور اس کی فروعات کا ذکر موجود ہے۔ لیکن اپنے ملاحظہ فرمایا۔ کہ کسی ایک جگہ پر بھی اس لفظ کو ”متعہ معروفہ“ کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہر جگہ نفع اٹھانا، ہی مفہوم ہے۔ ہم نے ان آیات کا یہ ترجمہ از خود نہیں کیا۔ بلکہ خود شیعی مترجم مقبول کے ترجمہ القرآن سے لیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ جب ان کے گھر کا ایک مجیدی لفظ ”متاع“ کے متعلق کا ترجمہ نفع اٹھانا کرتا ہے۔ تو پھر ان کے فریب کا لفظ ضرور ڈھلے پڑے گا۔ اور ان کو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ لفظ استعمال اور متاع کا معنی صرف ”متعہ معروفہ“ ہی نہیں۔ بلکہ اور بھی معنی ہیں۔ اس لیے اس لفظ کا انحصار صرف ”متعہ معروفہ“ میں ماننا سراسر جمالت اور لامعنی ہے۔

دعویٰ کا دوسرا حصہ لفظ ”اجبور من“ ہے۔ جس کے متعلق ان کا یہ خیال ہے۔ کہ ”اجبرت“ کا اطلاق متعہ معروفہ کے مقابلہ میں ہی آ سکتا ہے۔ نکاح دائمی کے لیے ”وہی حق مہر“ کا استعمال ہوتا ہے۔ اب ان کے اس دعویٰ

کی طرف آئیے۔ ہم پچھلے لفظ کی طرح خود قرآن پاک میں اس لفظ کا استعمال دوسری مہر کے لیے دکھاتے ہیں۔ جو دائمی نکاح کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ جس سے ان کی چہات اور واضح ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فَاتَّخِذُوا مِنْ بَاقِي أَهْلِيكُمْ وَأَتُومُنَّ أَحْبَبَ رَهْنًا

(پ ۱ رکوع ۱)

ترجمہ:

پس اُن سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوا مِنْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ

(پ ۲ رکوع ۸)

ترجمہ:

ہاں جو کچھ وہ خرچ کر چکے ہوں۔ تم ان کو دے دو۔ اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں کہ تم ان سے نکاح کرو۔ جب کہ تم اُن کو مہر دے دو

(مقبول)

۳۔ إِنَّا أَعْلَلْنَا لَكُمْ أَرْوَاحَكُمُ الَّتِي آتَيْنَا أَجُورَهُنَّ

(پ ۲ رکوع ۲)

ترجمہ:

بے شک ہم نے اُن کے عداں کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے تم ہر دے چکے ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

ان تین آیات میں سے ہر ایک میں لفظ ”واجب“، حق مہر کے معنی میں استعمال ہوا۔ جو نکاح دائمی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی ”وہ مہر“ بھی خود شیعہ مفسر نے کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ لفظ ”واجب“ کا اطلاق صرف اجرت معینہ پر ہی نہیں ہوتا۔ جو کہ متعہ معروفہ میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے۔ بلکہ ”وہ حق مہر“ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے اس لفظ کو بھی صرف ”واجرت معینہ“ میں محدود ماننا بھی جہالت کا بہترین اور کامل نمونہ ہے۔ تو ان گزارشات سے آپ حضرات نے یہ جان لیا ہو گا کہ ”وہ متعہ معروفہ“ کو آیت مذکورہ سے ثابت کرنے کے لیے شیعہ حضرات نے جن دوستوں پر اپنی عمارت متعہ کھڑی کی تھی۔ وہ گر گئے۔ تو اب ان کے ”وہ متعہ معروفہ“ واسے گھر کا قیام کب باقی رہ گیا۔ یہ ننھا ان کے استدلال کا انجام جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

### قرأت ”ابی بن کعب رضی اللہ عنہ“ کا جائزہ

۱۔ قرأت سبعہ متواترہ میں سے کسی ایک میں بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کا ذکر نہیں ملتا۔ اور وہ الی اجل مسمی کے الفاظ وار نہیں ہیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ قرأت سبعہ کے سوا دوسری قرأت شاذہ کہلاتی ہے۔ لہذا ایک طرف قرأت متواترہ صحیحہ ہو۔ اور دوسری طرف قرأت شاذہ ہو۔ تو ترجیح اور قابل عمل قرأت متواترہ ہوتی ہے۔ ذکر قرأت شاذہ۔ اور اگر بسبیل تنزیل اس قرأت شاذہ کو مان لیا جائے تو ”الی اجل مسمی“ کو ”واجب“ ہن کے متعلق کرنا جائز ہے اور قریب ہونے کی وجہ سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ



ترکیب کے اعتبار سے ”والی اجل مسعی“ کو ”اجورہن“ کے متعلق کرنا جائز ہے۔ اور قریب ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کرنا دو فہما استمتعہم کے متعلق کرنے کی نسبت بہتر ہے۔ اور اسی ترکیب کو حجتہ الاسلام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص نے تفسیر ”احکام القرآن“ میں ذکر فرمایا۔

### تفسیر احکام القرآن

وَكَذَٰكَانَ فِيهِ ذِكْرُ الْأَجَلِ لِمَا ذَكَرَ آيَتًا  
عَلَى مُتَعَةِ النِّسَاءِ لِأَنَّ الْأَجَلَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ  
دَاخِلًا عَلَى الْمَلِكِ فَيَكُونُ تَقْدِيرُهُ فَمَا دَخَلَتْ  
بِهِ مِثْلَتُ يَمَلِكِ إِلَى أَجَلٍ مُحَسَّنٍ فَاتَّوَمَّنَ  
مُتَوَمِّنٌ مِنْ عِنْدِ خَلْقِ الْأَجَلِ۔

تفسیر احکام القرآن جلد دوم ص ۱۲۸

باب المتعبارہ بنیم ملبورہ بیروت

ترجمہ :

اور اگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ الفاظ مان بھی لیے جائیں۔ تو پھر بھی عورتوں سے دو متعہ معروفہ، کاشتوت حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ والی اجل مسعی، کوہرہ اجورہن، پر داخل کرنا جائز ہے۔ لہذا اس تقدیر پر مفہوم یہ ہو گا۔ کہ جن عورتوں کے ساتھ ایک مقررہ وقت تک مہر ادا کرنے کا وعدہ کر کے ہم بستی کی۔ تو ان کو ان کے حق مہر مدت مقررہ کے گزرنے پر ادا کر دو۔

۲۔ گزشتہ اوراق میں جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ احادیث صحیحہ کی دشمنی

میں عقد متعہ کو حضور پر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے روز بحکم خدا قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔ تو ان اعاویث صیححہ کے مقابل میں ایک قرأت شاذہ کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟ ہذا یہ قرأت شاذہ ناقابل عمل ہوئی۔ ۲۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ لَا يَسْمِعُونَهُمْ اِلَّا غَلِي  
اُذًا وَاجْهِرًا وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَالِئْسَ عَذِ  
بًا مُّؤْتَمِرِينَ۔ فَمِنْ ابْتِغَايَ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ  
الْعَادُونَ۔ (پاک رکوع ۱۶)

ترجمہ:

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی  
ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لوٹریوں) کے اس صورت میں وہ  
قابلِ حرامت نہیں ہیں۔ پس جو اس کے سوا خواہش کرے۔ پس وہی باوقی  
کرنے والے ہیں۔ (مقبول)

اس نص قطعی اور حکم صریحی نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اشرب الغزت نے  
علت کو دو اقسام کی عورتوں میں منحصر فرمادیا ہے۔ اول قسم ان عورتوں کی ہے۔  
جن کو تم اپنی زوجیت چاہتے ہو۔ یعنی منکوحہ بیویاں اور دوسری قسم ان عورتوں کی  
ہے۔ جو تمہاری منکوحہ بیویاں ہیں۔ ان دو اقسام کی عورتوں کے سوا کسی تیسری قسم کی  
عورت سے وطی کرنا جائز نہیں۔ اور اگر کسی نے اس پابندی کو ٹھکراتے ہوئے  
تجاوز کر لیا۔ تو ایسا شخص زیادتی کرنے والوں میں شامل ہو گا۔ یعنی وہ زانی، چکار اور  
اشد کافر مانا ہو گا۔ اس کی تائید شیعہ فہرین سے بھی لیجئے۔

## منہج الصادقین

(ضمن ابتغی پس ہر کہ جوید برائے مباشرت (و ر آء ذالک)  
غیر از زنان و کنیزان خود (فا و لئک) پس آنکروند (ہمراہ العادون)  
ایشانند در گزندگان از حلال بحرام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۱۶۲ تا ۱۶۵)  
مطبوعہ تہران

ترجمہ :

پس جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا کسی عورت سے ہم بستری کی خواہش  
کرسے۔ اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے طلب کرے  
تو ایسے لوگ حلال سے حرام کی طرف تباہ کرنے والے ہیں۔ یعنی زانی  
اور بدکار ہیں۔ اور ان کا فیصلہ شرعاً کسی صورت میں جائز نہیں ہوگا۔

## مجمع البیان

(ضمن ابتغی و ر آء ذالک) اَحْيٰ طَلَبَ سِوَى الْاَزْوَاجِ  
وَالْوَلَدِ الْمَمْلُوكَةِ (فا و لئک) ہمراہ العادون)  
اَحْيٰ الظَّالِمُونَ الْمُتَجَبَّرُونَ اِلَى مَا لَا يُحِلُّ  
لَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۱۹۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ : سو جس نے اپنی مملوکہ بیویوں اور مملوک لونڈیوں کے سوا کسی اور

عورت کو خواہشات نفسانہ کی برآری کے لیے طلب کیا۔ تو ایسا کرنے والے قائل ہیں۔ اور اس فعل کی طرف تہاذر کرنے والے ہیں۔ جو اُن کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔ (یعنی حرام فعل کے ترکیب ہوئے ہیں۔)

## حاصل کلام:

یہ ہے۔ کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پر اس کے شاذہ ہوتے ہوئے عمل کرنا کب جائز ہے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ لہذا اس شاذہ روایت سے دو متعہ معروفہ، کو جائز اور حلال قرار دینا ہرگز درست اور قابل تسلیم نہیں۔ اس کے علاوہ اگر فقہی اصل کو بھی دیکھیں۔ تو تب بھی یہ علت ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب کسی جگہ علت اور حرمت کے دلائل مساوی ہوں۔ تو دلائل حرمت کو فوقیت اور اولیت ہوتی ہے۔ یہاں دونوں دلائل کی مساوات ہی کب ہے۔ بلکہ یہاں تو دلائل محرمہ جس قدر مضبوط اور قوی ہیں۔ اسی قدر دلائل مبہمہ کمزور اور لالی ہیں ایک طرف نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ متعہ معروفہ کی حرمت ثابت کر رہی ہیں۔ اور دوسری طرف ایک روایت و قرأت شاذہ اس کو جائز اور حلال قرار دے رہی ہے۔ تو ایسے میں کون بے وقوف یہ کہے گا۔ کہ دلائل حیات قابل عمل ہیں۔ اور دلائل حرمت مرجوح اور ناقابل عمل ہیں؟

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

# ایکٹ اعتراض

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ فَأُولَٰئِكَ لَئِيْلٌ عَلَيْهِمْ سَاءَ الْوَسِيلُ - میں جن دو قسم کی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے غفلت کو منحصر فرمایا ہے۔ ان میں پہلی قسم کے اندر وہ عورتیں بھی داخل ہیں۔ جو ”عقد متمتعہ“ کے ذریعہ سے ہوں۔ کیونکہ یہ متمتعہ عورتیں بھی وقت مخصوص کے لیے ازواج ہیں۔ لہذا ان کو ”وَرَاَعُوا اللَّهَ“ میں داخل کر کے ان سے خواہش نفسانی کی بکامی کو حرام قرار دینا قرآن پاک پر زیادتی ہے۔ اور متمتعہ کرنے والے مرد اور متمتعہ کرانے والی عورت کو زانی اور زانیہ یا حرام کہنا بالکل ناجائز ہے۔ اور یہ زیادتی بلا جواز ہے۔

## جواب اول

عورت متمتعہ کو ازواج میں داخل کرنا قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف بھی ہے۔ اور فقہ جعفریہ (شیعہ) سے بھی لاعلمی اور جہالت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ”عورت متمتعہ“ کے لیے دو فقہ جعفریہ، میں واضح الفاظ کے ساتھ یہ موجود ہے۔ کہ اس عقد کے لیے دگواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ لفظ نکاح کی ایسی طرح ایسی عورت کو طلاق دینے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ بلکہ مدت مقررہ کے گزرنے پر خود بخود آزاد اور خود مختار ہو جاتی ہے۔ اور نہ ہی اسے اگلے عقد کرنے کے لیے کسی مدت کی ضرورت ہے۔ جبکہ فقہ جعفریہ میں ”ازواج“ کے لیے گواہی

نفوذ نکاح، طلاق اور عدت وغیرہ کی پابندی ہے۔ لہذا ازواج میں ”عورت متمتعہ“ کسی طور داخل نہیں ہے۔

### جواب دوم

اگر قائل کے مطابق ”عورت متمتعہ“ ازواج میں داخل ہوتی۔ تو ازواج کی طرح اس کی تعداد پر بھی پابندی ہوتی۔ اور چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت ایک آدمی شغور عورتوں یا اس سے بھی زیادہ کو عقد متعہ میں اپنے پاس رکھ سکتا ہے حالانکہ ازواج کے بارے میں ”مَثْنٰی وَ تَمَثُّلٌ وَ تَبْعٌ“ کی نص صریح سے چار تک حد بندی ہے۔

### جواب سوم

متعہ کرنے والا مرد اگر شادی شدہ نہیں۔ تو وہ اگر متعہ کرنے کے بعد کسی وقت زنا کا مرتکب ہو جائے۔ تو ثبوت زنا کے بعد اس پر حد رجم جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کو کنوارے کی سزا یعنی کوڑے لگائے جائیں گے۔ کیونکہ شریعت اسے شادی شدہ تسلیم نہیں کرتی۔ لہذا وہ محسن نہ ہوا۔ اگر متعہ کرنے والی عورت، دو ازواج، میں داخل ہوتی۔ تو اس سے ہم بستری کرنے والا لازماً شادی شدہ تسلیم ہوتا۔ اور محض شمار کیا جاتا۔ اور اس پر رجم میں رجم کی سزا نہیں دی گئی۔  
حوالہ ملاحظہ ہو۔

### مجمع البیان

فَاَجَلِدْهُ وَ اَكْلَهُ وَ اَحَدٌ مِنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ يَنْبَغِي

إِذَا كَانَا حَرَّتَيْنِ بِالْعَيْنِ بِكَرْنَيْنِ غَيْرِ مُحْصَنَيْنِ  
فَنَامَا إِذَا كَانَ مُحْصَنَيْنِ أَوْ كَانَا أَحَدَهُمَا  
مُحْصِنًا كَانَ عَلَيْهِ الرَّجْمُ بِإِلْخِلَافٍ - وَ  
الْمُحْصَنَانِ هُوَ أَنْ تَكُونَ لَهُ فَرْجٌ يُغْدُو إِلَيْهِ  
وَيَرْوَحُ عَلَى وَجْهِ الدَّوَامِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۱۲۲ طبع

تہران طبع جدید)

ترجمہ :

(زانی اور زانیہ) دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔  
جبکہ دونوں آزاد، بالغ کنوارے اور غیر محسن ہوں۔ لیکن اگر وہ دونوں یا ان  
میں سے کوئی ایک محسن ہو۔ تو اس پر حد رجم ہے۔ جس میں کوئی خدات نہیں  
اور احصان یہ ہے کہ کسی کے ہاں فرج (عورت کی شرمگاہ) بطور  
نکاح ہو۔ اور وہ دائمی طور پر اسے جب چاہے صبح و شام مباشرت  
کے طور پر استعمال کر سکے۔

”حلتِ مُتَعَةٍ“ پر شیوخ حضرات کی دوسری دلیل

صحیح مسلم شریف

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ  
يَقُولُ كُنَّا نَقْرَأُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ لَقَتْنَا لَا نَسْتَخِيصِي

فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نُنِكَحَ الْعُرَاةَ  
بِالشُّؤْبِ إِلَى أَجَلٍ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا طِيبَاتٍ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ

(صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۲۵۰ باب

نکاح المتعہ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ مل کر آپ کی میت میں جگوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور  
ہمارے پاس اپنی منکوحہ عورتیں نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے ایک مرتبہ  
حضور سے غصی ہو جانے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے ہمیں منع فرما  
دیا۔ پھر اس بات کی رخصت (اجازت) دے دی کہ تم ایک مقررہ  
وقت کے لیے کسی عورت سے محض ایک کپڑے کے بدلے نکاح کر  
لیا کرو۔ (یعنی آپ نے متعہ کرنے کی اجازت دے دی) یہ کہہ کر حضرت  
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اس کی تائید میں) یا ایہا الذین  
امنوا لا تحرموا النکاح۔ پڑھی۔ یعنی اسے مومنو! جو کچھ اللہ تعالیٰ  
نے تمہارے لیے پاکیزہ اشیاء حلال کر دیں۔ انہیں حرام مت کرو۔  
(یعنی متعہ حلال ہے۔ اسے حرام نہ گردانو)

جواب اول:

عقد متعہ اور نکاح موقت میں فرق آپ پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔  
مختصر یہ کہ وہ عقد متعہ، میں لفظ اسْتَعْتَبْتُ اور اَتَمَتُّعْتُ یا جو بھی لفظ "متعہ" کے



ماخذ سے ہو۔ اس کا اس عقد میں ذکر ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ تحفۃ العوام ص ۳۰۲ پر مذکور ہے۔ اور دو عقد موقت،، میں لفظ نکاح یا تزویج کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس میں شہادت بھی شرط ہے۔

عبد الشریح مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جو عقد متہ کی بجائے ”عقد موقت“ پر دلالت کرتا ہے۔ اور دو نکاح موقت،، کی صلت ”عقد موقت“ پر دلالت کرتا ہے اور ”نکاح موقت“ کی صلت بعض علماء کے نزدیک اب بھی ہے۔ کیونکہ اس العقد نکاح میں مجنون، انائمہ کرام وقت مخصوص کی قید باطل قرار دے کر اس کو نکاح دائمی قرار دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکی ہے۔ لہذا اس وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر شیعہ اس حدیث سے دو عقد متہ معروفہ، کرنا بیت اور جائز قرار دیتا ہے۔ تو وہ دراصل خود اپنی مذہبی کتب سے نا آشنا اور جاہل ہے۔

## جواب دوم:

روایت مذکورہ کے راوی حضرت عبد الشریح مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور انہی حضرت سے بہت سی روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ کراپ (عبد الشریح مسعود) حرمت متہ کے قائل تھے۔ چنانچہ ان سے دو بیعتی شریف،، میں یوں منقول ہے۔

بیعتی شریف

عَنْ سُبَيَّانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ اصْحَابِنَا عَنِ الْحَكَمِ  
بْنِ عَتِيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ هَذَا  
نَسَخْتُمَا الْفِعَاءَ وَالطَّلَاقَ وَالْمِيرَاثَ قَالَ

الْعَدْلُ يُعْنِي الْمُنْعَةَ وَرَوَاهُ الْحَرَجَاجُ بْنُ  
أَرْطَاةٍ عَنِ الْحَكِيمِ عَنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ الْمُنْعَةُ مَنْسُوحَةٌ  
نَسَخَهَا الْقُلَاقُ وَالصَّدَاقُ وَالْعِدَّةُ  
وَالْعِيْرَامَةُ -

(دہنتی شریعت جلد ۱ ص ۲۰۷ کتاب النکاح  
مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے کچھ ساتھیوں  
نے حکم بن عقیبہ کے واسطے سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان  
کیا کہ جناب ابن مسعود نے فرمایا کہ عدت، طلاق اور میراث نے  
متنوع کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس طرح حجاج بن ارجلہ بھی بواسطہ حکم کے  
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ذریعہ نقل کرتے ہوئے  
کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا طلاق، حتی مہر، عدت اور وراثت نے متنوع  
کو منسوخ کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں اول تو لفظ "متنوع"  
یا اس کے مشتقات میں سے کوئی لفظ نہیں جن سے دو عقد متنوع کا انعقاد ہوتا  
ہے۔ لہذا اس حدیث سے متنوع معرکہ کو ثابت کرنا ہٹ دھرمی اور سینہ زوری کے  
سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اگر اس سے متنوع ہی مراد لیا جائے تو بھی مصاد

ہوں کا توں رہے گا کیونکہ جب یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متہ کی علت کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابتداء نے اسلام میں مخصوص وقت تک اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کر دیا تھا۔ لیکن اس کا جواز دائمی نہ تھا۔ بلکہ آپ نے اسے فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد حرام قرار دے دیا تھا۔ لہذا کسی طور پر حدیث مذکورہ شیعہ حضرات کی مؤید نہیں بن سکتی۔ اور نہ ہی اس سے علت متعہ معروفہ ثابت ہوتی ہے۔

## حلت متعہ پر شیعوں کی تیسری دلیل

### تفسیر طبری

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَةِ الْفِسَاءِ  
قَالَ أَمَا تَقْرَأُ مَسُورَةَ الْفِسَاءِ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَمَا  
تَقْرَأُ فِيهَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ وَمِثْلُنَ إِلَى أَجَلٍ مَعِي  
قُلْتُ لَا كَوْنُ لَهَا فَكُنَّا أَمَا سَأَلْتُكَ قَالَ فَلَا تَلَمَّا  
كَذَا -

(تفسیر طبری جلد پنجم صفحہ نمبر ۱۷۷ مطبوعہ  
مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی بابت دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے مسورۃ فساء نہیں پڑھی۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں پڑھی ہے تو آپ نے

فرمایا۔ کیا اس میں تم نے ”خدا استمتعتم بہ منطلق الی اجل  
مستی“ نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اگر میں نے آپ کی طرح اس  
آیت میں ”الی اجل مستی“ کے الفاظ زیادہ پڑھے ہوتے۔ تو  
آپ سے یہ سوال ہرگز نہ کرتا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ آیت اسی طرح ہے  
جس طرح میں نے تمہارے سامنے ابھی پڑھا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے مجتہد  
صحابی بھی متعہ کی حلت کے قائل تھے۔ اور انہوں نے اس کی حلت قرآن سے ثابت  
فرمائی۔ تو اس کے ثبوت حلت کے لیے کیا یہ روایت کافی نہیں؟ ہم انشاء اللہ  
اس استدلال کا جواب بھی عرض کرتے ہیں۔ اور فیصلہ ناظرین کرام خود کر لیں گے۔

### جواب اول:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ حدیث میسی اور بھی  
کئی ایک احادیث روایت کی گئی ہیں۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے۔ جس سے  
انکار ممکن نہیں۔ وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس مجمع میں موجود نہ تھے  
جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعت مکہ کے تیسرے دن متعہ کی ابدی حرمت  
کا اعلان فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کافی مدت تک متعہ کے جواز کے قائل رہے  
اسی لیے ایک وقت آیا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے اس خیال کی  
سنتی سے تردید کی۔ اور انہیں زور دے کر سمجھایا۔ کہ تم جس کے جواز کے قائل ہو۔  
اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرما دیا ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف کی ایک دو روایات پیش خدمت ہیں۔  
ملاحظہ ہوں۔

## مسلم شریف:

عَنِ الْحَسَنِ وَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ  
عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ سَمِيعَ بْنَ عَبَّاسٍ سَلَّمَ  
فِي مُتَعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ مَلَأَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَكَانَ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ  
عَثَلُ مَا يَوْمَ حَيْبَرَ.

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۲ باب

نكاح المتعة مطبوعہ اصح

المطابع دہلی)

## ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق  
سنا۔ کہ وہ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے میں کچھ نرم خیال ہیں۔ (یعنی اس  
کو جائز کہتے ہیں) تو آپ نے ابن عباس کو فرمایا۔ اس نرمی کو چھوڑ دیجئے  
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیمہ متعہ کرنے اور پالتو  
گدھا ذبح کر کے کھانے سے منع فرمادیا ہے۔

مسلم شریف کے صفحہ مذکورہ پر ایک اور حدیث ان الفاظ سے مروی ہے

## مسلم شریف: جلد اول ص ۴۵۲

قَالَ سَمِيعٌ عَنْ أَبِي حَالِبٍ يَقُولُ لِفُلَانٍ  
إِنَّكَ رَجُلٌ تَأْتِيكَ رُسُلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:

راوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہتے سنا۔ کہ (اے ابن عباس!) تو ایک ایسا شخص ہے۔ جو متعہ کے بارے میں حق سے ہٹا ہوا ہے۔ مالا لکھ مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، بوجہ عدم سماعت فتح خیبر کے بعد بھی متعہ کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے کو جائز سمجھتے رہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ملت کا فتویٰ دیتے رہے جب اس بات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا۔ تو انہوں نے ابن عباس کو فرمایا کہ تم حق پر نہیں ہو۔ حق یہ ہے۔ کہ ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر حرام قرار دے دیا تھا۔

کتب شیعہ مثلاً مجالس المؤمنین اور منتہی الآمال وغیرہ میں موجود ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تمام علوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیے۔ اور انہی سے فیض یافتہ تھے پتہ چلا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استاد و محترم متعہ کی ابدی حرمت کے قائل تھے۔ البتہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ معلوم نہ ہونے کے باعث کچھ مدت تک اس کی ملت کے قائل رہے۔ حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں سختی سے منع فرمایا۔ کہ اس کی ملت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمادیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعہ کی ابدی حرمت کا ذکر فرمایا۔ تو اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال سے رجوع فرمایا۔ اور اس کی حرمت ابدیہ کے قائل ہو گئے۔ ترمذی شریعت میں اسی مضمون کی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

## جامع الترمذی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَتْ الْمُسْتَعْدَّةُ  
فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَأَنَّ الرَّجُلَ يُقَدِّمُ الْبَلَدَةَ  
كَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِتَدَرٍ  
مَا يَرَى أَنَّه يُقْبِلُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَ  
تَصْلُحُ لَهُ شَيْئَتُهُ حَتَّى تَنْزِلَ الْآيَةُ الْأَعْلَى  
أَوْ أَجِيزُهُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ قَالَ  
ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا  
فَهُوَ حَرَامٌ.

(جامع الترمذی جلد اول ص ۱۳۳/۱۱۱۱)

مطبوعہ دہلی، طبع قدیم

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسند  
ابتداء اسلام میں (جائز) تھا۔ (دو یوں) کہ کوئی آدمی کسی اجنبی شہر  
میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی۔ تو وہاں اس شہر میں  
کبھی عورت سے اپنے قیام کی مدت تک شادی کر لیتا جس کے ذریعہ  
وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت بھی کرتی۔ اور اس کی ضروریات  
زندگی بھی تیار کرتی۔ یوں ہوتا رہا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے،  
وہ الاعلیٰ ازواجہم السلام، آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ابن عباس  
رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت کے اترنے کے بعد اس میں مذکور

دو اقسام کی عورتوں کے سوا ہر قسم کی عورت سے مباشرت کرنا حرام ہو گیا۔  
(یعنی متہ حرام ہو گیا۔)

### بیہقی شریف

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ النُّعْمَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ وَ  
كَانُوا يَفْرَعُونَ هَذِهِ الْآيَةَ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ  
بِهِمْ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى الْآيَةَ) فَكَانَ الرَّجُلُ  
يَقْدِمُ الْبَلَدَ لَيْسَ لَهُ بِهِمَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ  
بِقَدَرِ مَا يَرَى أَنَّ يَفْرُعُ مِنْ حَاجَتِهِ لِيَحْفَظَ  
مَتَاعَهُ وَتَصْلَحَ لَهُ شَأْنُهُ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ  
الْآيَةُ (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَمْهَاتُكُمْ) إِلَى اخِرِ الْآيَةِ  
فَسَخَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْأُولَى فَحُرِّمَتْ النُّعْمَةُ  
وَتَصَدِّقُهَا مِنَ الْقُرْآنِ (لَا عَلَى آذُنٍ وَاجِبَةٍ أَوْ  
مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ) وَمَا سِوَى هَذَا الْفَرْجِ  
فَهُوَ حَرَامٌ.

(بیہقی شریف جلد ۱ ص ۲۰۵ تا ۲۰۷)

کتاب الطلاق مطبوعہ مکتبہ مکرّمہ

ترجمہ:

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت  
کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ابتداً اسلام میں (جائز تھا)۔



اور لوگ اس کے جواز کے لیے دو ضما استتمتعتہ بہم الخ، آیت  
 پڑھا کرتے تھے۔ اس کی صورت یوں ہوتی تھی۔ کہ کوئی انہما آدمی کسی  
 ایسے شہر میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی جان پہچان کسی سے نہ ہوتی۔ تو  
 اپنے فارغ ہونے کے عرصہ تک وہ اس شہر کی کسی عورت شادی کر  
 لیتا۔ تاکہ وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرے۔ اور ضروریات زندگی  
 بھی تیار کر کے مدیتی رہے۔ ایسا ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے صریحاً  
 عَلَیْکُمْ مَّا تَحْكُمُ، پوری آیات حرمت نازل فرمیں تو اس  
 طرح اللہ تعالیٰ نے حق کو حرام کر دیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق قرآن  
 کی ایک مستقل آیت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ وَ اِلَّا عَلَى  
 اَذْوٰحِ اَحْبَابٍ مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، اس آیت  
 میں جن دو اقسام کی عورتوں سے مباشرت جائز قرار دی گئی۔ ان کے  
 سوا اور کوئی دوسری عورت مباشرت کے لیے استعمال کرنا حرام ہے  
 (آیت میں مذکور دو اقسام کی عورتیں یہ ہیں۔ ایک وہ عورت جس سے  
 نکاح شرعی کر کے اسے آدمی اپنی زوجیت میں لے لے۔ اور دوسری  
 وہ مملوکہ لونڈی ہے۔ جس کے ساتھ بغیر نکاح کیے وطی اور دھڑے  
 شرع جائز اور حلال ہے۔ ان دو کے سوا کسی تیسری عورت سے  
 ہم بستری حرام ہے۔ لہذا امتعہ میں استعمال ہونے والی عورت  
 چونکہ ان دو اقسام سے خارج ہے۔ لہذا ایسا کرنا حرام ٹھہرا۔

## ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جریہ بات منسوب کی گئی ہے۔ کہ آپ متعہ کی علت ابدیہ کے قائل تھے۔ اور وقتاً استتمتکم عمر بعد ویتھین الخ، آیت کریمہ سے اس کی ابدی علت پر اس تہ لال کیا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث سے آپ کی طرف اس قول کی نسبت باطل اور غلط ٹھہری۔ کیونکہ ان دونوں احادیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واضح الفاظ ہیں۔ کہ آپ ابتدائے اسلام میں اس کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہا۔ جب تک دو حرمات علیکم مراقبہا تکرار الخ۔ آیات نازل نہ ہوئیں۔ ان آیات کے نزول کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت استمتاع کو منسوخ سمجھا۔ اور و الا علی اذ و اجلہما و ما ملکت ایمانہما کے سوا کسی اور علت سے مباشرت اور وطی حرام ہو گئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سمجھانے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے پہلے خیال کو ترک کر دیا تھا۔

لہذا اس صاف و شافحت کے بعد بھی اگر کوئی نا عاقبت اندیش سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہے۔ کہ آپ علت متعہ کو دائمی طور پر جائز ہونے کے قائل تھے۔ اور اس کے لیے ”آیت استمتاع“ کو اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر اُن کی طرف سے ہمیشہ کرے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں یہی کہنا کافی ہے۔ کہ اس کو اپنے مسلک اور عقائد کے متعلق صحیح واقفیت نہیں۔

## جواب دوم:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہہ دینا تو آسان ہے۔ کہ آپ متعہ کی علت ابدیہ کے قائل تھے۔ لیکن آپ کے مک اور خیالات کی اس بارے میں تحقیق کچھ اور ہی بتاتی ہے۔ وہاں تک رسائی اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو حقیقت کا متلاشی ہو۔ اور خیال پرستی کا بارہ اتار پھینکے۔ اے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی اس آیت کی تفسیر سنئے۔

## تفسیر ابن عباس

وَيَقَالُ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ أَنْ تَطْبُورُوا بِأَمْوَالِكُمْ  
فُرُوجَهُنَّ وَهِيَ الْمَتْعَةُ وَقَدْ نَسِخَتْ الْأَنْ  
(مُحْصِنِينَ) يَقُولُ كُونُوا مِمَّنْ مُتَرِّفِينَ وَجِنِّ  
أَعْيَرًا مَسَافِحِينَ) غَيْرَ ذَانِبِينَ بِأَنْ يَكُنَّ  
مُتَحَنِّنِينَ) (سُتْنَفَعْتُمْ) (بِهِ مِنْكُمْ)  
بَعْدَ الْبَيْعِ (فَاتَّوهُنَّ) فَاسْطُوهُنَّ (أَجْزَلَهُنَّ)  
مُهَوَّهَةً كَمَا بَلَغَ (فَرِيضَةً) مِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ  
أَنْ تَعْلَمَ لِمَهْرٍ كَمَا رَوَى (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ)  
وَلَا حَرَجَ سَيْنَكُمْ (فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ) فِيمَا  
تَتَّقُونَ وَتَزِيدُونَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِي (مِنْ بَدَلِ  
أَمْرِ نَيْسَةٍ) الْأُولَى الَّتِي سَخَّيْتُمْ لَهَا (إِنَّ اللَّهَ كَانَ  
عَلِيمًا) فِيمَا أَحَلَّ لَكُمْ الْمَتْعَةَ (وَحِكِيمًا) فِيمَا

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُنْعَةَ وَقَالَ عَنِمَا يَا مُسْطَرًّا يَكْمُرُ اِلَى  
الْمُنْعَةِ حَيْكِمًا فَيَمَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُنْعَةَ

(تفسیر ابن عباس جزرہ رابع ص ۶۸ مطبوعہ

بیروت - لبنان)

ترجمہ:

فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے ماؤں کے ذریعہ عورتوں کو تلاش کرو۔ یعنی یہ کہ تم  
اپنے اموال کے بدلے ان کی شرمگاہوں کو طلب کرو۔ اور یہی منہ ہے  
جو اب منسوخ کر دیا گیا ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا محسنین۔ یعنی ان عورتوں  
کے ساتھ تم شادی کرنے کے بعد میاں بیوی کی زندگی بسر کرنے  
والے بنو۔ "خیر مسافین"، یعنی نکاح کے بغیر عورت سے مباشرت  
کے زانی نہ بنو۔ پھر جس عورت سے تم نے نکاح کے بعد نفع اٹھایا  
انہیں ان کا مال حق مہر ادا کرو۔ تم پر کامل حق مہر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض  
کر دیا ہے۔ اور باہمی رضامندی سے اگر میاں بیوی پہلے سے مقررہ  
حق مہر میں کمی بیشی کریتے ہیں۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً  
اس بات کو جاننے والا ہے۔ کہ اُس نے متد کو کیوں اور کب تک  
جائز ٹھہرایا اور اس حکمت کا بھی اُسے خوب علم ہے۔ کہ پھر متد کو  
حرام کیوں قرار دیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ متد کرنے والے  
کی مجبوریوں کو جاننے والا ہے۔ اور تم پر اُسے حرام کرنے کی حکمت  
سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں تفسیر کبیر میں  
منقول ہے۔ کہ آپ نے آواخر عمر میں علت متد سے توبہ کر لی تھی۔ اور اس

سے رجوع فرمایا تھا۔ ملاحظہ ہو

## تفسیر کبیر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ) قَالَ صَارَتْ مَذْوَ الْأَيَّةِ مَنْسُوحَةً بِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِمَ عَدَّتِهِنَّ) وَرَوَى أَيْضًا أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ الَّلَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ مِنْ قَوْلِي فِي الْمُتَعَدِّهِ.

(تفسیر کبیر دہم ص ۴۹ پر انجیم مطبوعہ)

ترجمہ:

”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ“ آیت کریمہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ اپنے اس آیت کو ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِمَ عَدَّتِهِنَّ“ آیت سے منسوخ مانا۔ اور انہی سے یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ کہ اپنی وفات کے قریب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں توبہ کی اسے۔ اللہ! متعہ کے بارے میں جو میرا خیال تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

## احلتِ متنبہ پر شیعہ حضرات کی چوتھی دلیل

اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے کہ عمر فاروق نے  
فرمایا

مُتَنَّبَتَانِ كَانَتَا عَلَى عِلْمِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ مَتْنَهُمَا۔

ترجمہ:

دو متنبے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں تھے۔ میں ان  
دونوں کو حرام کیے دیتا ہوں۔

مُتَنَّبَتَانِ كَانَتَا عَلَى عِلْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَنُحِلُّ عَنْهُمَا وَأُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا

(تفسیر احکام القرآن لجمہ ص ۱۵۲)

م ۱۵۲ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متنبے جائز تھے۔ میں ان  
دونوں سے منع کر رہا ہوں۔ اور ان پر عمل کرنے والوں کو  
سزا دوں گا۔

## طریقہ استدلال

اوپر ذکر کردہ دونوں روایات میں واضح طور پر نشان دہی ہے کہ حضور ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں متہ حلال اور معمول بہ رہا۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ جب دور فاروقی تک بھی متہ جائز تھا۔ تو فتح مکہ اور یوم خیبر کے وقت متہ کی منسوخی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ دونوں واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں رونما ہوئے اگر اس وقت متہ حرام کر دیا گیا ہوتا۔ تو دور فاروقی میں اس کی علت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرا ان دونوں حدیثوں میں واضح الفاظ میں موجود ہے۔ کہ متہ کو حرام کرنے والے اور اس سے روکنے والے اور اس کے مال کو سزا دینے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ صاف الفاظ بتا رہے ہیں کہ میں نے ان کو حرام کرنا ہوا۔ معلوم ہوا کہ متہ کو حلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں اس کی حرمت کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن عمر بن خطاب نے اپنے دور خلافت میں اس کو حرام کر دیا۔ اب اہل سنت خود غور کریں، جو کبھی فعل کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا اختیار شرعی حضرت عمر کو ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجاز ہیں؟ اور پھر جن اشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال قرار دے چکے۔ ان کو حضرت عمر حرام قرار دے دیں۔ اور ان کے حرام کرنے سے وہ اشیاء حرام ہو جائیں۔ یہ قانون کس جگہ ہے؟ لہذا جب متہ دور نبوی اور دور صدیقی میں ان روایات کے مطابق حلال تھا۔ تو وہ اب بھی حلال ہی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حرام کر دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال کردہ چیز حرام نہیں ہو جاتی۔

## جواب اول :

اس استدلال کا حقیقی جواب دینے سے پہلے چند باتیں گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

۱۔ کتب شیعہ سے متعلق تفسیر و تفصیل آپ گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کا خلاصہ ایک جگہ میں بیان ہو سکتا ہے۔ کہ "متحدہ" خواہشات نفسانیہ کی برائری کے لیے ایک آزاد طریقہ ہے جس میں کوئی پابندی نہیں۔ اور حصول لذت اور شہوتِ نفس کو عام کرنے اور اس کی تکمیل کا آسان ترین طریقہ ہے۔ جب شیعہ حضرات سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دنیا دار اور نفس پرست سمجھتے ہیں۔ تو کسی دنیا دار اور نفس کے بندے کو متحدہ جیسے بات کو بند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو اس قسم کے افعال کو اور زیادہ پھیلانے اور ان کی وسیع پیمانی پر ترویج کی کوشش کرتا ہے۔ تو شیعہ لوگوں کے خیال کو مانتے ہوئے جو نا تو یوں چاہیے تھا۔ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس فعل کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ کیونکہ (بزع شیعہ) آپ کی پرری عمر عموماً اور آپ کا دورِ خلافت خصوصاً خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا زمانہ تھا۔ لہذا چاہیے تھا کہ آپ خود بھی ان میں مہلک رہتے۔ اور دوسروں کو اس کی طرف رغبت دلاتے۔ تاکہ سارا آؤسے کا آوا ایک رنگ میں رنگا ہوا ہو جائے۔ اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہ ہو۔ اور نہ کسی طرف سے انگشت ثنائی ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور اس کے برعکس آپ نے جیسے آسان ذریعہ نفس پرستی کو روک دیا۔

۲۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس فعل شیعہ سے لوگوں کو



منع فرمایا۔ تو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپؐ خوش نفس کے غلام نہ تھے۔ اور نہ ہی آپؐ دنیا دار تھے۔ بلکہ آپؐ کی شخصیت اعلیٰ اخلاق کی حامل اور دینی طور پر ایک اعلیٰ معیار تھی۔ غوثِ خدا اور اطاعت و محبت مصطفیٰ آپؐ کا اور خدا پرچھونا تھا۔ خود بھی فو آتش سے بچتے۔ اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے دوسروں کو بھی بد اخلاقی سے بچانے کی فکر کرتے۔

اب آئیے اس استدلال کا تحقیقی جواب دیا جائے۔ بات یہ ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی حرمت کے بارے میں روشن دلائل یا دستھے۔ انہی کی بنا پر اپنے حرمت متعہ کا اعلان فرمایا۔ آپؐ یہ بھی جان چکے ہیں۔ کہ ابتدائے اسلام میں چند مجبور یوں کی بنا پر متعہ کو خنزیر کی طرح جائز اور حلال قرار دیا گیا تھا۔ اس کی علت کی خبریں دو دروازہ علاقہ جات میں پھیل گئی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیر اور فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد اس کی حرمت کا اعلان فرمادیا

تو اس اعلان کے کچھ ہی روز بعد آپؐ کا اس دنیا سے انتقال ہو گیا۔ جس سے مسلمانوں پر ایک بہت بڑا امتحان آن پڑا۔ اسی عالم میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار خلافت اٹھایا۔ اور اپنے دور خلافت میں کبھی فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لیے کوشاں رہے۔ اور کبھی مانعین زکوٰۃ کے خلاف صفت آرائی میں مشغول رہے۔ اس لیے ان اہم امور میں ہی دور صدیقی گزر گیا۔ اور صحابہ کرام بھی ان فتنوں کے سرکوبی میں ہمہ تن برسرِ پیکار رہے۔ لہذا علت متعہ کی خبر جو اس سے قبل دو دروازہ علاقہ جات میں پھیل چکی تھی۔ اس کی تیسخ کی پہلٹی اور حرمت کی تشہیر نہ ہو سکی بلکہ دو دروازہ کو چھوڑ کر خود عام عرب علاقہ جات میں بھی اس کی کما حقہ تبلیغ و تشہیر نہ ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ کرام تک بھی اس کی تیسخ اور عدم تیسخ کے بارے میں

مختلف روایات بیان کرتے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ صلت متعہ کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ فسوخ ہو چکا ہے۔ تو انہوں نے ابن عباس کو ذرا سخت لہجہ میں فرمایا۔ ابن عباس! تم دیوانے تو نہیں۔ جو صلت متعہ کی بات کرتے ہو۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دائمی طور پر حرام فرمادیا ہے۔

لیکن دور صدیقی کے فاقہ پر جب عنان خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔ اور حالات بہتر سے بہتر ہونے لگے۔ فتنے دب گئے۔ اور فتوحات کا عام چرچا ہوا۔ اور اس بابرکت اور پرامن دور میں آپ نے جب دیکھا کہ ابھی تک بہت سے لوگ متعہ کی صلت کے قائل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی حرمت کا اعلان ان تک نہ پہنچ پایا تھا۔ تو اس سراسر اغراض انسانی اور خواہشات نفسانیہ کے جامع فعل سے معمولی طریقہ سے روکا گیا اور شاید نرمی کا مستند اثر نہ ہوتا۔ اس لیے ذرا سختی کی ضرورت تھی۔ تو آپ نے بڑی سستی سے اس کے ارتکاب کرنے والوں کو تنبیہ کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو حرام قرار دے گا۔ اب جو شخص اس سے باز نہ آئے گا۔ میں اُسے سزا دوں گا۔ حضور کے زمانہ میں دو متعہ صلال تھے۔ وہ بھی ایک وقت مقررہ تک بعد میں انہیں آپ نے فسوخ و حرام کر دیا تھا۔ لہذا ان دونوں کی حرمت کا مجھ پر رانداز میں اب میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ حنفیہ النساء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدی طور پر حرام کر دیا تھا۔ لہذا جس نے اب یہ فعل کیا۔ میں اس پر حد جاری کروں گا۔ اور یہ بہانہ قطعاً قابل قبول نہ ہو گا۔ کہ ہمیں اس کی حرمت کا علم نہ تھا۔ یعنی قولی فاروقی حصر متعلما کا معنی یہ ہے اعلیٰ حصر متعلما۔ کہ میں ان کی حرمت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے منع کرنے میں چونکہ شدت کی ضرورت تھی۔ لہذا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت

کو اپنی طرف مجازی طور پر منسوب کیا۔ اور آپ کو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ آپ وقت کے حاکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیض و نائب تھے۔ اور ایک عقیقہ یا نائب اپنے آقا کے کام کو اپنی طرف منسوب کرے۔ تو مجازاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ وہ کام دراصل آقا اور ملک کا ہی ہوتا ہے۔

خود قرآن مجید میں اس انداز کو اپنایا گیا ہے حضرت مریم علیہا السلام کے حضور جب جبرئیل امین تشریف لائے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دینے لگے۔ تو جوا الفاظ بولے وہ یہ تھے۔

”و میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا تیرے پاس آیا ہوں۔ تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں“ (الْاَنْحَبَ لَكَ عَلَآ مَآ ذَکَّیْنَا) اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ بیٹا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جبرئیل امین نے بیٹے کا دینا اپنی طرف منسوب کر دیا۔ تو ان کا ایسا کرنا اور کہنا مجازی تھا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم لانے والے تھے۔ اس کے حکم پہنچانے میں اس کے نائب تھے۔ تو جب قرآن میں اصل کا فعل مجازاً نائب کی طرف منسوب کرنا جائز ثابت ہوا۔ تو اسی طرح متعہ کی حرمت کا حکم تو دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب اس حکم کا اجراء فاروق اعظم کر رہے تھے۔ لہذا مجازاً اسے اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا۔ میں حرام کر رہا ہوں۔ یا میں نے حرام کر دیا۔ تو جس طرح جبرئیل امین کا عطا ہوا ولد کی نسبت اپنی طرف کرنا قابل اعتراض نہیں۔ اسی طرح حرمت کی نسبت فاروق اعظم نے اپنی طرف کی۔ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔ اور یہ اعلان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محض خدا خوفی اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے فرمایا اس میں شیطان کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ جیسا کہ منافقین کا خیال و گمان ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ مِنْ خَلْقِ هُمَرَ۔

یقیناً عمر کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔ تو ایسے پاکباز شخص کا متعد کی حرمت کا اعلان کرنا کسی غرض فرائی پر مبنی نہ تھا۔

دہا یہ معاملہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے متعد کی حرمت کا اعلان "وَحَرَّمَ مَنًى" کے صیغہ سے کیا۔ اور یہ فعل ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کا باب تفسیل ہے۔ جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ میں حرام کرتا ہوں۔ تو اس صاف و صریح معنی کی بجائے اس کا معنی یہ کرنا کہ وہ میں حرام ہونے کا اعلان کرتا ہوں، کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

تو اس معاملہ میں گواہش ہے۔ کہ قرآن پاک میں یہی لفظ اسی باب استعمال ہوا۔ لَا يُحْصِرُ مَسْجِدَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ۔

(سورۃ بکرہ رکوع ۲)

توجہ:

وہ اس کو حرام نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام کیا۔

اب اس مقام پر دو حرام کرنا، مراد نہیں۔ بلکہ دو حرام سمجھنا، مراد ہے۔ یعنی جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔ وہ اسے حرام نہیں سمجھتے۔ تو جیسے اس آیت میں "وَحَرَّمَ" مراد نہیں۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد "وَحَرَّمَ مَنًى" کا معنی اور مراد اگر دو حرام کا اعلان کرنا، ہو۔ تو کیا قباحت ہے۔ اور کون سی زمین چھٹ جاتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وہ "وَحَرَّمَ مَنًى" بلون قرآن پاک کے اسلوب کے خلاف نہیں۔ بلکہ عین مطابق ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## جواب دوم:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ لَا يَجْتَمِعُ اخْتِي عَلَى الضَّلَالَةِ  
میری امت گمراہی پر متحد اور متفق نہ ہوگی۔ اور اسی امت کے بارے میں قرآن حکیم کا  
اعلان ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ  
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(پ ۲ رکوع ۲)

ترجمہ:

جو امتیں ہدایت مروجہ کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ ان میں سب بہتر ہو۔  
نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور بدی سے منع کرتے ہو۔  
(ترجمہ مقبول)

قرآن پاک کی آیت مذکورہ اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام  
امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اور تمام امت میں سے خاص کر صیبا کرام و نوانِ فاطمہ  
کی جماعت کا کسی امر پر اتفاق قطعاً گمراہی اور اشدر کی نافرمانی پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ  
اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا۔ کہ یہ لوگ نیک باتوں کا حکم دیتے  
ہیں۔ اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

تو ایسے قرآنی ارشاد اور احادیث نبویہ کے شواہد کے بعد کوئی شخص یہ کیسے تصور  
کر سکتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھرے مجمع میں ایسا اعلان کریں۔  
جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے ٹکڑا ہوا ہو۔ اور اس اعلان کے سننے والے چپ

سادھے رکھیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت کوئی بھی اس کی مخالفت نہ کرے۔ اور نہ ہی اس کے غلات احتجاج کرے۔ اور یہ بھی کیونکر ممکن ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی ایسی بات پر عمر بن خطاب کی موافقت کریں۔ جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوٹا دات و احکامات کے بائیل برعکس ہو۔

اس کے علاوہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بنفس نفیس اس صحیح میں ہونا اور اس اعلان پر احتجاج نہ کرنا لاگروہ غلط ہوتا، ایک عجیب امر ہے۔ کیونکہ شدید حکم مطابقی کئی مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاروق اعظم کے فیصلہ جات کی مخالفت کی۔ جیسا کہ وہ باب غلات، میں ہم اس کو متعدد کتب شیعہ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ تو اگر یہ اعلان بھی غلط ہوتا۔ اور اس میں کسی شرعی قانون کی غلات ورزی ہوتی۔ تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کی لازماً مخالفت کرتے۔ کیونکہ آپ کا اس وقت ایسا کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عمل پیرا ہونا تھا۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دونوں صاحبزادگان جناب حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ وصیت فرمائی تھی۔

### بِجِ الْبِلَاغِ

لَا تَنْزُكُوا الْأَمْسَرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ  
الْمُنْكَرِ فَيُؤْتَى عَلَيْكُمْ شَيْءٌ أَوْ كُنْتُمْ ثَمَّةً  
تَذَعُونَ فَلَا يَنْجِيَابَ لَكُمْ۔

(بجی البلاغ غلط، ص ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹

تم پر شر پر ترین لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم اللہ سے دعائیں مانگو گے۔ لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹوں اور دیگر متقیین کو "امر بالمعروف اور عن المنکر" کی اس قدر تاکید فرمائیں، لیکن خود اس پر عمل نہ کریں۔ تو اس سے بڑھ کر بد عملی کیا ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ تو یہ حتی تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی اتباع تھی۔ جس کی وجہ سے تمام موجود صحابہ کرام مع حضرت خیر ضراری رضی اللہ عنہ کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کی مخالفت کی۔ بلکہ اس کی تائید میں سب نے خاموشی اختیار فرما کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حرمت منہ کا اعلان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عین مطابق ہے۔ اور اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا جذبہ کار فرما ہے۔ لہذا انہوں نے اعلان کی توثیق و تصدیق کر دی۔

(فَاعْتَدِرْ وَإِنَّا أُولَىٰ الْأَبْصَارِ)

# اختراض

ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی السماء کہتی ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے عیوہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں۔ (نسائی طحاوی)

## فتوح شیعہ:

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ مولوی صدیق ذرا توجہ فرمائیے میرے ہاتھ میں تفسیر مظہری جلد ثانی ہے۔ اس کے ص ۴۴ سورہ نساء سے روایت مٹئیے۔

رَوَى النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي  
بَكْرٍ قَالَتْ فَعَلَمْتُهَا عَلَى عَمِّهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(فتوحات شیعہ ازانادوات مولوی اسماعیل)

مولف و مرتب الحاج ناہر حسین نجفی مبلغ اعظم  
اکیڈمی فیصل آباد)

ترجمہ:

حضرت اسماء ابوبکرؓ کی بیٹی فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم



کے زمانہ میں خود متعہ کیا ہے۔

اب فرمائیے مولوی محمد صدیق صاحب کس حضرت ابو بکر کی بیٹیاں بھی رسول خدا کے زمانہ میں متعہ کیا کرتی تھیں یا نہ کرتی تھیں اگر متعہ کیا کرتی تھیں تو تم ان کے فعل کو نہ ناپکیوں کہتے ہو۔ کچھ شرم نہ کرو غلیفہ اول کی بیٹیوں کی عصمت پر حملہ نہ کرو۔

جواب:

مولوی اسماعیل شیعہ نے ایک طرف روایت بالا سے اپنا مسلک ثابت کرنا چاہا اور وہ بھی کتب اہل سنت سے۔ اور دوسری طرف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی توہین کا اسے بہترین بہانہ مل گیا۔ پس قارئین کرام! روایت بالا کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اول تو اسماعیل شیعہ کو لازم تھا کہ اس کی سند بیان کرتا۔ کیونکہ اس نے بار بار اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ایسی روایت جو بلا سند ہو وہ ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ روایت بالا کی سند ناپید ہونے کی بنا پر خود اس کے بقول یہ روایت ناقابل استدلال و تشبہا و ہے۔ آج بھی ہمارا اعلان ہے کہ اس روایت کی سند ثابت کر کے اسے مرفوع ہی ثابت کر دو۔ تو میں ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ دو کتابیں یعنی نسائی اور طحاوی میں سے متعہ کے باب میں مذکور تمام روایات کو بار بار پڑھا۔ لیکن اس روایت کا نام و نشان تک نہ مل سکا۔ کسی روایت کے درجات اور صحت کا اعتبار اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ جس کتاب سے اس کا حوالہ دیا گیا اُس میں اُسے دیکھا جائے۔ اگر مل جائے تو پھر اس کی سند اور اس کے رواۃ کی چھان بین کرنے پر اس کے بارے میں کوئی رائے ہی نہ مل سکتی ہے۔ لیکن اس روایت کا سرے سے ان کتابوں میں ذکر ہی نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ اور قاضی شاد اللہ صاحب کی تفسیر میں کسی ایسے شخص نے کمال پالاک سے اسے درج کر دیا جو متعہ کے جوار کا ناقص ہے

اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ خود قاضی ثناء اللہ صاحب متد کی حرمت کے قائل ہیں۔ جس آیت کے تحت تفسیری حوالہ اسماعیل شیبی نے دیا۔ اسی آیت کے تحت قاضی صاحب متد کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

### تفسیر مظہری

وَالْإِجْمَاعُ الْمُنْعَقَدُ عَلَى عَدَمِ جَوَازِ الْمُتْعَةِ وَ  
تَحْرِيمِهَا لَا خِلَافَ فِي ذَلِكَ فِي عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ  
إِلَّا مِنْ طَائِفَةٍ مِنَ الشَّيْعَةِ وَالْحُجَّةُ عَلَى تَحْرِيمِ  
الْمُتْعَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ هُمْ يُعْرَضُونَ  
حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَدَّكَ  
أَيْعَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلْكٍ مِثْلٍ - فَسَمِنَ  
ابْتِغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ -  
إِذْ لَا شَكَّ أَنَّ الْمَرْأَةَ بِالْمُتْعَةِ لَا تُسْتَمْتَعُ بِرُوحَةٍ  
وَلِذَا لَا تَوَرَّتْ بَيْنَهُمَا -

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۵، زیر آیت)

فما استمتعتم به منهن

ترجمہ:

متد کے ناجائز ہونے پر اجماع منعقد ہے۔ اور اس کی حرمت میں ہر دور کے علماء میں سے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ وہ نہ شیعوں کا ایک ٹولہ اس کی اباحت کا قائل ہے۔ اور متد کے حرام ہونے پر یہ آیات قرآنیہ دلیل وجہت ہیں۔ ”وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

مگر اپنی بیویوں اور ملکیتی فونڈریوں کو چھوڑ کر۔ ان کے بارے میں ان پر کوئی علامت نہیں۔ مگر جو شخص ان کے سوا کسی دوسری عورت کے سامنے بنے شرم

ہونا چاہتا ہے۔ تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

یہ بات شک و شبہ سے بالکل خالی ہے۔ (یعنی یقینی ہے) کہ وہ عورت

جس سے متعہ کیا گیا وہ متعہ کرنے والی کی بیوی نہیں کہلاتی۔ اور ان دونوں کے مابین وراثت بھی نہیں چلتی۔

## توضیح:

قاضی صاحب نے حرمت متعہ پر اجماع نقل فرمایا۔ اور اس کی دلیل بھی پیش فرمائی۔ صرف اہل تشیع کی ایک جماعت اسے درست سمجھتی ہے اس واضح اور دو ٹوک فقرے کے ہوتے ہوئے قاضی صاحب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ متعہ زمانہ رسالت اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کی تائید کے لیے حضرت اسماء بنت ابی بکر کا حوالہ دیتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ زنانہ کے مسلک کے مطابق ہے اور نہ ہی ان کی خود درج کردہ ہے۔

## مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک اور روایت

اگر کوئی یہ کہے۔ کہ چودہم مان لیتے ہیں۔ کہ روایت مذکورہ لانسائی اور طحاوی میں نام و نشان تک نہیں۔ لیکن تفسیر مظہری میں اس موضوع کی ایک اور روایت جو مسلم شریف کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ وہ اس کی تائید کرتی ہے۔ روایت یہ ہے۔

رَوَى مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ

رَسُولِی اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم،

ترجمہ :

اہم سلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ جناب علیؑ نے کہا۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں متعہ کیا ہے۔ جب اس روایت اور کچھ روایت کا مضمون ایک ہی ہے۔ تو مطلب واضح ہو گیا۔

جواب ہے :

جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کا ہونا مذکور ہے۔ اس کا ہم بھی انکار نہیں کرتے۔ اس کی تفصیلی بحث ہم کچھ چکے ہیں۔ لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ اجازت کے بعد جب آپ نے اس کی مخالفت کر دی تھی۔ اس کے بعد کا کوئی ثبوت ہو نا چاہیئے۔ اور طرفہ یہ کہ صاحب تفسیر مظہری نے مسلم شریف کی روایت مذکورہ کو فسخ قرار دیا ہے۔ لیکن متعہ کے شوق میں اندھوں کو اس سے آگے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر عجیب تمنا شاید کہ صاحب تفسیر مظہری نے آیت مذکورہ کے تحت جو لکھا ہے۔ شیعہ مفسرین نے وہ بلا اس سے کچھ زیادہ ہی لکھا ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

اِمَّا اَطْلَقَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِبَاحَہٗ وَطَلَبَ  
الْاَزْوَاجَ وَالْاَمَاءَ وَاِنْ کَانَ لَہُنَّ اَحْوَالٌ  
يُحَرِّمُ وَطَلُّہُنَّ فِیْہَا کَحَالِ الْحَبِیضِ وَالْعِدَّةِ  
لِلْجَارِیَةِ مِمَّنْ رَزَّجَ لَہَا وَمَا اشْبَہَ ذٰلِکَ لِاَنَّ

الْعَرَضَ بِالْأَيَّةِ بَيَانُ جَنَسٍ مَنِ يُحِلُّ وَطُلُوها  
 دُونَ أَحْوَالِ الْبَيْتِ لَا يُحِلُّ فِيهَا الْوَطْئُ فَمَنْ  
 ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ أَمَى طَلَبِ سَوَى الْأَذْوَانِ وَ  
 النُّوَلَا يَعِدِ الْعَمَلُوكَةَ فَنَأْوِلُكَ مُوَانَعَادُونَ  
 أَمَى الظَّالِمُونَ الْمُتَجَاوِزُونَ إِلَى مَا لَا يُحِلُّ  
 لَهُمْ۔

مجمع البیان جلد ہفتم صفحہ نمبر ۹۹  
 (سورۃ مومن غ)

ترجمہ :

بے شک اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اپنی لونڈیوں کے ساتھ وطی کرنے کو  
 مطلقاً مباح فرمایا۔ اگرچہ ان عورتوں کے ساتھ بعض حالات میں وطی کرنا  
 حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حالت حیض اور عدت میں۔ اور لونڈی جبکہ  
 اس کی کسی سے شادی کر دی گئی ہو۔ اور اس کے ساتھ ملنے جلتے دوسرے  
 احوال میں۔ کیونکہ آیت کو یہ سے غرض یہ ہے۔ کہ ان عورتوں کی جنس بیان  
 کر دی جائے۔ جن سے وطی حلال ہے۔ یہ غرض نہیں کہ وہ احوال بیان  
 کیے جائیں کہ جن میں وطی ناجائز ہوتی ہے۔ سو جو شخص۔ بیویوں اور اپنی  
 مملوکہ لونڈیوں کے علاوہ سے وطی کرنے کی خواہش کرے گا۔ وہی ظالم  
 ہیں۔ یعنی حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

توضیح :

علامہ طبرسی نے واضح طور پر لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں سے مرد کا وطی  
 کرنا جائز فرمایا ہے۔ وہ صرف دو ہیں۔ ایک مملوکہ بیوی۔ اور دوسری مملوکہ لونڈی۔

لیکن اگر کوئی شخص ان دو کے علاوہ کسی تیسری عورت سے اباحتِ وطی کا قائل ہے تو وہ ظالم ہے۔ عقل کو دستک دے بجٹے۔ کہ جس عورت سے اہل تشیع دو متعہ کریں وہ بیوی کا روپ دھارے ہوئے تھی۔ یا ان کی ملوکہ لونڈی۔ جب ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں۔ تو پھر وہ وہی تیسری عورت ٹھہری۔ جس کی خواہش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا۔ اور علامہ طبرسی نے اسے حلالِ وطی سے حرام کی طرف تباہ کرنے والا ظالم شمار کیا۔ چلو ہماری نہ ہی اپنے بڑے کی ہی مان لو۔ اور حرمت متعہ کے قائل ہو جاؤ۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



(معاذ اللہ)

متعہ کے حلال و جائز ہونے پر اہل تشیع کی گوشہ دلیس عبارات اہل سنت پر مبنی تھیں۔ ہم نے اس کے جوابات مفصل طور پر درج کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد وہ جواز متعہ پر اپنی کتب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے پیش کرتے ہیں۔ اور متعہ کو سنت قولی و فعلی قرار دیتے ہیں۔ ان کے استدلال کی عبارات بعینہ پیش خدمت ہیں۔

حلت متعہ پر سنت قولی

وسائل الشیعہ

عَنْ ذُرَّارَةَ قَالَتْ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ عُمَيْرَ اللَّيْثِيِّ  
إِلَى ابْنِ جَعْفَرٍ فَقَالَ مَا نَقُولُ فِي مُتْعَةِ الْقِسَاءِ فَقَالَ  
أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَعَلَى سُنَّةِ نَبِيِّهِ فَهِيَ حَلَالَةٌ  
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مِثْلَكَ يَقُولُ هَذَا  
وَهَذَا حَرَّمَهَا عُمَرُ وَنَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ

فَقَالَ كَيْفَ أُعِيدُكَ يَا اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تُحِلَّ  
 شَيْئًا حَرَّمَهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ فَأَنْتَ عَلَى قَوْلِي  
 صَاحِبُكَ وَأَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ أَلَا عَمْنَكَ أَنْ الْحَقَّ مَا قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ الْبَاطِلَ  
 مَا قَالَ صَاحِبُكَ قَالَ فَأَقْبَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ  
 فَقَالَ يَسْرُكَ أَنْ نِسَاءُكَ وَبَنَاتِكَ وَأَخَوَاتِكَ وَ  
 بَنَاتِ عَمِكَ يَفْعَلْنَ قَالَ فَعَرَضَ عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءَهُ وَبَنَاتِ عَمِهِ -

(وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۴۲۷/۱۱۱۱۱۱۱۱)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

### ترجمہ:

زدارہ کہتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ آپ عورتوں کے حقہ کچلے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے حلال کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کی حلت و اقیامت ثابت ہے۔ پھر اس نے کہا۔ اے ابوجعفر! آپ جیسا آدمی یہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام قرار دیا اور اس سے منع فرمایا ہے۔ (یہ سن کر) امام محمد باقر نے فرمایا۔ انہوں نے اگر چہ ایسا کیا؟ عبد اللہ بن عمر کہنے لگے۔ میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ نے اس چیز کو حلال قرار دیا ہے۔ جس کو حضرت عمر نے حرام فرمایا۔ یہ سن کر حضرت امام محمد باقر نے فرمایا۔ تو اپنے صاحب



کی بات پر قائم رہ اور میں تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر قائم ہوں۔ ا۔ اور میں تیرے ساتھ لعان کرتا ہوں۔ بے شک حق وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور جو تیرے صاحب نے کہا وہ یقیناً باطل ہے۔ اس پر عبد اللہ بن علیہ کسے بڑھا۔ اور کہنے لگا تمہاری عورتیں، تمہاری بچیاں، تمہاری بھینیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں یہ کام کریں تو تجھے بہت خوشی ہوگی۔ امام باقر نے اپنی بیویوں اور چچا زاد بہنوں کا نام سن کر اس سے منہ دوسری طرف کر دیا۔

### وسائل الشیعہ

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَمَّا أُسْرِى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ لِحَقِيقِي جَبْرِئِيلُ  
فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ  
تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِمُعْتَمِعِينَ  
مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النَّسَاءِ.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۴۲۲ مکتب النکا)

باب السَّنْحَابِ الْمُتَعَمِّدِ مَطْبَعَةُ

تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر صراج کرایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے برکتِ ملاقات کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فراماسا ہے۔ کہ میں نے آپ کی اُمت کی

عورتوں کو چھتہ کرتی ہیں۔ معاف کر دیا ہے۔

## جواب اول:

اہل تشیع نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر لازم لگایا ہے۔ کہ انہوں نے سرکاریہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی روشنی میں متعہ کو جائز اور حلال قرار دیا ہے۔ یہ الزام اور بہتان اس لیے ہے۔ کہ روایت مذکورہ کاراوی زرارہ وہ شخص ہے۔ جس پر خود امام متعہ کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجی ہے۔ امام کی طرف سے اس کے ملعون قرار دیے جانے کا ثبوت اہل تشیع کی مشہور و معتبر کتاب رجال کشی میں موجود ہے۔ لہذا ایسے آدمی کی روایت کا جو کہ زبانی امام سے ملعون قرار دیا گیا۔ کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

## جواب دوم:

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی سند سے کتب شیعہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں۔ جن میں ان حضرات نے متعہ کو حرام اور ممنوع صریح فرمایا ہے۔ لیکن شیعہ مصنفین نے ان روایات کو جب اپنے من بھائی مذہب کے خلاف پایا۔ تو اس کی یہ تاویل کر دی۔ کہ ان حضرات کے حرمت متعہ کے اقوال تعلقہ پر محمول ہیں۔ یعنی اہل بیت کے عظیم ائمہ نے تو متعہ کو حقیقتاً حرام قرار دیا اور ان کے شیعہ اہل اور فدائی یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے امام کا یہ قول جھوٹا ہے۔ اہل تشیع کے الزام تعلقہ کو دیکھئے۔ کہ اس وقت جبکہ ان کے نزدیک اسے اپنانا چاہیے تھا۔ امام باقر اسے قریب تک آنے نہیں دے رہے۔ ابن عمیر جس نے امام باقر سے سوال کیا۔ وہ حرمت متعہ کا قائل ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

کا قول بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ جب ابن عمر کا مسلک امام کے مسلک کے خلاف ہے تو دشمن کے سامنے اگر تفتیہ نہ کیا جائے۔ ترجیح اور کس مقام پر ہوگا۔ یہاں امام باقر رضی اللہ عنہ برواہ نہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ ہمیں اپنے صاحب کا قول مبارک ہو۔ میں تو اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ تو یہی ہے۔ کہ متعہ جائز ہے۔ ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اور اسی مسئلہ پر ابن عمر سے طعن کرنے تک تیار ہو گئے۔ تو معلوم ہوا کہ امام محمد باقر کو تفتیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے آپ کی وہ روایات جن میں متعہ کی حرمت موجود ہے۔ وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ اہل بیت کی سیرت جو اہل تشیع نے بیان کی۔ یہ واقعہ اس کے بھی خلاف ہے۔ جامع الاخبار وغیرہ میں مذکور ہے۔ کہ جس نے ہماری بات کو ظاہر کر دیا ہے اس نے اتنا بڑا جرم کیا۔ گریبا اس نے ہمیں قصداً قتل کیا ہو۔ اب اگر امام محمد باقر کے اس قول کو ان کا قول ہی تسلیم کیا جائے۔ تو اس شخص کو کہ جس نے یہ قول ظاہر کیا۔ ان کا قاتل کہا جائے گا۔ اور کوئی شیعہ یہ کب چاہے گا۔ کہ وہ اپنی گردن پر امام باقر اور امام جعفر صادق کے تن کا گناہ ڈالے۔ تو اگر اہل یہ سیرت بھی بتلاتی ہے۔ کہ کسی ظالم نے جو از متعہ کے بارے میں ان کا یہ ملک بتایا ہے۔ لہذا یہ روایت طعن سے بھی موضوع اور دھوکہ سے چرٹنا بت ہوتی ہے۔

## جواب سوہر:

اگر روایت مذکورہ میں بیان کیا گیا مسلک واقعی امام باقر کا مذہب ہے۔ اور انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کی وہابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوش خبری دینا بھی تسلیم کیا۔ کہ آپ کی امت کی متعہ کرانے والی عورتوں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ تو وضاحت طلب یہ بات ہے۔ کہ اگر متعہ جائز اور حلال ہے۔ تو اس پر عمل کرنے والا گناہ گار کیسے ہوگا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔

کومتہ ہے۔ تو حرام لیکن اس کے کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ لہذا روایت کے یہ الفاظ جوازِ تمتعہ یا اس کے سنت ہونے پر کہاں دلالت کرتے ہیں؟

اور اگر یہ مطلب نہ لیا جائے بلکہ یہ لیا جائے کہ اس سے تمتعہ کا حلال ہونا ثابت ہو گیا۔ جیسا کہ روایت مذکورہ کے ناقلین کا مسلک ہے۔ اور اسی کی تائید اس سے بھی کی جاسکتی ہے۔ کہ امام نے جوازِ تمتعہ کے حق ہونے پر ابنِ عمر کو لعان کی دعوت دی۔ تو پھر دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب ابنِ عمر نے اس حلال و جائز کام کو سر انجام دینے کے لیے امام باقر کی بیویوں اور چچا زاد ہمشیرگان کو ان کے ذریعے اس کی دعوت دی۔ تو اس پر امام نے ناراض ہو کر کمنہ کیوں پھیر لیا تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت مذکورہ بے سرو پا ہے۔ ورنہ جائز اور حلال کام سے ناراض ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

فَاعْتَدِرْ وَيَا أُولِيَ الْآبْصَارِ

حَلَّتِ مُتَمَتِعَةٌ بِرَحْمَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
سنت فعلی

وسائل الشیعہ

عَنْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُتَمَتِعَةِ فَقَالَ إِنِّي لَا أَكْرَهُ  
لِرَجُلٍ الْمُسْلِمِ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا وَحَدِّ  
بَقِيَّتَ عَلَيْهِ خُلَّةٌ مِّنْ خَلَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُمْ يَفْضِلُهَا.

قَالَ الصَّدُوقُ فَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَيْتُ  
لَا كَرَهُ لِرَجُلٍ أَنْ يَمُوتَ وَقَدْ بَقِيَتْ عَلَيْهِ  
خُلَّةٌ مِمَّنْ خَلَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَمْ يَأْتِهَا فَقُلْتُ هَلْ تَمْتَنِعَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَفَرَا هَذِهِ  
الْآيَةُ وَإِذَا سَرَّ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۷ صفحہ نمبر ۴۴۲)

کتاب النکاح استنباب المتع

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بکر بن محمد راوی ہے کہ میں نے ان سے  
متحدہ کے بارے میں پوچھا پس آپ نے فرمایا۔ میں اس بات کو پسند نہیں  
کرتا۔ کہ کوئی مسلمان مرد دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت اپنا باقی رہ جائے  
۔ شیخ الصدوق کا کہنا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں  
اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ کوئی مرد مر جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک خصلت باقی رہ گئی ہو۔ یعنی اس مرنے والے  
نے وہ نہ اپنائی ہو۔ میں نے امام سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے متحدہ کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اور یہ آیت پڑھی۔ وَإِذَا سَرَّ  
النَّكِي الْح-

## جواب:

”و غلے بدرہا بہا نہ سیار“، ظالموں نے اپنی ہوس برائری اور نفس پرستی کے جہاز کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو بھی معاف نہ کیا۔ اور آپ کو متعہ کرنے والا ثابت کر دکھایا۔ معاذ اللہ۔

متعہ کیا ہے؟ پہلے اس کی وضاحت اور پھر مندرجہ بالا استہشاد کی حقیقت بیان ہوگی۔ متعہ ایک قسم کا عقد ہے جس میں ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان مقررہ رقم پر مقررہ وقت تک عقد کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ گناہی کی ضرورت اور نہ ایجاب و قبول کی۔ پھر جب مقررہ وقت گزر جائے۔ تو خود بخود دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ متعہ خادمہ والی عورت سے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے کتب شیعہ میں یہ موجود ہے۔ کہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ قرار دیتے۔ تو پھر کوئی بد بخت ہی ہوتا ہے جو نہ کرتا۔ یعنی متعہ اور زنا میں معمولی فرق ہے۔ ایک میں نکاح کی صورت ہے۔ اور دوسرے میں نہیں۔

یہ مسئلہ بھی مسئلہ ہے۔ کہ اپنی زوجہ سے جو طلعی کرتا ہے۔ اُسے متعہ نہیں کہتے اور موئی اپنی لونڈی سے نکاح کیے بغیر جو طلعی کرتا ہے۔ اُسے بھی کوئی متعہ نہیں کہتے۔ لونڈی سے نکاح کیے بغیر جو طلعی کرنا جائز اس لیے ہے۔ کہ وہ موئی کی ملکوتی ہوتی ہے۔ ان باتوں کی وضاحت کے بعد اب ہم اہلِ سند کی طرف آتے ہیں بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کیا جس پر آیت و اذا مس النبی الخ۔ ولایت کرتی ہے۔ یعنی اس آیت کا شانِ نزول بتاتا ہے۔ کہ آپ کے متعہ کرنے پر یہ آتری۔ اب آئیے کہ آیت مذکورہ کے نزول سے قبل کونسا واقعہ ہوا تھا۔ اور کس عورت کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کی تفصیل کتب شیعہ سے حاصل ہو۔

## تفسیر منہج الصادقین

روایت اشہر اُنست کہ سبب نزول اِی آیت اُن بود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم روز ہزار قسمت فرمود بود میان زوجات اتفاقی یک روز نسبت حضرت جعفر بن ابیہر صلی اللہ علیہ وسلم گفت یا رسول اللہ اجازت فرمائی تا بخدمت پدر بروم۔ و سے رخصت فرمود بعد از آنکہ او برقت اُن حضرت ماریہ قبطیہ را کہ مادر ابراہیم بود و مقوقش کہ پادشاہ اسکندریہ۔ اورا بتجفہ بنزد رسول فرستادہ بود۔ بچہ حضرت جعفر علیہ السلام بخدمت خود ش مشرف گردانیدہ حضرت جعفر را بخدمت خود در سر راہ بستہ دید ہا پنجاشت تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروں آمد عرق از روی مبارکش می ٹکیدہ حضرت بر قہیہ مطلع شدہ بگوییست و گفت یا رسول اللہ کنیز را بچہ نہ من آوردی و با وظولت فرمودی و حرمت مرا نگاہ نہ داشتی و با دیگر زنان اِی عمل کردی حضرت فرمود اے حضرت جعفر اِی کنیز من است و خدا کے تعالیٰ اورا بر من بہاح گردانیدہ و من اورا برائے رضا کے تو بر خود حرام گردانیدم۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۱ ص ۳۲۹)

سورۃ التحریم)

(۲۔ مجمع البیان پارہ ۲۵ زیر آیت واذا

اسرا النبی الخ)

ترجمہ:

و اذا اسرا النبی الخ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مشہور ترین روایت یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

ازواج مطہرات کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ اتفاقاً جس دن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی باری تھی۔ تو جعفر نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے والد صاحب سے مل آؤں؟ آپ نے اجازت دے دی۔ اجازت لینے کے بعد آپ نے ماریہ قبطیہ کو بلوایا۔ یہ جناب اہل بیت کی والدہ تھیں اور اسکندریہ کے بادشاہ قنوقش نے بطور تحفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھیں جب ماریہ قبطیہ حضرت جعفر کے گھر آگئیں۔ تو آپ نے اسے اپنی خدمت سے مشرف فرمایا۔ جعفر جب واپس لوٹیں۔ تو دروازہ بند پایا۔ وہیں بیٹھ گئیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے چہرہ انور سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جعفر اس سے اتنے پر مطلع ہو گئیں تو رونے لگیں۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! لونڈی کو میرے گھر بٹھا کر اس سے خلوت فرمائی۔ اور حرمت کو نظر میں نہ رکھا اور دوسری عورتوں کے ساتھ یہ کام آپ نے نہ کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جعفر! یہ میری لونڈی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لیے مباح فرمادیا ہے اور میں تیری خوشنودی کی خاطر اسے اپنے اوپر حرام کیے دیتا ہوں۔

محسن کریم:

جس آیت کریمہ کو امام جعفر صادق کے حوالہ سے جواز متعہ پر پیش کیا گیا یا ظہر یا کرام! آپ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ کس ڈھائی کے ساتھ سہ سو کو دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمل متعہ کا ثبوت اس آیت سے پیش کیا گیا؟ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ کہ جس کے ساتھ آپ نے تنہائی فرمائی۔ کیا لونڈی کے ساتھ خلوت و متعہ شمار ہوتی ہے؟ ہم یہ کلمہ چکے ہیں کہ لونڈی کے ساتھ نکاح کیے بغیر ولی کرنا مولیٰ کا حق ہے۔ نیز اس ولی کو متعہ، بالاتفاق



نہیں کہتے۔ لیکن ان ناہنجاروں نے ان قواعد کو بالائے طاق رکھ کر ایک حرام فعل کو حلال قرار دینے کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو بھی معاف نہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حرام فعل کی نسبت کرنا کفر سے کم نہیں۔ متعہ کے حرام ہونے کا اہل سنت کو تو اقرار ہے ہی لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ اسے حلال و جائز کہنے والے بھی ”حرام“ تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## مسالك الافهام

عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ .  
شَكَّوْنَا الْعَدْبَةَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَتَعَالَ  
اسْتَمْتَعُوا مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً  
ثُمَّ نَزَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَلَمَوْ قَاتِلَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُولُ  
إِنِّي كُنْتُ أَذْنُتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ أَلَا وَإِنَّ  
اللَّهَ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

(مسالك الافهام جلد سوم ص ۴۰۰ کتاب

نکاح المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ :

ربیع بن سبرہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شہوت کی کثرت کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہاں کی عورتوں سے نکاح منع کرو۔ سو میں نے بھی ایک عورت سے نکاح منع کر لیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت

جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے۔  
 ”بے شک میں نے تمہیں نکاح منہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔  
 خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے نکاح منہ کو قیامت تک حرام فرما  
 دیا ہے۔“

نوٹ:

اہل تشیع جب کوئی روایت یا حدیث اپنے مطلب کی نہیں پاتے۔ تو اسے  
 تفسیر پر محمول کر دیتے ہیں۔ ان کو تفسیر ہر جگہ کام دے دیتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے بارے میں تفسیر کرنے کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے تمام دین ہی خطرے  
 میں پڑ جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ آپ کا مذکورہ ارشاد تفسیر پر محمول نہیں۔ اور منہ کی تحریر  
 ابدی ثابت ہو گئی۔ ایک طویل روایت سے اقتباس بھی ملاحظہ ہو۔ جو اہل تشیع کی  
 صحاح اربعہ میں سے ہے۔

### الاستبصار

عَنْ زَيْدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنْ آبَائِهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لُحُوءَ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ وَنِكَاحَ الْمُتَعَوِّ

(۱۰۱) الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۴۲

(ابواب المتعوى)

(۲) - تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۵۱

باب تفصیل احکام النکاح

ترجمہ :

زید بن علی اپنے جد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھربو پالتو گڑھے کا گوشت اور نکاح متعہ دونوں کو حرام فرمادیا۔

چونکہ اس روایت کے سارے راوی ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور وہ متعہ، اہل تشیع کے مسلک کے خلاف اور مسلک اہل سنت کے مطابق ہے۔ اور اس روایت میں مسلک اہل سنت کی تائید و تصدیق ہو رہی ہے۔ اس لیے دل کے چور نے جھجھوڑا۔ اور شیطان کے اُکسانے پر اس روایت کے ساتھ ہی صاحب الاستبصار نے یہ بڑھا تک دی۔

فَأَسْرَبُهُ فِي هَذِهِ الزَّوَايَا كَنَ مَحْبِلِهَا عَلَى التَّقِيَّةِ  
لَا تَهَاوُفَتْهُ نَفْلَعَا مَعَهُ

ترجمہ :

یعنی چونکہ یہ روایت عام مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق ہے۔ اس لیے اپنے مسلک کو درست رکھنے کے لیے ہم اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت بطور تقیہ بیان کی۔ اور شیعہ مصنف ان حضرات کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک ثابِت کرنے کے لیے ان پر یہ الزام لگا رہا ہے

کم بخت کو اپنی غلطی اور بد عقیدگی درست کرنے کی زسوجی۔ اگر سوجھی تو یہ کہ ان کو اپنے  
 تائب بنائے۔ و سيعسر الذین ظلموا ای مفقلب ینقلبوت -  
 الایۃ کے مصداق ایک طرف یہ جرأت اور دوسری طرف یہ کہ پیغمبر و تقیہ کی  
 بیماری سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ پیغمبر کے تقیہ نہ کرنے پر ان کی مشہور و معروف  
 کتاب تلخیص المشافی کی عبارت ایک سے زائد مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اب ان  
 عبارات کے پیش نظر آپ فیصلہ کریں۔ کہ مذہب امامیہ کی اصیت کیا ہے؟ مختصر یہ کہ  
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ قولی اور فعلی سے جو جواز متہ ثابت کرنے کے  
 کوشش کی گئی۔ ہم نے اس کی پوری پوری خبر لی۔ اور منہ توڑ جواب دیئے ہیں۔  
 جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ ایسی روایات ناقابل اعتبار و استہادہ ہیں  
 بلکہ مرفوع ہیں۔ اور اصول و قواعد اہل تشیع کے بھی خلاف ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

# متعلقات

## میں اہل تشیع کی دورنگی

کتاب شیعہ میں یہ بات بڑی تفصیل و صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ ان کے ہاں متعہ کرنے پر اجر جزئل ملتا ہے اس کے فضائل میں یہاں تک کہا گیا ہے۔ کہ تکلیف ایمان اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو۔

### وسائل الشیعہ:

رَوَى أَنَّ الْمَرْمُونِ لَا يَكْمُلُ حَتَّى يَسْمَعَ .

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۳۴۲ باب استنباب المتعہ)

### ترجمہ:

امام باقر سے مروی ہے۔ کہ کوئی مومن متعہ کے بغیر کامل نہیں ہو سکتا۔ ایک طرف یہ دعویٰ کہ ان کے ہاں مومن اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک متعہ نہ کرے۔ اور دوسری طرف ان کے ہم مشرب لوگ اس فعل کو اپنے لیے بد نما داغ تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ محمد بن جواد مغنیہ لکھتا ہے۔

# عراق، لبنان اور شام میں شیعہ متعہ کو دین میں بدنامی کا سبب سمجھتے ہیں

الفقہ علی المذہب النجفی:

لَكِنَّ الشَّيْعَةَ لُبْنَانَ وَ سُورِيَةَ وَالْعِرَاقَ لَا  
يَسْتَعْمِلُونَ الْمُتْعَةَ عَلَى الرَّغْبِ مِنْ إِيمَانِهِمْ  
بِجَوَازِهَا وَ أَبَاحَتِهَا الْحَاكِمُ الشَّرْعِيَّةُ  
الْجَعْفَرِيَّةُ فِي لُبْنَانَ كَمَا تَجَرَّ وَ كَمَا ذُنُ  
لِلزَّوْجِ الْمُتْعَةِ مُنْذُ انْشَأَتْهَا إِلَى الْيَوْمِ -

(الفقہ علی المذہب النجفی صفحہ نمبر ۳۶)

تذکرہ دلائل المتعہ

ترجمہ:

بنانی، شامی اور عراقی شیعہ متعہ پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اس کی اجازت  
و اباحت کو اپنے دین کا بدنامی کا سبب سمجھتے ہیں اور فقہ جعفریہ کے یہ احکام  
لبنان میں نہ تو جاری ہیں۔ اور نہ ہی بنانی شیعہوں نے اپنی عورتوں کو  
متعہ کی اجازت دی۔ ان کا یہ دلیہ اس وقت سے آج تک چلا آ رہا ہے  
جب سے متعہ کی حلت و اجازت بنائی گئی۔

ملحد فکریہ: امام اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں

کوفہ کو دارالخلافہ بنایا۔ کوفہ ملک عراق میں واقع ہے۔ ان کا مزار شریف نجف اشرف میں ہے اور یہ شہر بھی عراقی ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے بہتر جانشین جنہوں نے میدانِ کربلا میں جاہِ شہادت نوش فرمایا۔ ان حضرات کی قبریں کربلائے معلیٰ میں سرزمینِ عراق پر ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ، امام رضاؑ کے مقبرے بغداد میں ہیں۔ گویا عراق شریعہ سے ائمہ اہل بیت کا مرکز رہا ہے شیعیت کے باقی یہی حضرات بتائے ہیں۔ تو بنیانِ مسک شیعہ کے علاقہ جات میں شروع سے آج تک متعہ ایسی جمیع حرکت کی اجازت ندی گئی بلکہ ان علاقہ جات کے کفر شیعہ اسے اپنے دین کا بدنامی وادھ اور بدنامی سمجھتے ہیں۔ تو اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ کمرکز سے دور رہنے والے اہل تشیع نے اس بے حیائی کو خود گھڑا۔ اور نفس پرستی کے لیے اسے رواج دیا۔ بنیانی، عراقی اور شامی شیعہ کیا شیعیت میں دوسرے شیعوں سے کم ہیں؟ کیا انہیں اپنے ائمہ کی تعلیمات سے پیار نہیں ہے کیا انہیں آخرت میں ائمہ کے سامنے سرخرو ہونے کی تمنا نہیں ہے؟ کیا انہیں اپنے ایمان کی تکمیل منظور نہیں؟ کیا انہیں یہ عرف نہیں۔ کہ اگر ہم نے متعہ پر عمل نہ کیا تو ہمارے کان اور ناک کل قیامت کو کاٹ دیئے جائیں گے؟ ان حالات میں جب کہ شیعہ مراکز متعہ کو اپنے دین کا بدنامی وادھ قرار دیں۔ اور اِدھر اُدھر سے منہ بولے شیعہ سے تکمیلِ ایمان کا سبب کہیں۔ ایک خالی الذہن قاری یہ بات بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس بارے میں جواز و اباحت کے سائل شیعہ محض ہوس کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور زنا سے بچنے کے لیے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مزے لوٹنے کے لیے یہ بجواس گھڑتے ہیں۔ ورنہ اس کی حرمت کا عقل سلیم بھی فیصلہ کرتی ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

# متنعہ زنانہ کی حد کو ختم کر دیتا ہے

## وسائل الشیعہ

عَنْ زُرْعَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَمَاءٍ قَالَتْ سَأَلْتُ  
عَنْ رَجُلٍ أَدْخَلَ جَارِيَةً يَتَمَتَّعُ بِهَا ثُمَّ أَنْتَى  
أَنْ يَشْتَرِطَ حَتَّى وَقَعَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَدُّ الزَّانِي  
قَالَ لَا وَلَكِنْ يَتَمَتَّعُ بِهَا بَعْدُ وَ يَسْتَعْفِرُ  
اللَّهُ مِنْ مَمَاتٍ .

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۹۲ م کتاب البیوع)

ترجمہ :

زرعہ کہتا ہے کہ سہ ماہی نے کہا کہ میں نے پوچھا۔ اگر ایک مرد کسی عورت  
کو اپنے گھر لے آئے۔ اور اس سے متنعہ کرنے کی خواہش ہو۔ پھر اُسے  
نکاح متنعہ کرنا بھول گیا اور بغیر اس کے اُس سے متنعہ کر لیا تو کیا ایسے مرد  
پر زانیہ کی حد جاری واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ بعد میں صحت متنعہ  
کر کے پھر متنعہ کرے۔ اور جو کچھ کر لیا۔ اس کی اللہ سے معافی مانگے۔

نوٹ :

”وسائل الشیعہ“ میں یہ روایت جس باب کے تحت ذکر کی گئی۔ اُسے ان الفاظ  
سے ذکر کیا گیا ہے۔



بَابُ مَنْ أَرَادَ التَّمَتُّعَ بِمَا مَرَّاقَةً فَكَيْسَى الْعَقْدِ  
حَتَّى وَطَئَهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ .

یعنی اس باب میں ائمہ اہل بیت سے مروی روایات۔ ذکر کی جائیں گی۔ جن میں یہ مسئلہ موجود ہو گا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے متعہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن دجلہ بازی یا کسی اور وجہ سے وہ عقد کرنا بھول گیا۔ اور بغیر عقد کیے اس عورت سے وطی کریتا ہے تو ایسے مرد پر حد زنا ہرگز جاری نہیں ہوگی۔

اس وحی کو خود تسلیم بھی کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ متعہ کے شرائط پر اس کیے بغیر ہوئی۔ لہذا نکاح متعہ نہ ہونے کی وجہ سے متعہ نہ بن سکی۔ اور عورت مذکورہ سے اس صورت میں جو کچھ کیا گیا وہ زنا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ اسے زنا تسلیم کر کے بھی اس پر حد زنا نہیں لگاتی۔ بلکہ اس جرم کے چھپانے یا معدوم کرنے کا یہ طریقہ سکھایا۔ کہ بھول چک معاف۔ اب سنجیدہ ہو کر نکاح متعہ کر کے پھر بازار عیش و عشرت گرم کرو۔ اور ایک تیر دو شکار کا فائدہ حاصل کرو۔ نظر انصاف سے دیکھو۔ کہ کیا اہل تشیع کی فقہ میں زنا ایسی بدکاری کی کوئی شکل موجود ہو سکتی ہے۔ ایک مرد کو اجنبی عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہاتھوں ہاتھ دھریا جائے۔ اور اسے اس کی حد زنا لگانے کی کوشش کی جائے تو وہ پکار اٹھے گا۔ کہ ہم نے آپس میں مخصوص رقم پر مخصوص وقت تک کے لیے نکاح کر لیا تھا۔ لہذا یہ زنا نہیں۔ اگر مجھ سے یہ شرائط ملے نہ کہ پائے ہوں۔ تو پھر کہا جائے گا۔ کیا ہوا۔ ہم ابھی پھر شرائط متعہ کے وطی کر لیتے ہیں۔ جس سے پہلی وطی کی گزیر بڑھتے ہو جائے گی۔

خدا سوچئے۔ کیا حضرات ائمہ اہل بیت نے بدکاری کی اس طرح حوصلہ افزائی کی۔ جو تم ان کے سر تھوپنے بار ہے ہو۔ حاشا وکھان حضرت کی اصل تعلیمات ایسی جہالتوں سے پاک ہیں۔ اور دیار لوگوں نے عبد اللہ بن سبا کے مشن

کی تکمیل کے طور پر امت محمدیہ کے متونوں کے خلاف گناہوں کی ساکس کر رکھی ہے  
 تاکہ ان کی بدنامی اور بے عزتی میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔

ولاحول ولاقوة الا باللہ

---

# فصل چہارم



## آیت نمبر (۱)

وَلَيْسَتَعْفِيفُ الَّذِينَ لَا يَحِيدُونَ نِكَاحًا  
حَتَّى يُعْطِيَ لَهُمُ اللَّهُ مِنْ قَضَائِهِمْ - (پ ۱۰۶)

ترجمہ:

اور جو تم میں سے (بوجہ غربت) نکاح (کے اخراجات و لوازمات) کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ انہیں عفت یعنی پاکدامنی برتنی چاہیئے۔ (اور صبر کرنا چاہیئے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں حساب مال کر دے۔

## دلیل دوم آیت (۱)

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمَعْصَرَةَ

الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ  
 فَتْيَا تَكْفُرُ الْمُؤْمِنَاتِ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ  
 الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصَدُّوا أَحْيَاءُكُمْ وَاللَّهُ  
 عَفُودٌ رَّحِيمٌ

(سورۃ النساء پ ۷ ع)

ترجمہ:

جو مرد تم میں مومن آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ یعنی  
 مالی طور ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو، تو انہیں مومن لونڈیوں میں  
 سے کسی سے نکاح کر لینا چاہیئے۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے۔ جو تم میں  
 سے بہکاری اور زنا سے خوف کھاتا ہو۔ اور اگر تم بہر کر دو۔ تو یہ تمہارے  
 حق میں بہت اچھا ہے۔ اور انہیں کنکھنے والا بہت مہربان ہے۔

دلیل سوم آیت (۲)

وَالَّذِينَ مُّرْسِلَةٌ وَاجِبَةٌ حَافِظُونَ إِلَّا  
 عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ  
 فَإِنَّهُمْ غَنِيٌّ مَّا لَوْ مِينَ - فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ  
 ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ مُرْسِلُ الْعَادُونَ -

(پ ۷ ع)

ترجمہ:

جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا دیگر عورتوں سے اپنی شہ نکاہوں  
 کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ ان پر کوئی عداوت نہیں۔ سو جو اس کے

سوائی اور عورت کے طلب گار ہوں گے۔ تو وہی لوگ دھڑلے سے، تجاؤں سے، کھانے والے ہیں۔

## حاصل کلام:

پہلی آیت میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ اگر انہیں آزاد عورتوں کے نکاح پر ہونے والے اخراجات اور بعد میں خورد و نوش اور رہائش وغیرہ ضروریات کا پورا کرنا مشکل نظر آتا ہو۔ تو پھر انہیں اس وقت تک صبر سے زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں مذکورہ ضروریات میں خود کفیل نہ کر دے۔

دوسری آیت میں اسی مضمون کو قدرے آسان انداز میں ایک دوسرے پر ایمان میں ذکر کیا گیا۔ وہ یہ کہ اسے مسلمانو! اگر تمہیں آزاد عورتوں سے نکاح کی قدرت نہیں۔ تو تمہیں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دینی جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر تم آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی طاقت نہ رکھتے ہوئے اپنے بارے میں یہ محسوس کرتے ہو۔ کہ صبر نہ کر سکو گے تو بیکاری نہ کرنا۔ ہاں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر کے مقصد برآری کر لینا۔ کسی اور طریقہ سے مقصد برآری کی تمہیں اجازت نہیں۔

فاریح کرام! آپ عور فرمائیں۔ اگر لونڈیوں سے نکاح کرنے کے علاوہ کوئی اور آسان طریقہ عند اللہ جائز ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت نہادی کر دیتا۔ اور متعدد کو دیکھ لیجئے۔ کہ مقصد شادی (جبکہ صرف کسبِ خواہش ہی نہیں ہے) اس سے کتنا آسان اور سستا حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ حق ہر کی ضرورت۔ نہ رہائش و خوراک کی فوری ضرورت اور نہ ہی دیگر ضروریات زندگی کی پابندی۔ اگر اس آسان طریقہ کی علت کی گنجائش ہوتی۔ تو پھر صبر و ضبط کی تاکید کیوں کی جاتی ہے بلکہ اس کی بجائے صاف اور سیدھے الفاظ

میں یہ کہا جاتا کہ اگر تمہیں آزاد عورتوں پر لٹھنے والے اخراجات کی طاقت نہیں۔ تو پھر یہاں ہوا۔ چند ٹکوں اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کے عوض تم متعہ کو کے اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہو۔

روایت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی

شعبی تاویل

اہل تشیع جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متعہ کے بارے میں یہ روایت اپنی کتب میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ آپ نے متعہ اور پالتو گدھے کا گوشت فنج خیبر کے وقت حرام کر دیئے تھے تو ساتھ ہی اس کی تاویل بھی کرتے ہیں۔ کہ متعہ حقیقت میں جائز اور حلال تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرتے ہوئے اس کو حرام اور ناجائز کہا۔

چہرمان لیتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈرتے ڈرتے تقیہ کا دامن تمام کراس کی حرمت بیان کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ احکم الحاکمین ہے۔ اسے تو کسی کا ڈر نہیں۔ اور نہ ہی اسے تقیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تو اس تنازعہ و ترمیم نے متعہ کی علت اور اس کے جواز پر کوئی حکم یا اعلان کیوں نازل نہ فرمایا۔ بلکہ مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور زیر تصرف لونڈیوں کے علاوہ کسی تیسری عورت کو اپنے لیے طلب کیا۔ اور اس سے مقصد براری چاہی۔ تو ایسے شخص کی یہ حرکت زنا اور حرام کاری ہوگی۔ اور وہ شخص اللہ کی حدود کو چھانڈنے والا ہوگا۔ حرام کام منکب ہوگا۔ اور اس کو اس جرم کی سزا جہم یا کوڑوں کی شکل میں دی جانی گی۔ اس مضمون کی تائید

کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

### تفسیر منہج الصادقین

(فَمَنْ ابْتَغَىٰ) پس ہر کہ جو یہ برائے مباشرت (وَرَأَىٰ ذَا إِلَهِكَ)  
غیر از زنان و کنیزان خود (فَأُولَٰئِكَ) پس اٹھروہ (هَسْرَ الْعَادُونَ)  
ایشانند در گزندگان از علل بحرام۔

(منہج الصادقین ص ۱۹۴-۱۹۵ جلد ششم  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

پھر جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ کسی اور عورت کو مباشرت  
کے لیے تلاش کرے گا۔ پس وہی گروہ علل سے حرام کی طرف تجاوز  
کرنے والا ہے۔

### مجمع البیان

(فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَأَىٰ ذَا إِلَهِكَ) اُنہی طَلَبِ سِوَى الْأَزْوَاجِ  
وَالْمَوْلَا يُدِ الْمَمْلُوكَاتِ (فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ)  
اُنہی الظَّالِمُونَ الْمُتَجَبَّوْنَ زَوْجًا إِلَىٰ مَا لَا  
يَحِلُّ لَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد  
ہفتم صفحہ ۹۹ مطبوعہ  
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سو جس شخص نے اپنی بیویوں اور ملوک لونڈیوں کے سوا کسی عورت کو  
(مباشرت کے لیے) طلب کیا۔ پس یہ لوگ ظالم ہیں۔ اور غیر حلال کی  
حرف تجاؤز کرنے والے ہیں۔

شیخہ حضرات کی ان دونوں تفاسیر نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ کہ جو آدمی بھی  
ان دو طرح کی عورتوں کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت طلب کرے گا۔ اور بصورت  
متہ کسی کو ان دو قسم کی حلال عورتوں کے علاوہ استعمال میں لانے کی جسارت کرے گا۔  
وہ بدکار اور زانی قرار پائے گا اور اس کی سزا رجم یا کوڑوں کی صورت میں دی جائے گی

### دلیل چہارم آیت علیٰ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ  
أَجُورَ مَنْقٍ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِنَّا أَفْآءَ اللَّهِ  
عَلَيْكَ۔  
(پیش ۳)

ترجمہ:

اے نبی! بے شک حلال کیں ہم نے تمہارے لیے وہ بیبیاں  
جن کے تم ہمدے چکے ہو۔ اور وہ لونڈیاں جو خدا نے تعالیٰ نے  
بطور مال غنیمت تم کو عطا فرمائیں اور جن کے تم مالک ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کریمہ میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا۔ لیکن اس کا  
حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صرف دو طرح کی  
عورتیں حلال اور جائز فرمیں۔ ایک وہ جن سے تمہارے حق مہر کے عوض نکاح ہو چکا



اور دوسری وہ لونڈیاں جو تمہاری ملک میں ہوں۔ بہذا اثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں صرف دو طرح کی عورتوں کو حلال ٹھہرایا۔ اور وہ تمام آیات محکمات غیر منسوخہ ہیں۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ”متعہ معروفہ“ کے ذریعہ منہ والی عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہیں۔ اس لیے اس صورت میں یہ فعل زنا اور حرام ہی ہوگا اور متمتع عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہ ہوگی۔

رَفَاعَتُہُمْ رَوَاہُ اَوَّلِی الْاَبْصَارِ

## دلائل از کتب شیعہ بر حرمت متعہ

دلیل عارفی کافی

عَدُوٌّ قَدْ أَصْحَابًا عَنْ سَلِيلِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ  
بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَمُونَ قَالَ كَتَبَ أَبَدُ الْحَسَنِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ مَوَالِيهِ لَا تَلْصِقُوا  
عَلَى الْمُتَعَةِ إِذَا مَا عَلَيْكُمْ قَامَةُ السَّنَةِ  
فَلَا تَشْتَغِلُوا بِهَا عَنْ قَرَشِكُمْ وَحَرَامِكُمْ فَيَكْفُرُونَ  
وَيَسْبِرُونَ وَيَدَّ عَيْنَ عَلَى الْأَمْرِ بِدَالِكٍ وَيَلْعَنُوا  
دفعہ کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید

کتاب النکاح باب ۱۸

يجب ان يحكم عنها من كان

متغنيا ص ۲۵۳

ترجمہ :

جناب ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو لکھ بھیجا متعہ پر اصرار مت کرو۔ تم  
پر حرمت سنت کی پابندی لازم ہے۔ اپنی منکوحہ اور آزاد عورتوں کو جو  
نکاح میں ہوں۔ انہیں چھوڑ کر متعہ میں مصروف نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے

ایسا کیا۔ تودہ عورتیں (جو تمہارے نکاح میں ہیں) تمہاری ناشکری ہو جائیں گی۔  
یا کفر کی طرف منسوب کر دیں گے اور تم سے یزیدی کا اظہار کریں گی۔ اور اس  
کی شکایت حاکم وقت کے پاس لے جائیں گے اور وہ ہم سب پر لعنت بھیجتے ہیں  
دیکھو ٹکڑے سمجھیں گے۔ کہ تمہیں حکم متدہم نے دیا ہے۔ لہذا انہیں بھی تمہارے ساتھ  
لعنت کرنے میں اکٹھا کر دیں گے۔

## حاصل کلام:

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کرم وجہہ نے اپنے ماتحتوں اور غلاموں کو  
متدہم پر اصرار کرنے سے روکتے ہوئے یہاں تک فرمایا۔ کہ لوگ ہم پر لعنت کریں گے۔ اور  
تکفیر تک سے نہیں چوکیں گے۔ جو شخص اس فعل شنیع کی اس حد تک مذمت کرتا ہو۔  
تو اس فعل کے متعلق اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فدائی اور جانثار کہلانے  
والوں کو یہ کہتے ہوئے شرم آئی چاہیے۔ کہ جو شخص ایک مرتبہ متدہم کو تہمت دے۔ اس کو اہل حق  
کا درجہ اور دوزخ متدہم کرنے والے کو امام حسن کا درجہ اور زمین و فوج کا مرتکب حضرت علی  
رضی اللہ عنہ کا درجہ اور چار دفعہ ارتکاب کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ پاتا  
ہے تاکہ یہ سبوح اسات نہیں۔ اور کیا یمن گھرات لغویات نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو  
ایک دفعہ متدہم کرنے کو بھی غلات سنت قرار دے کر اس سے منع کر رہے ہیں۔ کیونکہ  
آپ ہی تودہ شنیعت ہیں۔ کہ جن سے سنی شیعہ بھی یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ یوم خیبر کو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھا اور متدہم حرام کر دیئے تھے۔ جب آپ اسے غلات  
سنت بھی قرار دیں۔ اور اس کی حرمت کے روایت کرنے والے بھی ہوں۔ تو  
پھر ان کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متدہم کو سنت  
قرار دیتے ہیں کیسے قدر ظلم

اور بعض اعدادات کا بحر پر مظاہر ہے۔

### دلیل دوم فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْيَمَنِيُّ  
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ مَا تَقُولُ  
فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ  
وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ وَإِلَيْهِ صَلَّيَ اللَّهُ فَهِيَ  
حَلَالٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ  
مِثْلُكَ يَقُولُ هَذَا وَتَدْحَرُهَا عُمَرُ وَ  
نَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ فَقُلْ قَالَ إِنْ  
أُعِيدَ لَكَ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تُجِلَّ شَيْئًا حَرَّمَ  
عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهُ فَأَنْتَ عَلَى قَوْلِ مَسَاحِيكَ  
وَأَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
إِلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ إِلَا عِنْدَكَ أَنَّ الْقَوْلَ مَا  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَإِلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَأَنَّ الْبَاطِلَ مَا كَانَ مَسَاحِيكَ فَقَالَ  
فَأَقْبَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ يَسِّرَكَ  
أَنَّ نِسَاءً لَكَ وَبَنَاتِكَ وَأَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ  
عَمِّكَ يَفْعَلْنَ فَمَا عَرَضَ عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءً

## وَبَيِّنَاتٍ عَلَيْهِ -

- (۱) - البرہان فی تفسیر القرآن علامہ حسین السمرقانی  
طبع قم سورۃ النساء ص ۳۶۰ جلد پنجم  
(۲) - فروع کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع بدست  
کتاب الکلاح الباب المتعہ ص ۴۴۹

## ترجمہ:

زادو نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر البلیثی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے اہل آیا۔  
اور عورتوں کے متعہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔ تو امام باقر نے  
کہا۔ متعہ اللہ نے اپنی کتاب میں اور اپنے پیغمبر کی زبان سے حلال قرار دیا  
ہے۔ تو وہ تا قیامت حلال رہے گا۔ سائل نے عرض کیا۔ اے ابو جعفر!  
آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اس کو  
حرام کر دیا ہے۔ اور اس سے روک دیا ہے۔ امام باقر نے کہا۔ انہوں نے  
ایسا کیا ہو۔ (ان کے حرام کرنے سے متعہ تھوڑا ہی حرام ہو گیا ہے۔)  
عبد اللہ بن عمر نے کہا۔ میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ جس چیز کو  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ حرام قرار دیں۔ آپ اسے حلال سمجھ رہے ہیں۔ تو  
امام باقر نے کہا۔ تمہیں اپنے صاحب (عمر) کا قول مبارک ہو۔ اور مجھے اللہ  
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منظور ہے۔ اؤ میں اور تم اس بات  
پر مجاہد کریں۔ کہ جو کچھ متعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
میں نے پیش کیا۔ اور جو تم نے حضرت عمر کی روایت بیان کی۔ ان میں  
سے میں سچا اور تم جھوٹے ہو۔ عبد اللہ بن عمر سے کہ کچھ آگے بڑھا۔ اور  
کہنے لگا۔ کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں، بیٹیاں، اور چچا زاد ہمیشہ گان متعہ کو

تو کیا آپ خوش ہوں گے۔ یہ سن کر امام باقر نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور  
کچھ جواب نہ دیا۔

کیا امام باقر رضی اللہ عنہ نے مباہلہ سے

واقعی فرار اختیار کیا؟

فزع کافی کی مندرجہ ذیل روایت سے یہ ثابت ہو رہا ہے۔ کہ دعوت مباہلہ سے  
والے بھی خود امام باقر رضی اللہ عنہ میں۔ اور اس سے فرار بھی آپ نے ہی کیا۔ اگر واقعہ  
(روایت) کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو اسی سے متعہ کے ناجائز اور فعل بد ہونے  
کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ جب امام باقر رضی اللہ عنہ کو سائل نے دو ٹوک الفاظ میں یہ کہا  
کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں، انہیں مبینہ وغیرہ متہ کریں۔ تو اسے پسند کریں گے۔ اور ایک حکم  
شرعی پر عمل پیرا ہوتا دیکھ کر مستر محسوس کریں گے؟ اگر واقعی تا قیامت متہ معروفہ  
جائز اور حلال ہوتا۔ تو امام موصوف کا اس پیش کش کے جواب میں خوشی و مسرت کا اظہار  
فرمانا ایک دین دار کی علامت ہوتی۔ اور آپ قطعاً مباہلہ سے نہ کتراتے۔ لہذا آپ  
کا اعراض کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ اس فعل کو شرعی لگانا اور مسلمانانہ  
فعل نہیں سمجھتے تھے۔

ربایہ مبالغہ کہ اسی روایت کے ابتدائی الفاظ میں راوی نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ  
سے متہ کی علت ابدی کا ذکر فرمایا۔ اور اس کی علت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ  
علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ اور اس کی کیا حقیقت ہے۔ ۹۔

تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ امام موصوف کی طرف یہ واقعہ ان لوگوں  
نے خود گھڑ کر منسوب کر دیا ہے۔ ورنہ امام موصوف علت و حرمت کے

مسائل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اور اس بارے میں کبھی قسم کی شرم و علامت کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کا ذاتی فرمان سماعت فرمائیے۔

### فروع کافی

لَا اَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرِيضَةً  
عَظُمَتْ بِهَا تُقَاتُ الْفَرَاخُفْنَ - هَذَا لِكَهْضَبِ  
اللَّهِ عَزَّ وَجَدَّ عَلَيْهِمْ فَيَعْتَبِرُ بِعَقَابِهِ  
فَيَمْلِكُكَ الْاَرْضُ فِي ذَا اَمْرِ النُّجَارِ وَالصِّغَارِ  
فِي ذَا اِيَرِ الْكُتُبَارِ ----- وَلَا تَخَافُوا فِي اللَّهِ  
نَوْمَةً لَا يُمْرُ -

دفعہ کافی جلد پنجم کتاب البہاد وایابا نامہ  
بالمعروف و انہی عن المنکر ص ۵۵ تا ۵۶)

### ترجمہ :

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا عظیم فرض ہے۔ کہ اسی کی وجہ سے فرار الخف کا قیام ہوتا ہے۔ اگر اس فریضہ میں کوتاہی اور غفلت آن پڑے تو اللہ کا غضب ایسے لوگوں پر مکمل طور پر آتا ہے اور بڑوں کے گھروں میں نیک لوگ اور بڑوں کے گھروں میں چھوٹے سب ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ اللہ کے دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر کسی کی علامت کی پرواہ تک نہ کرو اور اس فریضہ کو انجام دیتے رہو۔





پھر اسی کا تذکرہ اپنے بھائیوں اور اجاڑے کرے۔

حضرات قارئین! یہ حدیث اس کتاب کی ہے۔ جو شیعہ لوگوں کے نزدیک صحیحین  
کتاب حدیث میں سے ہے۔ اور اس کی (حدیث) صحت میں کوئی نقیل و قال نہیں حضرت  
علی رضی اللہ عنہ جس فعل (متعد) کو بے حیائی کا نمونہ اور بے شرمی کی علامت قرار دیں۔ تو  
اس فعل بد کے مرتکب کو جنتی اور صاحب تقویٰ قرار دینا کس قدر بے غیرتی اور بے حیائی  
ہے۔ کسی محبت اہل بیت کا ایسا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور امام جعفر صادق کا کوئی غلام ایسے  
جاؤ متصور نہیں کر سکتا۔ مہمان اہل بیت غلامانِ آلِ رسول اس کو زنا اور بدکاری کے زمرہ  
میں ہی شمار کرتے ہیں۔ اور شمار کریں گے۔

دریل چهارم - الاستیصار

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قَالَ حَزَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَحْوَ الْحُمْرِ الْأَمْلِيَّةِ وَنَكَاحَ الْمُنْعَةِ.

(۱- الاستبصار جلد سوم مطبوعہ تہران

طبع جدید البواب المقننہ ص ۱۴۲)

۷۲- تہذیب الاحکام جلد ۷ مطبوعہ تہران

طبع جدید باب تفصیل احکام

المنكاح ص ٢٥١)

نتیجہ:

زید بن علی اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو

پالنگدھوں کا گوشت کھانا اور نکاح متہ حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متہ کی حرمت کو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ جس کی وجہ سے کوئی تاویل نہیں ہو سکتی لیکن اس مراحت و وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شیعہ اس کی یہ تاویل کرے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا از روئے تفسیر ہے۔ تو ہم عرض کر دیں گے۔ کہ ایسا کہنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتہا درجہ کا بذول سمعنا ہے۔ اور آپ کے اس غلطیہ کی قطعاً خبر نہیں رکھتا۔ جس میں آپ نے فرمایا۔

### منہج البلاغہ

اگر میرے مقابل میں تمام عرب بھی آجائے۔ تو میں اُن کو پشت نہیں دکھاؤں گا۔ بلکہ میں ان کی گردن اتارنے میں حتی الامکان جلدی کروں گا۔ تاکہ میں زمین کرے و لوگوں سے پاک کروں۔

دفعہ البلاغہ خطبہ ۲۵

طبع جدید چھوٹا ساٹھویں ۱۴۱۸ھ

جب شیعہ لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ کہ جس طرح شریعت کے قوانین کا بانی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ اسی طرح ائمہ اہلبیت بھی بانیان شریعت ہیں تو ان کے اس عقیدہ کے بعد میں ان سے پوچھتا ہوں۔ اگر شریعت کا بانی ہی احکام شریعیہ کو بیان کرنے میں تفسیر کا سہارا لینا شروع کر دے۔ تو پھر کس در سے احکام شریعیہ صحیح طور پر معلوم ہو سکیں گے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تفسیر کا الزام ہی نہیں بلکہ

اتہام ہے۔ اور مولائے کائنات کی شان میں ان نام نہاد مہمان اہل بیت کی نامحافل معافی گستاخی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تا دم آخر اپنا، اپنے رسول اور ان کی آل پاک کا خادم و غلام رکھے۔ اور ان کے افعال و اقوال پر عمل پیرا رکھ کر اخروی سرخروئی سے سرفراز فرمائے۔  
آمین ثم آمین۔



مسلمک شیعہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ وہ فعل جس کا بے حیائی اور بے غیرتی سے خواہ تھوڑا بہت ہی تعلق کیوں نہ ہو۔ اس کے حلال جانز کرنے میں اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے میں انہیں بہت زیادہ دلچسپی رہتی ہے۔ اسی دلچسپی کا نمونہ آپ گوشہ آوارق میں متعدد کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ وہ فعل جسے ائمہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت نے حرام و ناجائز قرار دیا۔ اسے جائز و حلال کرنے کے لیے انہوں نے کس قدر ہاتھ پاؤں مارے۔ اور کیسی کیسی حیل و ریکہ تاویلات کا سہارا لے کر اپنی بات کو منوانے کی کوشش کی۔ ان کی یہ روش صرف متعہ تک ہی محدود نہیں بلکہ ہر بے حیاء اور حرام فعل سے انہیں دلی لگاؤ ہے اپنی لذت برآری اور اغراض سہمی کے خاطر اہل بیت کو ملحوظ نہ رکھا۔ ہم اس سلسلہ میں انہی کی کتب سے اسی موضوع پر بطور نمونہ چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

# عورت کی شرمگاہ اودھار دینی جائز ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الْبُقَّاعِي قَالَ سَأَلَ رَجُلًا أَبَا  
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ خَشَعْتُ لَكَ  
عَنْ عَارِيَةِ الْفَرْجِ فَقَالَ حَسْرًا فَرَقَرْتُ مَكَثَ  
قَلِيلًا ثُمَّ قَالَ لَكَ لَا بَأْسَ بَأَنَّ يُحِلَّ الرَّجُلُ  
الْجَارِيَةَ لِأَخِيهِ -

(۱- فروع کافی جلد پنجم ص ۸۸ کتاب احکام

باب الرجل يحل جاريته لآخيه

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲- استبصار جلد سوم ص ۱۴۱ باب

حکم ولد الجارية المحللة

طبع جدید - تہران)

ترجمہ:

ابو عباس بقیاق روایت کرتا ہے۔ کہ کسی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
سے عورت کی شرمگاہ کو اودھار پر لینے دینے کے بارے میں پوچھا

توفرایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر توقف کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اپنی نوٹھی کو حلال کر دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔

اس موقع پر اگر ایک بات ذکر کروں۔ تو شاید نامناسب نہ ہوگی۔ شیعہ حضرات حرمت متحکمے بارے میں اہل سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و جائز کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے منع کرنے والے کون ہیں؟ انہیں کس نے یہ حق دیا؟ میں بھی یہی سوال اب شیعہ حضرات سے کرتا ہوں۔ کہ تمہاری کتابوں میں مذکورہ بالا حدیث میں جو اپنے بھائی کی تکلیف کی خاطر نوٹھی دکی شرمگاہ کو ادھار دینا لکھا ہے۔ اور حلال کہا ہے۔ اس کے حلال کرنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ جبکہ قرآن پاک میں صرف دو قسم کی عورتوں کو حلال قرار دیا گیا۔ جس کا تفصیل ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ تو کسی عورت کی شرمگاہ ادھار کے طور پر کسی کو دینا اور اسے حلال سمجھنا کیا دین میں دخل اندازی نہیں؟ لیکن شیعہ حضرات کو اس کی کیا پرواہ۔ انہوں نے تو اپنی شہرت کو پورا کرنے اور بے حیائی کو فروغ دینے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہ جیسے بھی ہو سکے۔ اس کی پرواہ نہیں۔

(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

# عورت سے لواطت بھی جائز ہے

الاستبصار

قَالَ قُلْتُ لِلسَّجْدِ أَنْ يَأْتِيَ بِأَمْرٍ أَتَى فِي دُبُرِهَا  
قَالَ كَعَمْرٍ ذَاكَ قَالَ قُلْتُ وَأَنْتَ تَفْعَلُ ذَلِكَ  
قَالَ لَا إِذَا لَا تَفْعَلُ ذَلِكَ-

(الاستبصار مصنف ابی جعفر طوسی شیعی مجتہد)

ص ۲۴۲ فی اتیان النساء فیما دون

الفرج مطبوعہ تهران طبع جدید

ترجمہ:

صفوان کہتا ہے۔ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اگر کوئی  
شخص اپنی عورت کے ساتھ اس کی دُبر میں دلی کرتا ہے۔ (تو اس  
کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ ہاں! ایسا درست ہے۔ سائل نے پوچھا۔  
یا حضرت! آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی وغیرہ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ صَفْوَانَ بْنَ  
يَعْقَبٍ يَقُولُ لِسَيِّدِنَا عَلِيِّ بْنِ السَّامِرِ أَنَّ رَجُلًا  
مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَ فِي أَنَّ أَسَاكَ لَكَ عَنْ مَسْأَلَتِهِ

هَآيْكَ وَاسْتَعِيْ بِمَنْكَ اَنْ يَسْتَكْثِرَكَ قَالَا وَمَا هِيَ ؟  
 قُلْتُ الرَّجُلُ يَأْتِيْ امْرَاَتَهُ فِيْ ذُبْرِهَا قَالَا ذَالِكَ  
 لَمْ يَكُنْ قُلْتُ فَكَيْفَ تَفْعَلُوْنَ ؟ قَالَا لَا نَفْعَلُ  
 ذَالِكَ -

(۱) - فروع کافی جلد پنجم ص ۴۰۰ کتاب النکاح  
 باب محاش النساء مطبوعہ تہران  
 طبع جدید

(۲) - تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۴۱۵  
 فی السنۃ فی عقود النکاح و  
 زفات النساء و آداب الخلوة  
 و الجماع مطبوعہ تہران طبع جدید -

### نتیجہ :

علی بن حکم کہتا ہے۔ میں نے صفوان بن یحییٰ سے سنا۔ انہوں  
 نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ کے فدا میں سے ایک  
 نے مجھ سے کہا ہے۔ کہ امام موصوف سے ایک مسئلہ پوچھنے میں  
 مجھے کچھ جھجک سی آتی ہے۔ لہذا تم دریافت کر کے مجھے بتانا۔ امام  
 موصوف نے پوچھا۔ وہ مسئلہ کیا ہے۔ کہا کہ ایک شخص اگر اپنی  
 عورت کی ذہریں دلی کرتا ہے۔ (تو اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ یہ اس  
 کا حق ہے۔ (بائز ہے) میں نے پوچھا۔ آپ بھی ایسا شغل کرتے  
 ہیں؟ کہنے لگے۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔



## تہذیب الاحکام

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْفُورَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا  
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ التَّرْحِيلِ  
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا رَضِيتَ  
رہنڈیب الاحکام جلد ۲ ص ۴۱۴

فی السنۃ فی عقود النکاح الخ

مطبعہ تہران طبع جدید

### ترجمہ:

عبداللہ بن ابی یعفور کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
کو ایسے شخص کے متعلق پوچھا۔ جو اپنی عورت کی دُبُر میں دھکی کر تاجے۔  
فرمایا۔ جب عورت راضی ہو۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

روایات مذکورہ میں آپ نے عذر کیا۔ کہ اس بے غیرتی کو ایک ایسے عظیم انسان کی  
کامظاہرہ ہوا ہے۔ اور پھر دُھکا کی یہ کہ اس بے غیرتی کو ایک ایسے عظیم انسان کی  
طرف منسوب کیا گیا۔ جن کی عمر ہی تقویٰ اور شرم و حیا کی اُمینہ دار تھی۔ پھر اس  
پر بھی ظالموں نے بس ٹکی۔ بلکہ امام رضا رضی اللہ عنہ سے ان کی اپنی زوجہ کے بارے  
میں بھی سوال کر بیٹھے۔ یا حضرت! کبھی آپ نے بھی شینٹل فرمایا ہے؟ (معاذ اللہ)۔  
تو آپ نے جواباً فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

### فروع کافی

عَنْ عَمَّارِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ قُلْتُ لَهُ رَجُلٌ جَاءَ إِلَى إِفْرَاكَ فَنَسِيَ لَهَا أَنْ  
تَرْجِعَهُ نَفْسَهَا فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ جَعَلَهُ فَعَسَى عَلَى أَنْ  
تَلْتَمِسَ مَعْنَى مَا شِئْتَ مِنْ تَطْلِيلٍ أَوْ التَّمَايُوسِ وَتَمْنَالٍ مَعْنَى  
مَا يَسْتَلِ التَّجْبُلُ مِنْ أَهْلِهِ إِلَّا إِنَّكَ لَا تَدْخُلُ  
فَرْجَهُ فِي فَرْجِي وَتَسْلُكُ ذِي مَا شِئْتَ فَلَا فِي  
أَخَافِ الْغَضِيحَةِ قَالَ لَيْسَ لَهُ إِلَّا مَا اشْتَرَطَ.

(افرد کافی جلد پنجم ص ۴۶ کتاب النکاح)

باب النواذر مطبوعہ تہران طبع جدید

### ترجمہ:

عمار بن مروان سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے  
ایسے شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ ایک عورت کے پاس گیا۔

اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ عورت کہنے لگی۔ میں اس شرط

پر تجھ سے شادی کروں گی کہ نظر انداز کر دوں تو مجھ سے جبراً

کرے۔ اور اس طرح بھی تو مجھ سے وہی کچھ پائے گا۔ جو کسی مرد کو اپنی

عورت سے ہم بستری کرنے سے ملتا ہے۔ لیکن تو اپنی شرمگاہ میری

شرمگاہ میں داخل نہیں کرے گا۔ اور اپنی خواہش کے مطابق لطف اندوز

ہوگا۔ کیونکہ (مصحح دہلی کرنے کی صورت میں) مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعات و شرائط سن کر فرمایا۔ اس مرد کو باندھی

گئی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

### حاصل کلام:

روایت مذکورہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

نے بقول شیعہ دہلی فی الدبر کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ جب عورت مذکورہ نے یہ شرط لگائی۔ کہ شرگاہ سے شرگاہ نہیں ملے گی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ کر لطف میں کمی نہ آئے گی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شرگاہ سے شرگاہ نہ ملنے سے جو اسے رسوائی کا خطرہ تھا۔ وہ اولاد کا ہو جانا تھا۔ کہ کہیں میچ دہلی کرنے سے استغناء حاصل ہو گیا۔ اور بعد میں اولاد ہو گئی۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ جب فرج کا فرج سے چھوٹا منع ٹھہرا۔ تو پورا مزمہ لیتنے کے لیے عورت کی دُبر ہی باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ قوم لوط کے روتہ سے ثابت ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ یہ مکروہ اور غیر مہذب فعل شیوخ حضرات کی اپنی پسند ہے۔ لیکن اسے مستند ثابت کرنے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کیا۔ کیونکہ اس طریقہ کے بغیر دنیا انہیں جرح مارتی۔ اب امام موصوف کی گردن پر بوجھ ڈالا۔ حالانکہ ان کے خواب و خیال میں بھی ایسی حرام کاری نہ آئی ہو گی۔ وہ تو دنیا سے پاکیزہ زندگی بسر کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو گئے۔ اب یہ منحوس اور بدست پرست ان کے نام سے اپنا کام نکال رہے ہیں حضرات اہل بیت اور ائمہ کرام اس قسم کے واہی تباہی افعال سے پاک و صاف تھے۔ کہاں امام صاحب اور کہاں یہ خبیث فعل؟ شیعوں نے کسی کیسی خباثتوں کو طیب و طاهر ائمہ کرام سے منسوب کر کے اپنے لیے دوزخ میں بگنگ کرائی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کو اس قسم کے حرام اور بے حیاء افعال سے گہری دلچسپی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو قرآن حکیم کے اس ارشاد سے ضرور سبق لے سکتے اللہ رب العزت صاف صاف فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَءُوا كِتَابَ اللَّهِ جَهْلًا وَلَا تُنَادُوا بِمَنَاسِقٍ أَنْ يَنْصَلُوا إِلَيْكُمْ فَيَكُونَ مِنْكُمْ مَحْجُورُونَ  
 بیویاں تمہاری کہتی ہیں۔ تم اپنی کہتی کو جس طرف سے چاہو۔ آؤ۔ مینی مباشرت کی کیفیت پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن مقام مباشرت مخصوص ہے مینی جہاں سے

اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ۔ اللہ نے جو تمہارے مقدر میں لکھ دیا۔ اُسے تلاش کرو۔ یعنی اولاد کی خاطر اپنی عورت سے ہم بستری کرو اگر مقصد اولاد ہو۔ تو یہ وحی فی الدبر سے کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے؟

لیکن شیعہ حضرات کو قرآن سے کیا تسق؟ بس ان کی ہوس نفس اور شہوت فرغ کسی کسی طرح پوری ہونی چاہیے۔ اور اگر یہ منسراً جائے۔ تو زہے قسمت۔ بلکہ معاملہ اس حد تک بڑھاتے ہیں کہ اس حیوانی طریقہٴ وحی کے بعد بعض صورتوں میں غسل کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ مسئلہ سنئے۔

### فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا أَقْبَلَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فِي دُبْرِهَا فَلَمْ يَنْزِلْ فَلَا غُسْلَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَنْزَلَ فَعَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَلَا غُسْلَ عَلَيْهِمَا۔

دفعہ کافی جلد سوم ص ۷۷ کتاب الطہارۃ

باب ما یوجب الغسل علی الرجل

والمراة مطبوعہ نهران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ پچھلی طرف (یعنی اس کی دُبُر میں) وحی کرے اور اسے انزال نہ ہو۔ تو اس صورت میں دونوں پر کوئی غسل نہیں۔ اور اگر انزال ہو جائے۔ تو مرد پر غسل ہے۔ عورت کو غسل کی ضرورت نہیں۔

اب آپ حضرات اندازہ لگائیں۔ کہ اہل تشیع کو افعال مذمومہ اور بے حیاء کاریوں سے کتنی دلچسپی ہے۔ اور حوالہ بھی ان کی ایسی کتابیں پیش کیا گیا۔ جو ان کے ہاں اصح الکتاب ہے۔ اور پھر غلام کی حد کر دی گئی ہے۔ کہ اس شہوت پرستی اور حرام کاری کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہ اسی طرح من گھڑت روایت کا سہارا ہے کہ اپنا اتر سیدھا کرتے ہیں۔ امام موصوف کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ایک جیلر ہے۔ اگر اس پر کاربند ہو گے۔ تو منہ کا منہ اور غسل سے نجات وہ اس طرح کہ عورت کے ساتھ اس کے پچھلے مقام میں دلی کرو۔ اور جب منی خارج۔ (انزال) ہونے لگے۔ تو مادہ منویہ کو اس کی ذریعہ سے باہر خارج کر دو۔ اس تحت بھرے طریقہ سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ اور غسل کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔ نہ مرد کو اور نہ عورت کو قطعاً غسل کی کوئی ضرورت ہے۔ اس طریقہ سے زندگی منہ سے گویں گی۔ اور خاص کر موسم سرما میں ٹھنڈے پانی سے نہانے کا عذاب بھی ٹل جائے گا۔ سبحان اللہ! مذہب شیعہ کس قدر مذہب اور پاکیزہ مسائل اور کیسے کیسے سلجے ہوئے افعال پیش کرتا ہے۔

ہینگ گئے نہ پھٹکڑی رنگ بھی چوکھا چڑھے

بوقت ضرورت ”زنا“ بھی نکاح صحیح ہوتا ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى عُمَرَ فَقَالَتْ  
إِنِّي زَيْتٌ فَطَهِّرْنِي فَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُرَجَّعَ فَأَخْبَرَهُ إِلَيْكَ أَسْأَلُكَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ كَيْفَ زَيْتٌ فَقَالَتْ مَرَدْتُ بِالْبُذِيَّةِ فَأَسْأَلُكَ

عَطَشٌ شَدِيدٌ فَأَسْتَنْقَيْتُ اِعْرَابِيًّا فَأَجَبَنِي اَنْ يَسْقِنِي اِلَّا  
اَنْ اَمْكَنْتَهُ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا اَجَلَدْتُ فِي الْعَطَشِ وَخِفْتُ عَلَى  
نَفْسِي سَقَانِي فَأَمْكَنْتُهُ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ اَمِيرًا مُؤْمِنِيًّا  
عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرْوِيَجٌ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

(مذہب کافی جلد پنجم ص ۴۷۷ کتاب النکاح،  
باب النواذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت  
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے  
لہذا مجھے (اس گناہ کی سزا دے کر) پاک فرمائیے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
نے اسے رجم کا حکم سنایا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ  
کو ملی۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیوں کر کیا ہے کہنے  
لگی۔ ایک گاؤں میں سے میرا گزر ہوا۔ اور پیاس کی شدت کی بنا پر ایک  
اعرابی سے پانی مانگا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں تمہیں پانی تب دوں گا۔  
جب تم مجھے اپنے نفس پر اختیار دو۔ لیکن جب پیاس کی شدت سے  
میں نے مر جانے کے آثار دیکھے۔ تو میں نے وہ شرط قبول کر لی۔  
اور اُس نے مجھے پانی دیا۔ پھر اُس نے شرط مجھ سے پوری کی۔ دینی  
وٹی کی ایسکن کہ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رب کعبہ  
کی قسم! یہ نکاح ہے۔ زنا نہیں۔

## بے حیائی کی حد ہو گئی

ناظرین کرام اس واقعہ پر غور فرمائیں۔ متہ کی بے حیائی تو واضح تھی ہی۔ یہ واقعہ اس بے حیائی کو بھی میلوں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ کیونکہ متہ میں تو عقد کرتے وقت ”استمتع“ یا ”واقعتہ“ اور ان سے ملنے جمنے مفہوم والے الفاظ کہنے پڑتے ہیں اور ایسا بوجہ قبول کی شرط کسی طور تھی۔ لیکن اب اس کی بھی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور جب چاہو کسی شریف عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا لو۔ کوئی گناہ نہیں مسئلہ مذکورہ میں اگرچہ عورت مجبور تھی۔ لیکن اس سے بدکاری کا مرتکب اعرابی تو بے بس نہ تھا۔ اس نے پیاسی عورت کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے بدکاری کی۔ اور پھر ان پر خدا کا غضب یہ کہ جنہوں نے ایسا کرنا دونوں نکاح صحیح، قرار دے دیا۔ اور اس کی توثیق و تصدیق کے لیے ان ناہنجاروں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام استعمال کیا۔ اور وہ بھی موکد با قسم ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہوئے منسوب کیے ”وہ رب کعبہ کی قسم! یہ زنا نہیں بلکہ نکاح ہے“

اس سے ثابت ہوا۔ کہ جس طرح کسی عورت کی بے بسی اور مجبوری میں اس سے زنا کرنا نہ نکاح، ہوا۔ اسی طرح بالجبر کسی عورت سے ہوس نفس پورا کرتی بھی وہ نکاح، ہی ہو گی۔ کیونکہ جبر و اکراہ میں بھی بے بسی اور مجبوری ہو جاتی ہے۔ مجبوری کے عالم میں کی گئی بدکاری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق حلال، ٹھہری۔ خواب اگر کوئی شخص شیعہ عورت سے بجر و اکراہ اور اس کی بے بسی کے عالم میں زنا کرے۔ اور پھر یہی حوالہ پیش کرے نکاح ثابت کر دے۔ تو ایسے شخص کے اس فعل پر شیعہ حضرات کو ناراض ہونے اور اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں

ہونی چاہیے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

شیعہ مذہب میں دہشت زنی بھی

جائز ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ  
الذَّكَاءِ قَالَ نَاحِحٌ لِنَفْسِهِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۰ کتاب النکاح)

باب الخصخصة والنكاح البهيمية

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ابن امین کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے  
دہشت زنی کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کوئی گناہ  
نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے والا اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکال کر لطفِ خود  
ہر رہا ہے۔ (گرایا) اس نے اپنے نفس سے نکاح کر کے ایسا  
کیا ہے۔



ایک طرف یہ قول اور دوسری طرف اس موضوع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
 سُنُّوْہُ۔ فَرَمَا۔ نَا كَحِجِّ الْيَدِ مَلْعُوْنَ۔

یعنی ”مشت زنی“ لعنتی ہے۔ ایک لعنتی کو اگر شیعہ حضرات لعنتی نہیں مانتے  
 تو کیا فرق پڑتا ہے۔ انہیں تو اپنا مقصد محبوب ہے۔ اور جہاں تک نفس پرچی کہتا ہے وہ تو ان  
 کے ہاتھ میں ہی ہے۔ آخر کہاں جائے گا۔

ناظرین کرام توجہ فرمائیں۔ کہ ایک فعل کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب  
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون کہیں۔ اور اسی فعل کے مرتکب کو شیعہ حضرات اپنے  
 فتویٰ کے ساتھ نرم گوشہ سے دیکھیں۔ اور بڑا جرم تو کجا اسے معمولی جرم بھی نہ گردنیں  
 تو اندریں حالات دو حتیٰ، کہیں جانب ہو گا۔ اور بے حیائی اور شہوت پرستی کس کے  
 پتہ میں پڑے گی؟ اور پھر اس پر غم یہ کہ اس غیث بات کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی  
 طرف منسوب کرنا کس قدر ڈھٹائی اور بے ایمانی کا مظاہرہ ہے۔ (غور کا مقام ہے۔)

پھوپھی کی رضامندی سے بھتیجی اور خالہ کی

رضامندی سے بھانجی سے نکاح درست ہے

فروع کافی:

عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ الْاَحْدَاوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ  
 عَلِيَّ بْنَ السَّلَامِ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْءُ عَقِبَتَهَا وَلَا  
 خَالَاتَهَا اِلَّا بِاَذْنِ الْعَتَةِ وَالْخَالَاتِ

(فروع کافی جلد پنجم ص ۲۵ کتاب النکاح باب المرأة تزوج علی عتہا او خالہا سلمہ و تہران میں ہذا)

## ترجمہ:

ابرمیدہ مذاق کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ کوئی شخص کسی عورت کی چھو بھی اور خالہ سے ان کی مرضی کے بغیر ان کی بھتیجی اور بھانجی سے شادی نہ کرے۔ یعنی اگر ایک مرد کے نکاح میں کسی عورت کی چھو بھی یا خالہ ہے۔ اور وہ اس کے نکاح میں ہوتے اُسی عورت کی بھتیجی یا بھانجی سے بھی شادی کرنا چاہے۔ تو یہ شادی ایک شرط کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ چھو بھی یا خالہ بھی اس کا اجازت دے دے۔

اس حدیث کے الفاظ کو دیکھئے۔ مراحت کے ساتھ چھو بھی بھتیجی اور خالہ بھانجی دونوں بیک وقت کسی کے نکاح میں آ سکتی ہیں۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں جبکہ چھو بھی اور خالہ اس نکاح میں راضی ہوں۔ حالانکہ تمام مکاتب فقہ میں یہ قانون مسلم ہے کہ ہر وہ دو عورتیں جن میں سے کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے۔ تو دونوں کا باہمی عقد شرعاً درست ہو تو ایسی دو عورتوں کو کوئی مرد اپنے نکاح میں بیک وقت جمع کر سکتا ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو مرد تسلیم کرنے پر ان کا باہمی نکاح منقذ ہوتا اور دوسرے شرعاً ناجائز ہو۔ تو ایسی دو عورتیں بیک وقت کسی کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس متفقہ قانون کی مذکور مسئلہ پر تطبیق کریں۔ تو یہ نکاح ناجائز ٹھہرتا ہے لہذا اہل تشیع کے ذکر شدہ مسئلہ کے مطابق دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں۔

- ۱۔ امول کا بھانجی کے ساتھ اور چچا کا بھتیجی کے ساتھ نکاح درست ہے۔
- ۲۔ بھانجے کا خالہ کے ساتھ اور بھتیجے کا چھو بھی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

اب قرآن پاک کی اس بارے میں وضاحت اور نص صریح ملاحظہ فرمائیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ

وَعَمَّا تَكْتُمُونَ خَالًا تَكْتُمُونَ بَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ  
الْأُخْتِ ۝

(پ ۴ آخری رکوع)

ترجمہ:

تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری چھو بھیاں  
اور تمہاری خالائیں حرام کر دی گئی ہیں۔ اور بھتیجیاں اور بھانجیاں بھی  
حرام کر دی گئی ہیں۔ (یعنی مذکورہ عورتوں سے شادی حرام ہے۔  
یہ تھا قرآن کا فیصلہ۔ لیکن جہاں مقصد شہوت رانی اور بے حیائی کا فروغ ہو۔  
وہاں قرآن کریم کی نص قطعی کی پرواہ کی کیا ضرورت ہے؟ مرنے اتنا ہی کافی ہے  
کہ چھو بھی اور غلام راضی ہوں۔ بس پھر بھیجی اور بھانجی سے مطلب براری کیوں ناجائز  
ٹھہرتی ہے؟ جب جانبدار رضی اللہ عنہ اس کے رسول کی رضامندی کی کیا ضرورت ہے؟  
اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ حضرات کے نزدیک حرام کاری اور خواہش نفس  
کی تکمیل قرآنی احکامات سے کہیں بلند و بالا ہے۔ اور قابل ترجیح ہے۔ اس کی  
جھلک آپ گزشتہ ادراک میں بہت سے حوالہ جات سے ملاحظہ فرما  
چکے ہیں۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

# اور اس سے پیدائنے والی اولاد حلالی ہے۔

## فروع کافی

التَّزْوِجُ يَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِي ذَكَرَ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ تَحْرِيمُهَا  
 فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْأُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَى أَخِيرِ  
 الْأَيْتِ كُلِّ ذَلِكَ حَلَالٌ فِي جِهَةِ التَّزْوِجِ  
 حَرَامٌ مِنْ جِهَةِ مَا نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالَّذِي  
 يَتَزَوَّجُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ فَهُوَ لَا يَكُلُّهُمْ تَزْوِجُهُمْ  
 مِنْ جِهَةِ التَّزْوِجِ حَلَالٌ حَرَامٌ فَاسِدٌ  
 مِنَ الْوُجْهِ الْأَخْرَافِ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ  
 يَتَزَوَّجَ إِلَّا مِنَ الْوُجْهِ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَ  
 جَلَّ فَلِذَلِكَ صَارَ سَفَاحًا مَزْدُودًا ذَلِكَ  
 كُلُّهُ غَيْرَ جَائِزِ الْمَقَامِ عَلَيْهِ وَلَا قَائِمٌ لَهُمُ التَّزْوِجُ  
 بَلْ يُفَرِّقُ الْأَمَامُ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُونُ

فَكَاحُهُمْ نِكَاحًا أَوْ لَا دُهُمُ مِنْ هَذَا النُّوحِ  
 أَوْلَادُ الزَّيْنَاءِ وَمَنْ كَذَبَ الْمَوْلُودُ مِنْ هُنَا لَا آءِ  
 الَّذِينَ وَلِدُوا مِنْ هَذَا النُّوحِ جِلْدُ الْحَدِّ لَا نَكْهَ  
 مَوْلُودٌ يَتْرُوِيحَ رُشْدَةً وَإِنْ كَانَ مُفْسِدًا  
 لَهُ بِجَهَنَّمَ مِنَ الْجَهَنَّمَاتِ الْمُحَرَّمَاتِ وَالْوَلَدُ مَنُوسُوبٌ  
 إِلَى الْآبِ مَوْلُودٌ يَتْرُوِيحَ رُشْدَةً عَلَى نِكَاحٍ  
 مِلَّةٍ مِنَ الْعَمَلِ خَارِجٌ مِنَ الْحَدِّ الزَّيْنَاءِ وَلَيْكُنَّ  
 مُعَاقِبٌ عَقُوبَةُ الْفُرْقَةِ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۷۱ تا ۵۷۲)

کتاب النکاح باب تفسیر ما یحل

من النکاح وما یحرم الخ

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :

جو شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے  
 قرآن پاک میں نکاح کرنا حرام فرما دیا۔ مثلاً ماٹیں، بیٹیاں وغیرہ سب  
 عورتیں باعتبار نکاح کر لینے کے حلال ہیں۔ اور جو اس کے کہ اللہ تعالیٰ  
 نے ان سے نکاح حرام فرمایا۔ حرام ہیں۔ اور جو شخص ان سے شادی کرتا  
 ہے۔ تو یہ سب باعتبار نکاح میں لانے کے حلال ہیں۔ ان میں حرمت  
 اور فساد دوسری وجہ سے ہے۔ وہ اس لیے کہ ان سے شادی کرنے  
 والے کو چاہیے یہ تھا۔ کہ وہ اس طرح (ان عورتوں سے) شادی  
 کرتا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی اس معنی لغت

کی وجہ سے ایسا کرنے والا سفاح اور مردود ہے۔ لہذا اس کا یہ نکاح ناجائز  
باقی نہیں رکھا جائے گا۔ اور ذرا سے اس نکاح پر شابت رہنے دیا جائے  
گا۔ بلکہ امام وقت ان کے درمیان فوراً جدائی کا حکم دے گا۔ لیکن ان کا  
یہ نکاح زنا نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد حرامی  
ہو گی۔ اور جس نے اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچہ کی والدہ پر بدکاری  
(زنا) کی ہمت لگائی اس پر کوڑوں کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ  
بچے ایک صحیح اور قابل تسلیم نکاح کے بعد پیدا ہوئے۔ اگرچہ حرام  
ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ فساد اگیا ہے۔ یہ بچہ اپنے باپ کی  
طرف منسوب ہو گا۔ جو صحیح نکاح سے پیدا ہوا۔ اقد مذہب میں سے  
ہر مذہب کے مطابق یہ نکاح درست قرار پائے گا۔ اور زنا کی  
تعریف سے خارج ہو گا۔ لیکن اس طرح دونوں میاں بیوی بننے والوں  
کو جدائی کی سزا دی جائے گی۔

## دُنیا میں کوئی عورت حرام نہیں ہے

اس روایت میں تو اہل تشیع نے عیاشی، بدکاری اور خرافات نفسانیہ  
کی تکمیل کی حد کر دی۔ اس روایت کے پڑھنے سے پہلے ہی خیال آتا تھا۔ کہ  
ان لوگوں نے متعہ معروفہ کی صورت میں اپنی شہوت کی آگ بجھانے کی کوشش کی  
ہے۔ اور اس بارے میں یہ خیال بھی آتا تھا۔ کہ عین ممکن ہے۔ کہ ایک عورت سے  
کسی نے متعہ کیا۔ اور شرمی قسمت کو اس کا حاصل ٹھہر گیا۔ اور اتفاق سے اس نے  
لڑکی جنمی۔ چندہ میں سال کے بعد چلتے چلتے پھر اسی لڑکی کے والد گرامی کو ثواب

وُٹنے کی ٹھانی ہو۔ اور وہ بنتی ہونے کی کوشش میں اس لڑکی سے متعہ کرے۔ تو ایسے احتمالات کی موجودگی کا سوچ کر انسانی روئینے کمرے ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ تو صورت متعہ میں احتمال تھا۔ روایت مذکورہ کو پڑھ کر تو پاؤں سے زمین سرکنے لگی۔ وہاں اپنی لڑکی کے ساتھ وطنی کا احتمال تھا۔ اور یہاں تو ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محرمات کے نکاح کو درست قرار دے دید۔ جب اپنی ان رشتہ کی حقیقی عورتوں سے نکاح کے جواز کا فتویٰ دیا جا رہا ہے۔ تو متعہ سے پیدا ہونے والی لڑکی بہر حال سگی لڑکی سے رشتہ کے اعتبار سے کہیں کم ہے۔ اس سے وطنی بطریقہ اولیٰ جائز ہوگی۔ پھر نیلے پتھر یہ کہ اس طرح ماں، بیٹی اور بہن کے ساتھ وطنی کے بعد اگر استمراء حمل ہو گیا۔ اور بعد میں بچہ بچتی آدمی کا۔ تو اسے حرامی نہیں کہا جائے گا۔ اور جو اس نومولود کو حرامی کہے گا اس پر حد جاری ہوگی۔ اسے کوڑے مارے جائیں گے۔ جس کا کھم کھلایہ مطلب ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک دنیا میں کوئی عورت حرام نہیں۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات تک کو بھی نکاح میں دیا جاسکتا ہے۔ ایک چھوڑو چار چار محرمات بیک وقت ہر س کی تسکین کا ذریعہ بنائی جاسکتی ہیں۔ ہزاروں عورتوں سے، بیک وقت عقد متعہ کر کے جشن بہاراں منایا جاسکتا ہے۔ اور اگر فرج فارغ نہ ہو تو دُبر سے قوم لوط کی سنت زندہ کرنی جائز ہے۔ کچھ نہ ملے۔ تو اپنے ہاتھ سے شہوانی لذت کا موقعہ حاصل کرنا بھی کوئی معیوب نہیں۔

ذَیْقَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ الْغ

## شہر مگاہ کے ذکر سے لطف اندوزی

فروع کافی

رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الدَّائِقِيِّ قَالَ دَخَلْتُ  
حَمَامًا بِالْعَدِيَّةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ  
قِيمُ الْحَمَامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ لِمَنْ هَذَا الْحَمَامُ؟  
فَقَالَ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ  
فَقُلْتُ كَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَ  
يَصْنَعُ؟ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيُطْلِي عَائَتَهُ  
وَمَا يَلِيهَا ثُمَّ يَلْتُ إِذَا رَأَى عَلَى طَرَفِ إِحْلِيلِهِ  
وَيَدْعُوْنِي فَأُطِلُّ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَبْنَوُ  
مِنَ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدَرُ آيَتِهِ  
قَالَ كَلَّا إِنَّ الشَّوْرَةَ سَنَرَةٌ.

(اس فروع کافی جلد ششم ص ۴۹۷ کتاب الروعی  
والتمل مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) - من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۳۴  
فی آداب الحمام مطبوعہ کتب طبع قدیم -  
طبع جدید جلد اول ص ۲۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)



ترجمہ:

عبید اللہ التالیقی سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ مرتبہ ایک حمام میں داخل ہوا۔ اچانک اس حمام کا نگران میرے سامنے آیا۔ میں نے پوچھا۔ اسے شیخ بڑے حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ کبرہ حمام امام باقر علیہ السلام کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا وہ خود اس حمام میں تشریف لاتے ہیں؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ میں نے پوچھا۔ وہ یہاں کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگا؟ وہ یہاں آکر پہلے اپنے آلود تناسل اور اس کے ارد گرد زین ناف باؤں (کو صاف کرنے کے لیے) چونا لگاتے ہیں۔ پھر کپڑے کا ایک پٹی آلود تناسل پر لپیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں بقیہ تمام بدن پر لپیٹ لیتا ہوں۔ میں نے ایک دن امام سے پوچھا۔ کہ جس چیز (آلود تناسل اور غلیظ شررگاہ) کو آپ خود دیکھنا اچھا نہیں سمجھتے۔ میں اُسے عالت لپیٹ میں دیکھ لیتا ہوں۔ فرمایا۔ چونا لگا ہوا ہونا اس کے پردہ کے لیے کافی ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ

وَمَنْ أَطْلَى فَلَا بَأْسَ أَنْ يُلْقَى السَّتْرَ عَنَّا  
لَاَنَّ السُّورَةَ مَسْكُورَةٌ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۵ فی غسل الجنۃ)  
و کتاب الحصار مطبوعہ تہران مبع جدید

ترجمہ:

جس نے اپنی شررگاہ پر چونا لگایا۔ تو اُسے پردہ کا کپڑا اتار

دینے میں کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ چرنا ہی اس کا ستر ہے۔

### من لا یخفیہ الفقیہ

فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْحَمَامِ سَأَلْنَا عَنِ الرَّجُلِ فِي السَّيِّخِ  
فَأَذَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ وَمَعَهُ ابْنَةُ مُحَمَّدِ بْنِ  
عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي هَذَا الْخَبَرِ إِحْلَاقٌ لِلْإِمَامِ أَنْ  
يَذْخُدَ وَكَذَلِكَ مَعَهُ الْحَمَامُ رَدُّ مَنْ لَيْسَ بِإِمَامٍ  
وَذَلِكَ أَنَّ الْإِمَامَ مَعْصُومٌ فِي صَغَرِهِ وَكِبَرِهِ لَا يَقَعُ  
مِنْهُ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ فِي الْحَمَامِ وَلَا  
غَيْرِهِ۔

۱۔ من لا یخفیہ الفقیہ ص ۲۵ فی آداب

الحمام والنورۃ مطبوعہ مکتبہ

طبع قدیم

(۲۔ " " " " جلد اول ص ۶۶ فی

غسل الجمعة وآداب الحمام

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ ۱

راوی کہتا ہے۔ جب ہم حمام سے نکلے۔ تو ہم نے غسل خانے میں موجود  
آدمی کے بارے میں پوچھا۔ کہ وہ کون ہے۔ اچانک (پتھر پھینکا) کہ وہ  
جناب علی بن حسین ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے محمد بن علی  
بھی تھے۔

اس خبر میں امام کے لیے اس بات کی اجازت ہے۔ کہ وہ حمام میں اپنے ساتھ بیٹے کو بھی لے جاسکتا ہے۔ اور راجا وجود نا جائز ہونے کے صرف امام کے لیے یا اس لیے جائز ہے۔ کیونکہ امام عمر کے ہر حصہ میں معصوم ہوتا ہے۔ چاہے بچپن ہو یا بڑھاپا۔ لہذا معصوم سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کی نظر کسی شخص کی شرمنگاہ کی طرف حمام یا دوسری جگہ میں پڑے۔

### فروع کافی

عَنْ بَعْضِ مَنْ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
كَانَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يَوْمًا مِنَ يَوْمِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
فَدَا يَدُ خُلِّ الْحَمَامِ إِلَّا يَمِيزُ قَالَ فَتَدْخُلُ  
ذَاتَ يَوْمٍ الْحَمَامَ فَتَنْتَوِرُ فَكَلِمَا أَنْ أَطْبَقَتِ  
الشُّوْرَةُ عَلَى بَدَنِهِ أَلْقَى الْمِئْزَرَ فَقَالَ لَهُ  
مَوْلَى لَهُ يَا بَنِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنَّكَ لَتُوصِيْنَا  
بِالْمِئْزَرِ وَلِزُومِهِ وَفَتَدُ أَلْقَيْتَهُ عَنْ  
نَفْسِكَ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الشُّوْرَةَ فَتَدُ  
أَطْبَقَتِ الْعُورَةَ۔

افروع کافی جلد ششم ص ۵۰۶ تا ۵۰۷

کتاب الزی والتجمل

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا اند اور قیامت پر

ایمان ہو۔ اسے تہبند باندھے بغیر حمام میں داخل ہونا منع ہے۔ ہادی کہتا ہے۔ کہ ایک دن امام باقر رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ آپ نے (ذریعات بالوں کو صاف کرنے کے لیے) چونا لگایا جب چونے کا اچھی طرح لیپ کر لیا۔ تو آپ نے تہبند اتار پھینکا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک غلام نے عرض کیا۔ حضور! آپ پر میرے ماں باپ قرآن! آپ خود ہی ہمیں حمام میں تہبند باندھے بغیر آنے سے منع فرماتے ہیں۔ اور آپ نے اب خود ہی اسے اتار پھینکا ہے۔ فرمایا۔ کیا تو اس بات کو نہیں جانتا۔ کہ چونلے شرک گاہ کو ڈھانپ لیا ہے۔ (تہبند سے بھی مقصد مردہ کرنا تھا۔ اور یہ مقصد چونے کے لیے حاصل ہو گیا ہے۔ لہذا اگر چادر اتار دی ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور میرا ارشاد اور میرا عمل باہم مختلف نہیں ہیں۔)

روایات مذکورہ سے ناظرین کلام کو یہ معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ شیعہ حضرات شرک گاہ کے ذکر اور اس کے دیدار سے کس قدر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ آلات تناسل کنی بارت ان کا من پسند فعل ہے۔ اور اس فعل کے جواز کے لیے ائمہ کرام کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ حقیقت میں ان کی اپنی خواہشات نفسانی انہیں یہ ٹکسکھاتی ہیں۔ کہ ایسا لطف جائز ہونا چاہیے۔ اور ملامت سے بچنے کی خاطر اس قسم کی روایات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا پردہ کرنا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن شیعہ حضرات نے خاص کر شرک گاہ کی زیارت حاصل کرنے کے لیے صرف اس پر لیپ کیا ہوا چونا ہی پردہ کے قائم مقام کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کرتے ہیں کہ اس غیر شرعی فعل اور ناجائز عمل کے لیے ائمہ اہل بیت

کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ ان پاکیزہ اور شرم و حیا کے پیکروں نے اپنی شرمگاہوں پر چوناگ کر تہ بند وغیرہ کے پردہ کو ہمارے پھینکا۔ اور شیعوں کو زیارت کا موقعہ بخشا۔

معاذ اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی امام اہل بیت اپنے جدا مجد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکامات کو ایسے پشت ڈالے اور ان کے خلاف نئے من گھڑت مسائل پر عمل کرے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف انتقال ہوا۔ تو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دینے کے لیے آپ کے جسم اطہر سے کپڑے اتارنے کا ارادہ فرمایا۔ تو فوراً انہیں اور بھی انگلی۔ اور اوٹھکے عالم میں انہیں غیبی آواز سنائی دی۔ کہ خبردار! میرے معیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسم اقدس سے کپڑے اتارنے کی کوئی کوشش نہ کرنا۔ اور نہ ہی انہیں اتارنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ کپڑوں سمیت ہی آپ کو غسل دیا جائے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شرم و حیا کا یہ عالم کہ زندگی میں ان کی ازواج مطہرات آپ کی جائے ستر کو نہ دیکھ سکیں۔ اور بعد از انتقال اللہ تعالیٰ نے اس پردہ کو قائم رکھنے کا اہتمام فرمادیا۔ تو اسے دیکھ کر یہ کہنا کیونکر ممکن ہوگا کہ آپ کی نسل پاک میں سے وہ حضرات جو منصبِ امامت اور مقامِ رشد و ہدایت سے سرفراز ہوں۔ وہ اس قسم کی گھٹیا حرکات کریں۔ اور پھر اس کی من مانی توجیبات بھی کریں۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت ان اہمیت سے پاک تھے۔ صرف ان کے ”مدعیانِ محبت“ کی یہ کرشمہ سازیاں ہیں کہ محبت اہل بیت کی آڑ میں ہر مکروہ اور شرم و حیا سے عاری کام ان کے ہاں کا ثواب

ہن گیا۔ اور اسی کے جواز و صلاح ہونے کے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کو عورت کر کے اپنی خواہشات کا راستہ ہموار کر لیا۔

## شیعہ مذہب میں رہنمائی ہونے کی آزادی

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْمَاضِي عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ  
عَوْرَتَانِ الْقُبْلُ وَالْأُخْرَى فَأَمَّا الْقُبْلُ  
مَشُورٌ بِالْأُولَئِكَ فَإِذَا امْتَرَّتْ الْقَضِيبَ وَ  
وَالْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ سَكَّرَتِ الْعَوْرَةَ - وَقَالَ  
فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَأَمَّا الْأُخْرَى فَقَدْ سَكَّرَتْهُ  
الْأُولَئِكَ وَأَمَّا الْقُبْلُ فَاسْتُرَتْ بِسِدْرٍ -

دفعہ کافی جلد ششم ص ۱۰۵ کتاب لازمی  
واجب مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شرمگاہیں دو ہیں۔ پیشاب  
والی جگہ اور پاجانہ کرنے والی جگہ ان میں دوسری شرمگاہ کو تو دونوں  
چوڑ چھپا لیتے ہیں۔ تو جب آرتناسل اور دونوں خیمے تو نے کسی  
طرح چھپا لیے۔ تو تو نے پردہ کر لیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا۔  
پاجانہ کرنے کی جگہ کو تو دونوں چوڑ چھپا لیتے ہیں۔ پہلے پیشاب والی  
جگہ (آرتناسل) کا مسالہ تو اسے اوپر اٹھ رکھ کر چھپا لے۔ (پردہ

ہو جائے گا۔

شید حضرت کی وہ کتاب جو ان کے امام غائب کا مصدق ہے۔ اس کی اس روایت صحیحہ سے واضح ہوا۔ کہ ان کے ہاں پردہ کا وجود بالکل نہیں۔ کیونکہ آپ نے رایت مذکورہ میں دیکھا کہ جب ڈبرچہ تڑوں میں گھرے ہونے کے باعث پردہ میں ہے اور ذکر کے اوپر ہاتھ رکھ کر پردہ قائم ہو گیا۔ تو انہی دو جگہوں کا پردہ ضروری تھا۔ وہ ہو گیا۔ ڈبر کا تو خود بخود پردہ چوتڑوں نے کر دیا۔ اور ذکر کا اپنے ہاتھ سے کر لیا۔ اس کے بعد جسم پر کسی کپڑے کی پردہ کرنے کے لیے ضرورت نہیں۔ ایک ہاتھ ذکر پر رکھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں ”فروع کافی“ کو لیا۔ اور خرید و فروخت کے لیے گیوں بازاروں میں گشت کی اور تبلیغ و تقریر کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر گئے۔ رہیں، بس، ہوائی جہاز اور ٹیکسی رکشہ پر ادھر ادھر آئے گئے۔ بارگاہ میں شرکت کی۔ نمازیں پڑھیں۔ اور اگر کسی نے اس بڑی پراعتراض کیا۔ تو ”فروع کافی“ کا حوالہ دے دیا۔ تو آپ خود ہی اندازہ فرمائیں۔ کہ ایسے کامل اور مکمل پردہ کے ساتھ سیر و سیاحت کس شان کی ہو گی۔

۵

اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں  
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قَالَ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ مِنْ كَيْسٍ  
بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِكَ إِلَى عَوْرَةٍ

## الْحِمَايَہ

- ۱۔ فروع کافی جلد ششم ص ۱۰۱ کتاب الزی  
والتحمل مطبوعہ تہران طبع جدید  
۲۔ من لایکفرہ الفقیہہ ص ۳۲ فی فصل یوم الجمعہ  
مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم  
۳۔ من لایکفرہ الفقیہہ جلد اول ص ۲۴ مطبوعہ تہران  
طبع جدید

## ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا غیر مسلم  
(مرد و زن) کی شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی (جائنا ہے۔ جیسا کہ گدھے کی  
شرمگاہ کو دیکھنا۔

گدھے یا دیگر حیوانات کی شرمگاہیں اور غیر مسلم مرد و عورت کی شرمگاہیں کیا  
مناسبت رکھتی ہیں پردہ کے احکامات انسانوں کے لیے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہیں  
اور باپردہ رہنا ہر آدمی کے حیا و شرم کا آئینہ دار ہے۔ جو مسلم اور غیر مسلم دونوں میں  
بلا امتیاز مذہب جاری و ساری ہے۔ مقام انسانیت اور درجہ حیوانیت میں  
کس قدر بعد ہے۔ لیکن ان لوگوں کی لطف اندوزیوں نے غیر مسلم مرد و عورت کو  
اس قدر بے حیا اور شرم سے عاری سمجھا۔ کہ وہ بھی اسی طرح ہیں۔ جس طرح حیوان  
پھر اس پر بس نہیں۔ بلکہ ان کی شرمگاہوں کو دیکھنے والے بھی قابلِ علامت نہیں  
ٹھیک ہے۔ کہ غیر مسلم پردہ کے احکامات شرعیہ کے پابند نہ ہیں۔ لیکن اپنے مذہب کی  
اخلاقی قدروں سے تو باغی نہیں۔ چلو یہ بھی مان لیا کہ وہ اخلاقی طور پر انتہائی گراؤ  
میں پڑ گئے۔ لیکن یہ کہاں کی شریعت ہے۔ کہ ایک مسلمان مرد یا عورت بھی اپنی



اسلامی اقدار اور احکامات شرعیہ کی پس پشت ڈال کر غیر مسلموں کی شرمگاہوں کو دیکھتا پھرے؟  
حقیقت یہ ہے کہ شیعہ لوگوں کے نزدیک ہر وہ چیز جس سے ان کی خواہش  
نفس اور ہوس پروری ہوتی ہو۔ وہ جائز اور حلال ہے۔ وہ اگر محرمات شرعیہ میں سے  
بھی ہو۔ تو اسے بھی کبھی امام کی طرف نسبت کر کے حلال و جائز کر لینا ان کے بائیں ہاتھ  
کا کھیل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تشیعہ مذہب ٹی میں عورت کی شہر نگاہ

دیکھنا اور اس کو بوسہ مینا جائز ہے

فروع کافی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ قَبْلَ الْمَرْأَةِ  
قَالَ لَا بَأْسَ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۹۷ کتاب النکاح  
باب نوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر مرد، عورت کی  
شہر نگاہ کو چومتا ہے۔ تو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا  
کوئی حرج نہیں۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى فَرْجِ

إِسْرَاقِيَّةً وَهُوَ يُجَابِصُهُ فَقَالَ لَا بَأْسَ-

(فردوس جلد پنجم ص ۴۹۷ کتاب النکاح،

باب نواذر مطہرہ تہران جدید)

ترجمہ:

ابنی حمزہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آدمی  
جماع کے وقت اپنی بیوی کی شہرہ نگاہ دیکھ سکتا ہے؟ فرمایا۔ کرئی  
حرج نہیں۔

صرف دو روایات کے ذکر میں ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ انہیں پڑھ کر ہر  
صاحب انصاف یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ یہ سب روایات پھر اور وہی تباہی پائیں  
ہیں۔ اور اس قسم کی خرافات کا امراہل بیت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ شیعہ لوگوں نے  
محض اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض مزہ لینے کی خاطر ان بحکامات کو حضرات  
امراہل بیت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ورنہ ان عظیم شخصیات سے اس قسم کی گلیا  
اور تہذیب سے گری ہوئی باتیں محال نہ ہوں لیکن ناممکن ضرور ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

# پر لطف مشغلہ

## حلیۃ المتقین

از حضرت امام موسیٰ پر سیدند۔۔۔۔۔ اگر کسی فرج زن را بوسد چوں است  
فرمود باکی نیست۔ و از حضرت صادق پر سیدند کہ اگر کسی زن خود را بوسد  
کند و باو نظر کند چوں است؟ فرمود کہ مگر لذتی از این بہتر می باشد۔ و بوس  
سیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کنیز خود بازی کند چوں است؟  
فرمود باکی نیست۔

(حلیۃ المتقین ص ۴۱ در آداب زنا)  
مطبوعہ تہران طبع قدیم)

## ترجمہ :

جناب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص  
اپنی بیوی کی شرمگاہ چوم لیتا ہے۔ تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی  
خطرہ (گناہ) نہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے  
پوچھا۔ کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو شگ کر دے۔ اور پھر اس کی (شرمگاہ وغیرہ  
کی) طرف دیکھے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شاید اس سے بہتر ہی کوئی  
لذت ہو۔ (یعنی یہ بہترین لذت والا فعل ہے) اور پوچھا۔ کہ اگر کوئی شخص  
اپنے ہاتھ اور انگلیوں سے اپنی بیوی اور اپنی لونڈی سے کھیلتا ہے

تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

ناظرین کرام! نیک بندوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور انہیں چومنا تو خلاق مسئلہ چلا آرہا ہے۔ بعض اسے ناجائز اور اکثر اس کی اباحت کے قائل ہیں۔ مگر مذکور بالا حوالہ کو دیکھئے۔ کرشیدہ حضرات نے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں چومنا تو زہے قسمت! ہمارے لیے تو عورت کی شرمگاہ بھی چومنے کی چیز ہے۔ اور اسے بوسہ گاہ سمجھتے ہیں۔

در اصل کسی چیز کو چومنا اس سے عقیدت و محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے چونکہ ہم اہل سنت و جماعت کو اشرک کے نیک بندوں سے عقیدت و محبت اور دلی العنت ہوتی ہے۔ لہذا اس کا اظہار ہم دست بوسی سے کرتے ہیں۔ اور یہ ایک ایمانی فعل ہے۔ لیکن شیعہ حضرات کو دیکھئے۔ کہ ان کا نام نہاد و مجاہدانہ بیت کو کس چیز سے محبت اور عقیدت ہے۔ ان کے لیے عورت کی شرمگاہ مرکز عقیدت اور منبع محبت ہے۔ لہذا اسے چوم کر اپنی عقیدت کا اظہار کر دیا۔ اب آپ ہی سوچیں۔ کہ ان کا یہ فعل ایمان کی نشانی ہے۔ یا اشرار اس کے اصول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بغاوت کی علامت؟ چونکہ ان لوگوں میں بے حیائی اور فسق و فجور ایک فطرت ثانی بن چکے ہیں۔ اس لیے آپ دیکھیں گے۔ کہ کبھی تو عورت کو نہنگ کر کے ایک مہر خیز چیز کی زیارت کے درپے ہوتے ہیں۔ اور گاہے اس میں انگلیاں پھیر کر حیوانات کو شرمائے جا رہے ہیں۔ اور بعض دفعہ فرط محبت و عقیدت میں اس کے بوسے لے کر شقاوت قلبی کر لیں گے۔ ان کا نام نہاد ہی ہے۔

ع

بے حیاباشں ہرچہ خواہی کن

# فصل ششم

## شیعہ کتب سے متعہ کی فضیلتیں اور برکتیں

گوشہ اوراق میں آپ متعہ کی تعریف اور پھر اس کے جائز و حلال ہونے کے شیعہ دلائل پڑھ چکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان بے معنی اور غلط دلائل کے جوابات بھی ہم نے گوش گزار دیئے۔ اُس کے چل کر حرمت متعہ پر قرآن و اقوال ائمہ اہل بیت سے شواہد و دلائل بھی پیش کیے۔ چونکہ متعہ کی حلت و جواز کے یہ حضرات قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اس جائز کام کی ان کے ہاں فضیلت اور برکت بھی ہوگی۔ لہذا ہم خود ان کی کتب سے چند ایسے حوالہ جات پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جن میں حضرات ائمہ اہل بیت کا نام ہے کہ اس دمتعہ فعل مذموم کے ان لوگوں نے فضائل اور برکات بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

متعہ کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔

روایت اول:

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ السَّيِّئَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا أَسْرَى بِهَذَا إِلَى السَّمَاءِ  
قَالَ لَحَقْنِي جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ  
إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لِي قَدْ عَفَرْتُ  
الْمُتَعَمِّعِينَ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النَّسَاءِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۱۲۹۵)

فی المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

### ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں  
کی سیر کرائی گئی۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جبرئیل امین ملے۔ اور کہنے لگے  
بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے ان مردوں کی مغفرت فرما  
دی۔ جو عورتوں سے متعہ کرتے ہیں۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے عقائد کے مطابق ”متعہ“  
اس قدر اللہ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہے۔ کہ اس پر عمل پیرا ہونے والا یقیناً جنتی  
ہونے کے لیے کافی ہے۔ کسی دوسرے فرض، واجب وغیرہ افعال خیر کی  
کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب متعہ کرنے والے کی مغفرت متعہ سے ہو گئی۔  
تو پانچوں گھی میں۔ (استغفر اللہ)

### روایت دوم:

وَرَوَى أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَكْتُمُ حَتَّى يَتَمَتَّعَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۹۷)

فی المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

## ترجمہ:

روایت کی گئی ہے کہ متعہ کیے بغیر کوئی آدمی کامل مومن نہیں بن سکتا۔

اس روایت سے بالکل واضح معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک متعہ تکمیل ایمان کی شرط ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ایمان ناقص ہوگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات اس شرط ایمان کی دولت سے تہید دست ہیں۔ وہ ناقص الایمان ہیں یا بھی سے انہیں ایمان کی تکمیل کی فکر کرنی چاہیئے۔ کہیں نامکمل ایمان کے ساتھ سپرد خاک نہ ہو جائیں۔

## روایت سوم:

وَفِي الْفِقْهِ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ  
لَمْ يُعِدْ مِنْ يَكْتَرِ تَنَا وَ يَسْتَحِيلُ مُتَعَتَنَا أَقُولُ  
الْكُرَّةُ الرَّجْعَةُ وَ هِيَ إِشَارَةٌ إِلَى مَا بَيَّنَّتْ هَهُمُ  
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ رُجُوعِهِمْ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ  
جَمَاعَتِهِمْ مِنْ شِيعَتِهِمْ فِي زَمَنِ الْقَائِمِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ لِيَنْصُرُوهُ۔

(۱)۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۴۴۷ سرورۃ الشاد

مطبوعہ تہران طبع جدید۔

(۲)۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم،

ص ۲۹۱ باب المتعہ۔ طبع جدید

تہران ۶۰



## ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو ہماری ”دو کُرت“ پر ایمان نہ لایا۔ اور جس نے ہمارے متعہ کو حلال نہ جانا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

”دو کُرت“ کی تفسیر صاحب تفسیر صافی نے یوں کی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ”دو کُرت“ سے مراد رجبت ہے۔ جس کا معنی لڑنا ہے۔ اور یہ اس عقیدے کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہمارے ائمہ اہل بیت سے ثابت ہے۔ کہ وہ دنیا میں امام قائم کی نصرت اور معاونت کے لیے اپنے شیعوں کے ساتھ دو بارہ تشریف لائیں گے۔

آیت ”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمُ الْهَلْ كَسْتُمْ تَفْسِيرُ مَنْجِ الصَّادِقِينَ“

میں مذکورہ فضائل متعہ کی روایات

## روایت چہارم:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرْءَةً وَاحِدَةً عَتِيقٌ ثُلُثَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرْءَتَيْنِ عَتِيقٌ ثُلُثَاهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرْءَاتٍ عَتِيقٌ كُلُّهُ مِنَ النَّارِ۔

## ترجمہ:

(بقول شیعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا تہائی دوزخ کی آگ سے آزاد ہو گیا۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اور اس کا دو تہائی آگ سے آزاد ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا اس کا دوزخ سے بالکل چھٹکارا ہو گیا۔

## روایت پنجم:

قَالَ النَّبِيُّ (ص) مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً آمِنَ مِنْ سَعْيِ الْجَبَّارِ  
وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ خُشِرَ مَعَ الْأَبْرَارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ  
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ رَاحَ مَخِيٍّ فِي الْجَنَّةِ -

(جلد دوم ص ۴۱۰)

## ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اللہ کے غضب سے بچا۔ دو مرتبہ متعہ کرنے والا کل قیامت کو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا۔ وہ جنت میں مجھ سے लाقات کرے گا۔

## روایت ششم:

أَيْضًا قَالَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ  
الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ  
الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ

عَلَيْهِ وَمَنْ تَمَتَّعَ أَرْبَعَةَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَاتِيْ-

(جلد دوم ص ۴۸۱)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ امام حسن اور عیسیٰ مرتبہ متعہ کرنے والے کا درجہ حضرت علی کے درجہ کے برابر اور چار مرتبہ متعہ کرے۔ اس کا درجہ میرے (خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) درجہ جیسا ہے۔ (معاذ اللہ)

روایت سہتم:

اَيْضًا قَالَ مَنْ حَزَجَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَعَرِيَّتَمَتَّعَ جَاءَ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ أَجْدَعُ-

(جلد دوم ص ۴۸۱)

ترجمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ جو شخص دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور وہ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی متعہ نہ کر سکا تو بروز قیامت وہ اس حال میں اُٹھے گا۔ کہ اس کی ناک بھی کٹی ہوگی۔ اور کان بھی۔

روایت ششم:

فرمود ہدایتیکہ براورم جبرئیل نزد من آمد متعہ از نزد پروردگار من آورد  
و اں متعہ زنان مومنہ است و بیش از من این متعہ را هیچ پیغمبری از انبیاء

و من شہا یا ل امرئ مکینم و ای سنت من است و در زمان من و بعد از من ہر کہ آن را قبول کند و با آن عمل کند و اچانے آن کند از من باشد و من آزادی را منی و ہر کہ مخالفت من کند با آن چہاں امر کردہ ام بخداے مخالفت کردہ بدانید ای مرد مال کی اذاہل ایں مجلس کسی کہ تکذیب آن کند بجهت بغض او من پس من گواہی میدہم کہ اذاہل و وزخ ہست۔ پس لعنت خدا بر آن کیسے باد کہ مخالفت من کند در ایں ہر کہ انکار آن کند انکار نبوت من کردہ و ہر کہ مخالفت آن کند مخالفت من کردہ و ہر کہ مخالفت من کردہ مخالفت خدا کردہ و ہر کہ مخالفت خدا کردہ اذاہل و وزخ باشد۔ و بدانید کہ متعہ امر لیت کہ حق تعالی مرا باں مخصوص ساختہ بجهت شہرت من بر غیر از انبیاء و سابق۔

(ص ۴۸۱)

ترجمہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ جبریل امین میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک تحفے لے کر آئے۔ وہ تحفہ مومن عورت کے ساتھ متعہ کرنے کا تھا۔ مجھ سے قبل کسی پیغمبر کو یہ تحفہ نہ عطا ہوا۔ میں تمہیں اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہوں۔ اور یہ میری سنت ہے میری موجودگی میں اور میرے بعد جو بھی اس کو قبول کرے گا۔ اور اس پر عمل کرے گا۔ وہ مجھ سے ہو گا۔ اور میں اس سے بھی اس کی مخالفت کی۔ وہ اور بوجہ مجھ سے بغض کے اس کی تکذیب کی۔ تو اس کے بائے میں میں دوزخی ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ لہذا اس پر اللہ کی لعنت جس نے میری مخالفت کی۔ جس نے اس کا انکار کیا۔ اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ اور جس نے متعہ کی مخالفت کی۔ اس نے میری

مخالفت کی۔ اور میرے مخالفت کرنے والے نے دراصل اللہ کی مخالفت کی۔ اور اللہ سے مخالفت کرنے والا ہر شخص دوزخی ہوگا۔ اور خوب جان لو کہ متعہ ایک ایسا حکم ہے۔ جو صرف اور صرف مجھے عطا ہوا کیونکہ دیگر انبیاء و کرام پر مجھے شرف حاصل ہے۔ اس بنا پر ایک تابعی فخر کام (متعہ) بھی مجھے ہی ملنا چاہیئے تھا۔)

متعہ میں ہر بوسے پر حج و عمرہ کا ثواب ہر حرکت پر پہاڑوں جتنا ثواب

روایت ۹:

ہر ایک بار در مدت عمر متعہ کند انا اہل بہشت باشند و ہر گاہ کہ متعہ و متعہ باہم بنشینند فرشتہ ہر ایشان نازل گردد و حراست ایشان کنند تا آنکہ اذان مجلس بر خیزند و اگر باہم سخن کنند سخن ایشان ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر بردارند دست گیرند ہر گاہیک کہ با باشند انا انگشتان ایشان ساقط گردد و چوں یکدیگر را بوسہ نہند حق تعالی ہر بوسہ مجھے دہم و عمرہ برائے ایشان بنویسد و چوں قنوت کنند ہر لذت و شہوت حسنا تے بنویسد مانند کدو ہائے ہر افراشتہ

(جلد دوم صفحہ نمبر ۱۴۸)

ترجمہ: فرمایا جس نے عمر میں مرتعہ ایک مرتبہ متعہ کیا۔ وہ ضعیف ہوگا۔ اور جس وقت متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کو آنے والی عورت باہم مل بیٹھتے ہیں۔ تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ اور ان کی حفاظت مجلس کے برخاست ہونے تک کرتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ دونوں باہم گفتگو کرتے ہیں۔ تو ان کی باتیں ذکر اور تسبیح شمار ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ تو ان کے

تمام گناہ ان کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔ اور جب دونوں برسہ بازی کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے ہر ایک برسہ کے عوض ایک حج اور عمو کا ثواب عطا کرتا ہے۔ پھر جب خلوت (وطی) کرتے ہیں۔ تو ہر لذت اور شہوت کے بدلہ میں پہاڑ جیسی بلند و بالا نیکی ان کے اعمال میں درج کی جاتی ہے۔  
روایت سے: ۱۱:

فرمود کہ جبریل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرود مائید۔ کہ چوں متمتع و متمتعہ بر خیزند و بغسل کردن مشغول شوند در حالیکہ عالم باشد کہ من پروردگار ایشان و ایں متہ سنت من است بر بغیر من ملائکہ خود گوئیم کہ اے فرشتگان من نظر کنید بایں دو بندہ من کہ برخاستہ اند و بغسل کردن مشغول اند و میدہ اند کہ من پروردگار ایشان گواہ باشمید بآنکہ من آمرزیدم ایشان را و آب بر پیش موئے از بدن ایشان نگذرد مگر آنکہ حق تعالیٰ بہر موئے وہ حسنہ برائے ایشان بزیلد و وہ سیدہ محمکہ و وہ در جہد فایدہ پس امیر المؤمنین (ع) بہر وقت و گفت۔ اَنَا مَصْدَقُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (ص) چہیت جزائے کسی کہ در ایں باب سہی کند فرمود کہ: أَجْرُهُمَا (ص) ۴۸۱ تا ۴۸۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل نے مجھ سے کہا۔ کہ اے اللہ کے پیغمبر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب متہ کرنے والا مرد اور متہہ کرانے والی عورت (متہ سے فارغ ہو کر) اٹھتے ہیں۔ اور نہانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا پروردگار ہوں۔ اور متہ میرے پیغمبر پر میری سنت ہے۔ تو میں اپنے مقرب فرشتوں کو کہتا ہوں۔ اے فرشتو! میرے ان دو بندوں کی طرف دیجو۔ کہ جو متہ کر کے اٹھے ہیں۔ اور غسل کرنے میں مشغول ہیں۔ اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا

پروردگار ہوں۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان کے تمام گنہ معاف کر دیئے ہیں اور ان کے جسم کے کسی بال سے جب پانی گزرتا ہے۔ تو میں اس ایک بال کے عوض دس نیکیاں عطا کرتا ہوں۔ دس برائیاں ختم کر دیتا ہوں۔ اور دس درجے بلند کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کی اس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن ارشاد فرمائیے کہ جس نے متوہ کے لیے جدوجہد کی اس کی جزا کیا ہے؟ فرمایا۔ اس کو ان دونوں کے مجموعہ کے برابر ثواب ہوگا۔

روایت ۱۱:

گفت یا رسول اللہ! جزائشاں چہ چیز است فرمود چوں بغسل مشغول شمنہ بہر قطرہ آب کہ از بدن ایشان ساقط شود حق تعالیٰ فرشتہ میا فریند کہ تسبیح و تقدیس او سبانه کند و ثواب اُن برائے غافل ذخیرہ شود تا روز قیامت اے علی ہر کرایں سنت را بہل فرایگر و احیائے اُن نکند از شیعوں باشد و من از وی بری باشم۔ (جلد دوم ص ۲۸۲)

ترجمہ :- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! متوہ کرنے والے مرد اور عورت کا کیا ثواب ہے؟ فرمایا۔ جب متوہ سے فراغت پانے پر وہ غسل میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو ان کے ایک ایک بال سے قطرہ گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا ثواب اس غسل کرنے والے کے لیے ذخیرہ ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت آجاتی ہے۔ اے علی! جس نے اس سنت کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور اس پر عمل پیرا نہ ہوا۔ وہ میرا شیعہ نہیں ہے۔ اور میں اُس سے بیزار ہوں گا۔

## روایت ۱۲:

رسول خدا (ص) اور نرسے باہمی باشندہ بود از ہر جانب سخنی در پیوستہ از محمد بن متہ  
 در میاں آمد آنحضرت فرمود اے مرد ماں: بیچ میدانید کہ متہ با چہ فضیلت  
 و ثواب است۔ گفتند زیار رسول اللہ! فرمود جبرئیل انکوں بر من نازل شد  
 و گفت اے محمد! حق سبحانہ تو سلام میرساند و تحیۃ و اکرام مینواز د و میفرماید کہ  
 امت خود را بمقتدہ کردن امر کن کہ ایں از سنن صالحان است۔ ہر کہ روز قیامت بمن  
 رسید متہ نکرده باشد حسنات اور بقدر ثواب متہ ناقص باشد اے محمد (ص)!  
 و رہی کہ مؤمنی صرف متہ کند نزد حق تعالی افضل از ہزار و دہم است کہ در غیر ایں  
 اتفاق نماید۔ اے محمد! در بہشت جمعہ از حورالعین ہستند کہ حق تعالی ایشان را برائے  
 اہل متہ آفریدہ اے محمد! (ص) چوں مومن مومنہ را عقد متہ کند از جائے خود بر خیزد تا آنکہ  
 حق تعالی اور را بیاورد و اں مومنہ را نیز مغفور سازد و منادی از آسمان ندا کند کہ اے بندہ  
 مومن حق تعالی میفرماید کہ اے بندہ مومن من متہ کردہ ای بامید ثواب من ہر آئینہ امروز ترا  
 مسرور سازم بکفیر سیئات تو و مضاعف حسنات تو و از صادق (ع) مرویست کہ  
 متہ از دین ما است و دین آبا و ا۔ ہر کہ با ایں عمل کند بدین عمل کردہ باشد و ہر کہ نکند  
 انکار دین و اگر وہ و بغیر از دین ما اعتقاد نمودہ بدستی کہ متہ نہ نواست و در سلف و امان  
 است از شرک۔ (ص ۴۸۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ رونق افروز تھے  
 اور ادھر ادھر کی مختلف باتیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلتے متہ بھی زیر بحث آیا  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ متہ  
 کی فضیلت کیا ہے۔ اور اس کا ثواب کس قدر ہے؟ انہوں نے کہا۔ نہیں کوئی  
 نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی جبرئیل آیا۔ اور اللہ کا سلام و اکرام دے کہ کہا



کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اپنی امت کو متوکر نے کا حکم دیں۔ کیونکہ وہ صالحین کی سنت ہے۔ جو بروز قیامت میرے پاس آیا۔ اور اس نے متعذ کیا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں متعذ کی نیکی نہ ہوگی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک دردم جو کوئی مومن متعذ کرنے میں خرچ کرے گا۔ کسی دوسری جگہ میں ہزار درہم کے خرچ کرنے سے افضل ہوگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے عقد متوکر لے گا۔ اور پھر متعذ میں مشغول ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ متعذ سے فراغت سے قبل ہی اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

اور وہ مومن عورت جس سے متعذ کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی بخش گئی۔

ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا۔ کہ مومن آدمی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومن بندے! چونکہ تو نے ثواب کی غرض سے متعذ کیا ہے۔ لہذا میں آج تیرے تمام گناہ معاف کر کے تجھے خوش کرتا ہوں۔ اور تیری نیکیوں کو دگلا کر کے تجھے مسرت عطا کرتا ہوں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ متعذ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین میں سے ایک اہم کام ہے جس نے اس پر عمل کیا۔ اُس نے ہمارے دین پر عمل کیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ اُس نے ہمارے دین کا انکار کیا۔ اور اس دین کا اقرار کیا جس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے بات حق ہے۔ کہ متعذ اسلاف دگولے ہوئے نیک لوگ ہیں قریب العمل تھا۔ اور اس کی بجا آوری میں شرک سے امن مل جاتا ہے۔

متعذ پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔

روایت ۱۲:

وولد متعذ افضل است از ولد زوجہ دائمہ و مشکراں مرتد و کافر است۔

(تفسیر منہج العادقین ص ۴۸۲ جلد دوم۔ سورۃ النساء الجوز الثانی ص ۱۰۲)

ترجمہ ۱

متعہ کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ بچی اس بچہ بچی سے کہیں بہتر ہے۔ جو  
دامی نکاح کے ذریعہ کسی عورت کے ہاں پیدا ہو۔ اور اس رافضیت کا اہل  
مرتد اور کافر ہے۔

## منہج الصادقین سے مذکورہ نوع دروایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ تین مرتبہ متعہ کرنے والے پر دوزخ حرام ہے۔
- ۲۔ تین مرتبہ متعہ کرنے والا یقیناً جنتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں ملاقات کرے گا۔
- ۳۔ ایک دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ حسنی، دو مرتبہ متعہ کرنے سے مرتبہ حسنی، تین دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ حیدری اور چار دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملتا ہے۔
- ۴۔ متعہ ذکر کرنے والے کو قیامت کے دن ناک، کان کٹے کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ یعنی اس کا منہ کیا جائے گا۔ جو کہ دین اسلام میں حرام ہے۔ لیکن شیعوں کو گلوں کے نزدیک یہ قیامت کو بھی واقع ہوگا۔
- ۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متعہ ایک مخصوص تحفہ عطا فرمایا۔ جو آپ پر پیش کسی بھی پیغمبر کو عطا نہ ہوا۔ لہذا اس مخصوص تحفہ پر بات دن عمل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پروردگار عالم کو راضی کرنا چاہیے۔ اور اس سے روگردانی کر کے دوزخ کے مستحق نہ بنیں۔

۷۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے زیادہ اشرف و اکرام ہیں۔ اس لیے آپ کو متعہ میا اشرف و اکرم تحفہ دیا گیا۔

۸۔ متعہ کرنے والے دونوں مرد اور عورت کے غسل کے وقت گرنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہو کر ان کے لیے تاقیامت ذکر و تسبیح کرتا رہتا ہے جس کا ثواب ان دونوں کے نامہ اعمال میں درج کیا جائے گا۔

۹۔ متعہ کرتے وقت ایک بوسہ لینا۔ حج و عمرہ کے ثواب سے کم نہیں۔ اور متعہ میں مشغول ہونے والے سے ہر شہوانی حرکت پر ایک عظیم پہاڑ کے برابر نیکی کا ثواب کا وعدہ ہے۔  
۱۰۔ متعہ میں معاشرت اور اس کے لیے راستہ بھرا کر کرنے والا متعہ کرنے والے دونوں کے ثواب کے برابر ثواب لوٹے گا۔

۱۱۔ متعہ کرنے والے کے نہانے سے ہر قطرہ پر ایک فرشتہ کے پیدا ہونے اور اس کی تسبیح کا انکار کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ والوں دشمنوں سے خارج ہے۔

۱۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق متعہ دین ائمہ کا جرم ہے۔ اور اس کی جزائیت کا منکر دین سے خارج ہے۔

۱۳۔ متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد سے کہیں بہتر ہے۔ اگر کوئی اس کا انکار کرے۔ تو وہ مرد اور کافر ہے۔

۱۴۔ جو شخص متعہ نہ کرے وہ ہرگز شیعہ کہلانے کا حقدار نہیں۔

۱۵۔ متعہ کرنے سے سابقہ زندگی کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی نماز چھوٹی ہے زکوٰۃ نہیں دی حج سے اعراض کیا ہے۔ جھوٹ اور فیست کا ارتکاب کیا ہے اور دنیا جہان کا ہر گناہ دامن معصیت میں پسٹ لیا ہے۔ تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں بس متعہ کو سب گناہ معاف، شامداسی لیے شیعہ فرقہ نماز

- دفعہ چہارم سستی کا ارتکاب کرتا ہے۔ کہ انہیں متعہ ہی کافی ہے۔
- ۱۵۔ وہ ایک درہم جو متعہ والی عورت کو بطور نفیس "ادائیگی جاتا ہے۔ کسی اور جگہ ہزار درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ یعنی راہ خدا میں ہزار درہم خرچ کرنے سے وہ ثواب نہ ملے گا۔ جو متعہ میں ایک درہم صرف کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔
- ۱۶۔ جنت میں کچھ حوریٰ ہیں جو اللہ نے صرف متعہ کرنے والوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

## متعہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

کے ہر قطرے کے برابر درجات کی بندی حاصل ہوتی ہے

وسائل الشیعہ:

عَنْ صَالِحِ بْنِ عَقَبَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لِلشَّيْخِ قُتَابِ مَاذَا إِنْ  
كَانَ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَخِلَافًا  
عَلَى مَنْ أَنْكَرَ مَا لَمْ يُكَلِّمْهَا كَلِمَةً إِلَّا كَتَبَ  
اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً وَكَرُمَةً يَدَّ إِلَيْهَا إِلَّا  
كَتَبَ اللَّهُ لَهُ حَسَنَةً فَإِذَا دَنَى مِنْهَا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ  
بِذَلِكَ ذَنْبًا فَإِذَا اغْتَسَلَ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ بِعَدَدِ مَا  
مَرَّ مِنَ الْمَاءِ عَلَى شَعْرِهِ قُلْتُ يَعْدُ الشَّعْرُ  
قَالَ يَعْدُ وَالشَّعْرُ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۴۴۲)

(کتاب النکاح باب استقباب النعہ)

## توجہ:

صالح بن عقبہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے میں نے متعہ کرنے والے کے ثواب کے بارے میں پوچھا کہ کیا اُسے اس پر ثواب ہوگا؟ فرمایا۔ اگر وہ متعہ اس نیت سے کرتا ہے کہ اس سے اللہ راضی ہو جائے۔ اور جو متعہ کے منکر میں۔ ان کی مخالفت ہو جائے۔ (تو اس کا بہت ثواب ہے تفصیل یہ ہے) عورت کے ساتھ جنسی باتیں کرے گا۔ اس کے ایک ایک کلمہ پر ایک ایک نیکی ملے گی۔ اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔ تو اُسے ہاتھ گھسنے سے پہلے ایک نیکی اسے عطا ہو جائے گی۔ پھر جب اس کے قریب جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ فراغت پر جب غسل کرے گا۔ تو پانی کے ہر اس قطرے کے موافق اس کی مغفرت ہوگی۔ جو اس کے بالوں پر سے گزرا۔ میں نے پوچھا۔ بالوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ فرمانے لگے۔ ہاں۔ بالوں کی تعداد کے برابر۔

متعہ کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرے سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے۔ جو اس کے لیے تاقیامت مغفرت مانگیں گے

## وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَيْدٍ اللَّهِ عَنِ السَّلَامِ قَالَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ  
تَمَتَّعَ شَرًّا اَغْتَسَلَ اِلَّا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ

تَقَطَّرُ مِنْهُ سَبْعِينَ مِائًا يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ إِلَى  
يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَلْعَنُونَ مَتَجَنَّبُهَا إِلَى أَنْ يُقَامَ  
السَّاعَةُ.

(وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۴۴۴ کتاب النکاح.)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو مرد  
متہ کرتا ہے۔ پھر غسل کرتا ہے۔ تو اس کے غسل کے پانی کے ہر ایک قطرہ پر  
اللہ تعالیٰ ستر فرشتے پیدا فرماتا ہے۔ یہ فرشتے قیامت تک متہ کرنے والے  
کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور جو متہ سے اجتناب کرتا ہے۔ اس پر  
قیامت کے قائم ہونے تک لعنت بھیجتے ہیں۔

لحوظ کریں:

باپ (امام محمد باقر) کی روایت سے متہ کرنے والے کی مغفرت اور درجات  
کی بندی ثابت ہوئی تھی۔ اور بیٹے (امام جعفر صادق) کی روایت سے کرڈروں پر فرشتے  
پیدا ہو کر متہ کرنے والے کی مغفرت اور اس سے منہ موڑنے والے پر تا قیامت لعنت  
کرتے ہیں۔ ان فوائد وافرہ وکثیرہ کی کسے ضرورت نہیں۔ کون ہے جسے اپنے گناہوں  
کی مغفرت مطلوب نہ ہو۔ اور کون ہے جو فرشتوں ایسی معصوم مخلوق کی لعنت سے بچنا  
دچا ہوتا ہو۔ جب شیعیت میں یہ سب کچھ صرف متہ کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے  
تو اس سے بڑھ کر آسانی کیا ہوگی لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ عراقی، شامی اور لبنانی شیعہ  
اپنی مغفرت کیوں نہیں پسند کرتے۔ اور وہ مغفرت کے ہی سبب عظیم کو اپنے دین  
کی توہین کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ دمتعہ، انکی اباحت صرف اور صرف اس لیے کی گئی کہ کس طرح بھی زنا کا الزام نہ آ سکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے جس میں خواہشات نفسانیہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "دمتعہ" کو حرام فرما دیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بدعاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے ازل تا آخر اس کی اباحت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

## فصل ہفتم

# بازارِ شریعت کی بڑی بیابان

”جوازِ متعہ“ کی کذب بیابانیاں

ضلع بھکر کے ایک قصبہ منیکھرہ میں ایک مرتبہ بیانی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولانا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منیکھرہ، مولانا غلام رسول اور محمد کھضار عطشی (ایم۔ اے تائیدِ نسخ) نے اصرار کیا کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جوازِ متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ دلائل سے بھرپور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے جہاں بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب آنا چاہیے۔ بہر حال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی اور وعدہ کیا کہ اگر کوئی نئی دلیل جوئی تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں کہیں تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اب جبکہ ”وقفہ جعفریہ“ کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی اور یہ بحث ”باب النکاح“ تک پہنچ چکی تھی تو مجھے انیسراٹھویں کا ذکر کرنا کچھ



مختصر یہ کہ "ومتعہ" کی اباحت صرف اور صرف اس لیے کی گئی کہ کس طرح بھی زنا کا الزام نہ آ سکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جس میں خواہشات نفسانیہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ومتعہ" کو حرام فرما دیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بد معاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے۔ اول تا آخر اس کی اباحت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

## فصل ہفتم

# بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و نسائی و بیہقی و حاکم و ابویوسف و شیعہ و حنفیہ و مالکیہ و حنبلیہ و شافعیہ و حنبلہ و ابویوسف و ابوداؤد و ترمذی و بیہقی و حاکم و ابویوسف و شیعہ و حنفیہ و مالکیہ و حنبلیہ و شافعیہ و حنبلہ

جو ہوا از متعہ، کی کذب بیاباں

ضلع بمکو کے ایک قصبہ منیرہ میں ایک مرتبہ یعنی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولانا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منیرہ، مولانا غلام رسول اور محمد رمضان عطشی (ایم۔ اے تالیخ) نے اصرار کیا کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جواز متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ دلائل سے مبرور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارے بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب اُنا چاہیے۔ بہر حال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی اور وعدہ کیا کہ اگر کوئی نئی دلیل جوئی۔ تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں جوئیں تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اب جبکہ دفعہ جعفریہ، کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی اور یہ بحث ”باب النکاح“ تک پہنچ چکی تھی تو مجھے اشیر جاڑوی کا مذکورہ کتابچہ

یا دیکھا۔ اُسے پڑھا۔ دلائل پر نظر دوڑائی۔ تو اس کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی۔ کہ اس میں جواز متعہ کے دلائل کو ان کے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ کچھ اس طرح کہ اسمائے رجال کی کتب سے مختلف حوالہ جات کے ذریعہ بعض روایات کے بارے میں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی۔ اس سے یہ معلوم بھی ہوا۔ کہ جاثروی کو اس فن سے واجبی سی واقفیت بھی نہیں۔ اسی کتب بچہ کے آخر میں ایک مکارانہ اعلان بھی جڑ دیا جس کا عنوان ”مخلصانہ دلیل“ ہے ملاحظہ ہو۔

”میں نے اس رسالہ میں کسی فرقہ اسلامیہ کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ لیکن جھنگ کے مولوی بہت گندی زبان استعمال کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ جب میرا یہ رسالہ مارکیٹ میں اُسے گا۔ تو یہ مثنیٰ علماء بجائے اس کے کہ اس کا جواب دیں یہ جواب نہیں دیں گے بلکہ عدالت کی طرف رجوع کریں گے۔ کہ اُسے ضبط کر لیا جائے۔ لیکن اس کو ایسے نہیں چاہیئے۔ بلکہ ان کو چاہیئے کہ حکومت کو درمیان میں لانے کی بجائے فقہ جعفریہ کے مسئلہ منسبتی مسلمہ مجتہدین اور مسلمہ صحابہ کرام کے تفسیری اقوال اور ائمہ اہل بیت سے نقل کردہ روایات سے متعہ کا عدم جواز ثابت کریں۔ چشم مارو شن و دل ناخاد۔“

ہم نے اس رسالہ کا مکمل طور پر مطالعہ کر کے اس میں مذکور چند کذب بیانیوں اور فریب کاریوں کو یکجا جمع کر کے ہر ایک دھوکہ اور کذب بیانی کو اس کے عنوان سے کھٹا اور پھر اس کا جواب سپرد قلم کیا ہے۔ ہم نے سوچا تھا۔ کہ رسالہ مذکورہ کے الفاظ و معنی دونوں پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ لیکن الفاظ کی بحث کو چھوڑ کر صرف معانی کی بحث پر اکتفا کیا گیا۔ حتیٰ کہ متلاشی اور غیر متعصب حضرات اگر دونوں رسالہ جات کے مضامین کو سامنے رکھیں گے۔ تو امید قوی ہے۔ کہ حق و باطل کے درمیان ان کے لیے امتیاز ذکر نا کوئی مشکل نہ رہے گا۔ دو بواللہ التوفیق

# کذب بیانی

اول  
دھوکہ عا

اثیر جاڑوی نے اپنے رسالہ جواز متعہ میں ص ۱۰ سے لے کر ۷۱ تک آیات قرآنیہ سے جو جواز متعہ پر پانچ عدد دلائل پیش کیے ہیں ان کے ترتیب وار جوابات ۔

## جواز متعہ

دلیل اول

اس وقت کی تاریخ شاہد ہے۔ کہ لوگوں میں جس متعہ کا رواج تھا اور وہ ایک مدت سے جاری تھا کرتے تھے۔ آیت کا انداز بیان بھی واضحاً اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ متعہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ایک عادت جاریہ ہے۔ اس لیے آیت نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ تم جو متعہ کرتے ہو اس میں عورت کی اجرت کو ملحوظ رکھو اور طامال مشول نہ کرو۔ بلکہ اجرت دین فریضہ واجبہ ہے۔

دلیل دوم

استماع عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور زبان کے لفظ کو اسی معنی میں استعمال

کرنا ہو گا جس معنی میں عوام استعمال کرتے ہیں رفائے عمومی کے خلاف استعمال کرنا ہو تو اس کے لیے کسی ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو غیر مستعمل معنی میں استعمال کرنے کی وجہ جواز بن سکے جبکہ آیت متہ میں استمتاع کو نکاح دائمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور نکاح دائمی میں استعمال کرنے کی نہ کوئی وجہ جواز ہے اور نہ کوئی دلیل۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی وہی کرنا ہو گا جو عرب کا عرف عام کیا کرتا تھا۔ اور وہ ہے متہ۔

## دلیل چہارم:

آیت میں اُجْعِدْ هُنَّ (میعادی نکاح والی عورتوں کی اجرت) اس حقیقت کی کھلی دلیل ہے کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں۔ بلکہ میعادی نکاح متہ ہے۔ کیونکہ دائمی نکاح کے لیے نہ تو کسی آیت، نہ کسی حدیث، اور نہ ہی کسی عرب کے قول میں اجرت کا لفظ بولا گیا ہے۔ بلکہ دائمی نکاح کے لیے صدرق یا مہر کا لفظ آتا ہے۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی دائمی نکاح اور اُجْعِدْ هُنَّ کا معنی مہر کرنا ایسا معنی ہے جو نہ صرف بلا دلیل ہے۔ بلکہ مقصود ذات الحدیث، نسبت رسول اور عمل صحابہ کے عریک خلاف ہے۔

## دلیل پنجم:

آیت کا سیاق و سباق بھی بتا رہا ہے کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں بلکہ میعادی نکاح ہے۔ کیونکہ آیت ۲۳ سے ۲۷ تک ان عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح جائز نہیں۔ بوقت طلاق عورت کو دیئے گئے مال کی واپسی سے ضمانت ہے۔ جن عورتوں سے نکاح نہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ وہ یہ ہیں۔ والدہ کی منکوحہ نسبتی ماں، رضاعی ماں، بیٹی، بہن، رضاعی بیٹی، رضاعی بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی

بجائے، اس سبب، کسی کی منکوحہ، دونوں بہنوں کا جمع کرنا۔ اس فہرست کے بعد ارشاد فرمایا۔

اِحْلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَالِكُمْ۔ علاوہ ازیں تمہارے لیے عورت سے نکاح جائز ہے۔ اب چونکہ حکم نکاح دائمی کا تھا۔ اور میعاد کی نکاح کا بیان اس میں نہیں آتا تھا۔ اس لیے ذات احدیت نے بطور خاص آخر میں حکم متعہ ارشاد فرمایا۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ۔ اگر تم متعہ کرو۔ تو واجب ہے کہ جس عورت سے متعہ کر رہے ہو۔ اس کی اجرت اسے ادا کر دو۔ امید ہے۔ جناب والا کہ ذہن میں ذات احدیت کی تقسیم انگلی ہوگی کہ نکاح کی دو قسمیں ہیں۔ دائمی اور میعاد کی۔  
- دائمی نکاح حق مہر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور حق مہر۔ نکاح میں میعاد کی میں اجرت ہوتی ہے۔ آخر میں اللہ نے عورتوں کی ایک اور قسم بتائی۔ جن سے نکاح جائز ہے۔ لیکن پہلی دو اقسام کی طرح اس قسم کو مطلق ادا کرنے کی بجائے مشروط قرار دیا ہے۔ اور شرائط بھی بیان فرمادیئے ہیں۔ کہ جس شخص میں وہ شرائط موجود ہوں کینزوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور جس میں وہ شرائط موجود نہ ہوں کینزوں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ آخر میں میں بطور اختتام بتایا۔

يُؤَيِّدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيُذَكِّرَكُمْ مَنِ الذِّكْرِ  
مَنْ قَبِلَ كُمْ۔

ترجمہ :

اللہ تمہیں پہلے لوگوں کے راستے بتانا چاہتا ہے۔ ان آیات میں غور و فکر سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آیت میں لفظ استمتاع کا معنی میعاد کی نکاح ہے۔

داعی نکاح نہیں اور میعاد کی نکاح کا دوسرا نام متعہ ہے۔ جواز دوسرے نص قرآن جائز ہے۔ اور اسے فسخ نہیں کیا گیا

(جواز متعہ ص ۱۵ تا ۱۶)

## دلیل اول کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے ہی چلا آرہا ہے الحج۔ یہ بات ہم اہل سنت کے لیے مضرب اور نہ اہل تشیع کے لیے مفید کیونکہ دو جہالت میں مروج امور اسلامی امور قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ ہاں اگر اسلام آئی سے منع کرے تو ان کے کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن اس کی حرمت کا اعلان فرما کر اس کی اباحت وغیرہ کو ہمیشہ کے لیے دفن فرمادیا۔ اس اعلان کی شہادت جس طرح کتب اہل سنت و اہل حق میں کتب شیعہ میں بھی یہ بالتصریح موجود ہے۔ حوالہ کے لیے الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲ ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۲۱۵ پر بھی اس کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

## دلیل دوم کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے متعہ معروف کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں بھی اس کا معنی میعاد کی نکاح (متعہ معروف) ہی ہے۔ الحج مذکورہ عبارت میں دو امور ہیں۔ اول یہ کہ لفظ استعمال متعہ معروف میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ دیگر معنی میں نہیں۔ اور دوسرا امر یہ کہ قرآن کریم نے بھی اسے اسی معنی میں ہی استعمال کیا ہے۔

ان دونوں امور کی تردید ہم قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں۔ پارہ ذار کو ۱۵

فَاَسْتَمْتَعُوا بِخَلْقٍ لِّسَرِّكُمْ مَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ اُنْهَوْنَ نے اپنے  
جنوں سے نفع اٹھایا جیسا کہ تم نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا (ترجمہ مقبول) شیعہ مترجم  
نے استمتاع کا معنی نفع اٹھانا کیا ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔ کیونکہ اگر اس لفظ  
کے حروف زائدہ کو نکال دیا جائے اور اصل حروف باقی رکھیں۔ تو م۔ ت۔ ع۔ ماوہ  
نکلے گا۔ اس کا معنی نفع ہے اور اگر آیت مذکورہ میں استمتاع کا معنی بقول جاڑوی متعہ  
معروفہ کیا جائے۔ تو پھر اپنے حصہ کے ساتھ معادہ نکاح (اجرت طے کر کے) کرنا  
پڑے گا۔ اس سے دلی کرنا پڑے گی۔ لہذا معلوم ہوا کہ استمتاع کے متعہ معروفہ  
کے علاوہ اور معانی بھی ہیں استمتاع کی طرف لفظ متاع بھی ہے۔ قرآن کریم میں  
ایک جگہ آیا ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ۔

(پٹ رکوع ۱۵)

ترجمہ :

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نسیکی کے ساتھ نفع پہنچانا ہے

(ترجمہ مقبول)

اسی آیت کے مفسرین سے دو متعہ الطلاق، کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَتَّعُوْهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ

قَدَرُهُ

(پٹ ع ۱۵)

ترجمہ :

ان کو نسیکی کے طور پر نفع پہنچاؤ۔ صاحب قدرت (مالدار) پر اس کی  
عیشیت اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔



ہل آیت میں مذکور لفظ استمتاع، متاع، متعہ نفع پہنچانے کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اگر جاڑوی کو اصرار ہو کہ ان سب مقامات پر دو متعہ معروفہ، ہی مراد ہے اور پھر بھی اصرار ہو کہ متعہ معروفہ قرآن کی نص سے جائز ہے۔ تو پھر اس متعہ معروفہ کا اجر و ثواب بھی قرآن سے سن رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ كَسَبْتُمْ اَنْفُسَكُمْ فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ۔

(دیکھ ع ۱۷)

ترجمہ:

تم کہہ دو کہ (چند روزہ) نفع اٹھا کر تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم ہی کی طرف ہے۔  
(ترجمہ مقبول)

اب آئیے ذرا جاڑوی صاحب کے ادعاؤ کے مطابق توضیح کریں۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے! میعاد دی نکاح (متعہ معروفہ) کسے رہے۔ آخر تو یقیناً جہنم کی طرف پھرنا ہے۔ گویا متعہ کرنے والے کے جہنمی ہیں۔ کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے متعہ کرنے والوں کے لیے کیسی بہترین خوش خبری سنائی ہے جاڑوی اور اس کے ہم فراؤں کو اپنے ضابطہ کے تحت اس کی مبارک ہو۔

دلیل سوم کا جواب:

اشیر جاڑوی کے بقول استمتاع کا معنی دو متعہ معروفہ، ہی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف دوسرا معنی لینا پڑے۔ تو اس کے لیے کوئی وجہ جواز یا قرینہ و دلیل ہونی چاہیے اور یہ کہ آیت استمتاع میں دوسرے معنی کی کوئی وجہ جواز نہیں الیٰ۔

جہاں تک لفظ استمتاع کا معنی صرف میعاد دی نکاح لیا گیا۔ ہم نے اس کا ابطال قرآن کریم سے پیش کر دیا ہے۔ اب آیت مذکورہ میں اس سے مراد دائمی نکاح

ہونے پر وجہ جواز اور دلیل و قرینہ کا ہونا تو اس کے لیے اسی آیت کے انہدام میں اثر تھا  
نے دو لفظ ذکر فرمائے۔ مُحْصِنَتَيْنِ عَتَمَرٍ مُّسَا فِحَتَيْنِ۔ یعنی عورت محرمہ کے  
سوا دوسری سے استفادہ اور حصول منافع کی غرض یہ ہے کہ تم اس طرح پاکیزگی  
کا حصول کرو۔ اور حرام کاری یعنی ضیاع لطفہ سے بچ جاؤ۔ لہذا یہ دو لفظ استمتاع کی بھی  
غرض و غایت بیان کر رہے ہیں اس لیے ایسا استمتاع جس میں محض خیریت مافی  
اور وقتی اُبال ٹھنڈا کرنا ہو۔ وہ عند اللہ درست ہی نہیں اور متعہ معروفہ یا بقول جاڑوسی  
میعاد کی نکاح اپنے نام سے اپنی غرض بیان کر رہا ہے۔ کہ محض وقت پاس کرنا ہے  
اور اس کے لیے اجرت ملے کرنا ہے۔ اور اگر اس سے مراد نکاح دائمی یا جائزے تو  
اُن دونوں الفاظ پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اب وجہ جواز آپ کے خیال میں آگئی ہو  
گی۔ اگر صدق دل سے یہ چاہت تھی۔ کہ وجہ جواز مل جائے۔ تو استمتاع سے مراد  
وہ نکاح دائمی ہو گا۔ وہ ہم نے بیان کر دی ہے۔ اب تمہاری نیت اور عقیدہ ہے  
جو چاہا ہو اختیار کرو۔

## دلیل چہارم کا حجاب:

دعوہ کہتے ہوئے اشیر جاڑوسی نے اپنی تائید کے لیے لفظ اُجُودَہً  
کو دلیل بنایا۔ اور کہہ کہ نکاح دائمی کے حق مہر کے لیے لفظ اجرت استعمال نہیں  
ہوا۔ ۱۰۱

قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والا اس امر سے بخیر بی آگاہ ہو گا۔ کہ وہیں بھی ان بلائیں  
کی طرح ایک فریب ہے۔ در نہ قرآن کریم میں کئی جگہ پر نکاح دائمی میں حق مہر کے لیے  
درا جرت کا لفظ مذکور ہے۔

۱۔ فَاتَّخِذْ مِنْ بَاطِلِ اَهْلِيْنِ وَاَتَوْهُنَّ اُجُورَهُنَّ

بِالْمَعْرُوفِ

(پ ۵ غ)

ترجمہ:

پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر کی  
کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوا هُنَّ إِذَا أَتَبْتُمُوهُنَّ  
أُجُورَهُنَّ - (پ ۲۸، ۲۹)

ترجمہ:

اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ کہ تم ان سے نکاح کرو جبکہ تم ان کو مہر  
دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۳۔ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أُجُورَهُنَّ -

(پ ۲۷، ۲۸)

ترجمہ:

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے مہر دے  
چکے ہو۔ (مقبول شیعہ)

مذکورہ تین آیات قرآن میں لفظ اجرت استعمال ہوا۔ پہلی دو آیات میں  
بالتصريح لفظ نکاح کے ساتھ اور تیسری آیت میں لفظ زوجیت کے ساتھ ہے۔  
زوجیت بھی نکاح کا ہی اثر ہے۔ میعاد نکاح میں زوجیت کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا  
لہذا معلوم ہوا کہ اجرت کا لفظ صرف متعہ معروفہ کے لیے اور مہر و صدق کا لفظ صرف  
نکاح دائمی کے لیے مخصوص کر دینا قرآن کریم کی تکذیب کے مترادف ہے۔ اور  
سادہ و سادہ عوام کو گمراہ کرنے کی جاہلانہ کوشش ہے۔

## دلیل پنجم کا جواب :

آیت استمتاع کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ اس سے مراد متعہ (میعادی نکاح) ہے۔ الخ۔

سیاق و سباق مختصر تو یہ ہے کہ سورۃ النساء میں ابتداءً نکاح میں بیک وقت کتنی عورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس کی تعداد بیان فرمائی۔

فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّا مَخْنِي وَفُلَاك  
وَرُبَاَعٌ۔

ترجمہ :

یعنی تم اپنی پسند کی دو، تین یا چار عورتیں بیک وقت نکاح میں لا سکتے ہو۔

یہاں لفظ نکاح فرما کر میعادی نکاح کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔ پھر حق مہر کے مسائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد کچھ آیات کو چھوڑ کر ان عورتوں کا ذکر ہے۔ جن سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کے تذکرہ کے بعد اُحِلَّ لَكُمْ مَعَهَا وَآءِ الْخَافِرِ ان عورتوں کی نشاندہی فرمادی۔ جن سے نکاح دائمی کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے متصل فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ الْخَافِرِ پچھلے مضمون کے بالکل متصل ایک ہی آیت میں وارد فرمائے۔ اور ہر ذی علم جانتا ہے کہ حرف و فاء، مابعد کو اپنے ماقبل سے حکم میں ملاتا ہے۔ اور ماقبل کی ہی تفسیر کرتا ہے۔ اور وَمِمَّنْ هُنَّ، میں ضمیر هُنَّ کا مرجع بھی وہی عورتیں۔ جو احل لکم ما وراء الخ سے مراد ہیں اور ان عورتوں سے عرض ارتفاع اور استمتاع بھی یہ بیان فرمائی کہ پاکدامنی، پیش نظر ہونی چاہیئے۔ ذکر شہرت رانی اور وقتی تسکین۔ لہذا یہ سیاق و سباق

واج کرتا ہے۔ کہ محرمات ابدیہ کو چھوڑ کر تمہارے لیے دو اقسام کی عورتیں، احسان اور عدم سفاح کے پیش نظر جائز ہیں۔ ایک تمہاری ملوکہ کنیزی اور دوسری وہ آزار عورتیں جن سے تم نیکی کی نیت سے اور پاکدامنی کی غرض سے نکاح کرنا چاہتے ہو اگر ایسا ارادہ ہو۔ تو ان کے مقررہ حق مہر ان کے سپرد کرو۔ سیاق و سباق ہم نے پیش کر دیا۔ اور اس کے مطالعہ کے بعد آیت میں استمتاع سے مراد قارئین خود سمجھ جائیں گے ممکن ہے۔ اشیر جازری کو سمجھ نہ آئے۔ کیونکہ وہ توشوق متعہ میں اندھا ہورہا ہے۔ البتہ غیر جانبدار اس سے صحیح سمجھے گا۔ کہ تمام احکام نکاح دائمی کے ہیہ ان میں برہ ہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۳)

تفسیر طبری کی عبارت سے جوازِ منفعہ ثابت کرنے

کی کوشش

### کتاب جوازِ منفعہ

اب ایک نگاہ میں اُن ائمہ تفسیرِ مبرا سے کہ جن محقق علماء نے آیت میں استمتاع کا معنی منفعہ کیا ہے۔ صرف علامہ محمد ابن جریر طبری کی تفسیر جامع الایمان سے چند ایک کی نشاندہی زیادہ مناسب رہے گی کیونکہ سوا او اعظم کی نگاہ میں علامہ محمد ابن جریر طبری قابلِ اعتماد افراد میں سے ایک ہیں۔ معنائے استمتاع میں طبری کی تفسیری روایات۔

۱۔ طبری نے اپنے سلسلہ سند سے سُدی روایت کی ہے۔ سُدی کہتا ہے  
فما استمتعتم به منهن کی آیت سے مراد منفعہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ  
مرد، عورت کے ساتھ مدتِ معینہ تک کے لیے نکاح کرے جبکہ وہ گواہ موجود  
ہوں۔ اور عورت کے ولی سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔ مدت گزرنے کے  
بعد عدت اور مرد میں کوئی رشتہ نہ رہے گا۔ عورت امرو سے بُدی ہوگی

اور عورت کو استبراء کرنا ہوگا۔ اور ان کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔

۲۔ طبری نے اپنے ذریعہ سند کی بنا پر مجاہد سے نقل کیا ہے کہ فہما استمتعتم بہ منہن سے مراد نکاح متعہ ہے۔

۳۔ طبری نے ابو ثامبہ سے روایت کی ہے کہ ابو ثامبہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے مجھے قرآن کا ایک حصہ دیا اور کہا کہ یہ قرآن ہے۔ جو بعینہ پڑھ کر مجھے سنایا۔ اور اس میں فہما استمتعتم بہ منہن اجور من الی اجل مسمیٰ ہے۔ الی اجل مسمیٰ (موت معینہ تک) قرآن کے الفاظ نہیں بلکہ آجی کا ذاتی تشبیہ کی اور تفسیری فقرہ ہے۔ جس کا مقصد آیت سے نکاح متعہ ثابت کرنا ہے۔

۴۔ طبری نے ابو نضر سے نقل کیا ہے کہ ابو نضر کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس سے نکاح محرم کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عباس نے کہا کہ تو سورۃ النکاح نہیں پڑھا کرتا ابو نضر نے کہا کہ کیوں نہیں پڑھتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا۔ فہما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمیٰ کبھی نہیں پڑھا۔

۵۔ طبری نے مختلف سلسلہ سند سے حدیث نمبر ۴ کے الفاظ میں حدیث بیان کی ہے۔

۶۔ طبری نے حدیث نمبر ۴ کے الفاظ میں بعینہ ایک حدیث مختلف سلسلہ سند سے بیان کی ہے۔

۷۔ طبری نے عمیر سے اور عمیر نے ابن عباس سے روایت نمبر ۴ کی طرح روایت کی ہے۔

۸۔ طبری نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ ابی ابن کعب مصحف میں۔ میں نے ابن عباس سے نقل شدہ حدیث نمبر ۴ کی طرح خود دیکھا ہے۔

۹۔ طبری نے ابراہمتی سے اور ابراہمتی نے ابن عباس سے بعینہ حدیث نمبر ۳ کی طرح ایک حدیث بیان کی ہے۔

۱۰۔ طبری نے شب سے نقل کیا ہے۔ شبہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حکم سے پوچھا کیا آیت متعہ منسوخ ہے؟ حکم نے جواب دیا حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو حرام قرار نہ دیتا تو کوئی بد بخت ہی اس تکاب زنا کرتا۔

۱۱۔ طبری نے عمرو ابن مئمرہ سے نقل کیا ہے۔ عمرو کہتا ہے۔ کہ میں نے سعید ابن جبیر سے آیت متعہ کی تلاوت بعینہ حدیث نمبر ۴ کی طرح متعہ تشریحی الفاظ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمَّیٍّ (مدت معینہ تک) سنی ہے۔

علامہ طبری کی ان گیارہ روایات جن میں سے مفہوم کو تمام کا ایک ہی ہے۔ البتہ الفاظ اکثر تو ایک جیسے ہیں جبکہ بعض احادیث کے الفاظ مختلف ہیں۔ اور سلسلہ سند تمام کا جدا جدا ہے۔ کا مقصد واضح اور غیر مبہم ہی ہے۔ کہ متعہ جائز اور غیر منسوخ ہے۔ یہ تمام روایات تفسیر قرآن میں آئی ہیں۔ اب کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اتنے صحابہ مع جبرائیل جناب عبداللہ بن عباس سب جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان تمام کو آیت متعہ منسوخ ہونے کا علم نہ تھا۔

ہمارا مقصد چنانکہ متعہ کے بارے میں تمام پہلوؤں کو دیکھنا ہے۔ اور اس سلسلہ میں درست یا نادرست جو بھی مواد موجود ہے۔ اس کو پیش کر کے صحیح حکم شریعت اسلامیہ معلوم کرنا ہے۔ اس لیے علامہ طبری کی ان احادیث و روایات کو بھی پیش کرنے کے بعد آیت متعہ غیر منسوخ اور جواز متعہ کی دلیل بنتی ہے۔ اب علامہ طبری کی ان روایات کو بھی پیش کر رہے ہیں تاکہ برادران اہل سنت کو اس سلسلہ میں جو مغالطہ دیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بچ جائیں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اس سلسلہ میں علامہ طبری کو کھل پانچ ایسی



روایات مل گئی ہیں۔ جو حرمتِ متہ کی دلیل میں انہوں نے پیش کی ہیں۔

۱۔ حسن سے روایت ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے

۲۔ مجاہد سے منقول ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے

۳۔ مجاہد سے مروی ہے کہ آیت میں استمتاع سے مراد نکاح ہے۔

۴۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس

نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے الفاظ کے متعلق فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص

اگر کسی عورت سے نکاح دائمی ایک مرتبہ کرے تو اس عورت کا حق مہر مرد کے

ذمہ واجب الادا ہو جائے گا۔ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔ اور

اسی سلسلہ میں ارشادِ قدرت ہے۔ اَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ

فَیْلِهِنَّ

۵۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس

نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہِمْ مِنْهُنَّ کے متعلق کہا کہ یہ نکاح دائمی ہے۔ اور

قرآن میں نکاح دائمی کے صوا کچھ نہیں۔ اگر تو بذریعہ نکاح دائمی کوئی عورت

لے۔ اور اس سے لطف اندوز ہو جائے۔ تو اس کی اُجرت حق مہرِ ادا کرے

ہاں اگر عورت اپنی طرف سے ادا کر دے یا وعدہ کر دے حق مہر میں سے تجھے کچھ یا تمام

معاف کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ نے عورت کے لیے عدتِ رفا

اور میراث دونوں کو واجب قرار دیا ہے۔

## حائزہ

ان پانچ روایات کا ہمیں جائزہ لینا ہو گا کہ حرمت متعہ کے تقاضے کیسے پورا کرتی ہیں؟ اور کیا ان سے حرمت متعہ ثابت ہو بھی سکتی ہے۔ یا نہیں؟ متن کے لحاظ سے ان روایات کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی تین روایات میں یہ صراحت نہیں کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ بلکہ صرف لفظ نکاح ہے۔ اور لفظ نکاح سے مراد جس طرح دائمی نکاح یا جاسکتا ہے۔ اسی طرح نکاح میعاد ہی بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس اعتبار سے پہلی تین روایات حرمت متعہ کے تقاضے پورا نہیں کرتیں۔ بلکہ ان تین روایات کو جس طرح حرمت متعہ کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ان تین روایات کو جواز متعہ کی دلیل بھی بنایا جاسکتا ہے۔ ان تین روایات میں نہ تو نکاح دائمی کا ثبوت ہے اور نہ نکاح میعاد ہی کی نفی ہے۔ لہذا یہ تینوں روایات حرمت متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔ اب ان ہی آخری دو روایات میں جن میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ اور اجرت سے مراد حق مہر ہے۔ تو حسب ذیل امور کی بنا پر یہ بھی حرمت متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔

- ۱۔ علامہ طبری کی وہ روایات جو انہوں نے جواز متعہ کے بارے میں نقل کی ہیں مژہ تعدد میں گیارہ ہیں۔ اور جو حرمت متعہ کی متعلق روایات نقل کی ہیں۔ ان کی تعداد دو ہے۔ گیارہ اور دو کا مقابلہ کوئی دانش مند کرنے کی جسارت نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ جس طرف دو روایات ہیں۔ وہ پہلو کمزور ہے۔ اور جس طرف گیارہ روایات ہیں۔ وہ پہلو طاقتور ہے۔ لہذا جواز متعہ کی گیارہ

روایات کے مقابلہ میں حرمت متعہ کی دو روایات نہیں آسکتیں۔ دو روایات کا چھوڑنا جتنا آسان ہے گیارہ روایات کا ترک کرنا اتنا مشکل ہے۔ اور یہ حقیقت ثبوت متعہ کی دلیل ہے۔

۲۔ جواز متعہ کے سلسلہ میں علامہ طبرہ کی نقل کردہ روایات ہیں۔ جن میں محدثین اثنا عشریہ علمائے فقہ جعفریہ، ائمہ اہل سنت اور علمائے سواد اعظم کا اتفاق کامل ہے۔ اور اسی کا نام اجماع امت ہے۔ جبکہ دو روایات اولاً تو امت محمدیہ کی ایک امت بڑی تعداد کے لیے قابل قبول نہیں۔ اور ثانیاً علمائے سواد اعظم نے بھی انہیں ماننے میں تامل سے کام لیا ہے۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست اور قابل قبول ہیں۔

۳۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں نقل ہونے والی دو روایات مخالف قرآن ہیں جبکہ جواز متعہ کی گیارہ روایات حکم قرآن کے مطابق ہیں۔ جو روایات حکم قرآن کے کھل مخالف ہوں۔ دو تو کیا اگر دو سو بھی ہوں جب بھی قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ اور حکم قرآن کے موافق روایات گیارہ کی بجائے صرف ایک ہو جب بھی قابل قبول ہوگی۔ لہذا حرمت متعہ کی روایات ناقابل قبول محض کی وجہ سے قابل رد ہیں۔ اور جواز متعہ کی روایات قابل قبول ہیں۔

۴۔ جواز متعہ کی روایات تعداد میں زیادہ ہونے، امت کے لیے اجماعی ہونے اور مطابق قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی قوی اور مضبوط ہیں کہ ان میں کسی قسم کی جرح و تنقید کی گنجائش نہیں جبکہ حرمت متعہ کی دو روایات تعداد میں کم ہونے، امت میں متنازع فیہ ہونے اور مخالف قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی کمزور تر ہیں کہ احادیث پر جرح و تنقید کے اصول کے سامنے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتیں۔ لہذا جواز متعہ کی احادیث

صحیح اور حرمت متہ کی روایات نادرست اور قابل رد ہیں۔

(جواز متہ بمعنی شایعہ شیری جازوی شیعہ از صفحہ ۲۴۴)

مکتبہ انوارِ نعمت دریا خان بھکر)

جواب:

جاڑو کی شیعہ کی مذکورہ طویل ترین تحریر تین امور پر مشتمل ہے

## امراقل

طبری میں آیت استتاع سے مراد متہ معروفہ کے حق میں گیارہ اور نکاح کے مفہوم پر پانچ روایات مذکور ہوئیں۔ موخر الذکر پانچ میں سے تین میں صرف نکاح لکھا ہے۔ جو بیعادی اور دائمی نکاح دونوں پر برہنہ جانے کی وجہ سے مساوی ہوا۔ صرف دو روایات نکاح دائمی کے حق میں ہیں۔ اس لیے دو گیارہ کے متبادل میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

امردوم:

ملت متہ کی روایات شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے یہ امر اجماعی ہوا۔

امر سوم:

طبری میں مذکور دو روایات ہی نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہیں۔ جب کہ

گیارہ عدد روایات، ثبوت متعدد پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ دونوں قرآن کریم کی آیت کے بھی خلاف ہیں۔ لہذا وہ قابل قبول نہیں۔

## جواب امر اول

تعداد کی قلت اور کثرت کو روایات میں ترجیح اور عدم ترجیح کا معیار قرار دینا جاڑوی کا اپنے گھر کا ضابطہ اور قانون تو ہو سکتا ہے۔ فی حدیث اور روایت میں اس نام کا کوئی قانون موجود نہیں۔ اور میں روایات میں لفظ نکاح کو میعادوی اور دائمی دونوں کے لیے مشترک ماننا اس کی دوسری جہالت ہے۔ جس عورت سے نکاح دائمی ہو اسے منکوحہ کہتے ہیں۔ اور جس سے وقتی ہو۔ اُسے منکوحہ نہیں بلکہ متمتعہ یا مستاجرہ کہتے ہیں۔ قلت و کثرت روایات کو معیار ترجیح ٹھہرانا جہالت ہے۔ ہاں وصف عدالت وجہ ترجیح بن سکتی ہے۔ علم اصول کی معتبر کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

## نور الانوار

فَإِذَا وَقَعَ النِّكَاحُ بَيْنَ الْخَبَرَيْنِ هَا تَرْجِيحُ  
لَا يَقَعُ بِفَضْلِ عَدَدِ الرُّوَاةِ وَبِالذُّكُورَةِ وَ  
الْأُنْثَرَةِ وَالْحُرِّيَّةِ يَعْنِي إِذَا كَانَ فِي أَحَدِ  
الْخَبَرَيْنِ الْمُتَعَارِضَيْنِ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ وَ فِي  
الْآخَرِ قَلَّتُهَا أَوْ كَانَ رَاوِي أَحَدِهِمَا مَذْكُورًا وَ  
الْآخَرُ مُؤْتَنًا أَوْ رَاوِي أَحَدُهُمَا حُرًّا وَ الْآخَرُ  
عَبْدًا أَلَمْ يُتَرَجَّحْ أَحَدُ الْخَبَرَيْنِ عَلَى الْآخَرِ  
بِهَذِهِ الْمَعْرِیَةِ لِأَنَّ الْمُعْتَبِرَةَ فِي هَذَا السَّبَابِ

الْعَدَالَةُ وَهِيَ لَا تَخْتَلِفُ بِانْكَثَرَةِ وَالذُّكُورَةُ  
وَالْحُرِّيَّةُ فَإِنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ أَفْضَلَ الْكَثَرِ الزَّجَالِ  
وَيَلَا لَا كَانَ أَفْضَلَ مِنَ الْكَثَرِ الْحَرَائِرُ وَجَمَاعَةٌ  
الْمَلِيكَةِ الْعَادِلَةِ أَفْضَلُ الْكَبِيرِ الْعَاصِيَةِ وَفِي قَوْلِهِ  
فَفَضْلُ عَدَدٍ وَالتَّرْوَاةُ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ عَدَدًا لَا يُتَرَجَّحُ  
عَلَى عَدَدٍ بَعْدَ أَنْ كَانَ فِي دَرَجَةِ الْإِحَادِ .

(لورالہ نذر ص ۲۰۵ بمبئی المعارض)

سید کیننی

ترجمہ:

جب دو خبروں (اعادیت) کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو ترجیح کا یہ طریقہ نہیں کہ زیادہ راویوں والی کو ترجیح دی جائے۔ مذکور راوی کے مقابلہ میں مومنث کو ترجیح نہ ہو۔ آزاد راوی کی روایت غلام کی روایت سے راجح ہو جائے۔ مطلب یہ کہ دو متعارض خبریں ایسی ہیں کہ ایک میں راویوں کی تعداد زیادہ اور دوسری میں کم یا ایک کا راوی مذکور اور دوسری کی مومنث یا ایک کا راوی آزاد اور دوسری کا غلام تو اس اعتبار سے ترجیح نہ ہوگی۔ کیونکہ روایت کی ترجیح میں اصل اعتبار دو عدالت کا ہے۔ اور عدالت میں کثرت و قلت یا تکریر تائید کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عورت ہوتے ہوئے بہت سے مردوں سے افضل ہیں۔۔۔ در حضرت بلال رضی اللہ عنہ باوجود غلام ہونے کے بہت سے انبیاء لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور مختصر (افراد مشتعل) جماعت جو

مائل ہو۔ ایسی جماعت سے افضل ہوتی ہے۔ جس کے افراد تو بہت زیادہ ہوں۔ لیکن ہوں فاسق و فاجر۔ اور راویوں کی تعداد کے زیادہ ہوتے ہوئے۔ اسی کو فضیلت قرار نہ دینا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ جب راویوں کی تعداد ایک خبر واحد میں تھوڑی ہو۔ اور اس کے مقابل میں زیادہ۔ تو اس کی بیشی کا روایت کی صحت و عدم صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔

## توضیح:

عبارت مذکورہ نے واضح کر دیا۔ کہ خبر واحد کے درجہ میں قلت و کثرت رواۃ یکساں ہیں۔ اگر ترجیح کی وجہ ہوگی۔ تو وہ ان کا عادل یا غیر عادل ہونا ہوگی۔ خبر واحد کے راویوں کی قلت و کثرت اس لیے کہا۔ کہ اگر کثرت راویان سے وہ خبر درجہ توازن کو پہنچ جائے۔ کہ جن کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا ناممکن ہو۔ تو اتنی کثرت اس روایت کو خبر واحد سے نکال کر خبر متواتر میں داخل کر دے گی۔

تو معلوم ہوا۔ کہ خبر واحد کے ہوتے ہوئے راویوں کی کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بہر حال خبر واحد ہی رہے گی۔ اس کی اصل تصدیق ہم خود ان شیعوں کی کتاب سے پیش کیے دیتے ہیں۔

## معالم الاصول

اصْلُ وَخَبْرُ الْوَاحِدِ هُوَ مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ الشَّوَابِرِ  
مَوَاقِفَ كَثْرَتِ رَوَاتِهِ أَمْ قَلَّتْ وَلَيْسَ شَأْنُهُ  
إِفَادَةُ الْعِلْمِ بِنَفْسِهِ -

(معالم الاصول ص ۲۳۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اصل - خبر واحدہ ہوتی ہے۔ کہ جس کے راویوں نے تعداد حد تو اتر تک نہ پہنچے۔ برابر ہے کہ راوی تعداد میں فیصل ہوں یا کثیر۔ اور یقین کا فائدہ دینا اس کی شان نہیں ہے۔

توضیح:

اشیر جاڑوی نے راویوں کی قلت اور کثرت کو جو معیار صحت اور عدم صحت قرار دیا خود ان کے مسئلہ کی اہم کتاب اس کی تردید کرتی ہے۔ اور بانگ و ہل کہہ رہی ہے کہ اشیر جاڑوی فرا جاہل ہے۔ نہ اُسے علم اصول آتا ہے۔ اور نہ ہی اس نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تعداد ایک ہو یا بہت اس سے خبر واحدہ، خبر واحدہ ہی رہتی ہے ہاں اگر تو اتر تک تعداد ہو تو اس کا اعتبار ہے۔ لیکن تو اتر سے کم تھوڑے، زیادہ کا کوئی امتیاز نہیں بلکہ مذکور موش، آزاد غلام کا بھی فرق نہیں۔ اہل سنت کی کتاب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی انقیست کا ذکر ہے۔ اس پر کوئی شیعوہ سیخ پا ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس سے ہم یہ کہیں گے۔ کہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مؤنث ہوتے ہوئے کتنے مردوں سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح ایک عادل ایک طرف اور دوسروں فاسق و فاجر دوسری طرف دیکھئے تاکہ ان کے شیخ صدوق، طوسی، کلینی وغیرہ ایک ہی ان کے نزدیک جم غفیر پر بھاری ہے۔

جواب، امر دوم:

”وجہ امتداد، فریقین کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے متفق علیہ مسئلہ ہوا الخ یہاں بھی دھوکہ دیا گیا۔ کیونکہ روایات کے اتفاق سے ودا جماع، کا انعقاد



نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اتفاق اراد اس کی اصل ہے۔ جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت برائے صل کی روایات شیعہ سنی دونوں کی کتب میں مذکور ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق غنیفہ تھے۔ لیکن اس اتفاق کے باوجود شیعہ اسے دو اجماع، ہمیں کہتے اشیر جاڑوی کے تنازع کے مطابق یہی بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صادق آتی ہے۔ لہذا اس پر اجماع ہونے کی وجہ سے وہ دو متفق علیہ، قرار پائی۔ اس کا انکار عندا دو لفظ کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اتفاق روایات اور چیز ہے۔ اور اتفاق اراد دو سری چیز ہے۔ اور دو اجماع، اس دو سری قسم کے اتفاق کا نام ہے۔

### جواب المرسوم:

دو عدد روایات چونکہ خلاف اجماع اور مخالف قرآن ہیں۔ لہذا وہ ناقبول ہیں الخ۔ کے الفاظ آپ پڑھ چکے ہیں۔

اشیر جاڑوی نے صرف ایک تفسیر سے کس چالاکی اور مکاری سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ اس میں جس قدر نفی و اثبات متعد کی روایات ہیں۔ بس ان کی تعداد اتنی ہی ہے۔ تفسیر مظہری، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک وغیرہ کئی اور تفاسیر بھی ہیں کہ جن میں حرمت متعد کی بہت سی روایات ہیں۔ اور اہل سنت کی تمام تفاسیر اور فہمی مکاتب حرمت متعد پر متفق ہیں۔ بلکہ اہل تشیع کے ہاں بھی اس کی تائید میں حوالہ جات موجود ہیں۔ بہر حال اہل سنت کے ہاں حضرات صحابہ کرام سے حرمت متعد پر اجماع کی بہت سی روایات ہیں۔ جن میں سے ایک دو پیش خدمت ہیں۔

## تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ

وَكَبَّتْ حُرْمَةُ الْمُتَعَةِ بِاجْتِمَاعِ الصَّحَابَةِ وَالْإِجْمَاعِ  
قَوِيٌّ مِنْ هَذَا.

(تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ جلد ۱ ص ۱۰۵)

ترجمہ:

”دحرمت متہ ۱۱ اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اور اجماع صحابہ پر حال  
خبر واحد سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔“

## فتح الباری

قَالَ الْخَطَّابِيُّ تَحْرِيمُ الْمُتَعَةِ كَالْإِجْمَاعِ إِلَّا بَعْضُ  
الشَّيْئَةِ.

(فتح الباری جلد ۱ ص ۱۴۲)

ترجمہ:

خطابی نے کہا کہ حرمت متہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف اہل تشیع کا  
اس میں اختلاف ہے۔

امور ثلاثہ کے جوابات سے آپ پر یہ بات منکشف ہو گئی ہوگی کہ اثیر ہاروی  
نے فریب اور دھوکہ دہی سے اپنے ساتھیوں اور امور ثلاثہ کے جوابات آپ پر یہ بات  
اور عوام اہل سنت کو یہ باور کرانے کی جسارت کی کہ متہ بائز ہے لیکن حقیقت حال سامنے  
کسے پر بخوبی جان چکے ہوں گے کہ یہ محو فریب اور دھوکہ تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

# دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۳

حرمت متعذلی سنی روایات پر بے جا نقیضہ

## جواز متعذلی

حرمت متعذلی کی دو روایات اور ان کے راوی کا حال سنیں۔ پہلی روایت کے سلسلہ سند میں دو راوی ہیں معاویہ ابن صالح اور علی بن طلحہ۔ معاویہ ابن صالح کے متعلق براہِ راست اہل سنت کی مشہور کتاب میزان الاعتدال جن کے مصنف معروف تہ سنی عالم علامہ ذہبی ہیں۔ جلد ۱ ص ۱۳۵ شمارہ نمبر ۸۶۲ میں لکھتے ہیں۔ لَا يُحْتَجُّ بِہٖ قَبْلِ اسْتِدْلَالٍ نہیں۔ یعنی معاویہ ابن صالح کی حدیث اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔ یا اس پر اعتماد کیا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں معاویہ ابن صالح سے ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ اب علی بن طلحہ جو حرمت کی روایت کا دوسرا راوی ہے۔ اس کے متعلق علامہ ذہبی اور امام احمد بن حنبل سے سن لیجئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

## میزان الاعتدال

فہو مدلس کذاب یسند الحدیث الی اناس لم یرہم  
ولم یرواعنہم قال رحیم لم یسمع علی بن ابی طلحہ  
التفسیر عن ابن عباس و قال احمد بن حنبل لہ  
منکرات ۔

میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۲۲ شمارہ  
(۵۸۷۵)

### ترجمہ:

علی بن ابرطوہ مدلس کنندہ ہے اور جھوٹا ہے۔ یہ اپنی حدیث کا سلسلہ  
ایسے افراد سے جوڑتا ہے جنہیں نہ تو اس نے دیکھا ہوتا ہے۔ اور نہ  
ہی ان سے روایت کی ہوتی ہے۔ رحیم کا کہنا ہے۔ کہ علی بن ابرطوہ نے  
ابن عباس سے تفسیر کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔ امام احمد ضعیف فرماتے  
ہیں۔ کہ علی بن ابرطوہ نے عجیب باتیں بنائی ہیں۔

یہ یوں ائمہ فن روایت جن کے واضح فتاویٰ ہیں کہ ماویہ ابن صالح ناقابل  
اعتماد ہے۔ اور امام بخاری نے اس کی کسی حدیث کو صحیح بخاری میں نہیں ذکر کیا۔  
علی بن ابرطوہ جھوٹا ہے۔ جن لوگوں کو اس نے دیکھا تک نہیں کہتا ہے۔ کہ میں نے  
ان سے حدیث سنی ہے۔ اب ایسے راوی جس کی حدیث امام بخاری جیسے افراد  
نہیں ان کی کسی حدیث کو لینا دیانت اور دینداری کے صریح خلاف ہوگا۔ لہذا  
حرمت متعہ کی پہلی روایت حرمت متعہ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

جواب: اثیر جاڑوی نے عبارت بالا میں حرمت متعہ کی روایت کے دو

راویوں پر حرج ذکر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ راوی معاویہ بن صالح قابل استدلال نہیں۔ اور اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کی ایک روایت بھی اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔

راوی جناب معاویہ بن صالح کے بارے میں وہ جملہ جو معترضین نے ذکر کیا۔ وہ ابو حاتم کی رائے ہے۔ صرف ایک ناقد کی رائے جو ہر ناقدین کی آراء کے مقابل میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اثیر جاڑوسی نے اس ایک رائے کو تمام ناقدین کی رائے کے طور پر پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا۔ کہ اس کی حدیث اس قابل نہیں۔ کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔ یہ ایک کھلا دھوکہ ہے۔ بہت سے محدثین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ اور ان کی روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے۔ اس پر میزان الاعتدال سے ہی ہم حوالہ پیش کریں گے۔

ربایہ معاملہ کہ امام بخاری نے ان کی کوئی روایت اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔ تو اس کی وجہ وہ نہیں جو جاڑوسی نے بیان کی۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے۔ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بارے میں اپنی مخصوص شرائط ہیں۔ اور وہ بہ نسبت دوسرے محدثین کو امام کے ذرا سخت ہیں ان شرائط کے موجود ہونے کی بنا پر انہوں نے معاویہ بن صالح کی روایت کو نہیں لیا۔ یہ اسی طرح ہے۔ کہ جس طرح امام بخاری نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی اپنی صحیح میں درج نہ کی۔ اس کی وجہ بھی وہی شرائط کا نہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ امام بخاری اور امام جعفر صادق کے درمیان جو واسطے ہیں۔ وہ امام بخاری کی شرائط پر پورے نہیں اترتے۔ لیکن امام مسلم کی شرائط روایت چرندہ معاویہ بن صالح میں پائی جاتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے صحیح مسلم میں ان کی روایت کو ذکر فرمایا۔ ہے۔ ان دونوں باتوں کی تصدیق ملاحظہ ہو۔

# معاویہ بن صالح کی شخصیت

## میزان الاعتدال:

مَعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ الْحَضْرَمِيُّ الْحَمَصِيُّ فَكَانَ مِنْ  
الْأَثَدِ لِسِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ رَوَى عَنْ مَكْمُولٍ وَالْكَبَّارِ وَ  
عَنْهُ ابْنُ وَهْبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَابْنُ  
صَالِحٍ وَطَائِفَةٌ وَثِقَةٌ أَحْمَدُ وَابْنُ زُرْعَةَ وَ  
غَيْرُهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ وَهُوَ عَشِيرَتِي صَدُوقٌ  
وَهُوَ مِمَّنْ احْتَجَّ بِهِ الْمُسْلِمُونَ الْبُخَارِيُّ وَ  
تَرَى الْحَاكِمُ يَرْوِي مُسْتَدْرِكَةً أَحَادِيثَهُ وَيَقُولُ  
هَذَا عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ فِيهِمْ فِي ذَلِكَ وَ  
يَقْدِرُ -

میزان الاعتدال ص ۸۰ تا ۸۹ جلد ۲

حرف میم مطبوع مصر طبع قدیم اولی ۱۳۲۵ھ

ترجمہ:

ابو عمرو معاویہ بن صالح حضرمی حمصی اندلس کے قاضی تھے یکمول اور دوسرے  
بڑے بڑے حضرات سے روایت حدیث کرتے ہیں اور ان سے  
ابن وہب، عبد الرحمن بن مہدی ابو صالح اور دوسرے بہت سے

محدثین کرام نے روایت حدیث فرمائی۔ امام احمد ابو ذر وغیرہ نے انہیں  
 ”وثقہ“ کہا۔ ابن عدی کا کہنا ہے۔ کہ یہ میرے نزدیک ”صدوق“ ہیں۔  
 اور وہ یہ ہیں۔ کہ جن سے امام مسلم نے حجت پکڑی۔ امام بخاری نے نہیں  
 مستدرک میں حاکم نے ان کی روایات ذکر کیں۔ اور کہا کہ یہ روایت  
 امام بخاری کی شرط پر ہے۔

## توضیح:

معاویہ بن صالح کے بارے میں دونوں امور کی صراحت ہو گئی۔ کہ ابو جاحم نے  
 اگرچہ ان کے بارے میں دو لایحتمل بہ، کے الفاظ کہے ہیں۔ لیکن امام احمد بن حنبل  
 اور ابو ذر عمر ایسی جلیل القدر شخصیات ان کی ثقاہت کی تصریح فرما رہے ہیں۔ امام بخاری  
 نے اگرچہ اپنی شراکط پر ان کی روایت کو پورا نہ اترتے پایا۔ لیکن صاحب مستدرک  
 نے ان کی ہی شراکط پر انہیں پورا اترنا ہوا دکھایا۔ ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

## تہذیب التہذیب

قَبِيلُ أُمِّ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُمْصِيُّ أَحَدُ الْأَعْلَاءِ  
 وَقَاضِي الْأَنْدَلُسِ وَعَنْهُ ثَوْرِي وَكَيْثُ بْنُ  
 سَعْدٍ وَابْنُ وَهْبٍ وَمَعْنُ بْنُ عِيسَى وَزَيْدُ بْنُ  
 حَبَابٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَحَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ  
 النُّعَيْمِيُّ وَبِشْرُ بْنُ الشَّرِيٍّ وَأَسَدُ بْنُ مُوسَى وَأَبُو  
 صَالِحٍ كَاتِبُ الْكَيْثِ وَغَيْرُهُمْ قَالَ أَبُو طَالِبٍ عَنْ  
 أَحْمَدَ خَرَجَ مِنْ حُمْصٍ قَدِيمًا وَكَانَ ثِقَّةً وَقَالَ

جَعْفَرُ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ ابْنِ مَعِينٍ ثِقَةٍ ۞ وَقَالَ الْأَجَلِيُّ  
وَالنَّسَائِيُّ ثِقَةً ۞ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ ثِقَةً ۞ مَحْدُوثٌ  
وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ بِالْأَنْدَلُسِ قَاضِيًا وَكَانَ  
ثِقَةً ۞ كَثِيرُ الْحَدِيثِ وَقَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ صَدُوقٌ وَ  
قَالَ ابْنُ عَدِي لَدَا حَدِيثٌ صَالِحٌ وَمَا أَرَاهُ بِحَدِيثِهِ  
بَحْثًا وَهُوَ عِنْدِي صَدُوقٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي  
الِشَّقَاتِ وَقَالَ الْبَزَازُ كَيْسٌ بِهِ بَأْسٌ وَقَالَ آيُضًا  
ثِقَةً ۞

تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۱۰ حرف میم  
مطبوعہ بیروت بمطابق دائرۃ المعارف  
حیدر آباد دکن ہند

ترجمہ:

بیان کیا گیا ہے کہ ابو عبد الرحمن حمصی مشہور محدثین میں سے ایک ہوئے  
ہیں۔ اور اندلس کے قاضی تھے۔ ان سے روایت کرنے والے چند حضرات  
کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ثوری، لیث بن سعد، ابن وہب، یمن بن یسلی  
فرید بن حباب، عبد الرحمن بن مہدی، حماد بن خالد الخياط بشیر بن السری  
اسد بن موسیٰ اور ابو صالح کاتب الیث وغیرہ۔ امام احمد سے ابوطالب  
بیان کرتے ہیں کہ یہ راوی حمص سے جب تشریف لے گئے۔ تو ثقہ  
تھے۔ ابن عیین سے جعفر طایسی نے ان کی ثقاہت بیان کی۔ الاصلی اللہ  
نسائی نے انہیں ثقہ کہا۔ ابو زرعہ انہیں ثقہ محدث کہتے ہیں۔ ابن سعد کا  
کہنا ہے کہ یہ اندلس میں قاضی تھے۔ اور کثیر الحدیث محدث ثقہ تھے



ابن خراش نے بھی انہیں ثقہ لکھا۔ ابن عدی ان کی حدیث کو صالح کہتے ہیں۔  
 اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھے ان کی روایت کردہ حدیث میں کوئی بحث نہیں  
 اور وہ میرے نزدیک صدوق ہیں۔ ابن حبان نے ان کا مذکورہ ثقہ  
 راویوں میں کیا۔ اور نبراس نے کہا کہ ان کی مرویات پر کوئی بحث نہیں  
 اور یہ ثقہ بھی ہیں۔

### ملحہ فکریہ :

اثیر جاڑوی اگر ایمان داری سے کام لیتا۔ اور حق و باطل کو اپنے اپنے مقام پر  
 رکھتا۔ تو بہ ہرگز نہ کہتا۔ کہ جناب معاویہ بن صالح ایسے راوی ہیں۔ جن کی روایات ۔  
 قابل استدلال نہیں۔ اور اُسے میزان الاعتدال کی پوری عبارت نقل کرنی چاہیئے  
 تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے اس کا بھانڈا چورس ہے میں بھوٹ جلے  
 گا۔ حرمت متعہ کے ایک راوی کے بارے میں آپ نے جاڑوی کی کذب بیانی  
 دیکھی۔ اور اب دوسرے راوی جناب علی بن ابی طلحہ کے متعلق سنئے۔ جاڑوی  
 نے میزان الاعتدال میں مذکور ہے۔ لیکن اس راوی کے حالات وغیرہ کے بارے  
 میں یہ دو لفظ (مدلس، کذاب) کو اپنی خرافات کو صاحب میزان کی طرف سے پیش  
 کر دیا۔ اور ایسا کرنے سے ذرا بھر خوف خدا نہ آیا۔ کہ مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی۔ ان  
 دو الفاظ کو اگر جاڑوی میزان الاعتدال سے مذکور راوی کے بارے میں دکھائے  
 تو منہ مانگا انعام پائے۔ ورنہ وہ انعام تو مل کر ہی رہے گا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید  
 میں الفاظ سے ذکر فرمایا۔ **اللعنة على الكاذبين**۔ علی بن ابی طلحہ راوی  
 کے بارے میں اسماء الرجال کی مشہور کتاب میں یہ تحقیق مذکور ہے۔

## تہذیب التہذیب

قَالَ نَسَائِي كَتَبَ بِهِ بَاسًا ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي  
الْمَشَقَّاتِ لَهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ حَدِيثٌ وَاحِدٌ فِي ذِكْرِ  
الْعَزْلِ رَوَى لَهُ الْبَاقُونَ حَدِيثًا آخَرَ فِي الْفَرَائِضِ  
قُلْتُ وَنَقَلَ الْبُخَارِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ رِوَايَةً مُعَاوِيَةَ  
ابْنِ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَفِيفًا كَثِيرًا ۱

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۴۰۴ مطبوعہ  
دائرة المعارف حیدرآباد دکن)

ترجمہ:

امام نسائی نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے  
ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ امام مسلم نے ان کی طرف  
ایک روایت عزل کے بارے میں ذکر کی۔ اور دوسرے محدثین نے  
ان کی ایک اور روایت فرائض کے بارے میں بھی ذکر کی ہے۔ میں  
کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اپنی تفسیر میں ایسی بہت روایات  
ذکر کی ہیں۔ جو انہوں نے معاویہ ابن صالح کے واسطے سے حضرت  
ابن عباس سے بیان کیں۔

ملخصاً

امام نسائی جس کی روایات پر اعتبار کریں۔ ابن حبان جنہیں ثقہ بتائیں۔ امام مسلم  
اور دیگر محدثین ان سے روایت کریں اور امام بخاری ایسا جلیل القدر محدث ان کی

تفسیری روایات اپنی کتاب میں درج فرمائیں۔ جو انہوں نے بالواسطہ حضرت ابن عباس سے بیان کیں۔ ان تمام خوبیوں کو بالائے طاق رکھ کر جاڑوی نے انہیں بھی اپنا ساتھی بنانے کی ناپاک کوشش کی۔ اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنی طرف سے ان کے بارے میں ”کذاب“ لکھ دیا۔ اور پھر کہاں بے حیائی سے الزام صاحب میزان الامثال کے سر تھوپ دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کذاب بیانی جاڑوی کے رگ دریشہ میں اپنے بڑوں کی طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کن باتوں سے سادہ لوح لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے آخر دوزخ کا ایندھن بھی تو اللہ تعالیٰ نے تیار کرنا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

# دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۴)

## جواز متعہ

علامہ طبری کی حرمت متعہ کے سلسلہ میں دوسری روایت کے سلسلہ میں پر نظر ڈالیں۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت بھی ریت کا تھر تھر ماہوا محل ہے۔ جسے انگلی کا ایک معمولی سا اشارہ بھی کافی ہے۔ اس روایت کا سلسلہ سند بالکل نہیں ہے۔ یہ روایت نہ تو کسی اصحابی سے منسوب ہے۔ اور نہ ہی کسی تابعی سے منسوب ہے۔ اس روایت کا کوئی راوی معلوم نہیں۔ کیونکہ زید بن اسلم کے تین بیٹے عبداللہ بن زید، اسامہ بن زید اور عبدالرحمن بن زید ہیں۔ ان تینوں اپنے اپنے زید میں سے کسی کا نام نہیں لیا گیا۔ کہ زید کے ان تینوں بیٹوں میں سے کون ابن زید راوی ہے۔ نہ تو خود زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحابیت حاصل کیا اپنا زید میں سے کوئی آنحضرت کے زمانہ میں تھا۔ بلکہ اپنا زید۔ دوسری ہجری کے وسط میں سے کوئی نامعلوم ابن زید جو روایت کرے وہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔ علامہ فریبی میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۲۵ شمارہ نمبر ۴۳-۳۱ میں رقم طراز ہیں۔ قال الجوز جانی الشلاشۃ ابتاع زید والشلاشۃ صغفار فی الحدیث۔ جوز جانی کہتا ہے۔ کہ زید کے تین بیٹے ہیں۔ جو کہ نقل حدیث میں ناقابل اعتماد ہیں۔

میزان الاعتدال جلد دوم ص ۵۴۴ شمارہ نمبر ۴۸-۶۸ قال یحییٰ ابن معین

بنو زید بن اسلم و ابی اسلم کے بیٹے لیس ہشتی  
ہیں۔ علم روایہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ زید کے بیٹوں بیٹوں میں سے جو بیٹا بھی  
راوی ہو۔ وہ ناقابل اعتماد ہے۔ اور اس کی روایت مقام استدلال میں پیش نہیں  
کی جاسکتی حقیقت حال۔ پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے کے بعد خود بلورانی اہلسنت  
کی کتابوں نے اور معتبر علماء کی کتابوں نے اور معتبر علماء نے اہل سنت نے یہ  
ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کی ہیں  
وہ کسی بھی لحاظ سے قابل تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں  
اور متعہ جس طرح زمانہ رسول علیہ السلام میں جائز تھا آج بھی اسی طرح جائز ہے۔  
(جواز متعہ از اشیر جازروی ص ۲۶)

### جواب:

پہلا دعویٰ کہ روایت کی سند بالکل نہیں۔ دوسرا دعویٰ کہ زید بن اسلم  
راوی کے تین بیٹے ہیں۔ اور تینوں ناقابل اعتبار ہیں۔ اور مزید یہ کہ  
ان میں سے راوی ایک ہے اور وہ بھی نامعلوم ہے۔ لہذا روایت  
مذکورہ قابل تسلیم نہیں

اشیر جازروی کو ہم اندھا تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ تفسیر قرطبی کے حوالہ جات نقل  
کرتا ہے۔ لیکن ”کذاب“ ضرور کہیں گے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ روایت مذکورہ کی سند  
بالکل نہیں۔ سفید جھوٹ ہے۔ تفسیر طبری میں اس کی سند یوں مذکور ہے۔

### تفسیر طبری

حدثنا یونس قال اخبرنا ابن وهب قال قال ابن زید الخ۔

(تفسیر طبری جلد دوم ص ۵۰۱ بیت فاستمتعتم)

مذکور میں دو راویوں کو ابن وہب، ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ شاید جاڑوی کو اس سے  
 مخالفہ لگا ہو۔ کہ ابن زید یا ابن وہب کوئی نام نہیں۔ اس لیے راوی کا مراحۃ نام ذکر  
 نہ کرنا روایت میں اعتراض کی گنجائش نکالتا ہے۔ یا اسے دوسرے لغتوں میں  
 یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ راوی دو مبہول ہیں۔ اگر یہی بات پیش نظر ہے۔ تو یہ اس کی  
 بہت بڑی حماقت ہے۔ کیونکہ اگر کسی کا نام نہ لیا جائے۔ اور اس کے باپ کا نام  
 لے کر اسی کی طرف اس کے بیٹے ہونے کی نسبت کر دی جائے۔ تو باپ کی شہرت  
 کی وجہ سے اس کا بیٹا بھی معلوم و معروف ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ  
 کسی کا نام اتنا معروف نہ ہو جس قدر اس کی کنیت وغیرہ ہوتی ہے۔ خواہ کنیت  
 حقیقی ہو یا مجازی۔ جیسا کہ ابو جہل کہنے سے سبھی جانتے ہیں۔ کہ یہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ اور اگر اس کا نام پوچھیے۔ تو مشکل ہی کوئی بتا سکے گا خود جاڑوی  
 نے بھی تو اسی انداز کو اپنایا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ "ابن رشد اندلسی نے یہ دعویٰ کیا ہے"  
 مختصر یہ کہ روایت مذکورہ میں دو راویوں کا تذکرہ ابن وہب اور ابن زید سے کرنا  
 ان کی جہالت کو لازم نہیں ہے۔ راوی کا مبہول ہونا تب لازم آتا۔ کہ ابن وہب  
 یا ابن زید کے بارے میں اسمائے الرجال کی کتابوں سے کچھ نہ ملتا۔ ابن وہب کے  
 مراد عبد اللہ بن وہب بن منبہ ہے۔ اور ابن زید سے مراد محمد بن زید ابن مہاجر  
 ابن قنفذ بن عمیر بن جلعان القرظی ہے۔ اگر جاڑوی کو کسی راوی کی کنیت سے  
 اس کا شجرہ نسب تلاش کرنا مشکل تھا۔ تو کسی اہل علم سے پوچھ لیتا۔ کتب اسماء  
 الرجال میں مصنفین کا یہ طریقہ چلا رہا ہے۔ کہ کتاب کے آخر میں مختلف کنیت والے  
 حضرات ذکر کر کے ان کے نام و نسب بیان کرتے ہیں۔ ابن وہب اور ابن وہب  
 اور ابن زید کی کنیت تلاش کر کے ان کے بارے میں بھی واقفیت حاصل کی جاسکتی  
 تھی۔ لیکن پھر اسے دھوکہ کہ یہ مواد کہاں سے ملتا۔ ذہن ذیبا التہذیب جلد ۲۹۵

پران زید کنیت والے راوی کا تذکرہ موجود ہے۔ وہاں اس کی سیرت اور روایت حدیث میں اہمیت مل سکتی ہے۔ لیکن دوسری بڑی حماقت اس کی دیکھئے کہ ”ابن زید“ سے مقصود زید کا بیٹا ہے۔ جن کا نام محمد ہے۔ اس کے بارے میں کچھ اظہار خیال کرتا۔ لیکن ”زید بن اسم“ کے نام کا راوی لے کر پھر اس کے بیٹوں کے نام اور ان کے متعلق باتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ کہاں ”زید بن اسم“ اور کہاں ابن زید بن ہاجر زید بن اسم کے تین بیٹے چھوڑ چار ہوں اس سے ہمیں کیا غرض جبکہ اس کے نام کا راوی روایت مذکور میں ہے نہیں۔ اور پھر فرقہ متاشا یہ کہ زید بن اسم نام کا راوی صرف ایک ہے۔ اور اس کے جو حالات میزان الاعتدال کے حوالے سے جاڑ دیئے ہیں۔ وہ اس کتاب میں موجود ہی نہیں۔ اگر کتاب مذکور سے محمد بن اسم کے وہ حالات جو اس نے بیان کیے ثبات کرے۔ تو منہ ہنگا انعام ملے گا۔ محمد بن اسم کے حالات مذکور کتاب میں یوں مرقوم ہیں۔

### میزان الاعتدال

زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ مَتَّكَدُ ابْنِ عَدِيٍّ يَذْكُرُ  
فِي الْكَامِلِ هَيْأَتَهُ رِثَةً ۖ حُجَّتُهُ ۖ قَرَوِي عَنْ حَقَّادِ  
ابْنِ زَيْدٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَتَكَلَّمُونَ  
فِي زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ فَقَالَ لِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ مَا  
تَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهُ يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ۔

(میزان الاعتدال جلد اول ص ۳۶۱ حروف الاوام)

ترجمہ :

زید بن اسم موالی عمر کا تذکرہ ابن عدی نے الکامل میں کیا۔ اور اسے ثقہ اور

قابلِ حجت کہا۔ حماد بن زید سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں یہ منزو  
گیا۔ تو وہاں لوگوں کو زید بن اسلم کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں  
کرتے پایا۔ مجھے عید اللہ بن عمر نے کہا۔ ہم اس سے روایت کرنے  
میں کوئی تھکی نہیں محسوس کرتے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ یہ شخص قرآن کریم کی  
تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے۔

مذکورہ حوالہ سے ہمارا یہ مقصد نہیں۔ کہ زید بن اسلم کیسا راوی ہے۔ کیونکہ روایت  
زیر بحث میں اس نام کا کوئی راوی ہے ہی نہیں ہم نے یہ حوالہ اس لیے درج کیا  
ہے۔ تاکہ قارئین کرام پر جان سکیں۔ کہ جاڑوی نے جو رجحانی کے حوالہ سے اس  
کے تین بیٹے بیان کیے تھے۔ وہ تینوں حدیثوں میں ضعیف تھے۔ اور ابن معین  
کے حوالہ سے لکھا۔ کہ وہ اسے لاشی کہتے ہیں۔ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک  
ہی ہے۔ اس لیے میزان الاعتدال میں نہ تو جو رجحانی کا کہیں قول موجود اور نہ ہی یحییٰ  
ابن معین کا لاشی کہنا۔ اس سے جاڑوی کی جہالت کس قدر عیاں ہو رہی ہے ایسے  
جابل کی دلیلوں کا جواب دینے کے لیے طبیعت گوارا ہی نہیں کرتی۔ لیکن عوام کو  
حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنا پڑا۔ اب آئیے اس راوی کی  
مرث کو حرمت متعہ میں جن کو ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ اسما دار جہال سے ان کی سیرت و  
امیت سنئے۔

### تہذیب التہذیب

مَحَمَّدُ ابْنُ زَيْدِ ابْنِ الْمُطَهَّرِ بْنِ قَتَادَةَ بْنِ عُمَيْرٍ  
بْنِ جَذْعَانَ الْقُرَشِيِّ الثَّقَلَيْنِيِّ الْمَدَنِيِّ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ  
وَرَوَى عَنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ وَأُمِّ مَرَامٍ وَ عُمَيْرٍ مَوْلَى أَبِي



اللَّحْمِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ وَابْنُ أُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ  
 وَسَلَامَةَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ وَسَعِيدَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ  
 وَطَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ وَنُجَيْمَ بْنَ  
 الْمُكْدَرِ وَابْنَ سَيْلَانَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَيْحَةَ  
 زُهْرِي وَمَالِكُ بْنُ هِشَامٍ ابْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ  
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مَحْمَدٍ  
 وَابْنُ أَبِي ذُئْبٍ وَابْنُ كَيْسَانَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ  
 وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ وَآخَرُونَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
 أَحْمَدَ عَنْ أَبِيهِ شَيْخٌ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ  
 وَأَبُو زُرْعَةَ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ  
 قُلْتُ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْأَجَلِيُّ ثِقَةٌ وَقَالَ الْبَرْقَانِيُّ  
 عَنِ الدَّارِ قُطَيْبٍ يَحْتَجُّ بِهِ وَقَالَ مَرْءٌ أَخْرَجَ  
 يَعْتَبِرُ بِهِ -

(تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۷۳ تا ۷۴)

(۱۴۴ حروف المیم مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

محمد بن زید بن مہاجر مزیلی ابن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی  
 والدہ کا نام ام حرام تھا۔ دوسرے حضرات کہ جن سے اس نے روایت  
 کی۔ وہ یہ ہیں۔ عمیر مزیلی ابی الہم عبد اللہ بن عامر، ابو امام بن ثعلبہ، سالم بن  
 عبد اللہ بن عمر سعید بن مسیب، طلحہ بن عبد اللہ بن عوف محمد بن المنکدر  
 اور ابن سیدان وغیرہ۔ ان سے روایت کر کے واسطے چند حضرات

کے یہ نام ہیں۔ زہری، مالک، ہشام، ابن سعد، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار، عبد العزیز بن محمد، ابن ابی ذئب، ابن الہیثم، جعفر بن غیاث، بشر بن مفضل وغیرہ۔ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ محمد بن زید ثقہ راوی ہے۔ ابن معین اور ابو زر عہ نے بھی اسے ثقہ کہا ابن حبان نے ثقہ راویوں میں ان کو ذکر کیا۔ میں کہتے ہوں کہ ابو داؤد اور الاملی نے بھی ان کو ثقہ کہا۔ برقانی نے دارقطنی سے نقل کیا کہ یہ قابلِ حجت ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ قابلِ اعتبار ہیں۔

## الحکمۃ :-

حرمت متعہ کی دو عدد روایات کے راویوں پر جاڑوسی کی تنقید کا ہم نے پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ فریب اور دھوکہ سے ان راویوں کے بارے میں جھوٹی باتیں خود بنائیں اور دوسروں کے سر تھوپ دیں۔ محمد بن زید ایک جلیل القدر تابعی ہیں۔ جنہیں جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اور ان کا سلسلہ روایات تہذیب الہتذیب کے حوالہ سے ہم پیش کر چکے ہیں۔ ان کے ساتھ اور شیوخ میں یکتائے روزگار لوگ ہیں۔ اور پھر ان سے روایت اخذ کرنے والوں میں مشاہیر حضرات کی طویل فہرست ہے۔ لہذا جاڑوسی کا یہ کہنا انتہائی کذب بیانی ہے۔ کہ وہ پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے سے ثابت ہوا کہ اہل سنت کے کتابوں نے اور معتبر علمائے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کیں۔ وہ کسی بھی لحاظ سے قابلِ تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں۔ الخ، اس پر اتنا ہی تبصرہ کافی ہے۔ سے بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

# دھوکہ اور کذب بیانی ۵

حرمت متعدالی روایات متواترہ نہیں

جواز متعمد

ابن رشد اندلسی نے ہدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۵۷ پر حرمت متعمد کے سلسلہ میں واردہ احادیث کے لیے دعوائے تواتر کیا ہے۔ شیعہ سنی اصول حدیث کے مطابق حدیث متواترہ اُسے کہا جاتا ہے۔ جس کے ناقل صحابہ اتنی مقدار میں زیادہ ہوں۔ کہ انہیں جھٹکنا یا نہ جانے کے ضعیف و قوی خورد و کھاں اور صالح و غیر صالح ہر ایک کا دعویٰ ہو کہ میں نے خود اپنے کانوں سے آنحضور کی زبان سے یہ حکم سنا ہے۔ اگر ابتداءً آنحضور سے حدیث نقل کرنے والے مثلاً پانچ یا چھ صحابہ ہوں اور پھر ان پانچ یا چھ صحابہ سے سننے والے پچاس یا ساٹھ بن جائیں۔ تو ان تمام کا سلسلہ سند انہی پانچ یا چھ سے جائے۔ تو ایسی حدیث کو کسی بھی اصول حدیث میں حدیث متواترہ نہیں کہا جاسکتا۔ جبکہ حرمت متعمد کے لیے تمام منقولہ احادیث کا آخری سلسلہ سند تین صحابہ تک جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اور تین صحابہ سے نقل شدہ حدیث کسی بھی لحاظ سے حدیث متواترہ کی فہرست میں نہیں آسکتی۔ جن تین صحابہ کی طرف احادیث حرمت متعمد کو

منسوب کیا گیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ (۱) حضرت علی بن ابی طالب  
 (۲) سلمہ بن اکوع۔ (۳) سیرہ ابن معبد جہنی۔ یا تو یہ کہا جائے کہ علامہ اندلسی جسیا یا امیر  
 شخص معنی کو اتر سے ناواقف تھا۔ یا خواہ مخواہ حرمت متعہ ثابت کرنے کی خاطر دعویٰ  
 کو اتر کا نقل ڈالا۔ اور یا مولانا مودودی کی طرح حدیث کے سلسلہ میں اس کے نزدیک مزاج  
 رسول کو دخل نہ تھا۔ یعنی اگر کسی حدیث کا راوی خواہ ایک ہو ضعیف سے ضعیف تر ہو  
 اور وہ حدیث مزاج رسول کے مطابق ہو تو قابلِ تسلیم۔ اور اگر کسی حدیث کے راوی  
 تنقلاً سے بھی زیادہ ہوں لیکن وہ حدیث مزاج رسول کے خلاف ہو تو قابلِ تسلیم  
 نہیں ہوگی۔ بہر صورت تین صحابہ سے نقل کی جانے والی کسی حدیث کو بھی،  
 حدیث متواتر کہنا نہ صرف اصول حدیث کا منہ چڑانا ہے۔ بلکہ احکام خدا سے کھلا  
 مذاق ہے۔

(جواز متعہ ص ۲۷ مکتبہ انوارِ نجف دریا خان بھکر)

## جواب:

- مذکورہ عبارت میں اٹھائے گئے نکات کا خلاصہ یہ ہے۔
- ۱۔ ابن رشد یا بصیرت اور اہل سنت کا قابلِ اعتماد عالم ہے۔
  - ۲۔ حرمت متعہ کی روایات کا سلسلہ سند تین صحابہ تک پہنچتا ہے۔ علیٰ التقرضی  
 سلمہ بن اکوع اور سیرہ ابن معبد۔
  - ۳۔ حدیث متواتر کی اجماعی تعریف۔

## ابن رشد کی سیرت

محمد بن احمد اندلسی المعروف ابن رشد واقعی یگانہ روزگار تھا۔ اس کا انہماک فلسفہ  
 منطق اور طب کے علوم میں تھا۔ لہذا ایک فلسفی اور منطقی عالم ہونے کی وجہ سے علوم

مذکورہ میں تو اس کی تحقیق قابل تسلیم ہے لیکن علم حدیث اور نقد وغیرہ میں کمزور تھا امام غزالی اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

### الکفی والالاقاب

ابْنُ رُشْدٍ أَبُو الْوَلِيدِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ  
أَنْدَلُسِي الْعَالِمُ أَوْحَدُ زَمَانِهِ فِي الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ  
وَالْعَلَقِ وَالْفَلَسَفَةِ إِنَّمَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِيُّ بِمَعْنَزِلٍ  
عَنْ مَرْتَبَةِ الْيَعْنِي وَالْبُرْهَانِ وَقَالَ فِي آخِرِهِ  
لَأَشْكُ أَنْ هَذَا الرَّجُلَ أَخْطَأَ عَلَى الشَّرِيعَةِ كَمَا  
أَخْطَأَ عَلَى الْحِكْمَةِ۔

الکفی والالاقاب جلد ۱ ص ۲۹۰ تذکرہ

ابن رشد مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ابن رشد ابو الولید محمد بن احمد اندلسی مالکی اپنے زمانہ کا علم و فضل اور  
طب و فلسفہ میں یکتا شخص تھا۔ امام غزالی نے اس کا تذکرہ جہاں کیا  
وہاں اس کی باتوں کو برہان اور یقین کے درجہ سے کم پر رکھا۔ اور آخر  
میں فرمایا۔ یہ شک یتیم شریعت اور حکمت میں ٹھوکر میں کھانے  
والا ہے۔

### حدیث متواتر کی بحث

اشیر جاڑوی نے لکھا اگر ایک روایت کے راوی پانچ چھ صحابہ ہوں

تو وہ روایت اگرچہ آگے جا کر دو چار سو لوگوں سے مروی ہو وہ پھر بھی متواتر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ متواتر وہ روایت ہے۔ کہ جس کے ناقلین اتنی تعداد میں ہوں جنہیں جھٹلایا نہ جاسکے۔ بقول جاثروی حدیث متواتر کی تعریف میں دو باتیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی روایت، روایت متواترہ نہیں۔ دوسری یہ کہ اتنے راوی ہونے چاہئیں کہ ان کی تکذیب ناممکن ہو۔ ان دونوں باتوں سے ثابت ہوا۔ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی تکذیب ممکن ہے۔ اس لیے ان کی روایت درجہ تواتر تک نہیں پہنچ سکتی قطع نظر اس کے کہ کیا حرمت متعہ کے راوی صرف تین حضرات ہی ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر ایک روایت کو علی المرتضیٰ، حسن و حسین، سلمان فارسی، مقداد و عمار یا سرچھ صحابہ بیان کریں۔ تو کیا اہل تشیع کے نزدیک وہ متواتر ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر پانچ چھ صحابہ کی روایت میں غیر متواتر کہنا غلط ہوا۔ اور اگر کہو کہ ان چھ حضرات کی روایت غیر متواتر ہے۔ تو اپنے مذہب کی خیر مناد۔ کیونکہ تمہارے مذہب میں اگر روایت میں ائمہ سے کسی امام کا نام نہ ہو۔ تو وہ خواہ کتنے بھی ہوں۔ نا قابل اعتبار۔ اور اگر امام کا نام آجائے تو اس ایک کی وجہ سے حدیث مقبول۔ اب فرض کیجئے۔ کہ ایک روایت علی المرتضیٰ اور حسین کیسے بیان کرتے ہیں۔ ان تینوں سے پھر آگے بیان کرنے والے تعداد میں بہت ہو جاتے ہیں۔ تو کیا ایسی روایت متواتر نہ ہونے کی وجہ سے نامقبول اور غیر معتبر ہوگی؟ اُدھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جو حرمت متعہ کی روایت کے ایک راوی ہیں) کا مقام اہل تشیع کے نزدیک انبیاء سے بھی بلند و بالا ہے۔ اسی بنا پر ان کی مرقیات کو درجہ تواتر دیا جاتا ہے۔ لہذا اگر آپ اکیلے راوی ہوں تو وہ روایت متواتر ہو اور اگر ان کے ساتھ مل جائیں۔ تو وہ متواتر نہ بن سکے۔ یہ منطقی سمجھ سے بالاتر ہے۔ بہر حال حدیث متواتر کی تعریف جسے جاثروی نے اجمالی کہا۔ وہ غلط

ہے۔ اہل سنت کی اصول فقہ کی ایک کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قَوْلُهُ رَوَى قَوْمٌ سَوَاءٌ كَانُوا كُفَّارًا أَوْ مُسْلِمِينَ  
عَدُوًّا أَوْ فَسَاقًا إِلَّا أَنَّ التَّوَادَّ إِذَا كَانُوا عَدُوًّا  
فِي الْعَدِّ الْقَلِيلِ مِنْهُمْ يَحْصُلُ الْعِلْمُ وَإِذَا كَانُوا  
فَسَاقًا فَلَا بُدَّ لِعِلْمٍ مِنَ الْعَدِّ وَالْكَثِيرِ مِنْهُمْ  
وَلَوْ أَحْبَبَ وَاحِدٌ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِخَبَرٍ وَسَكَتَ  
الْبَاقُونَ وَعَلِمَ بِالْأَمَارَاتِ أَنَّهُمْ لَوْ كَانُوا مُتَرَدِّينَ  
فِي هَذَا الْخَبَرِ لَمَا سَكَتُوا فَهَذَا الْخَبَرُ أَيْضًا  
فِي حُكْمِ الْمُتَوَاتُرِ يُفِيدُ الْعِلْمَ وَيُسْتَمْتَرُ  
سَكُوتِيًّا.

رحمۃ اللہ علیہ نور الاقوال ص ۱۸۰ باب اقسام السنۃ

مطبوعہ طبع

ترجمہ :

(خبر متواتر وہ ہے کہ جسے روایت کرنے والی ایک قوم ہو قوم کے  
یہ افراد خواہ کافر ہوں یا مسلمان، عادل ہوں یا فاسق برابر ہیں۔ ہاں  
اگر روایت کرنے والے افراد عادل ہوں گے۔ تو ان کی تعداد اگرچہ  
قلیل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی علم یقینی حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر فاسق  
ہوں گے۔ تو پھر تعداد بکثرت ہوگی تب جا کر مفید علم ہوگی۔ اگر ایک  
جماعت کی روایت صرف ایک آدمی دیتا ہے۔ دوسرے چپ  
رہتے ہیں۔ اور ان کی خاموشی بعض علامات کے ذریعہ اس پر  
دلالت کرتی معلوم ہوتی ہے کہ اگر انہیں اس میں کوئی تردد ہو تا تو وہ

فاموش نہ رہتے۔ تو ایسی خبر بھی متواتر کے حکم میں ہوگی۔ لہذا مفید علم و یقین بھی ہوگی۔ اس قسم کی روایت کو وہ متواتر سکوتی، کا نام دیتے ہیں۔

## توضیح :-

اہل سنت کے ہاں تو اتر کا مطلب یہ ہے کہ عدد شہادت سے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس زیادتی کی ابتداء یا انتہا کتنے پر ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی سکتی۔ مقصد یہ ہے کہ اُن کی بات سے علم یقینی حاصل ہو جائے۔ چاہے وہ پانچ چھ ہوں یا اس سے زیادہ اسی طرح ایک آدمی جب روایت بیان کرتا ہے۔ اور دوسرے موجود حاضرین اس کی تردید نہیں کرتے۔ بلکہ فاموشی اختیار کرتے ہیں۔ تو وہ بھی متواتر سکوتی ہے۔ حرمت متعہ کی روایت میں جب روایت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹا۔ اور فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا ہے۔ تو پھر تمہیں اس کے جواد پراصرار کیوں؟ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کے سامنے حدیث مصطفیٰ بیان کی تو اس وقت موجود کسی صحابی نے اس کی تردید نہ کی۔ بلکہ سکوت فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ اس روایت پر تواتر سکوتی ہے۔ اور موجود صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اسی لیے اہل سنت کی کتب میں حرمت متعہ پر وہ اجماع صحابہ، منقول ہے۔ اس تحقیق کے بعد اثیر جاڑوی کی کن ترانیوں کی حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت دوسرے اور دو صحابہ کرام کی حرمت متعہ کی روایت کے تواتر کا انکار ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ خود اپنے مسلک پر کلباڑا مانا ہے۔ (فاعتدوا یا اولی الابصار)



دھوکہ

اور

کذب بیانی

حرمیت متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت  
کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مدلس ہے۔

جواز متعہ :-

حرمیت متعہ کی ایک حدیث کو حضرت علی سے  
منسوب کیا گیا ہے۔ جو کہ حضرت علی کی عظمتِ علمیہ کو داغدار کرنے کی ایک کھلی اور  
ناپاک سازش کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ایک طرف حضرت علی کو حدیثِ حرمیت متعہ  
کا ناقل قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف تحریم متعہ کے بعد حرمیت متعہ پر حضرت علی  
کے افسوس اور اعتراض کو نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت علی کو تفساد بیانی کا مرتکب قرار  
دیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ غیر متعصب اور سلیم الفکر ذہن پر چھوڑا جاسکتا ہے۔ کہ وہ خود یہ فیصلہ  
کرے کہ حضرت علی کی ایک حدیث حرمیت متعہ درست ہے یا حرمیت متعہ پر  
اعتراض درست ہے جب کہ حرمیت متعہ کی صرف ایک حدیث ایک غیر ذمہ دار  
راوی سے منقول ہے۔ اور تحریم متعہ پر اعتراض کئی ذمہ دار ناقلین حدیث نے نقل

کیا ہے۔ غیر ذمہ داری۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں جو حدیث حضرت علی کی طرف منسوب ہے اس کا راوی سفیان بن عیینہ ہے۔ سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن محمد حنفیہ اور حسن بن محمد حنفیہ ابن علی ابن طالب سے نقل کی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۷۰ سے پوچھ لیں کہ شیخ کس قماش کس کا راوی ہے۔

### میزان الاعتدال

كَانَ يُدَلِّسُ وَلِحِكِّ الْعُلُودِ مِنْهُ أَتَى لَا يُدَلِّسُ  
إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ -

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۷۰)

ترجمہ :

سفیان بن عیینہ تدلیس کنندہ تھا۔ البتہ اس کی عادت یہ تھی کہ تدلیس میں کسی موثق راوی کو غوث کرتا تھا۔

یہ ہے اس کی حدیث کی تصویر جو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کھینچی ہے۔ جس نے حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کا ہم ہے۔ کہ تدلیس کرتا ہے۔ اور تدلیس میں یہ خیال رکھتا ہے۔ کہ کوئی غیر معتبر آدمی نہ آجائے جب اس قسم کا راوی حرمت متعہ کی حدیث نقل کرے۔ تو اس حرمت کی کیا قیمت پڑ جاتی ہے۔ اور ایسی حدیث کو کیسے احکام شرعیہ میں مقام استدلال پر پیش کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث من گھڑت ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی نسبت حضرت پر بہتان اور افتراء پر دازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(جواز متعہ ص ۳۱)

## جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگر حرمتِ متعہ کے قائل تھے تو پھر یہ الفاظ وہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ کرتے تو کوئی بدعت ہی نہ نہ کہتا کہنا ان کی تضادِ بیانی ظاہر کرتے ہیں۔ اس لیے اس تضاد کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ حرمتِ متعہ کا راوی غیر ذمہ دار ہے۔ اس کی حرمتِ متعہ کی روایت ناقابلِ استدلال ہے اور آپ کا افسوس کرنا راجح۔ کیونکہ سفیان بن عیینہ غیر ذمہ دار راوی ہے۔

### سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقت حال

اشیر جاڑوی کا سارا زور اس بات پر لگا کہ سفیان بن عیینہ بحوالہ میزان الاعتدال مدلس ہیں۔ اور یہ وصف ان کے غیر ذمہ دار ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں جاڑوی کا یہ قول دھوکہ اور کذبِ بیانی کا مرتع ہے۔ اس کی گواہی میزان الاعتدال کی عبارت دے رہی ہے۔

### میزان الاعتدال

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الْهَلَبِيُّ أَحَدُ الثَّقَاتِ الْأَعْلَامِ  
اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى الْاجْتِهَادِ بِهِ كُلِّ وَكَانَ يُدَلِّسُ  
لَكِنَّ الْمَعْمُودَ مِنْهُ أَنَّهُ لَا يُدَلِّسُ إِلَّا عَنِ ثِقَةٍ  
وَكَانَ قَسِيحَ الْحِفْظِ وَمَا فِي أَصْحَابِ الرَّفِيعِ  
أَصْفَرُ مِنْ ثِقَاتِهِ وَمَعَ هَذَا فَهُوَ مِنْ أَثَبَتِهِمْ  
قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ أَثَبَتُ النَّاسِ فِي عَمْرٍو

## بن دینار۔

دمیزان الاعتدال جلد اول صفحہ نمبر ۳۹

حرف سین مطبوعہ مصر طبع قدیم

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ہلالی مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی روایت سے احتجاج کرنے کے بارے میں تمام امت کا اجماع ہے تدلیس کرتے تھے۔ لیکن ان کی تدلیس کا وقوع اس طرح تھا۔ کہ صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔ مضبوط حافظہ کے مالک تھے امام زہری کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی ہونے کے باوجود تمام سے بڑھ کر خبردار تھے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ عمرو بن دینار کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی اور ثابت ہے صاحب میزان علامہ ذہبی نے ان کی روایات کو باتفاق امت قابل احتجاج بتایا۔ اور مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک کہا۔ اور امام احمد بن حنبل ایسے ناقدین نے ان کی ثقاہت اور مضبوطی پر پلٹنا دیکھا ہے۔ ان حضرات کے اقوال کے سامنے جاڑوی کا انہیں کو غیر ذمہ دار، قرار دینا انتہائی غیر ذمہ دارانہ بات ہے۔ یہ بات اس نے تدلیس کے لفظ سے نکالی ہے۔ بہر حال وہ تدلیس اسے پہلے اور بعد جو کچھ ان کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ جاڑوی اسے گول کر گیا۔ تاکہ عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالی جاسکے۔ آئیے اب تدلیس کی تھوڑی سی بات ہو جائے۔

# تدلیس کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

حدیث پاک کی روایت کرتے وقت راوی کا اپنے شیخ کے اسم گرامی کی بجائے شیخ کے شیخ کا اسم گرامی لکھ دینا، اس طرح سے پڑھنے والے کو یہ سمجھا جائے کہ راوی نے اُس (شیخ شیخ) سے اس حدیث کی سماعت کی ہوگی۔ حالانکہ سماعت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ روایت تدلیس کہلاتا ہے۔ یہاں بھی جاڑوی نے اپنا اتو سیدھا کیا۔ اور لکھا کہ وہ (سفیان بن عیینہ) عادت کے طور پر تدلیس میں کسی موثق آدمی کو قوث کرتا۔ ”قوث کرنا“ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی کی بے عزتی مقصود ہو۔ یا وہ بری الذمہ ہو اور اس کے باوجود اس پر کوئی الزام تھوپ دیا جائے۔ لیکن سفیان بن عیینہ اپنے شیخ کے شیخ کا نام اس بنا پر نہیں لیتے تھے کہ انہیں بھی درمیان میں گھسیٹ کر لاکھڑا کیا جائے۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی اس روایت کے راوی ہوتے ہیں۔ لہذا انہیں ”قوث“ کرنے کا الزام دینا ایک بے وقوف کی بڑی ہو سکتی ہے۔ پھر ”تدلیس“ ایسی صفت نہیں کہ وہ کسی صورت میں بھی ذمہ دار نہ بن سکے۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو پھر سفیان بن عیینہ کی روایات سے احتجاج پکڑنے کا کیا معنی ہوگا۔ اور پھر ایسے شخص کو مشہور ثقہ مضبوط اور ثابت کہنا کب درست ہوگا۔ حالانکہ یہ سب باتیں ائمہ حدیث نے سفیان بن عیینہ کے بارے میں کہی ہیں۔ اس لیے ان کی تدلیس کا طریقہ وہ نہ تھا۔ جو جاڑوی نے ”قوث“ کرنا، کے الفاظ سے بیان کیا۔ بلکہ وہ ہے۔ جو صاحب میزان کی عبارت سے اخذ ہوتا ہے۔ یعنی تدلیس کرتے تھے۔ لیکن

ان کی تدلیس کرنے میں عادت یہ تھی کہ ان مشائخ سے کرتے۔ جو ثقہ ہوتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ثقہ سے تدلیس قابل استدلال ہے یا نہیں۔

### مقدمہ لمعات النقیع

وَذَهَبَ اَنْجَمُهُمْ اِلَى قَبُولِ تَدْلِيسٍ مَنْ عَرِفَ  
اَنَّهُ لَا يَدْلِسُ اِلَّا عَنْ ثِقَةٍ كَابْنِ عُيَيْنَةَ وَ اِلَى  
رَدِّ مَنْ كَانَ يَدْلِسُ عَنِ الضَّعَفَاءِ وَ غَيْرِهِمْ۔

مقدمہ لمعات النقیع ص ۲۴ مکتبہ المعارف  
الکلیشیش محل لاہور

ترجمہ:

جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ہر اس شخص کی تدلیس قبول ہوتی ہے جو صرف  
ثقہ لوگوں سے تدلیس کرتا ہو جیسا کہ ابن عیینہ۔ اور اسی طرح جمہور کا یہ بھی  
مسک ہے کہ ہر اس شخص کی تدلیس رد کر دی جائے گی جو ضعیف  
راویوں سے تدلیس کرتا ہو۔

تدلیس اور اس کا حکم اپنے ملاحظہ کیا۔ تدلیس دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ  
جو ثقہ راویوں سے ہو۔ اور دوسری غیر ثقہ یعنی ضعیف راویوں سے۔ ان میں سے  
اولی الذکر تدلیس مقبول اور دوسری مردود ہے۔ لیکن ابن عیینہ کی تدلیس قسم اول  
سے ہونے کی وجہ سے (جو مقبول ہونی چاہیے) کس طرح قابل استدلال نہیں۔  
جاڑوی نے یہ کہاں سے قانون نکال لیا ہے؟ اسی پر اس کے بنے بنائے مکان  
کی بنیاد تھی۔ لہذا جب تحقیق کے میدان میں یہ ثابت ہو گیا کہ ابن عیینہ کی تدلیس  
قابل قبول ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ ”ایسی حدیث کو احکام شرعیہ میں بطور استدلال

کیسے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے، کہاں کی عقل مندی اور دیانت داری ہے۔ ہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب سفیان بن عیینہ کا مقام و مرتبہ کچھ اور بھی بیان کرو یا جائے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ قبول باطوری دیکھ کس قماش کے راوی تھے، کی اہلیت کیا ہے۔

### تہذیب التہذیب

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ابْنُ أَبِي عِمْرَانَ مَيْمُونٌ اَنْهَلَا لِي  
اَبُو مُحَمَّدٍ الْكُوفِيُّ سَكَنَ مَكَّةَ رَوَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ  
ابْنِ عُمَيْرٍ وَ ابْنِ اسْحَاقَ السَّيِّعِيِّ وَ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ  
وَ اسْوَدَ بْنِ قَيْسٍ وَ ابَانَ ابْنِ ثَعْلَبٍ الخ

(تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۱۱)

(حرف سین)

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ابن ابی عمران مکہ میں ساکن تھے۔ آپ عبد الملک ابن عمیر، ابواسحاق السبیعی، زیاد بن علاقہ، اسود بن قیس، ابان ابن ثعلب وغیرہ محدثین کرام سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور اس سے روایت کرنے والے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ اعش، ابن جریج، شعبہ، نوری، مسعد، یہ ان کے شیوخ میں سے ہیں ابواسحاق فرازی اور حماد بن زید وغیرہ۔ ابن مدینی نے کہا ہے۔ کہ امام زہری کے اصحاب میں ان سے بڑھ کر زیادہ صاحب تقویٰ کوئی نہ تھا۔ الاہلی الکوفی کا قول ہے۔ کہ ابن عیینہ حدیث میں ثقہ اور ثابت ہے۔ حدیث

ان کے معاملہ میں بہت اچھے تھے۔ اور انہیں محدثین کرام میں صاحب حکمت محدث کہتے ہیں۔ امام شافعی کا کہنا ہے۔ کہ اگر امام مالک، سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو گیا ہوتا۔ اور یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں میں نے امام شافعی کو نقلتے سنا ہے کہ امام مالک اور سفیان دونوں ہم پلہ ہیں۔ ابن مدینی نے کہا۔ کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے کہا۔ کہ میرے اساتذہ میں سے ابن عیینہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا اے ابو سعید! کیا سفیان بن عیینہ حدیث کے امام تھے؟ کہنے لگے۔ وہ متواتر چالیس سال سے امام فی الحدیث چلے آ رہے ہیں۔ علی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے بشر بن فضل سے سنا۔ کہ اب زین پر ابن عیینہ کی مثل کوئی باقی نہیں ہے۔ عثمان دارمی کہتے ہیں۔ میں نے ابن عیینہ سے پوچھا۔ کہ عمر دینار کے اصحاب میں سے ابن عیینہ یا ثوری کون تمہیں زیادہ محبوب ہے؟ کہتے لگے۔ ابن عیینہ، اُس سے زیادہ عالم ہے۔ ابن وہب کا قول ہے۔ کہ میں نے ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن کریم کا زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ امام شافعی کہتے ہیں۔ میں نے ابن عیینہ کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا جس میں علمی جوہر ہو۔ امام احمد کہتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور سنت کا ابن عیینہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ابن سعد انہیں ثقہ، شامہ، جمعہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابو داؤد سے اجری بیان کرتا ہے۔ کہ ابو معاویہ کہتے ہیں۔ کہ ہم جب امام اعش کے ہاں سے بڑھ کر فارغ ہوتے تو سیدھے ابن عیینہ کے پاس آتے یحییٰ ابن سعید کا کہنا ہے۔ کہ معمر کی نسبت امام زہری کے شاگردوں میں مجھے ابن عیینہ زیادہ محبوب ہیں۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ اہل حجاز کی حدیث کو سب سے



زیادہ جاننے والا ابن عیینہ تھا۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ کہ ابن عیینہ دنیا والوں کے لیے حجت تھے۔ اور ان کے علاوہ امام مالک، شعبہ اور ثوری بھی حجت تھے۔

## الحکم کریمہ

جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں ائمہ حدیث اور علماء نے بالاتفاق کہا ہے۔ کہ ان کی تدلیس مقبول ہے۔ اور یہ خود بہت بڑے قرآن و سنت کے عالم تھے۔ ثقہ، شایستہ اور قابل حجت تھے۔ ان کے اساتذہ اور شاگرد ایسے ایسے کہ ڈھونڈے سے ایسے نہیں۔ ان (ابن عیینہ) کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حرمتِ متہ والی روایت ناقابل استدلال، موضوع اور من گھڑت بنائی گئی ہے۔ جاڑوی کا روایت مذکورہ کو غیر صحیح قرار دینے کا یہی حربہ تھا۔ اپنے اس کی حقیقت حال جان لی۔ ہم یہاں تک بالفرض تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ چلو ابن عیینہ کی سند والی روایت ناقابل استدلال اور ضعیف ہو گئی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی یہی روایت مسلم شریف میں چار دیگر اسناد سے مروی ہے۔ اور وہ چاروں اسناد صحیح ہیں۔ لہذا قابل حجت و استدلال بھی ہوئے۔ ان چاروں کی صحت نے ان کی کمزوری کو بھی چھپا لیا۔ کیونکہ قانون ہے کہ ایک حدیث اگرچہ ضعیف ہو۔ لیکن جب اسے مختلف اسناد سے روایت کیا گیا ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمتِ متہ کی مسلم شریف میں پانچ روایات مذکور ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی سند علیحدہ ہے۔ اگر ابن عیینہ کے سند والی روایات چھوڑ بھی دی جائیں۔ تو پھر بھی چار روایات صحیحہ مسندہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ متہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام ہے۔ اور

اگر وہ روایت بھی شامل کر لی جائے۔ تو پھر پانچ عدد روایات صحیحہ مندرجہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ معروفہ کو حرام کہتے اور سمجھتے تھے۔ اور تاقیامت اس کی حرمت کا قول انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا تھا۔

## دھوکہ کذب بیانی

جواز متعہ پر طبری کی ایک عبارت

جواز متعہ

اگر اوی حدیث سفیان بن عیینہ کے ساتھ اس افسوس کو شامل کریں جسے قابل اعتماد علماء اہل سنت نے قابل اعتماد ذرائع حدیث سے نقل کیا ہے۔ تو اس جھوٹ کی قلعی اور بھی کھل جاتی ہے جو حرمت متعہ کے سلسلہ میں حضرت علی سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱۔ رَوَى الطَّبْرِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ الْكَبِيرِ جُلْد ۱ ص ۱۳  
بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَنِ الْحَكَمِ  
عَنْ آيَةِ الْمُتَعَةِ أَيْ مَنُوعَةٍ ۹ قَالَ لَا شَرَّ  
فَالْحَكَمُ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ  
نَهَى عَنِ الْمُتَعَةِ مَا زِلْنَا إِلَّا شَبَقًا۔

طبری نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۱۳ پر صحیح سند کے ذریعہ شعبہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے حکم سے آیت متعہ کے متعلق پوچھا۔ کیا آیت متعہ

مسنوخ ہے؟ حکم نے کہا۔ ہمیں پھر حکم نے کہا۔ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر عمر متعہ پر پابندی نہ لگاتا تو کسی بد نصیب کے سوا کوئی شخص زنا کا ارتکاب نہ کرتا۔

۲۔ فخر الدین رازی نے تفسیر جلد ۵ ص ۵۰ پر بعینہ یہی روایت انہی الفاظ میں حضرت علی کا حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔

۳۔ علامہ جلال الدین اسیوطی نے تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۴۰ پر بلا کم و کاست حضرت عمر پر حضرت علی کا اظہار افسوس اور اعتراض نقل کیا ہے۔

۴۔ احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹ ابو بکر رازی جصاص نے حضرت علی کا یہی قول اظہار افسوس اور حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔ جس میں آخری لفظ مَا زَنَّا إِلَّا شَقِيًّا مَا زَنَّا فِي الْاَشَقَّا کوئی بد نصیب ہی زنا کرتا کی جگہ بہت قلیل ہی زنا کرتے نقل کیا ہے۔

۵۔ ہدایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۸ پر ابن رشد اندلسی نے اور ۶۔ تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱ پر علامہ جلال الدین اسیوطی نے حافظ عبد الرزاق اور حافظ ابن منذر کے صحیح سلسلہ سند سے قابل اعتماد راوی عطاء سے بھی حضرت عمر پر تحریم متعہ کا اعتراض اور اظہار افسوس حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان سلسلہ ہائے سند کے علاوہ دیگر مختلف سلسلہ ہائے سند جو کہ صحیح ہیں۔ سے قابل اعتماد اعتراض بمقدار وافر نقل کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی سے منسوب کرنا غلط محض اور افتراء ہے۔ اور جواز متعہ درست ہے۔ اور حکم اسلام ہے۔ جو جس طرح زمانہ رسول میں جائز اور عین اسلام تھا۔ اسی طرح آج بھی عین اسلام اور جائز ہے۔

## جواب:

اشیر جاڑوی نے حضرت علی المرتضیٰ کے افسوس کی روایات کو جو چھ عدل فقہائیر میں موجود ہیں۔ ”صحیح مسند“ کے ساتھ ہونا ذکر کیا ہے۔ اس کذب بیانی اور دغا بازی کی جس طرح مذمت کی جائے وہ کم ہی ہوگی۔ ان چھ کتب تفسیر میں سے کسی ایک میں بھی ”مسند صحیح“ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ یہ اضافہ جاڑوی کا خود تراشا ہوا ہے اس قدر بے دینی اور کذب بیانی اور پھر اپنے آپ کو دغا مضل قلم پر سپیل جامد حسینیہ ”لکھنا“ میں تو اس سے یہی پتہ چلا ہے کہ ان کے تمام ناضلوں کا یہی حال ہے۔

## تہینج

ہماری طرف سے بیش ہزار روپیہ نقد انعام کی پیشکش ہے۔ اگر جاڑوی ایند بکینی کوئی بھی یہ ثابت کر دے کہ تفسیر طبری میں ”باسناد صحیح“ کا لفظ یہاں موجود ہے جس کی بنا پر قارئین کو یہ یاد رکھانے کی کوشش کی گئی کہ طبری کی طرح من وعن علامہ السیوطی امام رازی وغیرہ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے۔ اس پر قرآن کریم کی صرف دو آیات ہی ذکر کر دینا کافی ہیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين۔ اور لعنة الله على الكاذبين۔ ہمارا اعلان ہے کہ لکھنؤ سے قم تک کے اصاغرو اکابر سبھی سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور روایت مذکورہ میں ”باسناد صحیح“ کا لفظ دکھا دیں تو منہ مانگا انعام پائیں۔

”حرمت متہ“ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے افسوس کرنے کی مؤید روایت کی طرف ہم آتے ہیں۔ آئیے ذرا اسماء الرجال سے اس روایت کے

راویوں کے حالات دیکھیں۔ روایت مذکورہ میں حضرت علی المرتضیٰ سے بیان کرنے والے راوی کا نام ”حکم“ ہے۔ اور پھر ان سے اُسگے شعبہ نے بیان کی یعنی اس روایت کا اصلی اور مرکزی راوی ”حکم“ ہے۔ شیعہ سنی کتب اسناد الرجال میں ہم نے ایسے حکم کو بہت تلاش کیا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرنے والا اور شعبہ کا شیخ و استاد ہو۔ میزان الاعتدال میں حکم نامی جتنے راویوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے ایک دو کو چھوڑ کر سب کے متعلق ”مجهول“ کا لفظ موجود ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ حکم بھی ہے۔ لہذا، مجهول راوی کی روایت کی کیا وقعت ہے۔ کہ اسے مقام استدلال میں پیش کیا جائے۔ دنیا مے شیعیت کو دعوت ہے۔ کہ وہ ہماری یا اپنی کسی کتاب سے بھی اس حکم راوی کا تذکرہ بتائیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے راوی ہو اور جناب شعبہ نے اس کی شاگردی کی ہو۔ جب اس راوی کا اتہ پتہ ہی معلوم نہیں جس نے حضرت علی المرتضیٰ کے افسوس کرنے والی روایت ذکر کی۔ تو اس کی روایت اس روایت کا کیسے مقابلہ کر سکتی ہے۔ جو قوی اور مرفوع کا درجہ رکھتی ہے۔ اس قوی روایت کو حضرت علی المرتضیٰ سے امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ کہ اپنے ابن عباس کو فرمایا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متہ سے منع فرما دیا تھا۔ یا امام مسلم کے بقول حضرت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹ کر کہا۔ کہ تو راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متہ سے منع فرما دیا ہے۔

## طبری کا ایک راوی حکم شیعہ ہے

”حکم“ نامی راوی جو کہ شعبہ کا استاد ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ تہذیب التہذیب میں ملتا ہے۔ لیکن یہ حکم راوی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کرتا۔

ہذا یہ حکم بھی حجت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ یہ حکم وہی ہے جس نے حضرت علی کی افسوس والی روایت ذکر کی ہے۔ تو پھر بھی اہل سنت کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ کیونکہ صاحب تہذیب التہذیب نے اس کے بارے میں لکھا۔

### تہذیب التہذیب

الحکم بن عتیہ الکندی وَكَانَ فِيهِ تَشْيِيعٌ إِلَّا أَنَّ  
ذَلِكَ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۴۳۴)

ترجمہ:

حکم بن عتیہ کندی۔ اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ مگر اس کا اس سے  
ظاہر ہونا معلوم نہیں۔

بہر حال اس کی اگرچہ ثقاہت بھی معلوم ہو جائے۔ تب بھی قابل حجت نہیں  
کیونکہ متقدم اہل تشیع کا ایک مذہبی شعار ہے۔ اور اس کے جواز کی روایت کسی سنی  
سے ہی قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اور یہ تشیع سے موصوف ہونے کے علاوہ حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بھی نہیں کرتا۔ اس لیے اس حکم نامی راوی کے حوالہ سے  
حضرت علی المرتضیٰ کا افسوس کرنا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر ۸

حرمت متعہ والی حدیث صحیحین میں تضاد اور حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کے متعلق کسی قول کے  
 نہ ہونے کا دعوے

جواز متعہ:

سلم بن اکوع سلم بن اکوع وہ راوی ہے جس کی ایک ہی نقل کردہ حدیث صحیحین  
 میں ایک دوسرے سے دست بگز بیان صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۹ مکتبہ شعیب  
 برنس روڈ کراچی میں سلم بن اکوع حرمت متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے جبکہ ہی سلمہ  
 صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ حدیث ۱۰۴ مطبوعہ لاہور پر جواز متعہ کی حدیث بیان کرتا ہے  
 جواز متعہ از سلم بن اکوع صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ کتاب نکاح حدیث  
 ۱۰۴ ادینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ  
 قَالَا كُنَّا فِيْ جَنْشٍ فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ آذَنَ لَكُمْ

أَنْ تَمْتَعُوا فَاسْتَمْتَعُوا حَدَّثَنَا إِيَّاسُ  
ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ أَيُّمَا  
رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةٌ مَا بَيْنَهُمَا  
ثَلَاثٌ لَيْالٍ فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَزَايِدَا وَيَتَنَارَكَا  
تَمَتَّعَا كَمَا.

پھر سہ خود کہتا ہے۔ فما ادری اشی كان لنا خاصة  
اھل الناس عامة جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع روایت کرتے  
ہیں۔ ہم ایک شکر میں تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے  
پاس آکر فرمایا۔ کہ تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لہذا متعہ کرو۔  
بخاری کہتے ہیں۔ کہ سلمہ بن اکوع نے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اور مرد باہم موافق ہو جائیں تو تین  
شب تک باہم عشرت کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد اگر کسی یا زیادتی  
کرنا چاہیں تو وہ مختار ہیں۔ نہ معلوم یہ ہمارے لیے خاص تھا یا یہ سب  
لوگوں کے واسطے جائز ہے۔۔۔۔۔ یہ دونوں حدیثیں نقل کرنے کے  
بعد خود اجتہاد فرماتے ہوئے علامہ بخاری کہتے ہیں۔ کہ ابو عبد اللہ نے  
حضرت علی سے اور حضرت علی نے حضرت سے ہوا زمتہ کی منسوخی نقل  
فرمائی ہے۔ حالانکہ اگر حرمت متعہ واقعی ہو تو اور حرمت متعہ کے  
راوی حضرت علی ہوتے تو اولاً حضرت عمر کے اعلان تحریم متعہ پر  
اعتراض نہ کرتے۔ ثانیاً طریق اہل بیت سے بھی کوئی ضعیف السند  
یا قوی السند حدیث منقول ہو تو ثانیاً دیگر صحابہ سے بھی حرمت متعہ  
کی کوئی حدیث نقل کی باقی۔ لہذا اس کا واضح مقصد یہ ہے کہ حرمت متعہ



کی احادیث غلط محض جعلی اور افتراء ہیں۔ اور تحریم متد ایک شخص کی ذاتی رائے ہے جو کسی بھی لحاظ سے قابل اعتبار نہیں۔ جواز متد اور سلمہ بن اکوع اور صحیح مسلم علاوہ ازیں امام مسلم نے اس حدیث کو دوسرے الفاظ سے نقل کیا ہو۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ زَيْدِ بْنِ عِلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ قَالَ حَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَحُومَ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ وَنِكَاحَ  
الْمُتَّةِ۔

جابر اور سلمہ نے کہا کہ ہم پر رسول اللہ کا منادی نکلا۔ اور اس نے پکارا کہ رسول اللہ نے تم کو عورتوں سے متد کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے یہ دونوں احادیث جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع سے جواز متد کے لیے نقل کی ہیں۔ لیکن ان میں بھی تفریق موجود ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور بنفس نفیس جابر اور ابن اکوع کے پاس تشریف لائے۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق آنحضور کا منادی ندا کرتا ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور کی اجازت متد صرف جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع سنتے ہیں۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق اذن متد کا اعلان عام ہوتا ہے۔ اور میدان جنگ میں موجود تمام صحابہ سنتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے جواز متد کی حدیث سلمہ بن اکوع سے باختلاف الفاظ نقل کی ہے۔ لیکن

حرمت متعہ کی حدیث نقل کرنے میں امام مسلم تیار نہ گئے اور امام بخاری نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ جس کی وجہ واضح ہے۔ امام بخاری نے حرمت متعہ کے لیے سلمہ بن اکوع کی جانب منسوب کردہ حدیث کو نہ تو قابل عمل سمجھا ہے اور نہ ہی قابل نقل۔

(جو از متعہ مصنفہ شیر جازوسی)

جواب:

مذکورہ عبارت چند امور پر مشتمل ہے۔ بطور خلاصہ وہ یہ ہیں۔ (۱) سلمہ بن اکوع کی نقل کردہ ایک حدیث باہم دست بگریبان ہے (۲) حضرت علی المرتضیٰ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث مروی نہیں۔ اگر ہوتی تو آپ اس پر افسوس کیوں کرتے (۳) حضرت علی المرتضیٰ سے اگر حرمت متعہ پر کوئی حدیث ہوتی۔ تو اہل بیت سے کوئی نہ کوئی اسے ضرور ذکر کرتا (۴) سلمہ بن اکوع سے جواز متعہ کی روایت بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت صرف مسلم میں ہے بخاری نے اس میں ساتھ چھوڑ دیا۔ (۵) کسی بھی صحابی سے حرمت متعہ پر کوئی روایت نہیں۔ ان امور کا سلسلہ وار جواب پیش خدمت ہے۔

۱۔ حضرت سلمہ بن اکوع سے ایک روایت ہونا اور وہ بھی باہم مخالفت ہونا، کون بے وقوف یہ تسلیم کرے گا۔ جناب سلمہ بن اکوع سے مسلم شریف میں دو روایات ہیں۔ پہلی روایت جابر بن عبد اللہ سے ہے جس میں متعہ کی اجازت کا ذکر ہے۔ اور دوسری عائشہ سے ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال اولیٰ میں تین دن تک متعہ کی اجازت دینا اور اس کے بعد منع فرما دینے کا ذکر ہے۔ حوالہ کے لیے مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۵۵-۴۵۴ ملاحظہ ہو۔ یہ ایک روایت نہیں بلکہ دو ہیں۔ انہیں ایک کہہ کر پیش کرنا "مخل تم"

کا کمال ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں تناقض کہاں؟ پہلی روایت میں جواز متعہ کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں مدت جواز کے گزرنے پر حرمت متعہ کا ذکر ہے۔

۲۔ یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث موجود نہیں، پہلی بات کی طرح یہ بھی جھوٹ ہے۔ مسلم شریف اور صحیح بخاری میں ان کی وہ روایات سند صحیح کے ساتھ موجود ہیں۔ جن میں حرمت کا ذکر ہے۔ رہا یہ کہ اگر آپ سے حرمت متعہ کی روایات مثنیٰ ہیں۔ تو پھر حضرت عمرؓ یا فسوس کا اظہار کیوں کیا گیا؟ تو اس بارے میں ہم پہلے تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ یہ روایات مجہول راوی سے ہے لہذا اس میں اجماع صحابہ کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں اس لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت جس کو تمام صحابہ کرام کی تائید حاصل ہے وہ قوی ہے۔ اور افسوس والی کمزور۔ اس لیے ان دونوں کے مراتب کے فرق کے پیش نظر آپ کے کلام میں تناقض نہیں ہے۔

۳۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت اور پھر اسے اہل بیت کے ذکر کرنے کا معاملہ ہے۔ تو جاڑوی کو اپنی کتابوں کے دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا۔ نہ جانے قم سے فاضل کیسے بن گیا۔ جاڑوی صاحب آپ کی صحاح اربعہ میں سے الاستبصار اور تہذیب الاحکام میں یہ روایت موجود ہے۔

# حرمت متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے روایت

## الاستبصار وتہذیب الاحکام

عن زید بن علی عن ابائہ عن علی علیہ السلام  
قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعُومَ الْحُمْرِ  
الْأَمْلِيَّةِ وَنِكَاحَ الْمُتْعَةِ

۱- الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲

الرباب المتعہ

۲- تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۵۱

باب تفصیل احکام النکاح

ترجمہ:

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک  
تمام ان حضرات سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو  
پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ کو حرام فرمادیا ہے۔

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ تک تمام ان حضرات سے  
حرمت متعہ کی روایت کر رہے ہیں۔ جو اہل بیت کے ممتاز افراد ہیں۔ ان تمام  
نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے سے پہلی شخصیت سے روایت

سنی۔ حتیٰ کہ زید بن علی تک وہ روایت پہنچ گئی۔ اب اشیر جاڑوی کے لیے یہی راستہ رہا جاتا ہے۔ کہ یا تو اس روایت کا انکار کر دے۔ لیکن یہ ان کی صحاح اربعہ میں موجود ہے انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ یا پھر اس بات کو تفسیر پر محمول کر کے اہل بیت کو غلط بات کہنے والا ثابت کرے۔ لیکن تفسیر کا زمانہ بھی نہ تھا۔ کسی کا خوف و خطر بھی نہ تھا۔ اس لیے اب جاڑوی کو یا تو حرمت متعہ تسلیم کر لینی چاہیے۔ یا پھر ان ائمہ اہل بیت کی محبت کا طوق لگے سے اتار دینا چاہیے۔ جو جھوٹ موٹ پہن رکھا ہے۔

۴۔ جواز متعہ کی روایت سلمہ بن اکوع سے مسلم اور بخاری دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت میں امام مسلم تنہا رہ گیا۔ اس کی وجہ خود جاڑوی نے بیان کی۔ کہ بخاری کے نزدیک سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل و نقل ہے چلنے مان لیا۔ کہ سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل و نقل ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت کیسے ہو گیا۔ کہ متعہ حرام نہیں۔ اگر امام بخاری کے نقل کرنے پر فیصلہ چاہا ہو تو پھر ہم تمہیں سلمہ بن اکوع سے کہیں زیادہ مضبوط شخصیت کی حرمت متعہ پر روایت بخاری شریف میں دکھاتے ہیں۔ اسے جس قسم کر لو۔

### بخاری شریف

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ  
عَبِيَّيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ زُهَيْرِي يَقُولُ أَخْبَرَنِي  
الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ  
عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لَا بَنَ عَتَبَا بِسِائِلِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهَى عَنِ الْمُنْعَةِ وَ

عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۷، مطبوعہ

اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے وقت متہ کرنے اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔

حرمت متہ کی یہ روایت امام بخاری نے ذکر کی۔ اور ذکر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔ اب ذرا جاڑوی کے پاس دعویٰ کو دیکھئے۔ کہتا ہے۔ کہ سلمہ بن اکوع کی حرمت متہ کی روایت امام بخاری کے نزدیک ناقابل عمل ہے۔ اس لیے اُسے نقل کیا۔ اور یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ سے نقل کر کے امام بخاری نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ قابل عمل ہے۔ اب اس پر عمل جاڑوی کو تسلیم کر لینا چاہیے لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ قمر سے سند فاضل اسی لیے دی گئی۔ کہ جھوٹ کو کبھی بھی جدا نہ ہونے دینا۔ یہ سند فاضل کی نہیں بلکہ پاگل کی ہے۔ یا پھر یہ فاضل فضیلت سے نہیں بلکہ فضول سے بنا ہے۔

۵۔ حرمت متہ پر کسی بھی صحابی کی روایت موجود نہیں۔ سچ کہتے ہیں۔ کہ بکو اسی اور جھوٹے کا فائدہ نہیں ہوتا۔ اپنی تصنیف جواز متہ کے ابتداء میں خود تسلیم کر آیا ہے۔ کہ حرمت متہ کی روایات صرف تین صحابہ سے ملتی ہیں۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ، سلمہ بن اکوع اور سہرہ بن معبد جنہی۔ اور اب یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ کہ حرمت متہ کی روایت کسی صحابی سے موجود نہیں۔ ۶۔ خدا جب دین لیتا ہے حماقت اسی جاتی ہے۔

# دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۹

جواز متعہ

حرمیت اور مسلم بن اکوع از صحیح مسلم جلد چہارم طبع مکتبہ شریف روضہ کراچی نمبر (۱)

امام مسلم اس حدیث کے پہنچنے میں ابن محمد اور عبد الواحد بن زیاد و راوی بھی ہیں۔

عن ایاس ابن سلمۃ عن أبیہ قال رخص رسول اللہ  
عام آوططائیں فی المتعۃ ثلاثاً ثم فلی عنہا۔

ترجمہ:

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سلمہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ آنحضور نے  
اوططائیں کے سال تین بار متعہ کی اجازت دی۔ اور پھر منع کر دیا۔

اولاً تو سلمہ کی یہ حدیث اس کی اپنی سابقہ حدیث جسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم  
دونوں نے نقل کیا ہے معارض ہے۔ ثانیاً اگر یہ حدیث قابل اعتماد ہوتی۔

تو امام بخاری اس حدیث کو قطعاً نظر انداز نہ کرتے۔ ثانیاً علامہ ذہبی نے مزین اللہ  
جلد ۱ ص ۴۸۵ میں یونس ابن محمد اور عبد الواحد بن زیاد و راویوں کو اس قابل قرار نہیں

دیا کہ ان سے حلال محمد کے خلاف کسی نقل حدیث کو قابل اعتماد سمجھا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے میزان الاعتدال جلد چہارم ص ۴۸۵/ ابن مبین، نسائی اور احمد نے یونس بن محمد کو قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ عبد الوہاب ابن زیاد بن محمد بن کی فہرست میں ہے۔ جن کی کذب بیانی اور افتراء پر دازی اظہر من الشمس ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۶ ص ۶۷۲ میں مرقوم ہے۔ کہ عبد الوہاب ابن زیاد اختراع حدیث کرتا تھا، اور انہیں اعمش سے منسوب کرتا تھا۔ حالانکہ اعمش سے اس نے ایک حرف بھی نقل نہ کیا۔ میزان الاعتدال جلد دوم شمارہ ۵۲۸۴)

### میزان الاعتدال

قال ابو داود و دعود عبد الواحد الى احاديث كان  
يوصلها الا اعمش فوصلها بقوله حدثنا  
الاعمش حدثنا مجاهد في كذا وكذا قال  
عبد الواحد ليس بشئ  
(میزان الاعتدال جلد دوم شمارہ نمبر ۵۲۸۴)

ترجمہ :

ابوداؤد فرماتے ہیں۔ کہ عبد الوہاب نے ان تمام کو جنہیں اعمش نے مرسل چھوڑا ہے لیا اور حدثنا الاعمش کہہ کر مجاہد سے سلسلہ سند جوڑ دیا۔ یحییٰ بن مبین فرماتے ہیں۔ کہ عبد الوہاب حدیثیں لکھتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ لہذا حضرت علی سے نقل کردہ حدیث حرمت متعہ کی طرح سلمہ ابن اکوع کی حدیث حرمت متعہ جی جلی من گھڑت اور خود ساختہ شابت ہوئی



اور جواز متعہ جس طرح قرآن میں موجود تھا۔ آج بھی ہے۔ اور اسے حرام قرار دینا احکام خدا میں تصرف ہے۔ جس کا حق خداوند عالم کے سوا کسی کو نہیں۔

(جواز متعہ ص ۳۶ مصنف اشیر جاڑوی)

## جواب:

گزشتہ سطور میں جاڑوی نے پچھل باتیں ہی دہرائی ہیں۔ جن کا جواب ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یہاں صرف سلمہ بن اکوع سے مروی حرمت متعہ کی روایت کے دو افراد یونس بن محمد اور عبد الواحد بن زیاد پر جرح کر کے حدیث کو مجروح ثابت کیا گیا۔ اور حوالہ کے لیے میزان الاعتدال کا نام لیا۔ اب ہم ان دونوں کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔

میزان الاعتدال میں مذکورہ جلد اور صفحہ پر یونس بن محمد نامی کسی راوی کا تذکرہ نہیں۔ لہذا جس کا نام و نشان ہمک نہ ہو اس کے متعلق ابن معین نسائی اور احمد کا قول نقل کرنا واضح جہالت ہوگی۔ جو فاضل قم کی امتیازی علامت ہے۔ دوسرے راوی عبد الواحد کے متعلق جو کچھ جاڑوی نے کہا ہے۔ مگر وہ یہ ہے کہ عبد الواحد نے دوسروں کی مرسل احادیث کو متصل بنانے کی کوشش کی۔ اور یہ کو محدثین میں عبد الواحد کا شمار کذاب اور مفتری لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس دوسرے الزام کے بارے میں جاڑوی نے وہی کچھ کیا۔ جو یونس بن محمد کے ساتھ روا رکھا۔ یعنی میزان الاعتدال میں عبد الواحد بن زیاد کے بارے میں ان الفاظ کا نام و نشان ہمک نہیں۔ بلکہ ان کے متعلق یہ الفاظ درج ہیں۔

## میزان الاعتدال

قَالَ عُمَانُ بْنُ سَعِيدٍ سَأَلْتُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ

الْوَّاحِدِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ أَحْمَدُ  
وَعَبْرَهُ ثِقَةً وَحَدَّثَ عَنْهُ مُسَدَّدٌ وَ  
قُتَيْبَةُ وَحَلَقٌ وَرَوَاهُ عُثْمَانُ أَيْضًا عَنْ يَحْيَى  
ثِقَةً وَقَالَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

دیزان الاعتدال جلد دوم صفحہ نمبر ۱۵

مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

عثمان بن سعید نے یحییٰ ابن معین سے عبد الواحد بن زیا کے بارے  
میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ وہ یس بشی ہے۔ اور امام احمد وغیرہ نے  
اسے ثقہ کہا۔ اس سے مسدد و قتیبہ وغیرہ بہت سے محدثین نے  
روایت کی۔ عثمان نے یحییٰ سے اس کی ثقاہت لکھی ہے۔ اور  
یہ بھی کہا۔ اس کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تو تھی ان کے بارے میں وضاحت کہ کس قسم کے راوی تھے۔ اب پہلا  
الزام لیجئے۔ کہ یہ مرسل روایات کی سند میان کرتے تھے۔ جناب اعمش نے  
جن روایات میں ارسال کیا۔ ان کی صحت پر انہیں اعتقاد تھا۔ اس لیے ان کی سند  
کے اتصال اور متواتر ہونے پر زور دیا۔ لیکن ان کے بعد عبد الواحد بن زیا نے  
بڑی جانفشانی سے ان مراسیل کی پوری سند ذکر کی۔ اب اس کو عبد الواحد کی خوبی  
میں شمار کریں گے یا ان کی کمزوریوں پر محمول کریں گے؟ ان کی اس خدمت اور دیگر  
حالات کے پیش نظر جدید علماء نے انہیں ثقہ کہا۔ اور ان کی مرویات ذکر کرنے میں  
کسی حرج کو دخل نہ کیا۔ لیکن جاڑوی تو جبرٹ بولنے اور من گھڑت باتیں بنانے  
کی قسم اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر حق و صداقت کی تلاش مقصود ہو تو عبد الواحد

بن زیاد کے بارے میں وہی لکھتا۔ جو کتب اسماء الرجال نے لکھا ہے۔ اپنی غرض ساختہ نہ لکھتا۔ عبد الواحد بن زیاد کی سیرت کتب اسماء الرجال سے ملاحظہ ہو۔

### تہذیب التہذیب

عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ الْعَبْدِيُّ - رَوَى عَنْ أَبِي  
إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ وَعَاصِمِ الْأَحْوَلِ وَالْأَعْمَشِ  
وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ ..... وَعَنْهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ وَ  
عَفَّانٌ وَعَارِمٌ وَمُعَلَّى بْنُ سَعْدٍ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ  
عَبْدُ الْوَاحِدِ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ثِقَةً  
كَثِيرَ الْحَدِيثِ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ وَأَبُو حَاتِمٍ  
ثِقَةٌ قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ  
ثِقَةٌ عَمَدًا إِلَى أَحَادِيثٍ كَانَ يَرْسِلُهَا الْأَعْمَشُ  
فَوَصَلَهَا قَالَ الْأَجَلِيُّ الْبَصَرِيُّ ثِقَةٌ حَسَنُ  
الْحَدِيثِ وَقَالَ الدَّارُ قُطَيْبِيُّ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ وَ  
ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ  
أَجْمَعَ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ نَبِيَّ  
زِيَادٍ ثِقَةٌ ثَبَتَ وَقَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ النَّارِ سِي  
ثِقَةٌ لَمْ يَحْتَلْ عَلَيْهِ بِقَادِحٍ -

(تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۴۳۲ محرم الامین)

ترجمہ:

عبد الواحد بن زیاد عبدی کے اساتذہ و شیوخ میں سے چند یہ ہیں۔

ابو اسحاق الشیبانی، عاصم الاحول، اعلمش اور ابو مالک الشعمی۔ اور ان کے شاگردوں میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ابن ہمدی غفان، عارم اور علی ابن سعد ابو غزوات نے انہیں ثقہ کہا۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہا۔ ابو ذر عہد اور ابو حاتم دونوں نے ثقہ کہا۔ نسائی نے یس پر باسا کہا۔ ابو داؤد نے ثقہ کہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ جن احادیث کو اعلمش ارسال کر دیا کرتے تھے یہ ان کی سند بیان کر دیتے تھے اہل بصری نے ثقہ اور حسن الحدیث کہا۔ دارقطنی نے ثقہ مامون کہا۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ روایوں میں لکھا۔ ابن عبد البر نے کہا۔ کہ تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ کہ عبد الواحد بن زیاد ثقہ ثابت ہے۔ ابن قسطلان فارسی نے بھی ثقہ کہا۔ اور کہا کہ ان پر کوئی حرج نہیں ہوئی ہے۔

## لحمہ منکرہ

”عبد الواحد بن زیاد“ کے متعلق جرح اور تنقید کرتے ہوئے جاڑوی نے یہ لکھا ہے۔ کہ ”اس کی کذب بیانی اور افتراء پر دازی انہرمن الشمس ہے“، ایک طرف یہ الزام اور دوسری طرف عظیم محدثین اور ناقدین کا انہیں بالاتفاق ثقہ کہنا یہ جاڑوی کے خود کذاب اور افتراء پر داز ہونے کی ایسی دلیل ہے۔ جو انہرمن الشمس ہے۔ عبد الواحد اپنے شیخ جناب اعلمش کی مراسیل کی سند بیان کرتے ہیں لیکن اس محنت اور علمی خدمت کو جاڑوی اس رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ کہ عبد الواحد اختراع حدیث کرتا تھا۔ اور اسے اعلمش کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ اس سے آپ جاڑوی کا یتیم فی العلم ہونا جان چکے ہوں گے۔ اُوھر میز ان الاعتدال اور

تہذیب التہذیب اس کی خوبی بیان کریں۔ اور ادھر اس متعہ کی پیداوار کو وہی نقص نظر آئے۔ ابن قحطان فارسی نے تو سوا باتوں کی ایک بات کہہ دی۔ کہ کوئی جرح و تنقید کرنے والا عبدالواحد میں نقص نہیں نکال سکتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حرمت متعہ کی حدیث کے یہ دونوں راوی قابل اعتماد اور ثقہ ہیں۔ اس لیے ان کی روایت کردہ احادیث صحیح اور قابل حجت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

## دھوکہ اور کذب بیانی

### جواز متعہ

سبرہ ابن معبد جہنی۔ اب حرمت کے سلسلہ میں تیسری حدیث جو سبرہ ابن معبد نے نقل کی ہے۔ آپ نے سبرہ کے متعلق علماء سواد اعظم کے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ایک نگاہ میں انہیں بھی دیکھ لیں تاکہ حرمت متعہ کی قطعی کھل جائے۔ اور جرح متعہ کا حکم الہی طشت از بام ہو جائے۔

(۱)۔ سبرہ سے احادیث اس کے بیٹے ربیع ابن سبرہ کے علاوہ کسی نے بھی نقل نہیں کیں۔

(ب)۔ ربیع بن سبرہ راویان حدیث کی فہرست میں مجہول الشخصیت ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام بخاری میں نے پوری صحیح بخاری میں سبرہ بن معبد سے ایک حدیث بھی نہیں لی۔ کیونکہ سبرہ سے اس کے بیٹے ربیع کے سوا کسی دوسرے راوی نے ایک حدیث تک نقل نہیں کی۔ امام بخاری کے بعد

امام مسلم کو ہی دیکھ لیجئے کہ پوری صحیح مسلم میں حرمت متعہ کی حدیث کے علاوہ کوئی ،  
دوسری حدیث نقل نہیں کی۔

(ج ۱)۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں ص ۴۴۴ پر احادیث سبرہ کے متعلق لکھا ہے کہ علمائے  
روایت سبرہ ابن مسدد کی حدیث کو درست قرار نہیں دیتے کیونکہ عبد الملک  
بن ربیع بن سبرہ ابن مسدد ناقل حدیث ہے اور عبد الملک کے متعلق ابن معین  
نے کافی کچھ لکھا۔ یہی وجہ ہے کثرت احتیاج اور سخت ضرورت کے  
باوجود امام بخاری نے سبرہ کی ایک حدیث کو بھی قبول نہیں کیا اگر امام بخاری  
کے نزدیک سبرہ کی حدیث درست ہوتی تو وہ یقیناً احادیث سبرہ کو اپنی  
صحیح بخاری میں جگہ دیتے۔ مزید تفصیل کے لیے الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱  
ص ۳۵ ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ ہوا کہ حدیث حرمت متعہ  
دیت کی دیوار ہے۔ اور جس طرح یہ اصول ہے کہ ایک غلطی کو چھپانے کے لیے  
کئی غلطیاں کی جاتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر کی تحریم متعہ کو جائز قرار دینے  
کے لیے تنسیخ آیت کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے پڑے۔ حدیث ساز فیکوٹی کی  
طرف رجوع کرنا پڑا اور ایسے افراد کی احادیث نقل کی گئی جو یا تو معیار حدیث  
پر اٹھ نہیں کھڑے اور یا وہ اس کے خلاف کافی سے زیادہ اظہار خیال کر چکے  
ہیں۔ لہذا نہ تو کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پر راکر رہا ہے۔ نہ حدیث  
مسلم ابن اکوع معیار صحت پر پوری اترتی ہے۔ اور نہ ہی حدیث سبرہ  
تنسیخ احادیث کی اہمیت رکھتی ہے۔ اور جواز متعہ جس طرح تھا وہیں کا  
وہیں رہا۔

(جواز متعہ تصنیف اشیر جاوڑی شیعہ)

## جواب:

مذکورہ عبارت تین امور پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ سبرہ ابن معبد کا بیٹا ربیع بن سبرہ جو کلمہ ”مجهول الشفہیت“ ہے اس لیے سبرہ بھی مجهول ہوا۔

## دوم:

بخاری نے سبرہ کی ایک روایت بھی ذکر نہ کی۔ اور مسلم نے صرف ایک ہی روایت حرمت متہ والی ذکر کی ہے۔ کیسی اور روایت کا نام و نشان نہیں ملتا۔

## سوم:

احادیث سبرہ اس لیے نامقبول ہیں کہ ان کی روایت کرنے والا عبد الملک بن ربیع (یعنی جناب سبرہ کا پوتا) ہے۔ اور اس پر ابن معین نے بہت کچھ کہا ہے۔

## اول:

کسی راوی کا مجهول ہونا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک نسب کے طور پر اور دوسرا عدالت میں۔ جناب سبرہ کے نسب کا تذکرہ تو کتب اسما الرجال میں موجود ہے۔ سبرہ ابن معبد عروسہ جہنی۔ ان کے بیٹے ربیع اور پوتے عبد الملک تک کے نام موجود ہیں۔ اس لیے جہالت باعتبار نسب کے تو نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ عدالت میں مجهول ہیں۔ تو اس سلسلہ میں کتب اسما الرجال میں ان پر کوئی تنقید موجود نہیں ہے۔

بلکہ اس کے برعکس ان کے صحابی ہونے کی شہادت موجود ہے اور تمام صحابہ کرام کی عدالت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے۔ فرمایا: ”میرے تمام صحابہ عادل ہیں“ آپ کے اس ارشاد کے پیش نظر جب جناب سبرہ کی صحابیت کی طرف خیال جاتا ہے۔ تو فوراً ان کی عدالت سامنے آ جاتی ہے اثیر جاڑوی نے بھی ایک جگہ راوی پر تنقید کرتے ہوئے یہ کہا کہ اس نے زمانہ رسول بھی نہ پایا! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو زمانہ رسول میسر ہو وہ قابل اعتبار و اعتماد راوی ہے۔ لہذا صحابی ہونے کی وجہ سے کسی ناقد نے ان کی عدالت پر اعتراض نہیں کیا۔ ان کا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا درج ذیل امور سے ثابت ہے۔

## تہذیب التہذیب

سَبْرَةُ بْنُ مَعْبُدٍ بْنِ عَوْسَجَةَ لَهُ صُحْبَةٌ  
وَقَعَ ذِكْرُهُ فِي حَدِيثِ عَلَّقَةِ الْبُخَارِيِّ فِي  
أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَبْرَةَ  
ابْنِ مَعْبُدٍ وَآبِی الشُّمُوسِ أَنَّ النَّبِيَّ أَمَرَ بِالْقَاءِ  
الْقَلَامِ يَمْنَعُ مِنْ أَجْلِ مَيَاةِ الشُّمُودِ وَعَنْهُ ابْنُ  
الرَّيْبِ وَذِكْرُهُ ابْنُ سَعْدٍ فِي مَنْ شَهِدَ الْخَنْدَقَ  
فَمَا بَعْدَ مَا.

تہذیب التہذیب جلد سوم ۴۵۳

حرف اسین

ترجمہ: سبرہ ابن معبد عرسو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔



(یعنی صحابی ہیں) ان کا نام اس حدیث میں آیا جسے امام بخاری نے احادیث الانبیاء میں تعلیقاً ذکر کیا۔ کہا کہ سبرہ ابن معبد اور ابوالشتمس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا گرا دینے کا حکم دیا۔ یعنی اس وجہ سے کہ اس میں قوم شہود کا پانی ملا ہوا تھا۔ ان سے ان کا بیٹا ربیع روایت کرتا ہے۔ اور ابن سعد نے کہا کہ سبرہ غزوہ خندق اور اس کے بعد روفا ہونے والے غزوات میں حاضر ہوئے تھے۔

جب کہ جناب سبرہ کا صحابی ہونا ثابت ہے۔ تو پھر ان کی عدالت بھی ثابت۔ لہذا انہیں دو مجہول شخصیت ”کہنا نرسی جہالت ہے۔ اور پھر اس پر مزید جہالت یہ کہ ان کے بیٹے ربیع کو مجہول کہہ کر جاڑوی نے ان کی جہالت بیان کی۔ نہ بیٹے کی جہالت پر کوئی دلیل اور نہ کہیں یہ قانون کہ بیٹے کے مجہول ہونے سے باپ بھی مجہول ہو جائے۔ یہ تھی اثیر جاڑوی کی عظمت۔

## دوم:

امام بخاری نے سبرہ کی کوئی روایت ذکر نہ کی۔ اور امام مسلم نے صرف ایک ہی بیان کی۔ لہذا مجہول ہونے کی وجہ سے ہوا۔ خدا تعالیٰ وے۔ امام بخاری نے اگرچہ ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ لیکن عدم روایت سے ان کا مجہول ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ کیا پوری بخاری شریف میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کوئی روایت ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے نام سے اپنی فقہ چمکا رہے ہو؟ امام بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے ان کی روایات ذکر کیں۔ جس کا جاڑوی کو بھی اعتراف ہے۔ ان میں ایک امام مسلم ہیں۔ اگرچہ ان کی صحیح مسلم میں ان کی صرف ایک روایت ذکر فرمائی۔ لیکن امام مسلم نے یوں ہی سستی سستی

بر حدیث اپنی صحیح میں درج نہیں کر دی۔ بلکہ جب تک اسے شرائط پر پورا اترتے نہ پایا یا اس وقت تک اس سن کا ذکر نہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ امام مسلم کی شرائط صحت روایت پر چونکہ حدیث سبرہ پورا اترتی تھی۔ اس لیے امام مسلم نے اسے درج فرما دیا۔ صحیح مسلم میں روایت کا درج ہونا تو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ صحیح ہے۔ اور جائزوی یہ تاثر دینے کی کوشش میں ہے۔ کہ چونکہ ایک ہے۔ اس لیے اس کا راوی مجہول ہوا۔ عجیب منطق ہے اور انوکھا ضابطہ۔ نہ کسی نے اس سے قبل پیش کیا اور نہ ہی کسی کے ذہن میں آیا۔ ممکن ہے ثبوت جو از متعہ کے شائق کو یہ ضابطہ اس کا بابا ابلیس بتا گیا ہو کیونکہ اسے حرام کاموں کو جائز ثابت کرنے کے بہت دلائل آتے ہیں۔

## سوم:

حرمت متعہ کی جناب سبرہ کی روایت چونکہ ان کے پوتے عبد الملک مروی ہے۔ اور عبد الملک کے بارے میں ابن معین نے بہت کچھ لکھا۔ لہذا یہ روایت ریت کی دیوار سے بڑھ کر نہیں۔ سو اس بارے میں مٹینے۔ جناب سبرہ سے روایت کرنے والے صرف عبد الملک ہی نہیں بلکہ ایک اور راوی عبد العزیز بھی ہیں۔ اور مسلم شریف میں روایت حرمت متعہ ان دونوں سے مذکور ہے۔ کتب اسما و الرجال میں یہ مذکور ہے کہ وہ روایت سبرہ جو عبد الملک کے واسطے سے مروی ہو۔ ضعیف ہے۔ اس واسطے کہ ہوا اگر دو واسطے سے مروی ہو۔ تو وہ ضعیف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرمت متعہ کی روایت جو عبد الملک کے واسطے سے ہے اس میں اگرچہ ضعف ہے۔ لیکن اسے موضوع نہیں کہا جاسکتا۔ اب اسی روایت کو جب عبد العزیز کے واسطے سے ذکر کیا گیا۔ جو کہ ضعیف بھی نہیں۔ تو اس روایت کی تائید ہو گئی۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر ایک حدیث ضعیف

کی دوسری غیر ضعیف حدیث تائید و توثیق کر دے۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے  
لہذا روایت عبد الملک بوجہ تائید کے ضعف سے نکل کر قوت میں داخل  
ہو گئی۔

آخر میں ہم جناب سبرہ کے بیٹے ربیع کے متعلق ایک حوالہ پیش کر رہے  
ہیں۔ کیونکہ ربیع کو دو مہجول الشفیتہ کہہ کر جاڑوی نے سبرہ پر تنقید کی تھی۔  
جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ بیٹے پر تنقید سے باپ کو موٹ کر نازی حاکمیت ہے۔ لیکن  
اس وقت جبکہ بیٹا بھی تنقید سے خالی ہو۔ تو پھر اس پر فرضی جرح و تنقید ثابت کر  
کے اس کے باپ کو بدنام کرنا وہ عبد اللہ بن سبأ کی تعلیم کا اثر ہی ہو سکتا ہے؟

## تہذیب التہذیب

رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ وَقَالَ الْأَجَلِيُّ حَجَّارٌ نَحْوِي تَابِعِي ثِقَّةٌ  
وَقَالَ النَّسَائِيُّ ثِقَّةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ.

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۲۴۴)

حرف الراوی

ترجمہ:

ربیع بن سبرہ کے بارے میں الاجلی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ امام نسائی  
نے بھی اسے ثقہ کہا۔ اور ابی حبان نے اس کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے  
جہاں تک حرمت متعہ پر بقول جاڑوی تمین روایات ہیں۔ اور ان کو ناقابل  
اعتماد ٹھہرانے کی نہایت کذابانہ چالاکی کی۔ ہم نے اس کذب بیانی اور دھوکہ دہی  
کو پشت از بام کر دیا ہے۔ روایات مذکورہ ریت کی دیوار نہیں ہیں بلکہ ان پر  
کی گئی۔ جھوٹی تنقید تاریک جوت سے بھی گئی گزری ہے۔ ہم نے اس کو تار تار کر کے

الگ کر دیا۔ اس بنا وئی محب علی کو جواز متعہ کی فکر اس قدر دامن گیر رہے کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث کو بھی درخور اعتناء نہ سمجھا۔ اور بڑی ڈھٹائی سے لکھ دیا۔ کہ ”کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پورے نہیں کرتا“ اسے کلام علی بھی تسلیم کر رہے ہو۔ اور پھر اسے دو تقاضے پورے نہ کرنے والا، کہہ کر کس کو خوش کرنا چاہتے ہو۔ یہی علی المرتضیٰ ہیں۔ جن کا مقام و مرتبہ تھا اسے عقائد کے اعتبار سے انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور جن کی ہر بات قابلِ حجت ہے غلامو! جن کا نام لے کر دکان چمکاتے ہو۔ ان کی توہین سے بھی باز نہیں آتے حدیث علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مستدام فروع اور صحیح ہے۔ اسے ہم تحقیق سے ثابت کر چکے ہیں۔

لہذا ”جواز متعہ جیسے تھا ویسا ہی رہا“ اس سے اپنوں کا دل تو بہلایا جا سکتا ہے۔ لیکن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چاہنے والوں کے نزدیک جواز متعہ کا وجود ختم ہو گیا ہے۔ اور اب بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح بقول علی المرتضیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

**دھوکہ**

اور

**کذب بیانی نمبر**

## جواز متعہ

نوٹ: اب ذرا شرح نووی کے دعوائی اجماع اور امام فخر الدین رازی کے مذکور فرمان کا موازنہ کریں۔ کہ ان میں سے کون درست ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ صرف اہل سنت کے ہاں متعہ منسوخ ہے۔ اور عبد اللہ بن عباس اور عمران بن حصیب جواز متعہ کے قائل ہیں۔ اور علامہ نووی لکھتے ہیں۔ کہ حرمت پر اجماع ہے۔

(جواز متعہ ص ۴۱)

## جواب:

ایشیر جازوسی نے رسالہ ”جواز متعہ“ ص ۳۹ پر ایک عنوان ”متفق علیہ نظریہ“ کے تحت چند حوالہ جات درج کیے ہیں۔ جن میں ابتدائے اسلام میں متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور آخر میں مندرجہ بالا دھوکہ اور کذب بیانی کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ ہم اس سے قبل اس امر کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ آیت استمتاع کہ جسے اہل تشیع جواز مند کی سند کے طور پر لاتے ہیں۔ اس کا صحیح معنی نکاح دائمی ہے

اس کی مزید تحقیق انشاء اللہ ذکر ہوگی۔ اب اس کی طرف آئیے۔ کہ ابتدا و اسبام میں متعہ جائز تھا۔ سو اس بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ دو متعہ، دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز فرمایا۔ اور دونوں دفعہ حرام بھی فرمادیا تھا۔ اس کی قطعی تحریر فتح مکہ کے دن ہوئی تھی۔ اور پھر مقام صحابہ کرام نے اس کی حرمت پر اجماع فرمایا تھا۔ جاڑوی نے بزع خود امام رازی اور امام نووی کے نظریات کو متناقض کہا۔ حالانکہ ان میں درحقیقت کوئی تناقض نہیں ہے۔ امام نووی نے حرمت متعہ پر اجماع کا قول کیا ہے اور امام رازی نے آیت متعہ کی تفسیر کا دعویٰ کیا ہے اس میں قابل غور یہ بات ہے۔ کہ امام رازی نے تفسیر کا قول اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ اس کا ایک پس منظر بیان کیا۔ وہ اس طرح کہ امام موصوف نے حرمت اور جواز متعہ کی، مختلف روایات ذکر فرمانے کے بعد روایت حرمت کو بطور ناسخ اور روایت جواز کو بطور مفسوخ ذکر کیا۔ جواز کے مفسوخ ہونے پر انہوں نے روایت ذکر کی ہے۔ اس لیے تفسیر کا دعویٰ ان کا اپنا نہیں۔ کہ قارئین کرام کو یہ تاثر دیا جائے۔ کہ امام نووی حرمت متعہ پر اجماع کہتے ہیں۔ اگر اجماع تھا۔ تو پھر امام رازی تفسیر کا دعویٰ کیوں کر رہے ہیں۔ اس لیے دونوں اماموں کے اقوال میں تعارض نہیں ہے۔ حرمت کی صورت چونکہ شریع اسلام سے تھی۔ اسی لیے صحابہ کرام نے اپنی مجبوری اور، معذوری کا اظہار کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرمت، حلت میں تبدیل فرمادی۔ پھر اس وقتی حلت کو ختم فرما کر اس کی اصلیت بحال فرمادی۔ یہی امام رازی کا بیان ہے۔ اور اسی کو امام نووی نے آخر میں ذکر فرمایا۔

تناقض کی ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام رازی متعہ کی تفسیر کا قول کرتے ہیں۔ حالانکہ عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصین جواز متعہ کے قائل تھے۔ اگر وہ جواز، مفسوخ ہو چکا تھا۔ تو پھر ان صحابہ نے اس کے خلاف

کیوں عقیدہ بنائے رکھا؟ لہذا معلوم ہوا کہ امام رازی کا قول تفسیح درست نہیں۔  
حقیقت حال یہ ہے کہ امام رازی نے عبد اللہ بن عباس کے متعہ کے بارے  
میں تین اقوال نقل کیے ہیں۔ ۱۔ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ ۲۔ حالت اضطرار میں جائز  
سمجھتے ہیں۔ ۳۔ اس کے جواز کو منسوخ کہتے ہیں۔ اور اس تیسرے قول میں امام رازی  
نے عبد اللہ بن عباس کا جواز متعہ سے رجوع اور توبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اب ان تین  
اقوال میں وہ پہلا قول کہ جس سے انہوں نے رجوع فرمایا۔ اور توبہ کر لی۔ جائز وہی نے  
اُسے توڑ لیا۔ اور ان کی توبہ و رجوع کو گول کر گیا۔ آخر ایسا کرنا ہی اس کے لیے مفید  
تھا۔ کیونکہ دوسرا اور تیسرا قول نقل کرنے سے اس کی قائم کردہ عمارت دھڑام  
سے گر جاتی اور ان دونوں کو ذکر کرنے سے اس کا بھانڈا چر رہے میں پھوٹ جاتا  
ایسے تفسیر کبیر سے یہ اقوال ملاحظہ کریں۔

### تفسیر کبیر

الرَّوَايَةُ الثَّالِثَةُ أَنَّهُ أَقْرَبُ بِأَنَّهَا صَارَتْ مَنْسُوخَةً  
رَوَى عَطَاءُ الْخَرَامَانِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ  
(فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِنْهَا) قَالَ صَارَتْ هَذِهِ الْآيَةُ  
مَنْسُوخَةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ  
النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ) وَرَوَى أَيْضًا  
أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ  
مِنْ قَوْلِي فِي الْمُتْعَةِ :

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۴۹ زیر آیت فما

استمتعتم مطبوعہ مصر جدید)

## ترجمہ:

تیسری روایت (حضرت عبداللہ بن عباس سے) یہ ہے۔ مگر انہوں نے جوازِ متہ کی آیت کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا۔ عطاء الخراسانی نے ابن عباس سے آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے بارے میں روایت کی۔ کہ وہ اسے منسوخ فرماتے تھے۔ اور اسکی ناسخ یا آیت تَبْلَغُ تھے یا اِيْلَهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ الخ۔ اور خراسانی سے ہی یہ روایت بھی ہے۔ کہ ابن عباس نے بوقت انتقال یہ کہا دولہ اللہ! متہ کے متعلق جو میرا قول (جواز کا) تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس اگرچہ جوازِ متہ کے قائل رہے۔ اور اسی قول پر اہل تشیع اور جاڑوسی بغلیں بجاتے ہیں۔ لیکن یہ آخری کیفیت اُن کی کیوں نقل نہیں کرتے۔ یا انہیں نظر کیوں نہیں آتی۔ اللہ کے حضور جاتے وقت آخری دُعا یہ مانگی۔ کہ اے اللہ! جوازِ متہ کے قول سے مجھے معاف کر دے۔ اس کے بعد اُن کی طرف سے جوازِ متہ کا کوئی قول تلاش کر دے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ جاڑوسی سا کم فہم یہ کہہ دے۔ کہ یہ روایت امام رازی نے اپنی طرف سے گھر کر پیش کی۔ اس وہم باطل کو بھی ہم جڑ سے اکھڑ دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر جسے دو تفسیر ابن عباس کہتے ہیں۔ اس میں اُن کی اپنی زبانی اس بارے میں الفاظ پیشِ مذمت ہیں:-

## تفسیر ابن عباس:

وَيَعَالُ اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِكُمْ اَنْ تَبْلَغُوا بِاَمْوَالِكُمْ



فَرُوجَهُنَّ وَهِيَ الْمُتْعَةُ وَقَدْ سُيِّحَتْ الْآنَ  
 (مُحْصِنِينَ) يَقُولُ كُونُوا مَعَهُنَّ مُتَزَوِّجِينَ  
 (غَيْرِ مُسَافِحِينَ) غَيْرَ زَانِينَ يَلَايِنُ كَاجٍ  
 (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ) اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ  
 بَعْدَ النِّكَاحِ (فَاتَّوَهُنَّ) فَاَعْطُوهُنَّ (اَجُورَهُنَّ)  
 مُهُورَهُنَّ كَامِلَةً (فَرِيضَةً) مِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ  
 اَنْ تُعْطُوا الْمَهْرَ تَامًا (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ)  
 وَلَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ (فِي مَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ) فِي مَا  
 تَقْصُصُونَ وَتَزِيدُونَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِي  
 (مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ) الْأُولَى الَّتِي سَمَّيْتُمْ لَهَا  
 (إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا) فِي مَا أَحَدَ لَكُمْ مُتْعَةً  
 (حَكِيمًا) فِي مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمُتْعَةَ وَيُقَالُ  
 عَلِيمًا بِأَضْطِرَارِكُمْ إِلَى الْمُتْعَةِ حَكِيمًا فِي مَا  
 حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمُتْعَةَ

(تفسیر ابن عباس ص ۶۸ زیر آیت)

فما استمتعتم

ترجمہ:

اور کہا گیا ہے کہ ان تبتغوا باموائکم کا معنی یہ ہے کہ تم مال  
 کے عوض ان کی شہرہ مگاہوں کو طلب کرو۔ یہی متعہ ہے۔ اور اب  
 یہ منسوخ ہو چکا ہے محصنین کا معنی یہ ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ باقاعدہ  
 شادی کر کے رہو۔ یوں نہیں کہ نکاح کیے بغیر زنا کرتے رہو۔ پھر تم نے

ان عورتوں میں سے جس سے نکاح کے بعد نفع اٹھایا نہ تو اُن کے حق مہر مکمل ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر اُن کا مہر ادا کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔ اور تم پر اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ آپس میں رضامندی کے ساتھ حق مہر میں کمی یا زیادتی کرو۔ یہ کمی یا زیادتی اس حق مہر پر ہوگی جو بوقت نکاح تم نے بیوی کے لیے مقرر کر لیا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے متد کو ملال کرنا بخوبی جانتا ہے۔ اور حرمتِ متد کی حکمت بھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس مجبوری کو جانتا ہے جس کی وجہ سے تم متد کے خواہش مند ہو گئے۔ اور متد کی پھر حرام کر دینے کی حکمت وہ بہتر جانتا ہے۔

## توضیح:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر سے اُن کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ متد حرام ہو چکا ہے۔ اور اس کی تین وجہیں بیان فرمائیں۔

۱۔ ”ان تتبعوا باموالکم“ سے متد جائز ہونا ثابت ہوا۔ لیکن اس کی تفسیح محصنین، غیر مسافحین نے کر دی۔ اور اجور ہن کا معنی حق مہر فرمایا۔ یا درہے کہ ”اجور ہن“ ہی وہ لفظ تھا۔ جسے جاڑوی نے ”ومتد“ کے جواز پر دلیل بنایا تھا۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے حق مہر کے معنی میں لیا۔ اور چونکہ متد میں حق مہر نہیں ہوتا۔ اس لیے یہاں اجور ہن سے مراد متد کا معاوضہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے علیم و حکیم دو ناموں کی توجیہ یہ ذکر فرمائی کہ علیم اس

کو وہ جواز متعہ کو جانتا تھا۔ اور حکیم اس لیے کہ اس نے حرام کر دیا۔ لیکن اس میں بھی حکمت تھی  
۲۔ علیم اس لیے کہ اس نے حالت اضطراری کو جانتے ہوئے متعہ کی اجازت  
دے دی۔ اور حکیم ہونے کے اعتبار سے اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اسے حرام  
کر دے۔ سو کر دیا۔

لہذا ان دلائل کے ہوتے ہوئے حضرت ابن عباس کے جواز متعہ کے قول  
کا سہارا لینا نری جہالت ہے۔ اور ان کے بقیہ دو اقوال نہ پیش کرنا مکمل خیانت  
ہے جو جاڑوسی اینڈ کمپنی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۱۲

آیت استمتاع سے استنباط

**جواز متعہ** : سلسلہ روایات و احادیث کو دیکھ لینے کے بعد مناسب ہوگا۔ اگر نفس  
آیت میں بھی ایک مرتبہ غور کریں۔ تاکہ حکم الہی کا یہ واضح اور غیر مبہم پہلو بھی  
تشہد تکمیل نہ رہے۔ جن لوگوں نے جواز متعہ سے انکار کیا ہے انہوں نے قرآن حکیم  
کی اس آیت محکمہ کو دو طریقوں سے کالعدم کرنے کی کوشش کی ہے۔  
۱۔ ذاتی استنباط و اجتہاد کے ذریعہ (۲) دعویٰ کہ آیت منسوخ ہے۔

استنباط اجتہاد جصاص اور اس کے دیگر ہم نور کہتے ہیں کہ آیت کو یہ سابقہ اور لاحقہ کے  
اعتبار سے نہج دائمی پر دلالت کرتی ہے۔ اور نکاح متعہ مقصود آیت نہیں اس سلسلہ میں جصاص  
نے احکام القرآن جلد ۷ ص ۸۰ میں تین دلائل پیش کیے ہیں۔

۱۔ فہما استمتعتم کا عطف احل مکرم اور ذاکم پر ہے۔ اور احل مکرم سے محرمات کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کو جائز بتایا گیا ہے کیونکہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں احل مکرم سے مراد باری تعالیٰ نکاح ہی ہے۔ بنا براین استمتاع بھی اسی احل مکرم کی وضاحت ہونا چاہیئے۔ اور نکاح چونکہ نکاح دائمی کو کہتے ہیں۔ لہذا جرت متعہ سے مراد حق مہر ہی ہوگا۔

۲۔ اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور احصان صرف نکاح صحیحہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ متعہ سے وطی کو احصان نہیں کہا جاتا۔ اور نہ ہی متعہ سے مباشرت پر احصان کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا مراد نکاح ہے۔

۳۔ اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور گویا ذاتِ احدیت نے زنا کو سفاح سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور سفاح کا معنی ہوتا ہے پانی کو ضائع کرنا۔ چونکہ متعہ کرنے والا بھی زانی کی طرح اپنے ماؤہ منویہ کو ضائع کرتا ہے۔ اس لیے متعہ کو نکاح نہیں کہا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نکاح دائمی اور اجود سے مراد حق مہر ہوگا۔ اب آئیے اور جصاص کے ان دلائل کو امام فخر الدین رازی کے سامنے پیش کیجئے اور سنئے کہ آپ نے کیا فرمایا ہے۔ یحییٰ تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۵۳ کھولیے اور پڑھیئے۔ دلیل اول لکھ کر امام رازی فرماتے ہیں کہ جصاص مقصود قرآن نہیں سمجھ سکا۔ کیونکہ ذاتِ احدیت نے ابتدائے آیات میں انسان کو ایسے رشتوں سے مطلع کیا ہے۔ جن سے مباشرت حرام ہے۔ ان رشتوں کے ذکر کے بعد خالق نے فرمایا ہے۔ کہ ان کے علاوہ ہر عورت سے مباشرت جائز اور مباح ہے۔

یعنی امام رازی کے اس جملہ کی توضیح کر دوں۔ ذاتِ احدیت نے

اولاً ان عورتوں کا ذکر کیا ہے جن سے انسان شادی نہیں کر سکتا۔ اُزاں بعد مطلقاً  
 اباحت کا حکم دے دیا۔ کہ ان کے علاوہ دوسری ہر عورت سے شادی اور مباشرت  
 جائز ہے۔ اب بھلا آپ ہی بتلائیں بقول امام رازی آیت میں متعہ کا عدم جواز کہاں  
 سے ثابت ہوا بلکہ آیت میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مذکورہ عورتوں سے نکاح علی الاطلاق  
 حرام ہے۔ اور ان کے علاوہ ہر عورت سے نکاح علی الاطلاق جائز ہے۔ اس کے  
 جواب میں امام رازی فرماتے ہیں۔ جصاص نے یہ تو کہہ دیا ہے۔ کہ احصان کا  
 اطلاق صرف نکاح صحیح یعنی نکاح دائم پر ہوتا ہے۔ لیکن اپنے اس دعویٰ کی  
 دلیل نہیں دی۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔

یہیئے ذرا امام رازی کے اس جملہ کی مختصر سی توضیح دیکھ لیجئے۔ امام رازی فرماتا  
 یہ چاہتے ہیں کہ احصان کا معنی ہے عورت اور مرد دونوں اپنے اپنے ناموس کو  
 بدکاری یعنی زنا سے محفوظ رکھیں۔ اس لفظ سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ احصان صرف  
 نکاح دائمی ہی سے مخصوص ہے۔ اور نکاح میعادی میں احصان نہیں بولا جاسکتا؟  
 بلکہ احصان جس طرح نکاح دائمی میں ہے اسی طرح نکاح میعادی میں بھی ہے۔  
 اب امام رازی تیسری دلیل کا جواب دیتے ہیں۔ زنا کو سفاح کہا گیا ہے  
 کیونکہ زنا میں مقصود صرف پانی گرانا ہوتا ہے۔ اور متعہ بھی اسی طرح ہے۔ جصاص  
 کا یہ نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ متعہ اس ذیل میں ہرگز نہیں آتا۔ متعہ میں اذن الہی کے  
 مطابق جائز طریقہ سے پانی گرایا جاتا ہے۔ اور یہ طریقہ بالکل نکاح دائمی کی طرح ہے  
 اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں۔ کہ اگر تم یہ کہو کہ متعہ حرام ہے۔ تو یہی آغاز  
 بحث ہے۔ آخر میں بطور اختتام لکھتے ہیں۔ کہ جصاص کے دلائل انتہائی بڑے  
 ہیں۔

## جواب:

دو استنباط اور اجتہاد کے عنوان کے تحت جاڑوی کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے مراد دو نکاح دائمی، لیکن ایک اجتہادی، کوشش ہے۔ اور دو نکاح دائمی، مراد لینے پر ابوجبر جصاص کے تین دلائل ذکر کر کے امام رازی کے حوالے سے ان تینوں کی تردید بیان کر دی۔ اس سے ثابت یہ ہوا کہ جصاص کے استنباط و اجتہاد کو خود ان کے ایک ہی عالم نے تسلیم نہیں کیا۔ اور ان دلائل کی تردید کر دی۔ لہذا دلائل کی تردید کر دی۔ لہذا دلائل کی تردید سے دو نکاح دائمی کا دعویٰ باطل اور نکاح میعادی ثابت ہو گیا۔

جاڑوی کے اس انداز سے بھی دھوکہ دہی اور کذب بیانی چمک رہی ہے کیونکہ جصاص کے دلائل اور پھر ان پر امام رازی کی تنقید کو جس رنگ میں اس نے پیش کیا۔ وہ ان کی عبارات میں ہے ہی نہیں۔ آئیے ذرا ان دونوں حضرات کی بات کا تعین کریں۔ کہ جصاص نے دلائل کس بات پر دیئے اور امام رازی نے ان کی تردید یا تضعیف کیوں کی؟ علامہ جصاص کا کہنا یہ ہے کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ میں متعہ معروفہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ نکاح دائمی مراد ہے۔ یعنی دو جواز متعہ، قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن حرمت متعہ کا حکم جس طرح احادیث میں ہے اسی طرح اس بارے میں قرآنی آیات بھی ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ دو جواز متعہ، اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ اور اسے جصاص بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ مفسوخ ہو گیا۔ اس کی تفسیح قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ تو اپنے اس دعویٰ پر جواز متعہ معروفہ قرآن کی آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے نہیں انہوں نے تین دلائل پیش کیے۔ جن سے

آیت مذکورہ سے مراد نکاح دائمی لینا ثابت کیا۔ اور متعہ معروفہ مراد لینا ناقابل قبول قرار دیا۔ جب امام جصاص کا نظریہ آپ جان چکے ہیں۔ تو اب امام رازی کی تحریر کی طرف آئیے۔

امام رازی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ دو متعہ، دائمی حرام ہے۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ جب ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت دی گئی۔ تو اس اجازت کا ثبوت اس جواز متعہ کے لیے آیت ”فما استمتعتم“، دلیل بن سکتی ہے۔ لہذا آیت مذکورہ متعہ کے جواز کے لیے ہے۔ لیکن اس کو بعد میں دوسری آیات نے منسوخ کر دیا۔ اس نظریے کی قوت اور جصاص کے نظریہ کی کمزوری ثابت کرنے کے لیے امام رازی نے تین دلائل پر گرفت کی۔ لیکن اس سے جاڑوی ایندھن پکینی کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت مذکورہ بقول جصاص نکاح دائمی کے لیے ہے۔ اور شیعہ اسے متعہ معروفہ کے معنی میں لیتے ہیں۔ اور امام رازی کے نزدیک یہ آیت متعہ معروفہ کے جواز کے لیے ضرور ہے لیکن منسوخ ہو چکی ہے اب اگر انہیں امام رازی پسند ہیں۔ اور ان کے نظریات قبول ہیں۔ تو سبحان اللہ! لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ امام رازی اگرچہ آیت مذکورہ سے مراد متعہ معروفہ ہی لیتے ہیں۔ لیکن دوسری نسخ آیات سے متعہ معروفہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ یہ چکر جاڑوی نے صرف اس لیے چلایا تاکہ یہ بنا سکے کہ جصاص کے تینوں دلائل جب امام رازی نے رو کر دیئے۔ تو متعہ معروفہ کا اب بھی جواز ثابت ہو گیا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس میں اختلاف نہیں۔ ہم ذیل میں ابوجہ جصاص کے تینوں دلائل اور امام رازی کی ان پر تنقید نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔

دلیل اول:

آیت فما استمتعتم سے پہلے احلکم ما وراہ ذالکم ہے۔ یہ دونوں

معطوف اور معطوف علیہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔ یعنی جب اس سے پہلے ایسے رشتے بیان کیے گئے جن سے نکاح، دائمی طور پر حرام تھا تو اب ایسے بیان کیے جا رہے ہیں جن سے دائمی نکاح جائز ہے۔ احل لکم ما وراۃ الکمر سے نکاح دائمی مراد لینا چونکہ سنی شیعہ دونوں کا متفق علیہ ہے۔ اس لیے اس متفقہ نکاح کو ہی مراد لیا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نفع دائمی ہوگا جس کا حصول نکاح دائمی سے ہوتا ہے۔ اس لیے اجماع سے مراد حق مہر ہے۔ اس دلیل پر امام رازی کی گرفت ملاحظہ فرمائیں۔

### تنقید رازی:

احل لکم ما وراۃ الکمر سے جب یہ مراد ہے کہ مذکورہ محرمات عورتوں کے علاوہ دوسری ہر عورت سے وطی حلال ہے۔ تو وطی حلال وقتی ہو یا دائمی دونوں کو شامل ہے۔ فاسی فساد فی هذا الکلام۔ اس کلام میں کوئی فساد ہے؛  
دلیل دوم:

آیت مذکورہ میں دو محضین، جو احسان سے ماخوذ ہے۔ یہ نکاح دائمی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی محض وہ آدمی ہے جس نے دائمی نکاح کر کے اپنی زوجہ سے وطی کی ہو۔ متد کے طور پر وطی کرنے والا محض نہیں کہلاتا۔ اس لیے یہ لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔

### تنقید رازی:

جصاص نے احسان کے مذکورہ معنی لینے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔



## نوٹ:

دلیل بیان نہ کرنے سے کسی دعویٰ کی دلیل ہی نہ ہونا لازم نہیں آتا۔  
 دلیل کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے۔ جب متقابل دعوے تسلیم نہ کرتا ہو۔ اور اگر دعوے فریقین کے مابین مسلم ہو۔ تو پھر دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی  
 ”احصان“ کا معنی جب اہل تشیع بھی وہی کرتے ہیں۔ جو جصاص نے کیا تو اس پر دلیل کی کیا ضرورت تھی۔ سنی شیعہ دونوں کا اتفاق ہے۔ کہ زانی کی سزا دو طرح کی ہے۔ کنوارے کو سو کوڑے اور شادی شدہ کو سنگسار کرنا یا یوں کہہ لیں کہ محضن کی سزا رجم اور غیر محضن کی سو کوڑے ہے۔ جب متد کے طور پر دلی کرنے والا خود اہل تشیع کے نزدیک محضن نہیں۔ تو پھر احصان سے مراد نکاح دائمی کر کے دلی کرنے والا ہوا۔

## مجمع البیان

وَالْإِحْصَانُ هُوَ أَنْ يَكُونَ لَهُ قَرَجٌ يَغْدُو عَلَيْهِ  
 وَيَرْوَحُهُ عَلَى وَجْهِ الدَّوَامِ۔

(مجمع البیان جلد ۷ ص ۱۲۴ مطبوعہ تبریز)

ترجمہ:

احصان کی تعریف یہ ہے۔ کہ کس کے پاس اپنی بیوی ہو۔ اور اس سے صبح و شام جب چاہے دلی کرے۔ لیکن یہ بیوی دائمی بیوی ہو۔

دلیل سوم:

”غیر مسافین“ میں لفظ سفاح بھی استعمال سے مراد نکاح دائمی پر قرینہ

ہے۔ کیونکہ مساجح بمعنی زنا آتا ہے۔ جس طرح زنا میں ماوہ منویہ ضائع کیا جاتا ہے اسی طرح متعہ میں بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

## تنقید رازی:

زنا اور متعہ میں فرق ہے۔ زنا میں ماوہ منویہ ضائع کرنا ہی مقصود ہوتا ہے لیکن متعہ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایسا ہوتا ہے۔ زنا میں اذن نہیں۔

## نوٹ:

”غیر مسافحین“ کا معنی صاحب مجمع البیان میں ”غیر زانیین“ کے ثابوت کر دیا۔ کوسفاح اور زنا دونوں ایک ہی ہیں۔ علاوہ ازیں جب امام لادی بھی متعہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ تو پھر متعہ کے طور پر گرایا گیا۔ پانی اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ گزانا کیسے بن گیا؟

## لمحذکرہ:

امام رازی نے احکام القرآن کے مصنف جناب جصاص پر جو تنقید کی۔ وہ اپنی جگہ درست لیکن اس بات پر دونوں متفق ہیں۔ کہ متعہ کچھ عرصہ جائز رہنے کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا تھا۔ امام رازی نے آخری میں جو دلیل بھی ذرا اس پر بھی نظر پڑ جائے۔

فلو كانت هذه الآية دالة على انها مشروعة

لم يكن ذلك قادحا في عرضنا۔

یہ آیت اگر اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ متعہ جائز تھا۔ تو بھی ہمارے

عقیدہ میں اس سے کوئی اعتراض نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اس کی اباحت فسوخ ہو چکی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳)

امام رازی اور امام جصاص کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد ہر ذی فہم اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ ان دونوں بزرگوں کا ایت استمتاع سے مراد لینے میں اختلاف تو ہو سکتا ہے۔ لیکن جواز متعہ کے بعد اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا جاڑوی اینٹ پر اپنی کو ان دونوں بزرگوں سے مایوسی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ یہ جواز متعہ کا شائق اور وہ حرمت متعہ کے قائل۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی<sup>۱۳</sup>

دعویٰ فسوخیت ایت ۱۴

جواز متعہ

اس بحث میں امام رازی رقمطراز ہیں۔ کہ متعہ کے سلسلہ میں قابل اعتماد بات یہ ہے۔ کہ ہم کھلے دل سے یہ تسلیم کر لیں۔ کہ متعہ ایک وقت مباح تھا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اب فسوخ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے بھی اپنے دعوے کے ثبوت

میں تین دلائل پیش کیے۔

۱۔ آیت متعہ کو ذاتِ احدت نے کُرت طلاق سے منسوخ کر دیا ہے یعنی سورۃ طلاق کی آیت **لَا يَأْتِيهَا الْيَبْسُ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَمَلَقْتُمْهُنَّ** لَعْدَ تَلَقُّنَّ۔

اسے نبی جب عورتوں کو طلاق دو تو طلاق کے بعد دوسرے نکاح کے لیے عدت کا انتظار کرو۔

اس آیت کے مطابق چونکہ میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے۔ اور متعہ میں نہ طلاق ہے نہ عدت۔ لہذا یہ آیت، آیتِ متعہ کی ناسخ ہے۔

لیکن امام رازی کی آنکھوں پر تعصب اور افرادِ نوازی کی دین سرپٹ نہ ہوتی۔ انہوں نے لکھنے کو تو یہ لکھ دیا ہے۔ لیکن اس کا ثبوت کرنا ان کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ متعہ میں بھی عدت ہوتی ہے۔ یہ علیندہ بات ہے کہ متعہ کی عدت، عدت طلاق کا نصف ہوتی ہے۔ بہر صورت عدت ہوتی ہے۔ میاں اور بیوی میں جدائی کا ذریعہ صرف طلاق تو نہیں۔ اگر امام رازی فقہ میں جھانکیں۔ تو اسبابِ فسخ کی موجودگی میں جدائی بلا طلاق بھی ہوتی ہے۔ اور میاں بیوی دونوں فسخِ نکاح کے اختیارات رکھتے ہیں۔ لہذا میاں بیوی کی جدائی طلاق میں منحصر نہیں۔ اس کے علاوہ آیت میں حکم طلاق ہے۔ یعنی ایسی عورتوں میں جب میاں بیوی کی جدائی طلاق میں ذریعہ ہو جیسا کہ دائمی نکاح میں ہوتا ہے۔ اس کا مقصد جنس کے ہر مقام پر میاں بیوی کی جدائی صرف طلاق پر موقوف ہے۔

۲۔ امام رازی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت متعہ کی ناسخ آیت میراث ہے۔ چونکہ نکاح متعہ میں میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لیے

متعہ کی اجازت منسوخ ہو گئی ہے۔..... دلیل آپ نے دیکھ لی۔ چونکہ جصاص اور دیگر علمائے سواد اعظم کی طرح امام رازی بھی اباحت متعہ کو حرمت میں بدلنا چاہتے ہیں اس لیے قدم جمیں یا نہ جمیں بات سے نہیں ہٹنا۔ پہلے آیت طلاق کو آیت متعہ کا ناسخ بتانا لیکن جب دل کو سکون نہ ہوا۔ تو آیت طلاق سے ہٹ کر میراث پر آ گئے حالانکہ امام ہونے کے باوجود تعصب نے اتنا تک نہ سوچنے دیا۔ کہ نسخ اور تخصیص میں فرق ہوتا ہے۔ ناسخ حکم اول کو کالعدم قرار دیتا ہے۔ جبکہ تخصیص سے حکم اول کی عمومیت ختم ہو کہ حلقہ محدود ہو جاتا ہے۔ آیت میراث نے میاں بیوی کے توارث کو مخصوص کیا ہے۔ ذکر آیت متعہ کو منسوخ کیا ہے۔ اگر اسے ناسخ بنایا جائے۔ تو پھر اپنے شوہر کی قاتلہ بیوی یا اپنی بیوی کا قاتل بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ کیا یہ بھی نکاح دائمی کی ناسخ ہوگی۔ نکاح متعہ میں عدم توارث، توارث عمومی کا مخصوص ہے۔ حکم متعہ کا ناسخ نہیں۔ علاوہ ازیں امام رازی نے چونکہ احکام شرعیہ متعہ میں غور نہیں کیا اس لیے ان سے یہ امر پوشیدہ رہا۔ ورنہ احکام متعہ میں اگر ان کی نگاہ میں ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ میعاد نکاح میں بھی اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے توارث کی شرط قرار دے دیں اور مدت متعہ میں کسی کا انتقال ہو جائے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

۳۔ امام رازی کی تیسری دلیل یہ ہے۔ کہ آیت متعہ حدیث نبوی سے منسوخ ہے۔۔۔ سابقہ سرور کو کمین کی طرف منسوب کر وہ حرمت متعہ کی احادیث آپ دیکھ چکے ہیں۔ اور ہم بتا چکے ہیں۔ کہ یہ ریت کی دیواریں متعہ کے جواز میں دراڑ ڈالنے سے قاصر ہیں۔ احادیث کو ترغیض سے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اولاد سرور کو کمین سے حرمت متعہ کی احادیث ثابت بھی نہیں نبی اکرم پر افتراء اور بہتان ہے۔ اور ثانیاً اگر ثابت ہو بھی جائیں تو علم اصول میں باتفاق امت یہ ثابت ہے۔ کہ

حدیث نص قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی خواہ اقسام حدیث میں سے کسی قسم کی حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حدیث کا مقام ظن کا ہوتا ہے۔ اور قرآن کی حیثیت یقین کی ہے اور کبھی بھی یقین کو ظن سے فروغ نہیں کیا جاسکتا۔

## جواب :

میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے اور تمتہ میں نہ طلاق نہ عدت ہوتی۔ آیت طلاق، آیت تمتہ کی ناسخ ہوئی۔ امام رازیؒ کی پہلی دلیل جاڑوی نے مذکورہ الفاظ سے ذکر کیا۔ لیکن امام صاحب کی تحریر سمجھنے کے لیے علم درکار ہے۔ جو اتفاق سے جاڑوی کے پاس نہیں۔

امام صاحب کا کہنا ہے۔ کہ نکاح کے احکام سے ایک حکم ”طلاق“ بھی ہے اور یہ حکم ”ومتہ“ میں موجود نہیں ہے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم نازل فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ طلاق سے قبل مرد اور عورت کے درمیان ایسا تعلق ہونا چاہیے۔ جو طلاق سے ختم ہو سکتا ہو۔ اور تعلق ”ومتہ“ میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تمتہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں کی جدائی کے لیے طلاق کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور آیت طلاق کے بعد عدت کا بھی ذکر ہے۔ یعنی طلاق کے بعد جب تک عورت عدت ختم نہ کر لے۔ اسے دوبارہ کسی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ اور تمتہ کے بعد عورت اسی وقت دوسرے سے تمتہ کر سکتی ہے۔ اسے عدت کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کی تائید کتب شیعہ سے ملاحظہ کیجئے۔

## فروع کافی :

تَقُولُ يَا أُمَّةَ اللَّهِ آمَنُوا بِكِ كَذًا وَكَذًا يَوْمًا كَذًا

وَكَذَٰلِكَ أَدْرَاهُمْ إِفْذًا مَّضَتْ تِلْكَ الْآيَاتُ كَانَ هَلَاكُهُمْ فِي  
شَرِّ طَلَا وَلَا عِدَّةَ لَهَا عَلَيْكَ۔

دفعہ کا فی جلد پنجم ص ۲۵۶ مطبوعہ

نہران جدید

ترجمہ :

امام جعفر نے فرمایا۔ کہ جب تو متعہ کرنا چاہیے۔ تو عورت سے یوں کہہ  
اے اللہ کی بندی! میں تجھے اتنے دنوں کے لیے اتنے درہموں کے  
بدلے زوجیت میں لانا چاہتا ہوں۔ پھر جب مقررہ دن گزر جائیں  
تو اس کی طلاق دنوں اور روپوں کی شرط میں ہوگی۔ (یعنی مقررہ دن  
گزرنے اور معاوضہ دینے پر وہ نکاح طلاق ہیے بغیر خود بخود ختم ہو جائے  
گا۔) اور اس عورت کی تجھ پر کوئی عدت نہیں۔

### الاستبصار:

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام فی  
المتعۃ قال لیست من الابع لانہ لا یتطلق ولا تراث  
ولا تورث و انتہای مستأجرة

والاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷ باب

اندر یجد والجمع بین اکثر

من الاربع فی المتعۃ

ترجمہ :

امام جعفر سے محمد بن مسلم راوی میں کہ امام نے متعہ کے بارے میں فرمایا

جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جن کو بیک وقت نکاح میں رکھنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ متعہ کی گئی عورت کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بلکہ وہ مقررہ میعاد گزرنے پر خود بخود کا دوسرے کے لیے فارغ ہو جاتی ہے) اور وہ نہ کسی متعہ کرنے والے کی وارث ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔ وہ تو ایک کرایہ پر لی گئی عورت ہوتی ہے۔

### الاستبصار

عن عبید بن زرارۃ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکر لہ المتعۃ اھی من الاربعۃ قال تزوج منہن الفا فانہن محتاجات۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷)

ترجمہ:

زرارہ امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام مومن کے ہاں متعہ کا ذکر ہوا۔ اور پوچھا گیا۔ کیا وہ عورت جس سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ چار میں سے ہوتی ہے؟ فرمایا۔ تو بطور متعہ ایک ہزار عورت سے شادی کر لے۔ (اس میں کوئی گناہ نہیں) کیونکہ وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

لمحہ منکر یہ:

جو کچھ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح اور متعہ کے درمیان فرق بیان فرمایا



تھا۔ وہی بعینہ امام جعفر صادق بھی بیان فرما رہے ہیں۔ اب جاڑوی کو وہی زبان اپنے امام کے بارے میں بھی استعمال کرنی چاہیئے۔ جو اس نے اس فرق پر امام رازی کے بارے میں استعمال کیا ہے۔ ائمہ اہل بیت نے صراحت فرمادی۔ کہ متعہ والی عورت کے لیے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی لیے اس کے لیے عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ مقررہ وقت جس پر اس نے ہاں کی تھی۔ گزرنے پر وہ فارغ ہے۔ اور اب کسی نئے سے معاہدہ کرنے میں کوئی روکاوٹ نہیں۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا۔ کہ عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کرو۔ اور ان کی عدت گزرنے پر دوسری جگہ ان کی شادی ہونی چاہیئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اب وہ نکاح کو جس کے بعد فراغت کے لیے طلاق کی ضرورت نہ تھی۔ اور کسی دوسرے سے معاہدہ کرنے کے لیے عدت گزارنا بھی ضروری نہ تھا۔ وہ منسوخ ہو گیا۔ اسی نکاح کو معیادی نکاح یا متعہ کہتے ہیں۔ یہ فقہ امام رازی کی تحریر کا مفہوم۔ جسے جاڑوی نے متفق عورت کی طرح گھسیٹ کر اپنا مطلب پر اکر کرنے کی کوشش کی۔ اب امام رازی کی دوسری دلیل کی طرف آئیے۔

۲۔ آیت میراث، آیت متعہ کی ناسخ ہے۔ کیونکہ متعہ والی عورت منقذہ کرنے والے مرد کی وارث نہیں ہوتی۔ اس پر جاڑوی نے تفتید کرتے ہوئے لکھا۔ کہ بیوی اپنے خاوند کی میراث نہیں پاتی۔ اگر محدودی وارث نسخ کی وجہ سے۔ تو پھر اس سے نکاح دائمی بھی منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ دائمی نکاح کے ہوتے ہوئے اگر عورت خاوند کو یا بالعکس قتل کر دیتے ہیں۔ تو ان میں توارث نہیں چلتا۔

یہاں بھی جاڑوی نے خود مغالطہ میں پھنسانے کی کوشش کی۔ بات دلائل سے کہیں۔ کہ چند اشیاء ایسی ہیں۔ جو مانع وراثت ہیں۔ اور وہ شیعہ سنی دونوں کے مابین متفق علیہ ہیں۔ مثلاً رقیق (غلامی) قتل اور اختلاف دین۔ گویا زوجین

کے درمیان توارث دواصر لازم ہے۔ مگر ان موانع اور عوارض میں سے اگر کوئی موجود ہو۔ تو زوجین کے مابین توارث نہیں رہے گا۔ لیکن نکاح متعہ ایسا معاہدہ ہے۔ کہ متعہ کرنے والا اور کرانے والی دونوں ان عوارض کے بغیر بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ یعنی نکاح متعہ میں ایک دوسرے کا وارث ہو نہایا وارث بننا دواصر لازم نہیں ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان وراثت جاری کی۔ تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ یعنی یہ کہ خاوند مر جائے تو اس کی بیوی کو اس کے مال متروکہ میں سے وراثت ملے گی۔ اور اگر بیوی مر جائے تو اس کے ترکہ سے خاوند کو وراثت ملے گی۔

تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ ایسے رشتہ دار کو اللہ تعالیٰ نے مسموح کر دیا۔ نکاح متعہ میں توارث دواصر لازم نہیں۔ یہ اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ ان کی ہی بات ہے

## تہذیب الاحکام:

وَلَيْسَ يُخْتَارُ إِلَى أَنْ يُشْتَرَطَ أَكْثَرُ لَأَثَرُ لِأَنَّ مِنْ  
مَشْرُوطِ الْمُتَعَةِ إِلَّا زَمَةً أَنْ لَا يَكُونَا بَيْنَهُمَا  
قَوَارِثُ۔

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۴)

ترجمہ:

اور نکاح متعہ کے وقت اس بات کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ متعہ کرنے والا عورت سے یہ شرط ٹھہرائے۔ کہ تو میری وارث نہیں ہو گی۔ کیونکہ متعہ کے لیے جو شرائط لازم ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے

کہ متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان تواریث نہیں ہوگا۔

## الاستبصار:

لَا مِيرَاثَ بَيْنَهُمَا سَوْأًا أَوْ شَرًّا كَلَفْنِي الْمِيرَاثَ أَوْ كَلَفْتُ  
يُشْتَرَطُ لِأَنَّ مِنَ الْأَحْكَامِ اللَّازِمَةِ فِي الْمَتْعَةِ كَلْفُ  
السَّوَارِثِ وَكَمَا يُحْتَاجُ تَبَوُّعُ الْمُوَارَثَةِ إِلَى شَرْطِ  
(الاستبصار جلد سوم ص ۱۵۰)

ترجمہ:

متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان وراثت کا حکم ہرگز نہ ہوگا۔ چاہے وہ میراث کی نفی بطور شرط رکھیں یا اس کی شرط نہ رکھیں۔ کیونکہ متعہ کے احکام لازمہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس میں تواریث نہیں ہوتا۔ اور یہ یقیناً ثبوت تواریث، شرط کا محتاج ہے۔

مذکورہ دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ متعہ میں ”تواریث“ ہرگز نہیں ہوتا۔ اور یہ ہی نکاح متعہ میں اصل ہے۔ یعنی اگر کسی نے نکاح متعہ کہا۔ اور بوقت نکاح باہم تواریث نہ ہونے کی کوئی بات نہ کی۔ تو یہ بات از خود موجود ہوگی۔ اور ان میں سے ایک دوسرے کا کوئی بھی وارث نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہ شرط باندھ لیں۔ کہ ہم نکاح متعہ اس شرط پر کرتے ہیں۔ کہ ہم دونوں میں سے مدت مقررہ میں جو مر گیا اس کا زندہ رہنے والا وارث ہوگا۔ تو اس صورت میں وراثت چل سکتی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف نکاح دائمی میں میاں بیوی تواریث کی شرط لگائیں یا نہ لگائیں۔ وہ

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ لہذا آیت میراث نے ایسے نکاح کو کہ جس میں عدم توارث بطور شرع لازم ہو۔ اس کو منسوخ کر دیا۔ یعنی نکاح منقہ کو منسوخ کر دیا۔ اب وہی نکاح جائز رہ گیا۔ جس میں باہم وراثت ہو۔ اور وہ نکاح دائمی ہی ہے۔

جہاں تک توارث زوجین کا ”امر لازم“ ہونے کا معاملہ ہے۔ وہ ہم نے بیان کر دیا۔ اب اس ”امر لازم“ کے موانع اور عوارض کہ جن میں سے کسی ایک کی موجودگی میں توارث ختم ہو جاتا ہے۔ ان میں رُق، کفر اور قتل بھی ہیں۔ جن کو اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### المبسوط:

يَمْنَعُ مِنَ الْوَرَاثَةِ ثَلَاثُ أَشْيَاءَ الْكُفْرُ وَالرَّقُّ  
وَالْقَتْلُ۔

(المبسوط جلد چہارم ص ۷۹)

ترجمہ:

وراثت سے تین باتیں محروم کر دیتی ہیں۔ کفر، رُق اور قتل۔

نوٹ:-

جاڑوی نے جس قتل کو باعث تنقید بنایا ہے۔ اور امام رازی کی دلیل کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا ایک عمدہ جواب علامہ جصاص نے یہ دیا ہے۔

## احکام القرآن

فَإِنْ قِيدَ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ نَفْيِ النَّسَبِ وَالْعِدَّةِ  
وَالْمِيرَاثِ لَيْسَ اِسْتِثْنَاءُ هَذِهِ الْأَحْكَامِ بِمَانِعٍ  
مِنْ أَنْ تَكُونَ نِكَاحًا لِأَنَّ الصَّغِيرَ لَا يُلْحَقُ  
بِهِ قِسْبًا وَيَكُونُ نِكَاحُهُ صَحِيحًا وَالْعَبْدُ  
لَا يَرِثُ وَالْمُسْلِمُ لَا يَرِثُ الْكَافِرَ وَلَمْ يُخْرِجْهُ  
اِسْتِثْنَاءُ هَذِهِ الْأَحْكَامِ مِنْ أَنْ يَكُونَ نِكَاحًا  
قِيدَ لَهُ إِنَّ نِكَاحَ الصَّغِيرِ قَدْ تَعَلَّقَ بِهِ  
ثُبُوتُ النَّسَبِ إِذَا صَارَ مِمَّنْ يَسْتَفْرِشُ  
وَيَتَعَامَقُ وَأَنْتَ لَا تُلْحِقُ نَسَبَ وَلَدِمَا  
مَعَ الْوَلِيِّ الَّذِي يَجُوزُ أَنْ يُلْحَقَ بِهِ النَّسَبُ  
فِي النِّكَاحِ وَالْعَبْدُ وَالْكَافِرُ اِسْمَا لَمْ يَرِثَا  
لِلرَّقِّ وَالْكُفْرِ وَمَا يَمْنَعَانِ التَّوَارِثَ  
بَيْنَهُمَا وَذَلِكَ غَيْرُ مَوْجُودٍ فِي الْمُتَعَمَّةِ  
لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ قِسْمُهُمَا مِنْ أَهْلِ الْمِيرَاثِ مِنْ  
مَسَاجِيهِمْ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا مَا يَقْطَعُ  
الْمِيرَاثَ لَمْ يَرِثْ مَعَ وَجُودِ الْمُتَعَمَّةِ  
عَلِمْنَا أَنَّ الْمُتَعَمَّةَ لَيْسَتْ بِنِكَاحٍ لِأَنَّهَا لَوْ كَانَتْ  
نِكَاحًا لَا وَجِبَتْ الْمِيرَاثُ مَعَ وَجُودِ سَبَبِهِ

مِنْ غَيْرِ مَاعٍ تَهُ مِنْ قَبْلِهِمَا -

(احکام القرآن جلد دوم ص ۵۰ مطبوعہ  
ہیمل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:

اگر اعتراض کیا جائے کہ جو تم نے نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ذکر کی ہے۔ ان احکام کا انتظار اپنی جگہ لیکن ان کے انتفاء سے یہ لازم نہیں آتا کہ نکاح ہی مفتی ہو جائے۔ یعنی نکاح موجود ہوتے ہوئے بھی نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ہو سکتی ہے۔ لہذا متعہ میں اگرچہ نسب نہیں، عدت کی ضرورت نہیں اور وراثت نہیں چلتی۔ لیکن اس کے باوجود نکاح متعہ ”نکاح“ رہتا ہے (دیکھئے کہ نابالغ بچہ جب اس کی شادی ہو جائے۔ تو اس کی بیوی کے ہاں بچہ بچی پیدا ہونے پر اس نابالغ خاوند سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا نکاح بہر حال صحیح ہے۔ اور غلام وارث نہیں ہوتا۔ لیکن وہ بھی اگر مولیٰ کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کر لے۔ تو نکاح درست ہے) اور اسی طرح مسلمان بھی اپنے کافر عزیز کا وارث نہیں ہوتا۔ لیکن مسلمان کا نکاح درست اور صحیح ہے) تو نسب، میراث اور عدت کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اصل نکاح ہی ختم ہو جائے۔

اس اعتراض کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ چھوٹے نابالغ خاوند کے نکاح سے اس کی بیوی کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا اس سے نسب ثابت ہوتا ہے اور یہ اس وقت کہ وہ چھوٹا خاوند ایسا ہو کہ وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہو لیکن اسے مترخص تو نکاح متعہ میں باوجود اس کے کہ متعہ کر کے کرائے والے دونوں

اس قابل ہیں۔ اگر وہ نکاح صحیح کے بعد وطی کرتے تو ان کا نسب ثابت ہوتا۔ لیکن متعہ میں وطی کرنے پر تو نسب کا بالکل انکار کرتا ہے۔ لہذا اصغر پر اسے قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اگر وہ وطی کے قابل ہو تو پھر نسب کی نفی نہیں ہوگی اور غلام و کافر اس لیے وارث نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں سے ایک میں رقیّت اور دوسرے میں کفر ہے۔ اور یہ دونوں اوصاف وراثت کے مانع ہیں۔ لیکن متعہ میں یہ دونوں موجود نہ ہونے کے باوجود پھر ان دونوں میں توارث کیوں نہیں؟ حالانکہ متعہ کرنے کرانے والے دونوں ایک دوسرے کے وارث بننے کے اہل ہیں۔ لہذا جب ان دونوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں جو وراثت کو رد کے۔ لیکن اس کے باوجود وہ وارث نہ بنیں۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے مابین اس کی وجہ سے توارث واجب ہو جاتا۔ جبکہ متعہ کرنے کرانے والے دونوں افراد میں سبب وراثت موجود ہیں۔ اور کوئی مانع بھی ان کی طرف سے موجود نہیں ہے۔

۳۔ آیت متعہ کی ناسخ حدیث ہے۔ اور کوئی حدیث شیعہ سنی دونوں کے نزدیک قرآن کی ناسخ نہیں بن سکتی۔

آیت متعہ کی تفسیر اگرچہ خود آیات سے ہے۔ جس کی تفصیل گوشہ اوراق میں ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہاں جاڑوی کے فریب اور محرم کو ہم واضح کرتے ہیں۔ کہ اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ کوئی حدیث بالاتفاق قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ یہ دعویٰ نہ صرف دھوکہ اور فریب دینے کے لیے ہے بلکہ اس سے جاڑوی کے اصول فقہ سے لاعلمیت بھی ٹپک رہی ہے۔ کم از کم اپنے مذہب کی اصول فقہ کی کتب کو دیکھ لیا ہوتا۔ ایسے دونوں مکتبہ ٹھکر کی کتب سے حوالہ جات دیکھیں۔ کہ حدیث "ناسخ قرآن ہو سکتی ہے یا نہیں۔"

## حسامی:

إِنَّمَا يَجُوزُ النَّسْخُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَجُوزُ  
نَسْخُ أَحَدِهِمَا بِالْآخَرِ

(حسامی ص ۸۹ بحث سنت)

ترجمہ:

”نسخ“ قرآن کریم اور سنت نبوی سے جائز ہے۔ اور ان دونوں میں  
سے ہر ایک کا دوسرے سے نسخ بھی جائز ہے۔

## معالم الاصول:

نَسْخُ الْكِتَابِ بِالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَهِيَ يَهْ وَلَا  
تَعْرِفُ فِيهِ مِنَ الْأَصْحَابِ مُخَالَفًا

(معالم الاصول ص ۳۹۳)

ترجمہ:

کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ اور سنت متواترہ کا نسخ کتاب اللہ  
سے ہو سکتا ہے۔ ہم اس بارے میں اپنے اصحاب میں سے کسی کی  
مخالفت نہیں جانتے۔

## شرح:

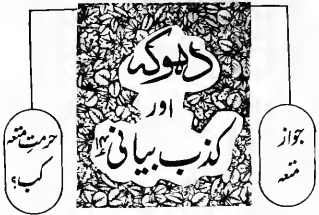
نیز جائز است نسخ سنت متواترہ ابطل خود نسخ حکم کربستفاد شود از  
از خبر واحد بطل خود نسخ کتاب بسبب سنت متواترہ و نسخ سنت متواترہ۔



بسبب کتاب۔ یعنی سنت متواترہ کا نسخ اور خبر واحد کا حکم خبر واحد کے حکم سے  
مسخ ہو سکتا ہے۔ اور کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ سے اور سنت متواترہ کا  
نسخ کتاب اللہ سے ہو سکتا ہے۔

ان تصریحات سے بالاتفاق یہ ثابت ہوا کہ قرآن کریم کے کسی حکم کو سنت  
متواترہ سے مسخ کیا جاسکتا ہے۔ اس تصریح کے باوجود جاڑوی نے دعویٰ کر  
ڈالا کہ قرآن کریم کے کسی حکم کی تنسیخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے بھی نہیں ہو  
سکتی۔ جہالت کا یہ عالم ہے کہ اپنے مسلک کی کتب اصول کی بھی چھان بین نہ کی۔ یا  
عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے امام جعفر صادق کے قول پر عمل کیا۔ بقول اہل تشیع  
امام نے فرمایا۔ کہ جس نے ہماری کوئی بات ظاہر کی۔ اُس نے ہمیں عمداً قتل کر دیا۔  
حالانکہ یہی امام ایک جگہ یہ بھی فرما چکے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے  
کہ جس نے جان بوجہ کر ایک جھوٹ بولا۔ اس کے نامہ اعمال میں ستر زنا کا گناہ لکھا  
جاسکتا ہے۔ جس میں کم درجہ وہ زنا ہے جو اپنی والدہ سے کیا جائے۔

(نحوالمنتهی الامل جلد اول ص ۵۴۵)



محترم قارئین آپ نے یہ تو دیکھ لیا ہے کہ جواز متعہ کے خلاف نہ تو قرآن کریم سے کوئی آیت مل سکی ہے۔ اور نہ ہی حدیث نبویہ میں سے کوئی حدیث دستیاب ہوئی ہے۔ اب آئیے اور کتب امارت سے جواز متعہ کے خلاف حکم اول کی تلاش کریں۔ کہ متعہ کو کب ناجائز کیا گیا؟ کیوں ناجائز کیا گیا۔ اور کس نے حلالی محمد کو حرام کرنے کی جسارت کی؟ یہ سب سنیں یہ سبھی ہے جلد ۱ (صفحہ ۲۰۶)

سنن بیہقی

قَالَ أَبُو نَضْرَةَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ  
إِنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ  
يَأْمُرُ بِهِ قَالَ عَلَى يَدَيَّ جَرَى الْحَدِيثُ تَمْتَعْنَا  
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ إِبْنِي  
بَكْرٍ دَخِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ خَطَبَ النَّاسَ

فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
هَذَا الرَّسُولُ وَإِنَّ الْقُرْآنَ هَذَا الْقُرْآنُ وَإِنَّمَا كَاتِبَا  
مُتَّعَتَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا أَنْهَى عَنْهُمَا  
وَأُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا أَحَدُهُمَا مُتْعَةُ النِّسَاءِ وَلَا  
أَقْدُرُ عَلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ إِلَى أَجَلٍ إِلَّا  
عَيَّبْتُهُ بِالْحِجَارَةِ وَالْأُخْرَى مُنْعَةُ الْحَيْجِ.

## ترجمہ:

ابو اسفہ کہتا ہے کہ میں نے جابر سے عرض کیا کہ ابن زبیر متعہ سے  
منع کرتا ہے۔ اور ابن عباس متعہ کا حکم دیتا ہے۔ جابر نے کہا میری  
ہی زبان سے حدیث نکلی ہوئی ہے۔ ہم نے سرور کونین اور ابو بکر  
کے زمانہ میں متعہ کیا۔ جب عمر حکمران بنا تو اس نے خطبہ دیا اور کہا کہ  
رسول اللہ بہر طور رسول اللہ تھے ماورق قرآن بھی بہر طور قرآن ہے۔ البتہ  
زمانہ رسول اللہ میں دو متعے تھے۔ اور میں ان سے روکتا ہوں۔ اور ان  
پر سزا دوں گا۔ ایک متعہ النساء ہے۔ میں نے جس شخص کو بھی میاں دی  
نکاح کرتے ہوئے دیکھا اُسے پتھروں میں دبا دوں گا۔ اور دوسرا  
متعہ الحج ہے۔

## ۲ احکام القرآن:

باسنادہ الی ابی نضرۃ۔

يَقُولُ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِالْمُتْعَةِ وَكَانَ ابْنُ

الرَّبِّ يَنْصُرُنِيهَا قَالَ فَذَكَّرْتُ ذَلِكَ لِيَجَابِرَ  
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ عَلَى يَدَيَّ دَارَ الْحُدُودِ تَمَّتْنَا  
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقْنَا قَامَ  
عُمَرُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ يُحِلُّ لِرَسُولِهِ مَا شَاءَ  
بِمَا شَاءَ فَأَتَوْا الْحَتَجَ وَالْعُمَرَةَ كَمَا أَمَرَ اللَّهُ  
وَأَنْتَهُمَا عَنْ تِكَاكِجِ هَذِهِ النِّسَاءِ لَا أُوتِي بِرَجُلٍ  
نَكَحَ امْرَأَةً إِلَّا جَبَلٌ إِلَّا رَجَمْتُهُ .

(احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹)

ترجمہ:

اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ ابونضر نے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس متہ  
لاحکم دیتے تھے۔ اور ابن زبیر متہ سے منع کرتے تھے۔ ابونضر کہتا ہے  
کہ میں نے جابر سے اس کا تذکرہ کیا تو جابر نے کہا کہ میرے ہی ہاتھوں  
پر حدیث آگے بڑھی ہے۔ ہم نے سرور کونین کے زمانہ میں متہ کیا جب  
عمر حکمران بنا تو اس نے کہا کہ اشد اپنے رسول کے لیے جو چاہتا تھا اعلان  
کر دیتا تھا۔ اب حج اور عمرہ تو حکم خدا کے مطابق پورا کرو۔ لیکن عورتوں کے  
میںادی نکاح سے باز آ جاؤ۔ مجھے اگر کسی ایسے مرد کی اطلاع ملی جس نے میںادی  
نکاح کیا۔ تو میں اسے سنگسار کر دوں گا۔

۳۔ براۓ المجدد

نَقَلَ ابْنُ رُشْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ  
وَعَمْرِو بْنِ وَثَّابٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ

جَابِرَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّ بَكْرٍ  
وَقَضَيْنَا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ثُمَّ نَهَى عَنْهَا  
عُمَرُ النَّاسَ -

(برایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۸)

ترجمہ:

ابن رشد ابن جریر رحمہما اللہ دینار سے اور عمرو بن دینار عطارد سے نقل کرتا  
ہے کہ میں نے جابر سے سنا کہ ہم نے زمانہ سرور کو نین زمانہ ابوجہر  
اور خلافت عمر کے نصف دور تک متعہ کیا۔ پھر عمر نے لوگوں کو متعہ سے  
منع کر دیا۔

۴۴ سلم:

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ  
قَالَ قَالَ لِحَايِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ كُنَّا نَسْتَمِعُ بِالنَّبِضَةِ  
مِنَ التَّمَرِ وَالذَّقِيقِ إِلَى آيَاتِهِمْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّ بَكْرٍ حَتَّى نَهَى عَنْهُ عُمَرُ  
فِي شَأْنِ عُمَرَ وَابْنِ حُرَيْثٍ -

مسلم جلد چہارم ص ۱۸ تا ۱۹ مطبوعہ مکتبہ  
شعیب برنس روڈ کراچی (۱)

ترجمہ:

ابوزہیر سے مروی ہے کہ جابر نے کہا کہ زمانہ ابوجہر اور سرور کو نین میں

کچھ اور آنا کی ایک مٹھی کے عوض متہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ عمر و ابن مدیش کے واقعہ کے بعد عمر نے متہ سے روک دیا۔

### ۵۔ مسند احمد ضعیف

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخُصَّيْنِ قَالَ تَزَلَّتْ  
آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِعَمَلِنَا  
بِهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فَتَزَلَّتْ آيَةُ تَنْبِيْهِهَا وَلَمْ  
يَنْتَ عَنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ .  
(مسند احمد ضعیف جلد چہارم ص ۲۳۶)

ترجمہ :

عمران بن حصین سے منقول ہے کہ جب کتاب خدا میں آیت متہ نازل ہوئی۔ تو ہم نے سرور کونین کے ساتھ متہ کیا۔ اور پھر کوئی ایسی آیت نازل نہ ہوئی جو متہ کو منسوخ کر دیتی اور نہ ہی سرور کونین نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک منع فرمایا۔

### ۶۔ تفسیر کبیر

فِي حَدِيثِ صَحِيحِ الْإِسْنَادِ أَخْرَجَهُ  
الْقَطَرِيُّ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ نَهَى الْمُتْعَةَ مَا زِلْنَا إِلَّا شَقِيَّةً .

(تفسیر ابن کثیر جلد پنجم ص ۱۵)

ترجمہ:

ایک ایسی حدیث میں جس کا سند صحیح ہے۔ طبری نے حکم سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر عمر متد سے منع نہ کرتا تو کوئی بد نصیب ہی زنا کرتا۔

## ۷۔ درمشور

عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَأَبْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ  
عَطَاءٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَرَحَّمُ اللَّهُ عُمَرَ مَا كَانَتْ  
الْمُنْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ وَرَحِمَهُمَا أُمَةُ مُحَمَّدٍ  
لَوْ لَا نَهْيُهُ مَا اخْتَبَجَ إِلَى الزَّيْنَةِ إِلَّا مَشَقِي.

(درمشور جلد دوم ص ۱۴۱)

ترجمہ:

عبدالرزاق اور ابن منذر عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن عباس نے کہا اللہ پر رحم کرے۔ متد امت محمد کے لیے ایک نعمت تھا۔ اگر عمر کی روکاوٹ نہ ہوتی۔ تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

## ۸۔ عمدۃ القاری

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ  
وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا تَمَتَّعْنَا إِلَى نِصْفِ مَنْ  
خَلَقَهُ عُمَرَ حَتَّى نَهَى عُمَرُ النَّاسَ.

(عمدۃ القاری یعنی جلد ۱۰ ص ۳۱۰)

ترجمہ:

ابوسعید خدری اور جابر کہتے ہیں کہ ہم نے عمر کے نصف زمانہ حکومت تک  
متہ کیا۔ حتیٰ کہ عمر نے لوگوں کو متہ سے روک دیا۔

۹۔ تفسیر کبیر

صَحَّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخُصَّيْنِ قَالَ  
إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ فِي الْمُتْعَةِ آيَةً وَمَنْسَخَهَا بِآيَةٍ  
أُخْرَى وَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَمَا نَهَاَنَا عَنْهَا شَرَّ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ .

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳)

ترجمہ:

عمر بن حصین کی روایت صحیحہ میں ہے۔ کہ ذاتِ احدیت نے متہ کے بارے  
میں آیت نازل کی۔ اور پھر اُسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا۔ اور  
ہمیں سرورِ کونین نے اجازت دی۔ اور منع نہ فرمایا۔ پھر ایک فرد نے اپنی  
مرضی کا حکم دے دیا۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳ قسط ۱ فی مے ارشاد و الساری جلد ۴  
ص ۱۶۹ اور ابن حجر نے فتح الباری ص ۳۲۹ میں بھی یہی لکھا ہے۔ بطور نمونہ یہ چند ایک  
احادیث لکھ دی ہیں۔ جن میں متہ سے منع کرنے والے صرف حضرت عمر ہیں۔ نہ تو  
ذاتِ احدیت نے متہ منسوخ کیا۔ اور نہ ہی سرورِ کونین نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ  
بھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر کے منع کرنے کے باوجود حضرت علیؓ علیہ السلام  
عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ انصاری ابوسعید خدری اور عمران بن حصین نے حجاز متہ



کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بھی آپ دیکھ چکے۔ کہ حضرت عمرؓ بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ متعہ قرآن میں بھی ہے۔ اور سرور کونین کے زمانہ میں بھی تھا۔ لیکن اب میں اسے حرام کرتا ہوں (جواز متعہ ص ۴۸ تا ۵۲)

## جواب :

مذکورہ نو عدد روایات تعداد میں تو نو ہی ہیں۔ لیکن ان میں جو متضد بیان ہوا ہے اُسے ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصہ میں روایت نمبر ۲۱ دوسرا حصہ میں ۲۰، ۲۱، ۲۲ اور تیسرے حصہ میں ۵، ۹ اور ۱۱۔ ترتیب وار ان پر بحث طرہا فرمائیے۔

روایت نمبر ایک اور دو۔ سنن بیہقی میں روایت اولیٰ کی سند میں ایک راوی جن کا نام قادم ہے۔ سخت مجروح ہے۔ حوالہ یہ ہے۔

## تہذیب التہذیب

وَقَالَ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ كَانَ طَاوُسٌ يَفْتَرُ مِنْ قَتَادَةَ وَكَانَ قَتَادَةُ يَرْمِيهِ بِالْقَدْرِ وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَتَادَةُ حَاطِبُ الْكَيْلِ۔  
(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۵۳)

ترجمہ:

حنظلہ بن ابی سفیان نے کہا۔ کہ طائوس، قدامہ سے روایت کرنے میں بھاگتا تھا۔ اور قدامہ ”پر فرقمہ قدریہ“ میں سے ہونے کا الزام بھی ہے ہے۔ جریر نے معویہ اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا۔ کہ قدامہ حاطب اللیل تھا۔ (یعنی جو رات بھر گئے۔ اُسے لے لینے والا تھا)

اسی طرح روایت مذکورہ کا آخری راوی محمد بن عبد اللہ ہے۔ اور اس پر ضمیمت کا الزام ہے۔ صاحب میزان نے لکھا ہے۔

### میزان الاعتدال

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التِّيسَابُورِيُّ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ  
صَاحِبُ التَّصَانِيفِ إِمَامٌ صَدُوقٌ لِكُنْهَ يُصَحِّحُ  
فِي مُسْتَدْرِكِهِ أَحَادِيثَ سَاقِطَةً وَ يَقْصُرُ مِنْ ذَلِكَ  
فَمَا أَدْرَى الْخِيعَةَ عَلَيْهِ مَا هُوَ لِمَنْ يَجْهَلُ ذَلِكَ  
وَ إِنْ عَلِمَ فَهَذِهِ خِيَانَةٌ عَظِيمَةٌ ثُمَّ هُرْ شَيْعِي  
مَشْهُوبٌ بِذَلِكَ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلشَّيْخَيْنِ وَ  
قَدْ قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ سَأَلْتُ أَبَا إِسْمَاعِيلَ عَبْدَ اللَّهِ  
الْأَنْعَسَارِيَّ عَنِ الْحَاكِمِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ  
إِمَامٌ فِي الْحَدِيثِ رَافِضِيٌّ خِيْنٌ قُلْتُ اللَّهُ يُحِبُّ  
الْإِنْصَافَ مِنَ الرَّجُلِ بِرَافِضِيٍّ بَلْ شَيْعِي فَقَطَّ

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۸۵ تذکرہ)

محمد بن عبد اللہ مطہر بعد مصر قدیم)

(۲۔ لسان المیزان جلد ۴ ص ۲۳۳)

ترجمہ :

محمد بن عبد الحاکم نیشاپوری بہت سی تصانیف کا مصنف ہے۔ اور  
امام صدوق ہے۔ لیکن اس نے مستدرک میں بہت سی ایسی احادیث  
کو صحیح حدیث کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ وہ ساقط ہیں۔ اور وہ

درجہ صحت تک نہیں پہنچتیں۔ پس میں نہیں جانتا کہ یہ بات اس پر کس طرح مخفی رہی۔ کیونکہ وہ ایسی باتوں سے جاہل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اسے ان احادیث کے ساقط ہونے کا علم تھا۔ اور اس کے باوجود اس نے انہیں صحیح بنا دیا۔ تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر وہ شیعہ ہونے میں بھی مشہور ہے۔ اگرچہ شیخین پر اعتراض نہیں کرتا۔ ابی طاہر نے کہا کہ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ انصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ حدیث میں امام تھا۔ رافضی خبیث تھا۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ وہ یعنی حاکم رافضی نہیں بلکہ فقط شیعہ تھا۔

### لسان المیزان

اَنَّهُ ذَكَرَ جَمَاعَةً فِي كِتَابِ الصُّعْفَاءِ لَهُ وَقَطَعَ  
بِتَرْكِ الرِّوَايَةِ عَنْهُمْ وَمَنْعَ مِنَ الْاِخْتِجَاجِ  
بِهِمْ اَخْرَجَ اَحَادِيثًا بَعْضُهُمْ فِي مُسْتَدْرِكِهِ  
وَصَحَّحَهَا مِنْ ذَلِكَ اَنَّهُ اَخْرَجَ حَدِيثًا  
لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَكَانَ قَدْ  
ذَكَرَهُ فِي الصُّعْفَاءِ فَقَالَ لَاقَهُ رَوَى عَنْ اَبِيهِ  
اَحَادِيثَ مُنْصَوِّعَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ تَأَمَّلَهَا  
مِنْ اَهْلِ الشُّعْبَةِ اَنَّ الْحَمْلَ فِيهَا عَلَيْهِ.

(لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۳۳)

ترجمہ:

حاکم نے ایک جماعت کا اپنی کتاب الصغفہ میں ذکر کیا۔ اور لکھا۔ کہ ان کی روایت کو ہرگز نہ لیا جائے۔ اور ان کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے۔ اور انہی لوگوں کا حاکم نے اپنی دوسری تصنیف مستدرک میں ذکر کیا۔ اور ان کی روایات کی تصریح کی۔ ان میں سے بطور نمونہ ایک یہ ہے کہ ایک روایت عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی ذکر کی۔ حالانکہ اس کا ذکر ضعیف راویوں میں بھی حاکم نے کیا ہے۔ وہاں لکھا۔ کہ یہ عبد الرحمن اپنے باپ سے احادیث موضوعہ کی روایت کرتا ہے۔ اور یہ طریقہ الحاکم کا ہر اس شخص پر واضح ہے۔ جو اس فن کو جانتا ہے۔ اس بنا پر اس سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

المستدرک

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لِعُبَادَةَ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِ وَدٍّ  
يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ أُمَّيِّ إِلَى  
يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

۱) المستدرک ص ۳۲ کتاب المغازی جلد ۲  
مطبوعہ مکتبہ حیدر آباد

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں جو مقابلا کیا۔ وہ ناقیامت تمام امت کے اعمال سے افضل ہے۔

## خوٹ:

اس روایت کی تحقیق میں علامہ ذہبی نے لکھا اُخْلَتْ تَمَجَّعَ اللّٰهُ رَافِضِيًّا اِفْتَرَاهُ۔  
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کا بُرا کرے۔ اس رافضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء  
باندھا۔

اہل سنت اگرچہ حاکم صاحب مستدرک کو احادیث میں عموماً قابل اعتبار سمجھتے  
ہیں لیکن رافضی شیعہ ہونے کی بنا پر ایسی احادیث و روایات کے بارے میں جن کا تعلق  
عقائد کے ساتھ ہوتا ہے، اس کی بات ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ اور عقیدہ کے ثبوت  
کے علاوہ فی حدیث و روایت میں بھی اس کی بے اہمیت بیان کی گئی کہ ایک جگہ  
ایک شخص کو ضعیف کہہ دیتا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی کی روایت کو دروایت صحیحہ، کا  
درجہ دے دیتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں عمرو کو قتل  
کیا۔ یہ سلیم کو عمرو ایک بے دین اور پکا کافر تھا۔ لیکن اس کی اہمیت اور کفر میں مقام وہ نہ  
تھا۔ جو ابو جہل کا تھا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی امت کا فرعون کہا۔ اور  
اس کے داخل جہنم ہونے پر آپ نے سجدہ شکر بھی ادا کیا تھا۔ لیکن عمرو ذکر کے قتل پر  
آپ نے اس قدر خوشی نہ منائی۔ کیونکہ اس کی کفار میں کوئی وقعت نہ تھی۔ کوئی سرداری  
نہ تھی۔ اب ایک ایسے شخص کو قتل کرنے پر عمل بے مثل ہو جائے تو پھر ابو جہل کو مارنا کیا  
ہوگا؟ معلوم ہوا کہ رافضی ہونے کی وجہ سے اس نے حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق یہ حدیث  
بیان کی۔ اور اس میں اپنے عقیدہ کو بھی ختم کر دیا۔ اسی حاکم نیشاپوری کا تعارض اہل تشیع  
کی کتب سے بھی ملاحظہ کریں۔

## اعیان الشیعہ

قَالَ ابْنُ الظَّاهِرِ سَأَلْتُ أَبَا إِسْمَاعِيلَ الْأَنْصَارِيَّ

عَنِ الْحَاكِمِ فَقَالَ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيثِ رَافِضِيٌّ  
 خَبِثَتْ شُعْرًا قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ كَانَ شَدِيدَ التَّعَصُّبِ  
 لِلشَّيْعَةِ فِي الْبَاطِنِ وَكَانَ يُظْهِرُ التَّقْدِيرَ الشَّنْئِيَّ  
 فِي الْخِلَافَةِ وَكَانَ مُتَحَرِّمًا عَنْ مُعَاوِيَةَ وَآلِهِ  
 مُتَظَاهِرًا بِذَلِكَ وَلَا يَسْتَنْزِرُ مِنْهُ قُلْتُ إِنَّمَا يُخْرِفُهُ  
 عَنْ تَحْصُورِ عَلِيِّ فَظَاهِرًا قَاتِمًا الشَّيْخَانِ  
 فَيُعْظِمُهُمَا فَهُوَ شَيْعِي لَا رَافِضِيٌّ -

(ایمان الشیعہ جہم ص ۲۹۱)

ترجمہ:

ابن طاہر کہتا ہے کہ میں نے ابواسمعیل انصاری سے حاکم کے بارے  
 میں پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ وہ حدیث میں ثقہ تھا نجیث رافضی تھا۔ پھر  
 کہا باطنی طور پر وہ سنت متعصب شیعہ تھا۔ اور ظاہری طور پر شیعیان کی مخالفت  
 کا اقرار کرتا تھا۔ امیر معاویہ اور ان کی اولاد سے منحرف تھا۔ یہ بات وہ  
 علی الاعلان کرتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا انحراف حضرت علی کی لڑائی  
 سے ترویج ظاہر ہے۔ بہر حال وہ شیعہ تھا۔ رافضی نہ تھا۔

الکفی والالتباب

وَقَدْ يُقَالُ لَهُ الْحَاكِمُ النَّبَسِيُّ رُثِي هُوَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ  
 مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ حَمْدٍ وَبِهِ  
 الْحَافِظُ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ الْبَيْعِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ  
 الشَّيْعَةِ وَسَدَنَةِ الشَّرْعِيَّةِ وَكَانَ ابْنُ الْبَيْعِ

يَمِيلُ إِلَى التَّشْيِيعِ صَرَخَ جَمْعٌ مِنَ الْغَرِيقِيِّينَ  
يَتَشَيَّعُهُ عَنِ الذَّهَبِيِّ عَنِ ابْنِ الْقَطَّاهِ كَانَ شَدِيدَ  
التَّعَصُّبِ لَشِيعَتِهِ فِي الْبَاطِنِ وَذَكَرَهُ ابْنُ  
شَهْرَآشُوبٍ فِي مَعَالِمِ الْعُلَمَاءِ وَصَاحِبِ  
الزِّيَادَةِ فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ فِي لَمْعٍ إِذَا مَا مِئَةٍ  
عَلَى مَا نَقَلَ عَنْهُمَا.

(راکنی والا لقاب تصنیف شیخ عباس قمی)

جلد دوم ص ۱۶۰ تا ۱۷۱ مطبوعہ تہران

طبع جدید

## ترجمہ:

جسے حاکم نیشاپوری کہا جاتا ہے۔ وہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ عارف تھا۔ اور  
ابن ابی عمیر نے رکھنا تھا۔ وہ بہت بڑا شیعہ مجتہد تھا۔ اور ان کا متون تھا۔  
یہ حاکم نیشاپوری تشیع کی طرف مائل تھا۔ اس بات کی دونوں فریق نے  
تصریح کی ہے۔ امام ذہبی نے ابن طاہر سے ذکر کیا ہے۔ کہ یہ حاکم اپنے  
شیعہ بھائیوں کے حق میں بہت متعصب تھا۔ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء  
اور صاحب الزیادہ میں نے اسے شیعہ امامی علماء میں سے صف اول کا عالم  
لکھا ہے۔

## مذکرہ

حاکم نیشاپوری صرف علمائے اہل سنت کے نزدیک ہی شیعہ نہیں بلکہ شیعہ  
سنی دونوں کے نزدیک متفقہ شیعہ ہے۔ اور وہ بھی بہت بڑا عالم اور مجتہد ہے۔ اب جس

عبارت سے جاڑوی پھول نہیں سماتا۔ وہ اسی حاکم سے مروی ہے۔ جاڑوی کو اگر احتیاق حق مطلوب ہوتا۔ تو کسی ایسے شخص کی روایت پیش کرتا۔ جو قابلِ محبت ہوتی۔ آخری راوی شیعہ ہے۔ اور دوسرا دوسرا دوسرا جمع کرنے والا ہے۔ ان حالات میں مذکورہ روایت پر اعتماد جاڑوی اینڈ کمپنی تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اہل سنت کے نزدیک یہ ناقابلِ اعتماد ہے علاوہ ازیں یہ بھی کی مذکورہ روایت اگر من وعن مکمل طور پر نقل کی جاتی۔ تو دوسرے سے اس کی اہمیت ختم ہو جاتی۔ اور جاڑوی کے اردوں پر پانی پھر جاتا۔ اب آئیے ہم وہ عبارت پیش کر دیتے ہیں۔

### یہ بھی شریف

وَالْآخَرَى مُتَعَةً الْحَاجِ أَوْ صَلَوَاتُكُمْ مِنْ  
عُمْرَتِكُمْ فَإِنَّهُ أَتَمُّ لِحَاجِكُمْ وَأَتَمُّ لِعُمْرَتِكُمْ  
أَخْرَجَهُ الْمُسْلِمُ فِي الصَّحِيحِ مِنْ وَجْهِ آخَرَ  
عَنْ حَقَّامٍ قَالَ الْقَيْسُ نَحْنُ لَا نَشْكُ فِي كَوْنِهِ  
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَكِنْ وَجَدْنَاهُ نَهَى عَنْ تِكَاكِجِ الْمُتَعَةِ عَامَ  
الْفَتْحِ بَعْدَ الْإِذْنِ فِيهِ شَرَّ لَمْ نَجِدْهُ أَذِنَ  
فِيهِ بَعْدَ النَّهْيِ عَنْهُ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ نَهْيُ عُمَرَ بْنِ  
الْخَطَّابِ عَنْ تِكَاكِجِ الْمُتَعَةِ مُوَافَقًا لِسُنَّةِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخَذْنَا بِهِ  
وَلَمْ نَجِدْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ



مُتَعَةَ الْحَجِّ فِي رِوَايَةٍ صَحِيحَةٍ عَنْهُ وَ  
وَجَدْنَا فِي قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا دَلَّ  
عَلَى أَنَّهُ أَنْ يَنْصِلَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لِيَكُونَ  
أَتَقَّ لَهُمَا فَحَمَلْنَا نَهْيَهُ عَنْ مُتَعَةِ الْحَجِّ  
التَّنْزِيهِهِ وَعَلَى اخْتِيَارِ الْإِفْرَادِ عَلَى غَيْرِهِ  
لَا عَلَى التَّحْرِيرِ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ.

(نہجی شریفین جلد ۲ ص ۴۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

دوسرا متعلق الحج۔ تم اپنے حج کو اپنے عمرہ کے ساتھ ملا کر ادا کرو کیونکہ یہ  
طریقہ تمہارے حج اور عمرہ کا کامل طریقہ ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک  
اور سند کے ساتھ جو حمام سے ہے۔ اسے ذکر کیا۔ ہم متعۃ النکاح کے  
عہد رسول میں جواز کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن ہمیں ایسی احادیث پہنچی ہیں  
جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مکہ کے سال متعہ سے منع فرمایا تھا۔ لہذا  
اس نہی کے بعد کوئی ایک حدیث ایسی ہمیں نہیں ملی۔ جس میں پھر سے  
اجازت دینے کا ذکر ہو۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات  
سے تشریف لے گئے۔ لہذا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا متعہ  
سے منع کرنا جھوٹا ہے۔ اس کے مقابلہ میں متعۃ الحج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کا منع فرمانا ایک بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
کے قول میں اس سے منع کرنا تھا ہے۔ لہذا یہ اس امر کی دلالت کرتا ہے۔ کہ  
حضرت عمر بن الخطاب نے حج اور عمرہ کے درمیان جدائی رکھنا محبوب سمجھا۔

تاکہ اس طرح دونوں بطریقہ کامل ادا ہوں۔ لہذا ہم نے ان کے منع کرنے کو محض احتیاط اور پسندیدگی پر محمول کیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حج اور عمرہ دونوں کو اکٹھا ادا کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔ وبالله التوفیق۔

## خلاصہ:

امام بیہقی کی تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اگرچہ متعہ الحج اور متعہ الکحاح دونوں سے منع فرمایا تھا۔ لیکن اول الذکر سے منع فرمانا۔ اور نیت کے پیش نظر تھا۔ نہ حرمت کی بنا پر۔ اس لیے ان کے اجتہاد کے مطابق حج اور عمرہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ ادا کرنا تمتع سے بہتر ہے۔ لیکن متعہ الکحاح سے منع کرنا ان کی اپنی رائے نہ تھی۔ بلکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تائید اور تقریر ہے گویا میعاد ہی کحاح یا تمتع سے منع کرنے کی ابتداء حضرت عمر نے نہیں بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور جب سے آپ نے اس سے منع فرمادیا۔ دوبارہ اس کی اجازت کے لیے ایک بھی حدیث صحیح نہیں ملتی۔ اب جو کچھ جاڑوسی نے مانا بانا بنایا تھا۔ اس کا مرکز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نبی ہے۔

۳، ۴، ۵، ۷ اور ۸ نمبر روایات۔ ان پانچ عدد روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ متعہ الکحاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پھر اس کے بعد ابو بکر صدیق کے پورے دور خلافت اور عمر بن الخطابؓ کے ابتدائی دور خلافت تک جائز رہا۔ اس کے منع کی ابتداء عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کی۔ اگر عمر منع نہ کرتے۔ تو کوئی بد بخت ہی نہ نہ کرتا۔

”کوئی بد بخت ہی نہ نہ کرتا، اس جملہ کی نسبت حضرت علی المرتضیٰ کی طرف کی گئی ہم گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس روایت کا مرکز ہی

اور پہلا راوی ”الحکم“ سخت مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ جاڑوی نے یہاں بھی ”صحیح الاسناد“ کہہ کر اپنا الوسیدہ حاکیا۔ طبری میں اس کی اسناد کی صحت کا نشان تک موجود نہیں۔ اس پر تو ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ان تمام روایات کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ جن حضرات نے حجاز متد کی روایات ذکر کیں۔ چونکہ ان کو ابھی تک حرمت متد کی روایت نہ پہنچی تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے سابقہ علم کے مطابق متد کے بارے میں وہی کچھ بیان کیا۔ جو انہیں معلوم تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس چونکہ حرمت کی روایات موجود تھیں اس لیے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرانے میں سختی فرمائی۔

## خوٹ:

روایات مذکورہ میں اگرچہ منع کی نسبت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ لیکن یہ حقیقت پر مبنی نہیں۔ بلکہ از روئے مجاز ہے۔ اور اس قسم کی نسبت قرآن و حدیث میں بکثرت وارد ہے۔ جبریل امین نے مریم سے کہا ”میں تجھے صاف ستھرا بیٹا عطا کرتا ہوں“ حالانکہ اولاد عطا کرنا درحقیقت اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے۔ تو جس طرح یہاں مجازی طور پر نسبت ہے اسی طرح حرمت متد کی نسبت مجازاً فاروق اعظم نے اپنی طرف کر دی۔

اب اس کی تائید کہ حضرت فاروق اعظم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت متد والی حدیث پر عمل کرایا۔ ہم درج ذیل حوالہ جات سے پیش کرتے ہیں:-

## در منشور

أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ خَطَبَ وَقَالَ مَا  
بَالُ رِجَالٍ يَنْكِحُونَ هَذَا الْمُتْعَةَ وَقَدْ تَنَهَى  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا لَا  
أَوْقِي بِأَحَدٍ تَكَهَّنَهَا إِلَّا رَجِمَتْهُ .

(۱- در منشور جلد دوم ص ۱۴۱)

(۲- بیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶ مطبوعہ دکن جید پرائس)

ترجمہ :

بیہقی نے عمر ابن الخطاب سے ذکر فرمایا۔ کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے  
یہ کہا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح متعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ کوئی ایک آدمی بھی اگر ایسا نکاح  
کرنے والا پایا گیا۔ تو میں اسے رجم کرنے کا حکم دوں گا۔

ابن ماجہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ شَنَا الْفَرَبَائِي  
عَنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ  
ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا وُلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ  
النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ أَذِنَ لِبَنَاتِي الْمُتْعَةَ فَلَا تَأْثَمَنَّ حَتَّى مَهَا وَ  
اللَّهُ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَسْمَعُ وَهُوَ مُخْمِسٌ إِلَّا

رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ  
يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَحْلَاهَا بَعْدَ إِذْ حُزِّمَهَا.

(سنن ابن ماجہ۔ باب فی عن نکاح المتعة)

ص ۴۱ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ جب عمر بن الخطاب خلیفہ بنے۔ تو  
آپ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ بے شک رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین مرتبہ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر اسے  
حرام کر دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر کوئی محسن آدمی متعہ کرتے پایا گیا۔ تو میں اسے رحم  
کی سزا دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گاہ ایسے پیش کر دے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔ (تو اسے چھوڑ  
دیا جائے گا۔)

سہقی

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ  
الْأُصْبَهَانِي ابْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
يَحْيَى الزُّهْرِيُّ الْقَاضِي بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
بْنُ إِسْمَاعِيلَ الصَّائِغُ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَمَوِيُّ  
حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ  
مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَعِدَ  
عُمَرُ عَلَى الْعِشْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَآثَنَى عَلَيْهِ  
شُمَّ قَالَ مَا بَالُ رَجَالٍ يَمْنِكُحُونَ هَذِهِ الْمُنْعَةَ  
وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَنْهَا أَلَا وَرَأَيْ لَا أَوْتِي بِأَحَدٍ نَكَحَهَا إِلَّا  
رَجَعْتُهَا .

(اسنن الکبریٰ للبیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۰)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ فرما کر ہر کراشدکی حضور  
کہی۔ پھر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح منع کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ خبردار! اگر کوئی شخص یہ نکاح کرتا  
پکڑا گیا۔ تو میں اسے رجم کر دوں گا۔

لحوظ فرمائیے:-

ان تین عدد روایات میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب  
متہ سے از خود منع کرنے کی ابتداء نہ فرمائی۔ بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم  
کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے یہ حکم دیا۔ اس لیے آپ نے علی الاطلاق کیا۔ کہ کوئی چار  
گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمانے کے بعد پھر سے اس کی اجازت  
دی تھی۔ ان روایات کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطاب کا متہ سے منع کرنے  
کو اپنی طرف منسوب کرنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ مجازاً تھا۔

روایت ۱۵ اور ۹۔ تفسیر کبیرہ سند امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے عمران بن حصین

کی روایت کہ ہم حضور کے زمانہ میں متعہ کرتے رہے۔ اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے تک کوئی ایسی حدیث نہ فرمائی۔ کہ جس سے اس کی حرمت فرمادی گئی ہو۔ ان دونوں روایتوں کے سلسلہ سند میں دو راوی یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم ایسے شخص نہیں۔ جو قابل اعتماد نہیں۔ جس کی بنا پر روایت مذکورہ قابل حجت نہیں۔

### یحییٰ بن سلیم: تہذیب التہذیب:-

يَحْيَى بْنُ سَلِيمٍ التَّمِيمِيُّ الْقَطِيفِيُّ هُوَ مُشْكِرُ  
الْحَدِيثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو قَالَ الدَّوْلَابِيُّ  
لَيْسَ بِالْقَوِيِّ قَالَ الْعُقَيْلِيُّ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ  
أَتَيْتُهُ فَكَتَبْتُ عَنْهُ شَيْئًا فَرَأَيْتُهُ يَخْلُطُ فِي  
الْأَحَادِيثِ فَتَرَكْتُهُ وَفِيهِ شَيْءٌ قَالَ أَبُو  
جَمْعٍ وَلَيْسَ أَمْرُهُ وَكَانَ السَّاجِي صُدُوقُ  
بِهِمْ فِي الْحَدِيثِ وَآخِطًا وَقَالَ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ  
سَوَاءُ الْحِفْظِ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِمْ فِي  
تَرْجَمَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَافِعٍ مَا حَدَّثَ  
الْحُمَيْدِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَلِيمٍ فَهُوَ صَحِيحٌ.

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۲۶۶)

### ترجمہ:

یحییٰ بن سلیم "مشکر الحدیث" ہے۔ دولابی نے کہا یہ "قوی نہیں"۔  
عقبیل نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا۔ کہ امام احمد بن حنبل کہتے  
ہیں۔ میں یحییٰ بن سلیم کے پاس گیا۔ تو اس سے کچھ روایات میں لے نکھیں مگر

دیکھا کہ وہ احادیث میں ”داغلاطہ“ کرتا ہے۔ لہذا میں نے اُس کو چھوڑ دیا  
ابو جعفر نے کہا۔ اس کا معاملہ سست ہے۔ ساجی کے بقول وہ حدیث میں  
صدوق ہے اور متہم بھی۔ اور حدیث میں غلطی کرتا ہے۔ دارقطنی نے  
سواء الحفظ کہا۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ وہ روایات جو  
حمیدی نے یحییٰ بن سلیم سے بیان کیں۔ وہ صحیح ہیں۔

### عمران بن مسلم: تہذیب التہذیب :-

عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعُثْمَرِيُّ ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي  
الْمَشَقَاتِ قُلْتُ وَنَادَا اِلَا اَنْ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى ابْنِ  
سَلِيمٍ عَنْهُ بَعْضُ الْمَنَاقِبِ وَكَذَا فِي رِوَايَةِ  
سُوَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْهُ اُنْتَهَى۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۳۸)

مطبوعہ جبر آباد

ترجمہ :-

عمران بن مسلم المنقری کو ابن جہان نے ثقہ راویوں میں سے ذکر کیا۔ میں کہتا  
ہوں۔ کہ اس کے علاوہ یہ بھی زائد جہادت موجود ہے۔ کہ یہی عمران بن  
مسلم ان روایات میں جو اس نے یحییٰ بن سلیم اور سدید بن عبدالعزیز  
سے ذکر کیں۔ بہت سی مناکیر ہیں۔

لکھنؤ : مکریمہ :

روایت مذکورہ کے ان دونوں راویوں کے متعلق کتب اسما الرجال سے



سے جرح آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ذوقوں ناقابل اعتماد اور ناقابل حجت ہیں۔  
 سوء الحفظ، معتدل، منکر الحدیث وغیرہ صفات کا راوی کب قابل حجت ہو سکتا ہے  
 اور صاحب تہذیب التہذیب نے تو بالکل صراحت کر دی ہے۔ کہ وہ روایت  
 جو روایت جو عمران بن مسلم کی یکجہ بن سلیم نے روایت کی وہ "منکر" ہے۔

جاڑوی کی ذکر کردہ ۹ عدد روایات میں جو کچھ جواز متہ پر پیش کیا گیا تھا۔ ہم نے  
 اُن میں سے ہر ایک کی تحقیق پیش کر دی ہے۔ انہی روایات کے سہارے جاڑوی  
 نے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں  
 نے متہ کی حرمت کا حکم دیا۔ اور ان کے حرام کر دینے کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ  
 عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری اور عمران بن حصین بدستور  
 جواز متہ کے قائل تھے۔ مذکورہ تحقیق کے پیش نظر ان ۹ عدد روایات میں ایک بھی  
 روایت اس درجہ کی نہیں جو جاڑوی کا مقصد پورا کرنے میں متحد معاون ہو۔ ان  
 روایات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متہ کو جائز ثابت کر دکھانے میں بھی روایت  
 اس درجہ انتہائی مکاری اور چالاک کی کامنظاہرہ کیا تھا۔ لیکن کچھ کام نہ آسکا۔

(فاغتنبر و یا اولی الابصار)

# دھوکہ

اور

## کذب بیانی ۱۵

### جواز متعہ

حضرت عمرؓ نے ایسا کیوں کیا؟ ابن عبد اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الاماۃ فی تہذیب العصابہ کی جلد دوم ص ۶۲ میں تحریم متعہ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ کہ مسلمہ بن امیہ بن خلف جہمی نے حکیم بن امیہ بن اقص اسلمی کی کنیز سے متعہ کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ لیکن مسلمہ بن امیہ نے بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ بڑے غضب ناک ہوئے۔ اور مسجد میں کھڑے ہو کر جواز متعہ ہی کو کالعدم قرار دیدیا۔ نہ ہے بانس اور نہ بچے بانسری۔ ہر دانشمند چاہتا ہے۔ کہ ہر قانون میں قانون شکنی ہوتی رہے۔ لیکن کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ کسی ایک شخص کی قانون شکنی سے قانون ہی کو کالعدم قرار دے دیا جائے۔ حق تو یہ تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کو سزا دیتے مگر پھر کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ حضرت عمرؓ کے اس فعل کا تو مطلب یہ ہے۔ کہ اگر چند لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ تو نماز ہی کو ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اگر کچھ لوگ زانیہ نہ رکھیں۔ تو رونے پر ہی خطہ منیخ کھینچ دیا جائے۔ جبکہ کوئی بھی دانشمند اس نظریہ کی حمایت نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی آج تک بننے والے عالمی قوانین میں سے

کسی قانون کو اس طرح پامال کیا گیا جس طرح سے متحرک کیا گیا۔ حالانکہ قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورہ فصلت آیت ۴۲۔

الکتاب الذی لایا تییہ الباطل من بین ید ید ولا من خلفہ

تنزیل من حکیم حمید -

ایسی کتاب جس کے ہاں باطل ذرا سا منہ سے اُٹکتا ہے۔ اور نہ ہی پیچھے سے یہ تو حکم حمید کا نازل کردہ اُمین حیات ہے۔ پھر سرور کونین کے متعلق ارشاد قدرت ہے۔ سورہ حشر۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ۔ جو کچھ سرور کونین نہیں فرمادیں اس پر عمل کرو۔

اب ذرا علامہ قوشچی جواہل سنت والجماعت کے اشاعرہ گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور علم کلام میں اپنا نظیر نہیں رکھنے کا نظریہ شرح تجرید الاعتقاد میں بحوث امامت کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے صرف متعہ النساء پر ہی خط نسخ نہیں کھینچا بلکہ کچھ اور احکام الہیہ میں بھی جو حضرت عمرؓ کی نظر کرم میں نہ سما سکے۔ انہوں نے انہیں کالعدم قرار دے دیا۔ علامہ قوشچی لکھتے ہیں۔

إِنَّ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْعِصْبِ أَيْهَا النَّاسُ  
ثَلَاثٌ كُنَّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا أَسْهَى  
عَنْهُمْ وَأُحَرِّمُهُمْ وَأُعَاقِبُ عَلَيْهِمْ مُتَعَةَ  
النِّسَاءِ وَمُتَعَةَ الْحَجِّ وَحَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ  
إِنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِمَعَايُوجِبٍ قَدْ حَا فِيهِ فَإِنَّ  
مُخَالَفَةَ الْمُجْتَهِدِ لِعَنْبِرٍ فِي الْمَسَائِلِ الْاجْتِمَاعِيَّةِ  
لَيْسَ بِبِدْعٍ۔

## ترجمہ:

حضرت عمر منبر پر کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! تمہاری چیزوں  
 زنا پر رسول میں تھیں۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ انہیں ناجائز قرار  
 دیتا ہوں۔ اور ان پر سزا دوں گا۔ وہ ہیں متعہ النساء، حج تمتع اور  
 حی علی خیر العمل۔ لیکن ان پر قدح نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی ایک  
 مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اجتہادی مسائل میں اختلاف بدعت نہیں  
 ہوا کرتا۔ دیکھ لیا آپ نے حضرت عمر کا ارشاد بھی آپ کے سامنے  
 ہے اور علامہ توشیحی کی معذرت بھی آپ کی نگاہوں میں ہے۔

علامہ توشیحی کی نگاہ میں جس طرح ذاتِ احدیت اباحت متعہ میں مجتہد ہے۔  
 اسی طرح حضرت عمر حرمت متعہ میں مجتہد ہیں۔ علامہ توشیحی کی نظیر میں جس طرح سرد  
 کونین اعلان اباحت متعہ میں مجتہد ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر اعلان حرمت متعہ میں  
 مجتہد ہیں۔ علامہ توشیحی کی نظر میں جس طرح ذاتِ احدیت دین سازی میں مختار محض  
 ہے۔ اسی طرح حضرت عمر بھی کلی مختار ہیں۔ علامہ توشیحی کی نظر میں جس طرح سرد کونین  
 نفاذ شریعت میں مالک ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر بھی آزاد ہیں۔ اب آپ ہی انصاف  
 فرمائیں۔ کہ اگر یہ اصول بنایا جائے تو پھر ذاتِ احدیت کے حاکم مطلق ہونے  
 سرد کونین کے مرسل ہونے اور حضرت عمر کے حکمران ہونے میں کیا فرق رہ جاتا  
 ہے۔ اور سلسلہ دینی و نبوت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ علاوہ انہیں یہ بھی مقام  
 ہے۔ کہ کیا سرد کونین مجتہد تھے، کیا سرد کونین احکامِ دین میں ذاتی رائے رکھتے  
 تھے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ سرد کونین بھی حضرت عمر ام المؤمنین عائشہ۔  
 امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام حنبل کی طرح ایک مجتہد تھے۔ تو پھر  
 سلسلہ دینی اور دین الہی کا تصور کیسے ممکن ہو سکے گا۔ اور قرآن کریم کا مقام کیا رہ

جائے گا۔؟

میرے دوستو! یہ دو مجتہدین کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ نبی و امتی کا اختلاف ہے۔ خالق اور مخلوق کا اختلاف ہے۔ قرآن اور انسان کا اختلاف ہے۔ نبی مجتہد نہیں تھا بلکہ نبی تھا۔ اور یہ مقابلہ مجتہدین کے فتاویٰ کا نہیں بلکہ نص اور اجتہاد کا ہے۔ سرور کونین کا ارشاد نص ہے۔ فتویٰ نہیں۔ حضرت عمر کا حکم فتویٰ ہے نص نہیں ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان سرور کونین کے جواز متعہ کو فتویٰ نہیں سمجھتا۔ بلکہ حکم الہی سمجھتا ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان حضرت عمر کے حکم کو نص نہیں بلکہ فتویٰ سمجھے گا۔ اور ایسی صورت میں جہاں نص اور فتویٰ کا اختلاف ہو۔ تو جس طرح نص قابل پذیرائی ہوگی۔ اس طرح فتویٰ ویسا سے مارنے کے قابل ہوگا۔ خواہ وہ فتویٰ حضرت عمر کا ہو یا مفتی محمود کا۔ (جواز متعہ ص ۵۲)

جواب:

”جواز متعہ“ سے پیش کیا گیا اقتباس اجمالاً تین امور پر مشتمل ہے۔

۱۔ مسلم بن امیہ نے ایک لونڈی سے متعہ کیا۔ اس سے نطفہ ٹپھر گیا۔ جب بچہ پیدا ہوا۔ تو مسلم بن امیہ نے اسے نہ لیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام کر دیا۔

۲۔ قرآن کریم اپنے اعلان کے مطابق غیر متبدل ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام قرار دے کر اسے تبدیل کر دیا۔

۳۔ علامہ قوشچی شنی نے حضرت عمر کے بارے میں لکھا۔ کہ انہوں نے تین چیزوں کو حرام کر دیا۔ حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھیں۔

۴۔ جاڑوی شہید کو اس بات کا انتہائی صدمہ کہ حضرت عرفا روق اعظم نے حرمت متعہ پر سختی سے عمل کیا یہ اس صدمہ کو کچلے ہوئے سانپ کی طرح

بل کھاتے ہوئے اظہار کرتا ہے۔ اور بے باکی سے حضرت عمر کو قرآن کا محرف ثابت کر رہا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے ”الاصابہ فی تمییز الصحابہ“ کا سہارا لیا۔ مذکورہ کتاب میں نوٹڈی کا واقعہ جہاں درج ہے۔ اس کی سند اس طرح موجود ہے

روی عمرو بن شبہ فی اخبار المدینۃ من طریق سماک

ابن حرب عن رجل ان رجلا ان سلمۃ بن امیۃ تزوج

مولا

ترجمہ :

یعنی اخبار المدینہ میں سماک بن حرب کے طریقہ سے عمرو بن شبہ روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرد نے بیان کیا کہ سلمہ بن امیہ نے ایک نوٹڈی کا روایت مذکورہ میں سلمہ بن امیہ کا واقعہ ایک ”رجل“ بیان کر رہا ہے۔ یہ ”رجل“ کون ہے اس کا نام و پتہ کیا ہے؟ جاڑوی ہی بتا دے تو منہ مانگا انعام پائے۔ تو ایسے نامعلوم آدمی کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کی جا رہی ہے۔ روایت مذکورہ کا ایک پہلو تو یہ تھا۔ اب دوسرا پہلو بھی پیش خدمت ہے۔ روایت مذکورہ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

قلت و ذکر ذلک ابن الحبی و زاد فبلغ ذلک عمر

فمنلی عن المتنۃ و روی ایضا ان سلمۃ استمتع

بامرۃ قبلۃ عمر فتوعد۔

ترجمہ :

صاحب اصابہ کہتا ہے۔ کہ روایت تو اسی طرح ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے بچہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ابن کلبی کچھ زیادہ بیان کرتا

ہے۔ کہ عمر نے متعہ سے منع فرمایا۔ اور یہ بھی روایت ہے۔ کہ سلمہ نے ایک عورت سے متعہ کیا۔ جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اُسے ڈانٹا۔

گویا روایت مذکورہ میں جہاں یہ بات آئی ہے۔ کہ عمر بن الخطاب نے متعہ سے منع کر دیا۔ وہاں یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ نے متعہ کرنے والے کو ڈانٹ چلائی اور ان دونوں باتوں کے علاوہ صرف اتنا بھی ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے متعہ کا بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس سے اُگے حضرت عمر کا منع کرنا یا ڈانٹنا مذکور نہیں۔ اب ان مختلف باتوں میں سے صرف ایک کو لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو موجب الزام قرار دینا کہاں کا انصاف ہے۔؟ اور اگر صرف یہی بات اختیار کر لی جائے۔ کہ حضرت عمر نے متعہ سے منع کر دیا۔ تو اس بارے میں ہم کچھ صفحہات پر کچھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے اس لیے منع فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمادی تھی اسی لیے آپ نے جواز متعہ کے لیے چار گواہ مانگے۔ جاڑوی کے پیش نظر حقیقت معلوم کرنا نہیں بلکہ کوئی ذکر کوئی حیلہ یہاں چاہیئے کہ جس سے اپنا کام نکلتا دکھائے۔ اور حضرات صحابہ کرام پر زبان طعن و تشنیع دراز کرے۔

(دب) قرآن کریم غیر قبل ہے۔ الخ اس سلسلہ میں جاڑوی نے جس قرآنی آیت کا حوالہ دیا۔ وہ خود اس کے لیے مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں متعہ کی حلت پر کوئی آیت نہیں اتری۔ بلکہ اس کا وقتی طور پر حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب حلت و جواز متعہ کو قرآنی آیت سے ثابت کرنا دراصل قرآن میں باطل داخل کرنا ہے۔ جس کا ارتکاب خود جاڑوی اینڈ کمپنی نے کیا۔ صرف حلت متعہ پر اکتفا نہیں (یہ صرف ہماری طرف سے ہی الزام نہیں) بلکہ اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے

کہ موجودہ قرآن مکمل قرآن نہیں۔ اس میں کمی بیشی ہو چکی ہے۔ ہم اس کا ثبوت تھا جعفریہ جلد سوم میں بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں سر دست صرف ایک حوالہ پیش کرتے ہیں:-

### انوار نعمانیہ

الْأَخْبَارُ الْمُسْتَفِيدَةُ بِلِ الْمُتَوَاتِرَةِ الدَّالَّةُ  
بِحَصْرِ نَحْوِهَا عَلَى وَجْهِ التَّخْرِيفِ فِي الْقُرْآنِ  
كَلَامًا وَمَادَّةً وَإِعْرَابًا۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵، نور فی الصلوۃ  
طبع قدیم ص ۱۳۹)

### ترجمہ:

اخبار مستفیدہ بلکہ متواترہ اس بات پر مصراحت و دلالت کرتی ہیں۔ کہ قرآن کریم میں کلام، مادہ اور اعراب میں تحریف واقع ہے۔ نعمت اللہ جزاؤں نے اہل تشیع کا قرآن کریم کے بارے میں کس مصراحت سے عقیدہ ذکر کیا۔ اس کے ہوتے ہوئے جاڑوی کا بیان یا تید الباطل، کا تحریر کرنا خود جال میں پھنسنا ہے۔

ج۔ علامہ توشیحی کی ایک عبارت اور اسے اہل سنت اشاعرہ کا بہت بڑا عالم کہنا الخ۔

علامہ توشیحی زکوة دینی علوم کا امام ہے۔ اور نہ ہی ایسے محدثین میں سے ہے جو متقی اور صالح ہوئے ہیں۔ بلکہ علوم عقلیہ میں ماہر اور آزاد خیال آدمی تھا اور اسی بنا پر اسے ”توشیحی“ کہا گیا۔ یعنی کھیل کود کا رسیا۔ ”ہمارے“ اس علامہ



کا حال تم اپنی کتابوں میں ہی دیکھ لیتے۔ تو شرابا جاتے۔

## الکفی واللقاب

الْقَوْشِجِيُّ الْمَوْلَى عَلَاؤُ الدِّينِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ  
الَّذِي حَصَلَ فِي حِدَاثَةِ سَنَةِ غَالِبِ الْعُلُومِ  
وَبِهَيْئَتِهِ كَمَلُ زَيْجِ الْغَى بِيكَ وَكَانَ مُحَافِظَ  
الْبَازِي وَهُوَ مَعْنَى الْقَوْشِجِيِّ فِي لُغَتِهِمْ وَلَهُ  
مِنَ الْقَصَائِدِ شَرْحُهُ لِلشَّجَرِ يُدْرِكُ الْمَشْهُورِ  
بِالشَّرْحِ الْجَدِيدِ وَرِسَالَةُ الْمُحَمَّدِيَّةِ فِي  
عِلْمِ الْحِسَابِ سَمَاهَا بِاسْمِ السُّلْطَانِ مُحَمَّدِ بْنِ  
وَرِسَالَةُ الْفَتْحِيَّةِ فِي عِلْمِ الْهَيْئَةِ سَمَاهَا بِذَلِكَ  
لِعَصَادِ قِتْمَانَ فَتَحِ السُّلْطَانِ مُحَمَّدُ بْنُ  
عِرَاقِ الْعَجَمِ -

۱) الکفی واللقاب جلد سوم ص ۹۴ ،

تذکرہ القوشجی -

ترجمہ:

قوشجی مولیٰ علاؤ الدین علی بن محمد جس نے جھوٹی عمر میں بہت سے علوم  
دیکھ لیے تھے۔ اور الحزبیگ کی زوجہ پڑھی۔ یہ کہیں کو دو کا شوقین تھا غلط  
قوشجی کا ان کی لغت میں یہی معنی تھا۔ اس کی تصانیف میں سے تجرید  
کی شرح ہے۔ جسے شرح الجدید کہتے ہیں، اور محمد بن نام کا ایک رسالہ  
جو علم حساب میں ہے۔ اس کا نام اپنے بادشاہوں محمد خان کے

نام پر رکھا۔ ایک اگر سال فقیر ہے۔ جو علم ہیئت سے متعلق ہے۔ اس کے نام کی وجہ یہ بنی کہ سلطان محمد خان نے عراق و عجم کو فتح کیا تھا۔

## توضیح

علامہ توشیحی کا تعارف جو شیخ عباس قمی نے کرایا۔ وہ یہ کہ علم ہیئت، حساب اور منطقی و فلسفہ کا ایک فاضل آدمی تھا۔ ان علوم کو علوم شرعیہ نہیں کہتے۔ ایسے کھنڈر سے منطقی اور حساب دان آدمی کی بات لے کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کسی عقلمند کو زیب نہیں دیتی۔ جاڑوی نے فلسفہ کے کیمچر میں پڑے ہوئے توشیحی کو آسمان پر چڑھا کر فاروق اعظم کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

علامہ ازہر توشیحی کو اہل سنت اشاعرہ کا عالم قرار دینا دوسری بڑی حماقت ہے۔ توشیحی کی عبارت جس کتاب سے پیش کی گئی۔ وہ تجرید الکلام کی شرح ہے اور تجرید الکلام اس شخص کی تصنیف ہے جسے محمد بن الحسن الطوسی کہتے ہیں۔ جو صحاح اربعہ شیعہ میں سے دو کا مصنف ہے۔ توشیحی نے جب اس کی شرح لکھی تو اس کے مصنف کی تعریف میں کیا کچھ کہا۔ خود شیعہ تصنیف سے سنئے۔

## الذریعة

تَجْرِيدُ الْكَلَامِ فِي تَحْرِيرِ عَقَائِدِ الْإِسْلَامِ  
لِسُلْطَانِ الْمُحْكَمَاءِ وَائِمَّةِ الْكَلِمَاتِ  
نَصِيرِ الدِّينِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ  
الطُّوسِيِّ الْمُسَوِّفِيِّ سَلَّمَ وَهُوَ أَجَلُ كِتَابٍ

فِي تَحْرِيرِ عَقَائِدِ الْإِسَامِيَّةِ وَقَدْ مَدَحَهُ  
الْفَاضِلُ الْقَوْمَشَجِي مِنْ الْعَامَّةِ فِي شَرْحِهِ  
الْمَعْرُوفِ بِالشَّرْحِ الْجَدِيدِ بِأَنَّهُ مَخْرُوجٌ  
بِالْعَجَائِبِ مَشْحُونٌ بِالْفَرَائِبِ صَغِيرِ الْحِجَمِ  
وَحَيْرِ النَّظْمِ كَثِيرِ الْعِلْمِ جَلِيلِ الشَّانِ حَسَنُ  
النِّظَامِ مَقْبُولُ الْأَيْعَةِ الْعِظَامِ تَعْرِيفُ مِثْلِهِ  
عُلَمَاءُ الْأَمْصَارِ -

(الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ جلد سوم)  
ص ۵۲ تذکرہ تجرید۔ مطبوعہ بیروت  
(طبع جدید)

ترجمہ :

”تجرید الکلام“ خواجہ نصیر الدین محمد بن حسن طوسی متوفی ۷۷۷ھ کی تصنیف  
ہے۔ یہ کتاب امام عقائد میں جلیل الشان کتاب ہے۔ فاضل قوشچی نے اس  
کی شرح المعروف ”شرح الجدید“ میں ان الفاظ سے اس کی تشریح  
کی۔ عجائب کا خزانہ، غرائب سے بھرپور، حجم میں مختصر نظم میں بے نظیر  
کثیر العلم، جلیل الشان، حسن النظام، اثر عظام کی مقبول اور ایسی کتاب  
کہ اس دور میں کسی عالم کو ایسی تصنیف لکھنا ناممکن۔

## توضیح

قوشچی نے جس کتاب کی شرح لکھی۔ وہ عقائد امامیہ میں لکھی گئی تھی۔ اگر  
قوشچی واقعی سنی تھا۔ تو اسے شیعہ عقائد کی شرح لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ عمر فاروق رضی

کے بارے میں تین باتوں کا تذکرہ ”بحث امامت میں لکھا گیا۔ جس سے اس تہیہ باز نے یہ ثابت کر دکھانے کی کوشش کی۔ کہ امامت حقہ وہی ہے۔ جسے اہل تشیع تسلیم کرتے ہیں۔ جواز متعہ بھی اُسی امامت کا ایک رکن ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ سے متعہ کے بارے میں حرمت پر زور ملتا ہے۔ اسی لیے توشیحی نے متعہ کے ضمن میںنا فاروق اعظمؓ کی ذات پر کیمپڑا اچھالا۔ اور تاویلات باطلہ کے سہارے جناب فاروق اعظمؓ کی ذات کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اس لیے ایسے شخص کی عبارت سے قطعاً کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ جو عقائد شیعہ کے موافق اور نظریات اہل سنت کے مخالف ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانیؑ

جس وقت

اب آئیے ذرا علامہ توشیحی کے اس نظریہ اجتہاد کو حضرت عمرؓ کے فرزند عبداللہ بن عمرؓ کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور پھر اندازہ کریں کہ علامہ توشیحی کا نظریہ اجتہاد درست ہے۔ یا بہار النظریہ رسالت، ترمذی جلد اول ابواب الحج ص ۴۰۵ حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

مترجم مانظ عام الرحمن صدیقی کاندھلوی۔

## ترذی شریف

سَالِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا  
مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يُسَالُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ  
عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
عُمَرَ هِيَ حَلَالٌ فَقَالَ الشَّامِيُّ إِنَّ أَبَاكَ قَدْ  
نَهَى عَنْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَرَأَيْتَ إِنْ  
كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا وَضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ أَمْرًا يَنْبَغُ  
يُتَّبَعُ أَمْ أَمْرٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ الرَّجُلُ بَلْ أَمْرٌ  
رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ لَقَدْ ضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ هَذَا  
حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترذی شریف جلد اول ابواب الحج ۴۵

حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

## ترجمہ :

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامی کو متا کہ  
وہ حضرت ابن عمر سے حج تمتع کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ  
حلال ہے۔ شامی نے کہا کہ آپ کے والد نے تو اس سے منع کیا ہے۔  
حضرت عبد اللہ نے کہا تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر میرے باپ نے منع کیا  
اور رسول نے وہ عمل کیا تو کیا رسول اللہ کے طریقہ کی پیروی کی جائے  
گی۔ یا میرے باپ کے طریقہ کی۔ اس آدمی نے کہا رسول اللہ کے

طریقہ کی سس پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ایسا کیا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

یہیے قارئین اب فیصلہ ہو گیا۔ ایک شامی شخص حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس اگر حج تمتع کے بارے میں پوچھتا ہے عبداللہ بن عمر جواب دیتے ہیں کہ حج تمتع کرنا جائز ہے۔ شامی کہتا ہے کہ آپ کے باپ نے حج تمتع کرنے سے منع کیا ہے۔ عبداللہ بن عمر شامی سے پوچھتے ہیں۔ میرے باپ کا حکم مانو گے یا رسول اللہ کا؟ شامی کہتا ہے رسول کا۔ عبداللہ بن عمر کہتا ہے۔ پھر رسول نے حج تمتع کیا ہے۔ علامہ توشہمی نے سرور کونین اور حضرت عمر دونوں کو ایک ہی درجہ کا مجتہد قرار دے کر ان کے باہمی اختلاف کو دو مجتہدوں کا اختلاف بنایا ہے۔ جب کہ عبداللہ بن عمر نے سرور کونین کو سپر پاور قرار دیا ہے۔ اور سرور کونین اور حضرت عمر کے باہمی اختلاف کی صورت میں شامی سرور کونین کو آخری حکم فرمایا ہے۔ ایک مام ان پڑھ شامی کی نگاہ میں بھی سرور کونین کے مقابل میں حضرت عمر کا کوئی مقام نہیں۔ بھلا اب بتائیے سرور کونین کا جواز تمتع کا حکم باقی ہے۔ یا حضرت عمر کا حرمت تمتع کا ارشاد؟ اب بھی اگر حرمت تمتع پر اصرار ہو تو پھر کھلے نفلوں سے اعلان کر دیں۔ کہ ہمیں حضرت عمر کا قول منظور ہے اور سرور کونین کا ارشاد منظور نہیں۔

اب آئیے اور امام احمد بن حنبل سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

**مسند امام حنبل**

سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ وَ  
اللّٰهُ مَا كُنَّا عَلَيَّ عَهْدٍ سَأَلْنَا النَّبِيَّ وَلَا  
مُسَافِحِينَ۔

(مسند امام حنبل جلد دوم ص ۹۵)

ترجمہ:

ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے متعلقہ النساء کے متعلق پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا۔ بخدا۔ ہم زمانہ رسول میں نہ تو زنا کرتے تھے۔ اور نہ ہی سفاح کرتے تھے۔ یعنی متعلقہ جائز نکاح ہے جو ہم زمانہ رسالت پناہ میں کرتے تھے۔ اور آپ کو اس کا علم تھا۔

تفسیر قرطبی

عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ إِذَا جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَسَأَلَهُ عَنِ الشَّعْتِيعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حَسْبِيَ جَمِيلٌ قَالَ فَإِنْ أَبَاكَ كَانَ يَنْهَى عَنْهَا فَتَالِ وَيْلَكَ فَإِنْ كَانَ ابْنِي نَهَى عَنْهَا وَفَقَدْ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ وَأَمَرِي بِهِ أَفِيَقُولُ ابْنِي أَخَذَ أَمْرًا بِأَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ فَمُرْ عَنِّي.

(تفسیر قرطبی جلد دوم ص ۲۶۵)

ترجمہ:

سالم کہتا ہے۔ کہیں ابن عمر کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شام سے ایک شخص آیا۔ اس نے حج تمتع کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عمر نے کہا اچھا کام ہے۔ شامی نے کہا آپ کے والد تو اس سے منع کیا کرتے تھے۔ ابن عمر نے کہا۔ تجھ پر دلیل ہو۔ اگر میرا باپ منع کرتا ہے۔ اور سرور کونین حکم دیتے ہیں۔ تو کیا میں اپنے باپ کی بات مانوں یا حکم رسول؟ اٹھ با میرے

پاس ہے۔

محرم قارئین دیکھ لیا اپنے عبداللہ بن عمر اپنے باپ کو مجتہد تو مانتا ہے لیکن سرور کونین کو اپنے باپ جیسا مجتہد نہیں بلکہ باپ کے مقابلہ میں سپر پاور مانتا ہے۔

(جواز مقدمہ ص ۵۷)

## جواب

جاڑوی اپنے کلام سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ قوشچی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پڑ مجتہد کہا ہے۔ اور کثیث مجتہد ہونے کے حضرت عمر کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ دوسرے مجتہد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور اس کی تردید جاڑوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے پیش کی۔ تو اس سلسلہ میں اولاً یہ بات پیش نظر رہے۔ کہ قوشچی ہمارا نہیں بلکہ شیعوں سے تعلق رکھنے والا ایک فلسفی اور آزاد خیال فاضل ہے۔ اس نے اگر حضرت عمر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو برابر کا مجتہد کہا۔ تو اس سے شیعہ مسلک کی بدعتیہ گئی اور بے باکی ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس قوشچی کی شرالحدید نہیں۔ پھر بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جاڑوی نے دوسرے حوادث کی طرح اس میں بھی بددیانتی کی ہوگی۔ کیونکہ یہ اس کی فطرت ہے اور اگر واقعی قوشچی نے یہ کچھ لکھا۔ تو اس کا جواب تمہیں دینا چاہیے۔ ہم تو تمہاری ایک گزشتہ فریکویٹ کے جواب میں اس کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متع سے منع فرمایا۔ وہ ان کا اپنا اجتہاد یا حکم نہ تھا۔ بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا مقصود تھا۔ اس لیے کوئی اہل سنت اس بات کی سوچ بھی نہیں سکتا کہ حضرت عمر کا اجتہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے بڑھ کر یا برابر ہی تھا عا شاؤ کلہ۔ یہ بہتان ہے۔ باقی جاڑوی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی جبارت پیش کی



کہ انہوں نے اپنے والد کے کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابلہ میں ٹھکرا دیا۔ تو حقیقت بیان فرمائی۔ کون ایسا مسلمان ہے۔ جو کسی مجتہد یا عالم کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ترجیح دے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول سے حضرت فاروق اعظم کی ذات پر کچھ اچھا نا اہٹائی بد دیا جاتی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ شامی مرد کو خاموش کرنے کے لیے لازمی جواب عطا فرمایا۔ لیکن جاڑوی کے دماغ میں ایسی باتیں کہاں آسکتی ہیں۔ اس میں تو بغض صحابہ اور نام نہاد محبت اہل بیت سمائی ہوئی ہے۔ جب شامی سے آپ نے دریافت فرمایا۔ تم بتاؤ کہ تمہارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مضبوط ہے یا عمر بن خطاب کی؟ تو اس نے فوراً جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میں باوجود عمر بن الخطاب کے فرزند ہونے کے اُن کی باتوں کا وہ مطلب نہ سمجھ سکا۔ جو تم نے سمجھا۔ یعنی شامی کا خیال تھا۔ کہ حضرت عروہ نے حج تمتع کو منع کر دیا تھا۔ یا اس کی حرمت کے قائل تھے۔ اُن کی بات کا مطلب یہ ہے۔ کہ عمرے کو حج میں داخل نہ کرو حج الگ اور عمرہ الگ کرنا چاہیے۔ یعنی احرام حج کو فاسد کر کے عمرے کا احرام نہ باندھو۔ اس کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

اس کا پس منظر مختصر یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ہمراہ جب پہلی مرتبہ حج کے لیے مکہ تشریف لانا چاہتے تھے۔ تو میکہ شریف کے قریب پہنچ کر اپنے فرمایا۔ تم میں سے جو اپنے ساتھ قربانی لے کر نہیں آیا وہ حج کا احرام کو توڑ دے۔ اور عمرے کا احرام باندھ لے۔

عمرہ پورا کرنے پر وہ احرام کو کھول دے۔ اور پھر حج کا احرام باندھ لے۔ حج کا احرام توڑ کر عمرے کا احرام باندھنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس کی بعد میں اجازت نہ تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## ارشاد الساری

وَفِي حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ عِنْدَ الْمُسْلِمِ كَانَتْ الْمُتَعَةَ  
فِي الْحَجِّ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُعْنَى قَسْحُ الْحَجِّ إِلَى الْعُمْرَةِ  
وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ عَنِ الْحَزْبِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ  
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَسْحُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّةٌ أَمْ  
لِلنَّاسِ عَامَّةٌ فَقَالَ لَا بَلَّ لَنَا خَاصَّةٌ

(ارشاد الساری جلد سوم ص ۲۷۰)

ترجمہ :

امام مسلم نے ابو ذر سے روایت لکھی کہ حج میں متعہ کرنا صرف رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے مخصوص تھا۔ یعنی حج کا احرام باندھ لینا۔  
امام نسائی نے حرب بن بلال کے واسطے سے ان کے والد کی ایک روایت  
ذکر کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حج کا قسح  
کیا ہمارے لیے ہی مخصوص ہے یا عام لوگوں کو اس کی اجازت ہے؟  
آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ صرف ہمارے لیے یہ رعایت تھی۔

مسند امام احمد بن حنبل

عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُعْنَى بِالذِّفِّ  
أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الرُّخَصَةِ يَتَمَتَّعُ وَ  
مَنْ رَسُوهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ

فَيَقُولُ نَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ كَيْفَ تَخْلَعُ أَبَاكَ وَقَدْ  
كَفَى عَنْ ذَلِكَ فَيَقُولُ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ وَيُكَلِّمُ  
الْأَتَقُّونَ اللَّهَ إِنْ كَانَ عُمَرُ كَفَى عَنْ ذَلِكَ  
فَيُبَيِّنُ فِيهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهِ تَعَامُّ الْعُمْرَةِ  
فَلَمَّا تَحَرَّيَ مُؤَنَ ذَلِكَ وَقَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ وَعَمَلَ  
بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقَّ أَنْ  
تَتَّبِعُوا سُنَّتَهُ أَمْ سُنَّةَ عُمَرَ إِنْ عُمَرَ لَمْ  
يَقُلْ لَكُمْ إِنْ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ  
لِكِنَّةٍ قَالَ أَنْ أَتَيْتُمُ الْعُمْرَةَ أَنْ تَقَرَّ دَوْمَا  
مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ -

(مسند امام احمد بن حنبل ص ۹۵ جلد دوم)

ترجمہ :

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اللہ تعالیٰ کی  
آیات کے مطابق ہوتا تھا۔ وہ حج تمتع کی اجازت دیتے تھے۔ اور یہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ لوگوں نے اس پر انہیں  
کہا کہ تم اپنے والد کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے حج  
تمتع سے منع کر دیا ہے۔ اس پر جناب ابن عمر نے لوگوں سے کہا۔ خدا کا خوف  
کرو۔ اگر عمر نے اس سے منع کیا ہے تو وہ اس لیے کہ وہ عمرہ کو کامل ادا  
کرنے کے خواہش مند تھے۔ تم اسے حرام کیوں قرار دیتے ہو۔ حالانکہ  
اللہ تعالیٰ نے اسے حلال فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر

عمل کیا۔

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، عمر کی سنت سے اتباع کے لیے زیادہ  
 حجت رکھتی ہے۔ عمر نے یہ نہیں کہا کہ عمرہ حج کے دنوں میں حرام ہے۔ لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ  
 عمرہ کوچ سے الگ ادا کرو۔

### نوٹ:

سیدنا قاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حج تمتع کے بارے میں یہ قول منقول ہیں۔  
 ۱۔ ازل یہ کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا اور پھر حج کرنا اس سے منع فرماتے ہیں۔  
 ۲۔ دوسرا قول یہ کہ آپ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھ لینا اس سے منع کرتے تھے  
 ان دونوں میں سے جس قول کو صحیح کہا گیا وہ یہ کہ آپ حج کے احرام کو توڑ کر عمرے کا احرام  
 باندھنا اس سے روکتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### نودی شرح مسلم شریف

قَالَ الْمَكَادِرِيُّ اخْتَلَفَ فِي الْمُتَعَةِ الَّتِي نَهَى عَنْهَا  
 عُمَرُ فِي الْحَجِّ فَقِيلَ هِيَ فُسْحُ الْحَجِّ إِلَى الْعُمْرَةِ  
 وَقِيلَ هِيَ الْعُمْرَةُ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ الْحَجُّ  
 مِنْ عَامِهِ وَعَلَى هَذَا إِشْمَا نَهَى عَنْهَا تَرْغِيبًا  
 فِي الْأَفْرَادِ الَّتِي هِيَ أَفْضَلُ لِأَنَّهَا يُمْسَقُ  
 بِطُلَادَتِهَا أَوْ تَحْرِيمِهَا وَقَالَ الْقَاضِي عِيَانٌ ظَاهِرُ  
 حَدِيثِ جَابِرٍ وَعُمَرَانَ وَآيِ مُوسَى أَنَّ الْمُتَعَةَ  
 الَّتِي اخْتَلَفُوا فِيهَا إِشْمَا هِيَ فُسْحُ الْحَجِّ إِلَى

الْعُمْرَةُ قَالَتْ وَلِهَذَا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَيْهَا وَلَا يَضْرِبُهُمْ عَلَى  
مُجَرَّدِ التَّمَتُّعِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ .

(النووی شرح المسلم جزا اول ص ۳۹۴)  
(اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

المذاہری کا کہنا ہے کہ جس تمتع سے حضرت عمر نے منع کیا اس میں  
اختلاف ہے۔ پہلی گریج کو توڑ کر عمر کرنا ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ حج  
کے مہینوں میں عمر کرنے کے بعد پھر اسی سال حج کرنا۔ اس دوسری وجہ  
کے مطابق منع کرنے میں احتمال ہوگا کہ آپ دراصل حج مفرد کرنے کی  
ترغیب دینا چاہتے تھے۔ جو افضل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمر  
ایسا کرنے کو باطل یا حرام کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ  
جابر، عمران اور ابو موسیٰ کی حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے  
کہ جس تمتع میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ حج کا احرام توڑ کر عمر کا احرام  
باندھنا۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والے کو سزا دیا کرتے  
تھے۔ اور حج کے مہینوں میں محض تمتع کرنے پر نہیں مارتے تھے۔

نوٹ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے جاڑوی نے یہ تاثر دینے کی  
کوشش کی ہے کہ یہ اپنے والد جناب عمر بن الخطاب کے خلاف تھے۔ اگرچہ مخالفت  
حج تمتع کے بارے میں ذکر کی لیکن متہ النساء بھی چونکہ بعض جگہ اس کے ساتھ ذکر ہوا  
اس لیے حج تمتع کی مخالفت کے ضمن جاڑوی نے یہ تاثر دینا چاہا کہ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے برعکس متہ کے حوازی کے قائل تھے۔ حالانکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ شروع شروع میں متہ کو جائز کیا گیا تھا لیکن بعد میں اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

## بہقی

أَنْبَأَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَ نِیْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ  
عَنْ تَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمَا أَنََّّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ  
حَرَامٌ۔

(زیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متہ النساء کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔

## طحاوی

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَ نِیْ سَالِمُ ابْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ حَرَامٌ  
قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا يَحْضُلُ فِيهَا قَالَ وَاللَّهِ لَعَدُ  
عَلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حَرَّمَ مَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَمَا كُنَّا مُسَافِحِينَ۔

(طحاوی جلد دوم ص ۱۶ باب نکاح المتعہ)

ترجمہ :

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متہ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔ سائل نے کہا کہ ایک آدمی متہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ جانتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو اسے حرام کر دیا تھا۔ اور ہم ذاتی نہیں۔

اس تم گفست گو سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق حرام قرار دیا۔ اور لوگوں سے سختی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ اپنی طرف سے اجتہاد نہ کیا۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کی۔ اس امر کی تائید آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمائی۔ لیکن جاڑوی کی آنکھوں میں مخالفت کی پٹی اور دماغ میں متہ کی بوس تھی۔ اس لیے ادھر ادھر کی ہانک کر اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنا چاہا۔ لیکن اسے منہ کی کھائی پڑی۔ امید واثق ہے۔ کہ غیر جانب دار کے لیے حق کی پہچان ہو جائے گی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

## دھوکہ

اور

## کذبِ بیکانیؑ

### سکوتِ صحابہ

### جوازِ متعہ

مکمل ہے کہ بعض خوش فہم اور سادہ لوح افراد یہ سوچنے کی کوشش کریں کہ اگر سرور کوہین کے جائز کردہ حکم کو جب عمر ناجائز کر رہے تھے تو صحابہ کے اتنے بڑے مجمع میں سے کسی صحابی نے حضرت عمر کو کیوں زد کیا؟ اگر صحابہ نے اس کی مخالفت کی ہے تو مخالفت ثابت کی جائے۔ اور اگر صحابہ نے مخالفت نہیں کی تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ حرمت کے حکم سے دوسرا کوئی صحابی مطلع نہ تھا۔ اور جب حضرت عمر نے اعلانِ حرمت کیا تو تمام صحابہ سن کر فاشوش ہو گئے گویا اعلان حضرت عمر فی الواقع اعلان رسول تھا۔ اور تحریم حضرت عمر تحریم رسول تھی۔

امام رازنی سے پہلے تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۴۲ میں فرماتے ہیں۔ اگر عمر کا مقصد یہ تھا کہ متعہ زمانہ رسول میں تو مباح تھا لیکن میں اسے ناجائز قرار دیتا ہوں۔ تو اس سے حضرت عمرؓ کا کفر لازم آئے گا۔ اور تمام ان افراد کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ جو حضرت عمرؓ سے نہرِ دُعا نہ ہوئے حتیٰ کہ امیر المومنین علیؓ کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ چونکہ کسی صحابی کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا یہی سوت رہ جاتی ہے۔ کہ ہم یہ بات مان لیں۔ کہ حضرت عمرؓ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ زمانہ رسالت



میں تو متہ مباح تھا۔ لیکن چونکہ دوسرا کسی کو نبی رسول اور نسخ متہ معلوم نہیں۔ اس لیے میں نسخ متہ کا اعلان کرتا ہوں۔

مصر کے عظیم مفتی محمد عبدو نے بھی اپنی تفسیر المنار جلد پنجم ص ۵۵ پر تقریباً امام رازی کی تقلید کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حرمت متہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں متہ سے منع فرمایا۔ اور برسر منبر تحریم متہ کا سختی سے اعلان کیا۔ جبکہ صحابہ نے اس کا اعتراف کیا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ صحابہ کبھی غلط بات کا اعتراف نہیں کرتے۔

اب اُیے امام رازی اور محمد عبدو کس اسناد لال کی حقیقت معلوم کریں کہ کیا واقعاً تمام صحابہ اعلان حضرت عمر کے بعد اباحت متہ سے منکر ہو گئے تھے؟ کیا پھر کسی صحابہ نے اباحت متہ کا فتویٰ نہیں دیا۔؟ کیا تمام صحابہ نے حضرت عمر کی بات مان لی تھی؟ کتب حدیث و تاریخ بیاں گ دہل اس دعویٰ کا مذاق اڑاتی ہیں اور کتب حدیث و تفسیر نے عظیم تر صحابہ کی مخالفت کو بھی اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح حضرت عمر کے اعلان حرمت متہ کو نقل کیا ہے۔

۱۔ تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳ میں حضرت علیؑ کھلے لفظوں میں حضرت عمرؓ کا نام لے کر مخالفت کا اعلان کرتے ہیں۔

## تفسیر طبری

لَوْلَا اَنَّ عُمَرَ فَكَلَّمَنِي عَنْ الْمُتَّحَةِ لَمَا زَفَنِي اِلَّا شَقِيًّا

(تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳)

ترجمہ:

اگر عمر متہ سے منع نہ کرتے تو بد نصیب ہی زنا کرتا۔



## صحیح مسلم

أَخْبَرَ فِي عُرْوَةَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ  
قَامَ بِمَكَّةَ فَقَالَ إِنَّ نَاسًا أَعْمَى اللَّهُ قُلُوبَهُمْ  
كَمَا أَبْصَارُهُمْ يَفْتُونُ بِالْمُتَعَةِ يَفِرُّ مِنْ بَرَجِدٍ  
فَتَاوَاهُ فَقَالَ إِنَّكَ حَلَفْتَ حَافٍ فَلِعُمَرَ لَقَدْ  
كَانَتْ الْمُتَعَةُ تَفْعَلُ فِي عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ  
يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ مَحْبُوبٌ  
يَنْفِيكَ وَاللَّهِ لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَا رُجْعَ لَكَ بِأَخْبَارِكَ

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ  
شعیب برنس روڈ کراچی ۱۷ ترجمہ مولانا  
وحید الدین۔)

## ترجمہ:

مجھے عروہ ابن زبیر نے خبر دی کہ عبد اللہ بن زبیر مکہ میں خطبہ دینے کو کھڑے  
ہوئے۔ اور کہا کہ بعض لوگوں کے دل اللہ اس طرح اندھے کر دیتے ہیں  
دیہ اشارہ کیا انہوں نے ابن عباس کی طرف کہ وہ آخر عمر میں نابینا ہو  
گئے (کہ وہ حجاز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جناب عباس نے فرمایا۔ تو تم نخل  
اور گستاخ۔ بخدا ہم نے متعہ امام المتقین کے زمانہ میں کیا ہے۔ ابنا زبیر  
نے کہا ذرا اب تجربہ کر کے دیکھو۔ اگر تو نے متعہ کیا تو میں تجھے پتھر دل سے  
سنگسار کروں گا۔

ملاحظہ فرمایا ابن عباس کتنا مصر ہے متعہ کے معاملہ میں اور دوسری طرف انکار متعہ

پر کتنا اصرار ہے۔ کاش کہ علامہ وحید الدین اپنے ترجمہ میں انصاف سے کام لیتے۔ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کو نسخ متعہ معلوم نہ تھا۔ اور ابن زبیر کو نسخ متعہ معلوم تھا۔ حدیث آپ کے سامنے ہے۔ ذرا عبد اللہ بن عباس کا انداز بیان بھی دیکھ لیں۔ اور عبد اللہ بن زبیر کا انداز گفتگو بھی ملاحظہ کریں۔ عبد اللہ بن زبیر دورانِ خطبہ عبد اللہ بن عباس پر بطور طنز اشارہ کرتا ہے کہ اللہ نے کچھ لوگوں کی آنکھوں کی طرح دل کو بھی اندھا کر دیا ہے جس کی بدولت وہ جو لازم متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جواب میں ابن عباس کا انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ ابن زبیر کو نادان اور گستاخ کہہ کر حکم رسول مٹاتے ہیں۔

ابن زبیر حکم رسول کے جواب میں تو آیات متعہ کی ناسخ آیت پڑھتا ہے۔ اور نہ ہی قول رسول پڑھتا ہے۔ ابن زبیر تشدد پر اتر آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ۔ ذرا اب متعہ کر کے دکھائیں تجھے سنگسار کر دوں گا یعنی دلیل کے جواب میں دھونس اور قول رسول کے مقابلہ میں ڈنڈا۔ یہ ہے حرمت متعہ کا ثبوت۔ (جواز متعہ ص ۶۴)

**جواب:**

اوپر ذکر کی گئی عبارت میں ایک تو وہی استدلال ہے۔ (یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت عمر بن الخطاب کے متعہ کو اہم فرماتے پرافسوس کرنا اس استدلال کا تفصیلی جواب گزشتہ صفحات کی زینت ہو چکا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت مذکورہ کا اصلی اور مرکزی لاوی و محکم، ہے۔ اور وہ سخت قسم کا مجروح ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس کی روایت کو حجت کا درجہ دیا جاسکے۔ ہاں ایک نئی بات جاڑوی نے ذکر کی۔ وہ یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور جواز متعہ پر اصرار کرنا بحوالہ جصاص کی کتاب احکام القرآن۔ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔ اس بنا پر یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ احکام القرآن کے

مذکورہ مقام سے جو عبارت جاڑوی نے ذکر کی۔ اس سے متصل عبارت میں اس کی وضاحت تھی۔ لیکن مغالطہ دینے کی خاطر اسے ہرپ کر دیا گیا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

### احکام القرآن

كَوْلَا كَهَيْهِ لَمَّا اُحْتِاجَ اِلَى التَّزْنِ الْاَشَجِيِّ فَالَّذِي  
مِنْ اَحَاوِيْدِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْقَوْلُ بِاِبَاحَةِ الْمُتَعَةِ  
فِي بَعْضِ رَوَايَةٍ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيْدٍ لَهَا بِضُرُوْرَةٍ  
وَلَا غَيْرِهَا وَالْقَائِلُ اَنَّهَا مَنِئِيَّةٌ يُحْدِلُ بِضُرُوْرَةٍ  
وَالْقَائِلُ اَنَّهَا مُحَرَّمَةٌ وَقَدْ قَدُمْنَا ذِكْرَ  
سَنَدِهِ وَقَوْلِهِ اَيْضًا اَنَّهَا مُسْوُوْعَةٌ مِنَّا  
يَدُلُّ عَلَى رُجُوْعِهِ عَنْ اِبَاحَتِهَا مَا رَوَى  
عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ  
الْحَرَبِ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا اِنْحَاقَ  
مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ  
عَبَّاسٍ فَقَالَ كُنْتُ فِي سَفَرٍ وَمَعِيَ جَارِيَةٌ  
لِي وَلِي اَصْحَابٌ فَحَلَلْتُ جَارِيَتِي لِأَصْحَابٍ  
يَسْتَمْتِعُونَ مِنْهَا فَقَالَ ذَلِكَ الشَّفَاحُ فَلَمَّا  
اَيْضًا يَدُلُّ عَلَى رُجُوْعِهِ .

(احکام القرآن جلد دوم ص ۴۸۱ تا ۴۸۲ مطبوعہ دار الفکر)

ترجمہ:

اگر حضرت عمر متہ سے منع نہ فرماتے۔ تو کوئی بد بخت ہی ہوتا جو زنا کرتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متو کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے۔ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور دوسرا قول یہ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور تیسرا قول یہ ہے۔ کہ متو حرام ہے۔ اس تیسرے قول کی سند، ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ آیت جواز متعہ منسوخ ہے۔ اور آپ کے مباح کہنے سے آپ کا رجوع اس دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک روایت ہے جو عبد اللہ بن وہب بن عمرو بن حرث سے اور انہوں نے بکیر بن اشج سے بیان کی۔ بنی ہاشم کا ایک مولیٰ ابواسحاق بیان کرتا ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت عباس سے پوچھا۔ اُس نے بیان کیا۔ کہ میں ایک سفر میں تھا۔ اور میرے ساتھ میری ایک لونڈی بھی تھی۔ میں نے بطور متو وہ اپنے ساتھیوں کے لیے حلال کر دی۔ یعنی اجازت دے دی۔ کہ وہ اُس سے متعہ کر سکتے ہیں۔ تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ یہ زنا ہے۔ لہذا یہ روایت بھی آپ کے رجوع پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اس پر کہ آپ نے جواز متعہ سے رجوع فرمایا تھا۔ اور حرمت کے قائل ہو گئے تھے)

دبا جاڑوی کا آخری حوالہ جس میں حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کا کلام بیان کیا ہے۔ اس کا جواب بھی وہی ہے۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔ یعنی یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب ابن عباس نے اباحت متعہ سے رجوع نہیں فرمایا تھا۔ جب آپ کا رجوع ثابت اور آپسے اس کی حرمت ثابت ہے۔ تو پھر دونوں کے مابین تنازع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تفسیر ابن عباس سے اس بارے میں ہم حوالہ لکھ چکے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

کڑھوکہ

اور

کذب بیانی ۱۱

جابر بن عبد اللہ صحابی نے جواز متعہ کا اعلان کیا

جواز متعہ :-

جابر بن عبد اللہ جیسا جلیل القدر صحابی حکم عمر کی پرواہ نہ کرنا۔ اور کھلے نفلوں میں منالفت عمر کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ قَدِيمُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مُعْتَمِرًا  
فَجِئْنَا فِي مَنْزِلِهِ فَسَأَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ أَشْئَاءَ  
ثُمَّ ذَكَرُوا الْمُتْعَةَ فَقَالَ نَعَمْ لَا سَتَعْتُنَا عَلَى  
عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي  
بَكْرٍ وَعُمَرَ

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۸ مطبوعہ مکتبہ شعیب برس روڈ  
کراچی ۱۔ منترجم مولانا وحید الزمان)

ترجمہ:

عطاء نے کہا جابر بن عبد اللہ عمرے کے لیے آئے۔ اور ہم سب نے  
 کے لیے ان کی منزل میں گئے۔ لوگوں نے اُن سے بہت سی باتیں پوچھیں  
 پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔ ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے زمانہ مبارک اور ابوجہود عمر کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا۔

نوی شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۶۹۔ جن لوگوں نے متعہ میں حضرت عمر کی مخالفت  
 کی ہے۔ ان میں عظیم صحابی جناب عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ جو بھرے محبوبوں میں ہونما  
 استمتعتم بہم منہن، کی آیت پڑھ کر وہ اِلٰی اَجَلٍ مَّسْخُوعٍ، (مدت معینہ تک)  
 پڑھا کرتے تھے۔ اور جواز متعہ پر نص قرآن کا ثبوت دیتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود سے حدیث  
 متواتر جواز متعہ میں منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

## درہنثور

عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا نَغْزُوَ مَعَ رَسُولِ  
 اللَّهِ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَعُلْنَا أَلَا نَسْتَخْصِي فَتَهَا نَا  
 عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا كَيْ أَنْ تُنِكَحَ الْمَرْأَةُ  
 بِالشُّوْبِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا  
 تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ۔

درہنثور جلد دوم ص ۳۰۶۔ احکام القرآن

جلد دوم ص ۱۸۴۔ میح بخاری جلد ۱ کتاب النکاح

ص ۷۰ حدیث ۶۶ ملکہ بنی کعبہ ص ۳۸ / اردو بازار

لاہور۔ مترجم قاری محمد عادل خان



ترجمہ:

تیس کہتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ ہم سرکارِ دو عالم کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ ہو سکا تھا۔ تو ہم نے عرض کیا۔ ہم خنصر ہو جائیں۔ تو آپ نے ہمیں اس فعل سے منع فرمایا۔ پھر ہمیں ایک کپڑے کے عوض نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ آیت تلاوت کی۔ اے ایمان والو! پاک چیزیں اپنے لیے حرام مت کرو۔ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں ہیں۔

آئیے اور سوچئے۔ عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ عورتوں کے نہ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں۔ سرورِ کونین منع فرماتے ہیں۔ پھر آپ کپڑے کے عوض عقد کرنے کی اجازت دیتے۔ اور حکمِ قرآن سناتے۔ کہ اللہ کے حلال کو حرام مت کرو۔ اب ظاہر ہے کہ کپڑے کے عوض جس نکاح کا تذکرہ ہے۔ وہ نکاح متہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ جابر کی احادیث اور صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں کپڑے کے عوض نکاح متہ ملتا ہے۔ پھر سرورِ کونین کا یہ فرمانا کہ جو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اسے حرام مت کرو۔ ظاہر ہے بات عورت سے نکاح کی مراد ہی ہے۔ اس لیے آپ یہاں کبوتروں اور بیڑوں کا حلال ہونا تو بیان نہیں کریں گے۔ کیسی نکاح ہی کی بات ہوگی۔ اور نکاح بھی دائمی کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ تو عبداللہ بن مسعود نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ نکاح دائمی والے بیسیاں ہمارے ساتھ نہ تھیں۔ اب نکاح متہ بھی رہتا ہے۔ جس کے متعلق سرورِ کونین لکھتے ہیں کہ متوجہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جو چیز اللہ نے حلال کر دی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور کپڑے کے عوض مدتِ معینہ تک نکاح متہ کرو۔ تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۱ کھول کر دیکھئے عبداللہ بن مسعود کی طرح ابی بن کعب بھی حضرت عمر کی تحریم متہ کے خلاف گئے عام آیت متہ کی تلاوت والی اہلِ مسکنی سے کرتے ہیں۔ فتح الباری شرح

صحیح بخاری انا بن حجر جلد ۸ ص ۷۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عمر کے تحریم متہ کے مخالفین میں سے ابو سعید خدری ہیں۔ جو جواز متہ کے نظریہ پر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔  
فتح الباری شرح صحیح بخاری انا بن حجر جلد ۸ ص ۷۸ اور تفسیر طبری جلد ۱۴ ص ۱۸۱ کھول کر دیکھئے۔ سعید بن جبیر مہیا عظیم صحابی بھی حضرت عمر کی تحریم متہ کے خلاف جواز متہ کا کافی دیتا ہے۔ اور آیت متہ کی تلاوت کے بعد بطور تفسیر اِلٰی اَجَلٍ مُّسْتَقَرٍّ پڑھتا ہے۔  
(جواز متہ ص ۶۷)

## جواب:

عبارت مذکورہ میں ان حضرات صحابہ کرام کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ جو بقول جابر بن عبد اللہ بن مسعود ابو سعید خدری۔ اور سعید بن جبیر کے اسماء گرامی مراعت سے ذکر کیے گئے مختصر یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متہ کو حرام قرار دینے کے باوجود ان صحابہ کرام نے اُن کی بات نہیں مانی۔ اور حرمت کی بجائے جواز کے پابند رہے۔ اب اس مقام پر ہم دو باتوں کا تذکرہ کریں گے۔ اول یہ کہ کیا ضرورت کی طرف سے پیش کردہ مذکورہ روایات واقعی حضرت عمر کے اعلان حرمت کے بعد کی ہیں؟ اور دوسری بات یہ کہ کیا ان روایات میں جو ان صحابہ کرام کا جواز متہ کا نظریہ پیش کیا گیا۔ وہ اسی نظریہ پر دنیا سے رخصت ہوئے یا اس سے رجوع کر لیا تھا؟ ان صحابہ کرام کے بارے میں ہم دونوں امور کو پیش نظر رکھیں گے۔ سب سے پہلے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ پیش خدمت ہے۔ اور وہ بھی مسلم شریف سے مذکورہ روایت کے متصل روایت کے الفاظ سے۔ ملاحظہ ہو۔

# جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور متعہ کی منسوخی

## مسلم شریف

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
فَإِذَاهُ ابْنُ فَتَالٍ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ  
إِخْتَلَفْنَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ جَابِرٌ قَعَلْنَا مَعَا  
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعَرٌ  
نَهَانَا عَنْهُمَا عَمَرَ فَعَمَرْنَا نَعُدُّ لَهُمَا.

(مسلم شریف جلد اول ص ۱۷۱ باب النکاح)

ترجمہ:

ابو نضرہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ کے پاس حاضر  
تھا۔ کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا۔ ابن عباس اور ابن زبیر دونوں متعہ النکح  
اور متعہ النکاح میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس پر جناب جابر نے کہا۔  
ان دونوں کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے پھر  
ہمیں عمر بن الخطاب نے منع کر دیا۔ پس اس کے بعد ہم نے پھر اس کا  
اعادہ نہیں کیا۔

توضیح:

مسلم شریف کی مذکورہ روایت سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

کی شخصیت کا عقیدہ اور نظریہ ٹھہر کر سامنے آگیا۔ اسی لیے جاڑوی نے یہ روایت ذکر نہ کی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب دو لوگ الفاظ میں فرما دیا۔ کہ متعہ ہم ضرور کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یوم خیبر اور فتح مکہ کے پیش نظر لوگوں کو سختی سے ٹانٹا تو ہم نے اس کے بعد اس خبیث فعل کی طرف خیال بھی نہ کیا۔ اور اسے حرام سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ گویا جاڑوی نے حضرت جابر کے بارے میں جو روایات ذکر کی۔ وہ اگرچہ جواز متعہ کی خبر دیتی ہے۔ لیکن اُس سے انہوں نے حضرت عمر کے اعلان کے بعد رجوع فرمایا تھا۔ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے حضرت جابر کا حقیقی نظریہ بیان نہ کرنا اور یہ کہنا کہ صحابہ انہوں نے حضرت عمر کے حرمت متعہ کے اعلان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کیا۔ لکنا صاف اور گھٹا ہوا جھوٹ ہے۔ جھوٹ سے بچنے کی وہی کوشش کرتا ہے۔ جسے خوف خدا اور شرم معصنیٰ والی مصطفیٰ ہو۔ اور جسے ستر سے زائد زنا کرنے کے گناہ سے بچنا مقصود ہو۔ جن میں کم درجہ اپنی ماں سے زنا کرنا ہے۔ (بحوالہ منتہی الامال جلد اول) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور متعہ کی منسوخی

احکام القرآن

وَعَدُّ رِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهَا مَنسُوخَةٌ  
بِالْظَّلَاقِ وَالْعِدَّةِ وَالْعِيَرَاتِ

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ”ومتہ“، آیت طلاق، عدت اور میراث سے منسوخ ہو گیا ہے۔

بہیقی شریف

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَسَخَهَا الْعِدَّةُ وَالْقَلْدُ وَالْمِيرَاثُ.

(بہیقی جلد ہفتم ص ۲۰۷ مطبوعہ جبر آباد دکن)

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آیات عدت، طلاق اور میراث نے ”ومتہ“ کو منسوخ کر دیا ہے

ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرأت شاذہ ہے

تفسیر طبری

أَمَّا مَا رَوَى عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ قُرْآنَيْهِمَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَعَرَأْتُمْ بِخُلَافٍ مَا جَاءَتْ بِهِ مَصَاحِفُ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْرُ جَائِزٍ لِأَحَدٍ أَنْ يُدْحِقَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْئًا لَمْ يَأْتِ بِهِ

الْخَبَرُ الْمَطْلُوعُ الْعَذْدَ عَمَّنْ لَا يَجُوزُ خِلَافُهُ -

(تفسیر طبری جلد: پنجم ص ۱۰ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

بہر حال وہ زائد الفاظ جو حضرت ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت فما استمتعتم بہم میں ”الی اجل مسمی“ سے مروی ہیں۔ یہ ایسی قرأت ہے جو مسلمانوں کے مصاحف کے خلاف ہے اور کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی ایسے لفظ ملائے جو یقینی خبر کے ذریعہ ثابت نہ ہوں اور جو اس کی مخالفت جائز نہیں سمجھتا اس کے عذر کو ختم کر دے۔

توضیح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہم نے چند حالات پیش کیے جو ان کی طرف سے ”متحدہ“ کے نسخہ ہونے کی حمایت کرتے ہیں۔ موصوف سے جو جاڑوی نے روایت ذکر کی۔ وہ فتح مکہ سے پہلے کی ہے۔ جبکہ متحدہ قطعی طور پر نسخہ نہ ہوا تھا۔ اس لیے حرمت کے بعد اس کی نسخ آیات کی نشاندہی کر دی گئی اور دوسری بات جو حرمت کے سلسلہ میں تھی۔ تفسیر طبری نے اس کا بھی جواب پیش کر دیا کہ کوئی ایسی روایت جو مسلمانوں کے مصاحف کے ساتھ متفق ہو۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ اب اس خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کا ثبوت کرنا یا تو خبر واحد کو اس قدر اہمیت دینا ہے۔ جو قرآن کی حرمت کی نسخ ہو سکے۔ اگر جاڑوی کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ خبر واحد قرآن کی نسخ ہوتی ہے۔ تو اس کی یہ بہت بڑی جہالت ہے ان کی اپنی کتب بھی اس کی تائید نہیں کرتیں۔ یا پھر یہ کہنا چاہتا ہے۔ کہ الی اٰخِرُ مَسْمُومٌ۔

کے الفاظ آیت متعہ میں موجود تھے۔ اب نہیں۔ تو یہ ثبوت جاڑوی کے ذمہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن کریم میں دیکھا ہے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یا پھر تسلیم کر لیا جائے کہ موجود قرآن ناقص اور محرف ہے۔ یہ خود اس کی پچھلی تقریر کے خلاف ہے۔ لایا قیدہ الباطل من بین ید یدہ الخ

اُدھر اعلان یہ تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متہ کو حرام فرمانے کے بعد ان صحابہ کرام نے آپ کی مخالفت کی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت وہ ہمیش کی جا رہی ہے۔ جو فتح مکہ سے پہلے کی ہے۔ اب جاڑوی کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ثنابت کیا جائے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواز متعہ کے متعلق جو کچھ کہا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد کہا۔ دوسرا یہ کہ اگر بعد میں ہی کہا تو پھر اسے خبر متواتر یا کم از کم خبر مشہور ہی ثنابت کر دکھائے۔ کیونکہ کتاب اللہ پر زیادتی یا اس کے مطلق کو مقید کرنا خبر واحد سے نہیں ہوتا۔

ابوسعید خدریؓ جواز متعہ والی روایت مجروح ہے۔

فتح الباری

وَأَمَّا أَبُو سَعِيدٍ فَأَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ أَنَّ عَطَاءً قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَمْتُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَقَدْ كَانَ أَحَدٌ نَأْسَمْتَعُ بِمَدَّةِ النَّعْتِجِ سَوِيغًا وَهَذَا مَعَ كَوْنِهِ ضَعِيفًا لِلْجَهْلِ بِأَحَدٍ وَرَأَيْتُهُ لَيْسَ فِيهِ التَّصْرِيحُ بِأَنَّهُ كَانَ

بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(فتح الباری جلد ۹ ص ۴۳ مطبوعہ بیروت)

(لمع جدید)

ترجمہ :

بہر حال جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا متعہ کے بارے میں نظریہ تو  
عبدالرزاق نے ابن جریر سے بیان کیا۔ کہ عطاء نے مجھے میری پسندیدہ  
شخصیت کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا  
کہ جناب ابوسعید نے فرمایا۔ ہم میں سے کوئی ایک متعہ کے بھرے ہوئے  
پیالے کے عوض متعہ کیا کرتا تھا۔ یہ بات ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا ایک  
راوی مبہول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں اس بات کی تصریح بھی موجود  
نہیں کہ کیا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تھا؟

توضیح ۱۔

فتح الباری کے حوالے سے اشیر جاڑوی نے حضرت ابوسعید خدری کے متعلق یہ تاثر  
دینے کی کوشش کی تھی۔ کہ کتاب مذکورہ میں ان کے جواز متعہ کی صراحت ہے۔ صاحب  
فتح الباری علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواز متعہ کی روایت کو ضعیف اور صریح  
نہ ہونے کے طور پر پیش کر کے جاڑوی کے کیے پر پانی پھیر دیا۔ اگر فتح الباری کی  
پوری بات نقل کر دی جاتی۔ تو انصاف ہوتا۔ لیکن دھوکہ اور کذب بیانی کا کام تو  
ان شیعوں کو اپنے اسلاف سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ قرائن یہ بتاتے ہیں کہ جناب  
ابوسعید کی جواز متعہ والی روایت اس دور کی ہوگی۔ جب متعہ جائز تھا۔ جیسا کہ حضرت  
جابر بن عبد اللہ کے قول میں تھا۔ اس لیے جاڑوی کو چاہیئے تھا۔ کہ ان حضرات کوئی  
ایسی روایت پیش کرتا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے بعد متعلق



ہوتی۔ کیونکہ جاڑوی نے یہی باد رکھ کر انے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر کے حرمت منہ کے مخالفین بڑے بڑے صحابہ کرام ہیں۔ جن میں عبداللہ بن مسعود ابوسعید خدری وغیرہ بھی ہیں لیکن قارئین کرام! آپ دیکھ چکے ہیں کہ جاڑوی اپنی اس بے ہودہ کوشش میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

## دھوکہ

اور

## کذب بیانی

عبداللہ بن زبیر منہ کی پیداوار تھے۔ راغب اصفہانی کی عبارت

## جواز منہ

معارضات راغب جلد دوم ص ۹۴۔ اٹھا کر دیکھیں عظیم صحابی زبیر بن العوام اور علیہ السلام صحابیہ حضرات اسامہ بنت ابی بکر وغیرہ اہرام المؤمنین عائشہ زہرا حضرت عمر کی قولی مخالفت کرتے ہیں بلکہ حکم منہ کی عملی تفسیر کر کے آپس میں منہ کرتے ہیں۔ جس سے حضرت عبداللہ بن زبیر جیسا عظیم القدر سپہ سالار جنم لیتا ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۵۲ سے امام رازی سے پوچھئے فرماتے ہیں۔ صحابہ میں سے عمران بن حصین حضرت عمر کے خلاف جواز منہ کا قائل تھا۔



# راغب اصفہانی غالی شیعہ ہے

بحوالہ شیعہ کتب

## جواب

سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ”معتد کی پیداوار“ جیسے غیظنا اور خبیث عقیدت سے بھرے ہوئے الفاظ دراصل گندی ذہنیت کی سورج ہے اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے محاضرات راغب اصفہانی کا سہارا ایک کربلا دوسرا نیم چڑھا۔ کے مترادف ہے۔ قابل توجہ یہ امر ہے۔ کہ عبداللہ بن زبیر کے والد گرامی جناب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق کی فقر اور ام المؤمنین عائشہ کی ہمیشہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا یہ دونوں کیا باقاعدہ دائمی نکاح کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یا میعاد ہی نکاح کے طور پر رہے تھے۔ چنانچہ شاہد ہے۔ کہ ان دونوں نے نکاح معتد نہیں بلکہ نکاح دائمی کو رکھا تھا۔ دائمی نکاح میں دمی کے بعد پیدا ہونے والا بچہ معتد کی پیداوار نہیں کہلاتا۔ بلکہ اسے اُن الفاظ سے وہی ذکر کرتا ہے۔ جو خود اس راستے سے آیا ہو۔ لہذا دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد پر معتد، کا اطلاق سخت تعصب کی نشاندہی کرنا ہے۔ محاضرات راغب اگرچہ ہمارے پاس نہیں۔ چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں یہ عبارت ہوگی۔ تو پھر بھی یہ کوئی قابل توجہ بات نہیں۔ کیونکہ راغب اصفہانی بھی کوئی ”مقابل اعتماد“ نہیں نکلتا۔ بلکہ وہ بھی اشیر چاڑوی کا ہم نوالہ وہم پیالہ ہے۔ نیچے ان کی اپنی کتابوں سے اس کا تعارف۔

## الکافی واللقاب

فَقَالَ الْمَاهِرُ الْخَبِيرُ الْمُرْزَا عَبْدُ اللَّهِ فِي (ض) فِي  
تَرْجُمَتِهِ وَنَقَلَ الْخِلَافَ فِي إِعْتِرَائِهِ وَكَشَيْعِهِ  
هَذِهِ الْفُطْلَةُ لِيَكُنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنِ عَلِيٍّ الطَّبْرِيِّ قَدْ  
صَرَّحَ فِي آخِرِ كِتَابِهِ إِسْرَارًا لِأَمَلَةٍ أَنَّهُ أَيْ الرَّائِبِ  
كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ الشَّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ لَهُ مُصَنِّفَات  
قَالَقَةُ مِثْلُ الْمُفْرَدَاتِ فِي غَرِيبِ الْقُرْآنِ وَأَقَانِينَ  
الْبَلَاغَةِ وَالْمَحَاضِرَةِ -

الکافی واللقاب جلد دوم صفحہ نمبر ۲۶۸  
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ماہر اور باخبر شخص مرزا عبد اللہ نے اصنافی کے حالات کے متعلق کہہ  
کہ اس کے معتزلہ اور تشیع ہونے میں اختلاف ہے لیکن شیخ حسن  
بن علی طبرسی نے اپنی تصانیف اسرار الامامہ کے آخر میں اس کی صراحت  
کر دی ہے۔ کہ راقب اصنافی شیعہ امامیہ علماء میں سے تھا۔ اس کی  
اعلیٰ درجہ کی تصانیف میں مثلاً مفردات فی غریب القرآن اور اقانین  
البلاغۃ والماضیہ۔

الذریعۃ فی تصانیف الشیعہ

(جامع التفسیر) الإمام أبوالقاسم حسین بن

مُحَمَّدُ بْنُ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدٍ الشَّهِيدِ بِرَاحِغِ  
 الْأَصْفَهَانِي دُكِرَ فِي الرِّيَاضِ الْأَوَّلَا وَتَوْعُ الْخِلَافِ  
 فِي تَشْيِيعِهِ ثُمَّ قَالَ لَكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنَ عَلِي  
 الطَّبْرَسِي صَاحِبَ كَامِلِ الْبَهَائِي صَرَّحَ فِي آخِرِ  
 كِتَابِهِ اسْرَارُ الْإِمَامَةِ أَنَّهُ كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ  
 الشَّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ

(الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد ۵)

(ص ۲۵)

ترجمہ:

جامع التفسیر امام ابوالقاسم راغب اصفہانی کے بارے میں ”ریاض“  
 میں پہلے تو یہ ذکر کیا گیا کہ اس کے تشیع میں اختلاف ہے پھر لکھا ”شیعہ“ لکن  
 مصنف صرف بہائی نے اپنی کتاب اسرار الامار کے آخر میں یہ تصریح  
 کی ہے کہ راغب شیعہ حکماء میں سے تھا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَتُوفِيِّ كَمَا  
 وَرَّخَهُ فِي أَحْيَاءِ أَبْشَرِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَ  
 خَمْسِمِائَةِ الْعُرُوهُ بَيْنَ كَوْنِهِ مُعْتَزِلِيًّا وَشَيْعِيًّا  
 وَجَزَمَ بِالشَّافِي حَسَنَ بْنَ عَلِي كَامِلِ الْبَهَائِي فِي آخِرِ  
 كِتَابِهِ اسْرَارِ الْإِمَامَةِ وَلِذَا تَرَجَمَهُ صَاحِبُ الرِّيَاضِ  
 فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ -

(الذریعہ جلد ۲ ص ۱۲۸)

## ترجمہ:

راعب انہما فی متوفی ۵۲ھ اس کے شیعہ یا معتزلی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن حسن بن علی نے اپنی تصنیف اسرار الامم کے آخر میں اس کے شیعہ ہونے پر حزم کیا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب الریاض نے اس کا ذکر ”قسم اول“ میں کیا ہے۔

## ایمان الشیعہ

فِي الرِّيَاضِ اُخْتَلِفَ فِي كَوْنِهِ شِيعِيًّا فَالْعَامَّةُ صَرَّحَ بِكَوْنِهِ مُعْتَزِلِيًّا وَبَعْضُ الْخَاصَّةِ صَرَّحَ بِذَلِكَ وَلَكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْقَطْرِبِيَّ قَدْ صَرَّحَ فِي آخِرِ كِتَابِ اسْرَارِ الْاِمَامَةِ بِاَنَّهُ كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ الشَّيْعَةِ ..... فَاِنَّ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُ مُعْتَزِلِيٌّ اَقُوْلُ يُؤَيِّدُ كَشَيْعَةَ قَوْلِ مَنْ قَالِ اِنَّهُ مُعْتَزِلِيٌّ فَاِنَّهُمْ كَثِيْرٌ اَمَّا يَخْلُطُوْنَ بَيْنَ الشَّيْعِيِّ وَالْمُعْتَزِلِيِّ لِلتَّوَافُقِ فِي بَعْضِ الْاَصُوْلِ وَبُيُوْدِهِ اَيْضًا كَثَرَةُ رِوَايَاتِهِ عَنْ اَيْمَةِ اَهْلِ الْبَيْتِ وَتَعْبِيْرُهُ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَوْلُهُ فِي مَحَاضِرَاتِهِ كَمَا فِي رَوْضَاتِ الْجَنَابِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَسْبِرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا بِرَضَمَانٍ تَكُوْنُ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَقَالَ

عَنْ أَلَسِ بْنِ قَالَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ  
 خَلِيلِي وَوَزِيرِي وَخَلِيْفَتِي وَخَيْرَ مَا أَتْرَكُ  
 مِنْ بَعْدِي يَقَعُونِي وَجِيْفِي وَيَنْجُرُونِي مَوْعِدِي  
 عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ ..... فَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَقْسَمٍ  
 لِلشَّيْخِ بِالبَصْرَةِ بِمَنْ أَفْتَيْتَ فِي جَوَازِ الْمُتَعَدِّ فَقَالَ  
 بِعَمْرٍ مِنَ الْخَطَابِ فَقَالَ كَيْفَ هَذَا وَعُمَرُ كَانَ  
 أَسَدَ النَّاسِ فِيهَا قَالَ لِأَنَّ الْخَبَرَ صَحِيحًا قَدْ آتَا  
 أَكْثَرُ صَعْدًا الْمُنْبَرِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَدْ أَحَلَّا  
 لَكُمْ مُتَعَتَيْنِ وَأَنَا أَحَرِّمُهُمَا عَلَيْكُمْ وَأَعَاقِبُ عَلَيْهُمَا  
 فَقِيلَ لَنَا شَهَادَتُهُ وَلَمْ نَقْبَلْ تَحْرِيمَهُ هَذَا مَا أَقْبَلُ  
 فِي الرُّؤْيَا عَنْ الْمُحَاضِرَاتِ -

(راعیان الشیعہ جلد ششم تذکرہ راغب ص ۱۱)  
 اصفہا فی مطبعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ :

”و الریاض“ میں ہے کہ راغب اصفہا فی کے شیعہ ہونے میں اختلاف  
 کیا گیا ہے۔ عام لوگوں نے اس کو معتزلی کہا اور بعض خاص لوگوں نے  
 بھی اسی کی تصریح کی۔ لیکن شیخ حسن بن علی طبرسی نے اپنی کتاب  
 اسرار الامامہ کے آخر میں لکھا کہ یہ شیعہ حکماء میں سے تھا۔۔۔۔۔ بہت سے  
 لوگوں کا ظن ہے کہ راغب اصفہا فی معتزلی ہے۔ میں کہتا ہوں جن  
 لوگوں نے اس کے معتزلی ہونے کا قول کیا ہے۔ اسی سے اس کا شیعہ  
 ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ شیعہ اور معتزلہ بہت سے مسائل میں

ایک دوسرے کے موافق نظریات رکھتے ہیں کیونکہ کچھ اصول میں ان دونوں کا اتفاق ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کی اکثر روایات کا تعلق ائمہ اہل بیت سے ہے۔ اور اس سے بھی کہ حضرت علی المرتضیٰ کو ”امیر المؤمنین“ کہہ کر لکھا ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو اس نے محاضرات میں لکھا اسی طرح کا قول روایات الجنات میں بھی ہے۔ قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ اس طرح ہو جائے جس طرح موسیٰ کے ساتھ ہارون کا معاملہ تھا۔ صرف یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں آئے گا۔ اور حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ میرا خلیل، وزیر، خلیفہ اور میرے بہترین وارثوں میں سے وہ ہے جو میرے فرض ادا کرے گا۔ اور میرے وعدوں کو پورا کرے۔ وہ علی ابن ابی طالب ہے۔۔۔۔۔۔ شیخ کو بصرہ میں یکھیلے بن اقسام نے عرض کیا کہ تو نے جو ازمتہ کا فتویٰ کسی کی رائے پر دیا ہے کہنے لگا عمر بن الخطاب کی رائے پر پوچھا کس طرح کیا۔ کہ انہوں نے برسر منبر یہ اعلان کیا تھا۔ پوچھا گئی ان سے جو ازمتہ کیونکو؟ وہ تو اس بارے میں بڑے سخت تھے۔ کیا وہ اس طرح کو صحیح خبر ہے۔ کہ حضرت عمر منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول کے تم پر دو متعہ حلال کیے تھے۔ اور میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں۔ اُن پر عمل کرنے والوں کو سزا دوں گا۔ تو ہم نے ان کی گواہی تو قبول کر لی لیکن متعہ کو حرام قرار دینا قبول نہ کیا۔ یہ ہے وہ جو روایات میں بحوالہ محاضرات ذکر کیا گیا ہے۔

ملحوظ فکر یہ ہے۔ جاڑوی نے محاضرات کا حوالہ دے کر اپنا دعویٰ ثبات کرنے کی



کوشش کی ہے اور صاحب محاضرات کے بارے میں یا تو اسے معلوم تھا۔ کہ وہ بھی شیعہ ہے۔ لیکن عوام کو مخالف دینے کے لیے اس کا مذہب بیان نہ کیا۔ یا پھر کرم علی کی بنا پر راعب اصنافی کے بارے میں اس کے مذہب کا کوئی علم نہ تھا۔ ان کے علاوہ طبرسی نے راعب کے شیعہ ہونے پر بطور دلیل وہی عبارت پیش کی ہے جس کو جاڑوی نے جواز متعہ کے لیے پیش کیا ہے۔ اب کون ذی علم یہ مانے گا۔ کہ ایک شیعہ کی تحریر سے اہل سنت پر حجت قائم کی جائے۔ اب اس کے بعد تفسیر کبیر سے جو حوالہ دیا گیا ہے اور عمران بن حصین کے جواز متعہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے ذرا اس کی طرف چلتے ہیں۔ اس روایت میں یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم دو راوی ہیں۔ جن پر جرح کی گئی ہے۔ ان کا ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ لہذا مجروح راویوں کی روایت مقام حجت و استدلال پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہوتی۔

آخر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو متعہ کے جائز ماننے والا بیان کیا ہے اس کا تفصیلی تذکرہ بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ آپنی متعہ کی حرمت کے واضح طور پر الفاظ فرماتے ہیں۔ جواز متعہ کی روایات سے مراد متعہ النساء نہیں بلکہ متعہ الحج ہے میعاد نکاح یعنی متعہ کی حرمت کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

### بیہقی شریف

عن نافع عن عبد اللہ بن عمر اَقْبَلْتُ سَيْلًا عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ  
فَقَالَ حَرَامٌ۔

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۶)

ترجمہ :

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت نافع ہے۔ کہ ان سے متعہ النساء

کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔

### بہیقی شریف

اخبر فی شعیب عن نافع قال قال ابن عمر لا یحل  
لرجل ان ینکح امرأۃ الا نکاح الاسلام یمہرھا و یمثلھا  
و ترثہ و لا یقا فیھا الی اجل معلوم اقلھا امرأتان  
مات احدھما لم یتوارثا۔

دیہقی شریف جلد ۷ ص ۷۰ کتاب النکاح  
مطبوعہ حیدرآباد دکن

### ترجمہ

جناب نافع سے شعیب بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ  
نے فرمایا۔ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت سے نکاح اسلام  
کے سوا کوئی نکاح کرے۔ اس عورت کو حق مہر دے۔ مرد اس عورت  
کا وارث ہوگی۔ اور ایک مقررہ وقت تک کے لیے نکاح نہ کرے۔ پھر  
اگر اس عورت میں اُن میں سے کوئی ایک مر جائے۔ تو ان کے درمیان  
وراثت جاری نہ ہوگی۔

### توضیح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جاڑوی نے کہا تھا۔ کہ بیٹا اپنے باپ  
کے خلاف فتویٰ دے رہا ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل  
اور ان کے بیٹے اس کے جواز کے قائل تھے۔ ہم نے جو دو روایات بیان کی ہیں۔ ان

میں اور جاڑوی کے بیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابن عمر نکاح متعہ کو اسلامی نکاح کہتے ہیں نہیں۔ اُن کے نزدیک اسلامی نکاح وہ ہے جس کے بعد مرد اور عورت ایک دوسرے کے وارث بنیں۔ نکاح متعہ میں وراثت نہیں ہوتی اس کی تحقیق ہم بیان کر چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد گرامی کی طرح متعہ النساء کی حرمت کے بالتصریح قائل و معتقد تھے۔

### سلمہ بن امیہ معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے علت متعہ کی حقیقت

ان تینوں حضرات کے متعلق جاڑوی کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد یہ تینوں حضرات بھی اس اعلان کے سنت مخالف تھے۔ اور یہ کہ تینوں حضرات متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس کا دھوکہ اور منالطہ وہی ہے۔ اگرچہ اس کے حوالہ کے طور پر ارشاد الساری کتاب کا نام لیا گیا۔ لیکن اصل کتاب یہ نہیں۔ بلکہ فتح الباری ہے۔ کتاب مذکورہ میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابن خزم کی اس عبارت کی تردید کر رہے ہیں۔ جس میں ابن خزم نے چند ان صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں۔ جن کے بارے میں اس کا خیال یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ حضرات متعہ کی علت کے قائل تھے۔ صاحب فتح الباری نے ان تمام دلائل و روایات کا ایک اجمالی جواب ذکر کیا۔ دیکھئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ کہ متعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے کچھ حصہ تک کیا۔ ورواہ جابر عن جمیع الصحابہ، اس پر صاحب فتح الباری لکھتے ہیں۔ فان كان قوله فعلنا يعمر جميع الصحابة فقولہ ثمر لم لغد يعمر جميع الصحابة

فیكون اجماعاً۔ یعنی اگر حضرت جابر کا یہ کہنا کہ سب کو سب سے اس "مہم سب" سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں۔ تو پھر اس کے بعد ان کا یہ قول کہ "پھر ہم نے دوبارہ یہ نہیں کیا" سے مراد بھی تمام صحابہ کرام ہی ہو گا۔ جب تمام صحابہ کرام نے متعہ کرنا چھوڑ دیا تو حرمت متعہ پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اور اگر اس سے مراد تمام نہ ہوں۔ تو پھر اس سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہو گی۔ اور اس طریقہ سے تمام صحابہ کرام کا متعہ کرنا ثابت نہ ہوا۔ اس لیے ابن حزم نے جب "فعلنا" سے مراد تمام صحابہ لیے تو ابن حجر نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ بہر حال اگر "فعلنا" سے مراد تمام صحابہ ہوں۔ تو "لہ لعد" سے بھی تمام مراد ہوں گے۔ اس طریقہ سے حرمت متعہ باجماع صحابہ ثابت ہو گی۔ اور اگر وہ فعلنا، اسے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہے تو پھر تمام صحابہ کرام کو اس میں شامل کرنا زیادتی ہے اس سے صرف یہ معلوم ہو گا۔ کہ حضرت جابر متعہ کے قائل تھے۔ لیکن پھر اس کی حرمت کے قائل ہو گئے تھے۔ یہ تھا حال اس روایت کا جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی تھا غلط فہمی کی بنا پر جاڑوی نے دوسروں کو بھی غلط فہمی کا شکار کرنا چاہا۔ اب آخر میں خالد بن مہاجر کے بارے میں حقیقت حال پیش خدمت کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں بھی جاڑوی نے یہی تاثر دیا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے باوجود یہ حضرت اس کی مخالفت پر ڈٹے رہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے سنن بیہقی کا حوالہ دیا گیا اس میں بھی کذب بیانی سے کام لیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد جناب خالد بن مہاجر کا ایسا ایک قول بھی جاڑوی نہیں دکھا سکتا جس میں اس کا "بنا ہوا مانا بنا ناظر آتا ہو" نہیں بیقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ مَهَاجِرٍ بْنُ سَيْفِ اللَّهِ

أَفْكَ بَيْنَمَا هُرَجَالِسَ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاسْتَقْتَاهُ  
فِي الْمُسْتَعَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْانصَارِيُّ مَهْلِكُ  
قَالَ مَا هِيَ وَاللَّهِ لَقَدْ فَعَلْتُ فِي عِلْمِي إِمَامَ الْمُتَّقِينَ  
قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ إِنَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ  
لِمَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ كَالْمَيْتَةِ وَالذِّمْرَ وَالْحَبَرَ الْخَنْزِيرَ  
ثُمَّ أَحْكَمَ اللَّهُ الَّذِينَ وَكَلَهُ عَنْهَا۔

(یعنی شریف جلد دس ص ۵۴ کتاب الکلیح)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے خالد بن مہاجر نے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ بیٹھا  
ہوا تھا کہ ایک مرد آیا۔ اور اس نے اس سے متہ کے بارے میں فتویٰ  
طلب کیا۔ اسے ابن ابی عمر انصاری نے کہا۔ ٹھہرو۔ کہا۔ وہ کیا ہوتا ہے؟  
خدا کی قسم! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متہ کیا ہے۔ ابن ابی  
عمر نے کہا۔ متہ کرنا اول اسلام میں رخصت تھا۔ لیکن اس شخص کے لیے  
جو اس پر مجبور ہو جائے۔ جس طرح مجبور کے لیے مردار، خون اور خنزیر  
جائز ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوطی عطا فرمادی  
تو پھر اس متہ سے منع کر دیا۔

توضیح

خالد بن مہاجر اگرچہ متہ کے جواز کے قائل تھے۔ لیکن انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے منع فرمانے کا چونکہ علم نہ تھا۔ اس لیے جب ابن عمر انصاری نے حقیقت حال  
کی وضاحت کی۔ اور متہ کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔ تو اس

کون کرفالہ بن ہاجر کے پاس کوئی دلیل دیتی۔ آپ نے اس پر خاموشی فرمائی۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے ہوتے ہوئے اپنے نظریہ سے رجوع فرمایا تھا۔ یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اگر متوکی حرمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ تو خالد بن ہاجر اسے تسلیم نہ کریں۔ اور ابن ابی عمرہ انصاری کہیں۔ تو اسے تسلیم کریں۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خالد بن ہاجر کے اقوال کا فرضی اختلاف پیش کر کے جاڑوی نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

### ربیعہ بن امیہ

موطأ امام مالک کے حوالہ سے حضرت عمر اور ربیعہ بن امیہ کی متعہ کے بارے میں جاڑوی نے مخالفت ذکر کی۔ جھوٹ اور فریب دہی کی یہ بھی ایک جینی جاگتی تصویر ہے۔ موطأ میں اس اختلاف کا کوئی نام و نشان نہیں۔ بلکہ جو کچھ ربیعہ بن امیہ سے ہوا۔ وہ لاطمی کی بنا پر تھا۔ اگر مقابلے یا مخالفت کے طور پر ہوتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں رجم کر دیتے۔ سینے امام مالک موطأ میں کیا فرماتے ہیں۔

### موطأ امام مالک

مالك عن ابن شهاب عن عروة زبیر ان خولة بنت حكيم دخلت على ابن الخطاب فسألت ان ربيعه بن اميه استمتع بامرأة فحملت منه فخرج عمر بن الخطاب فزعا يجر داءه فقال هذه المتعة لو كنت نقتل من

## فِيهَا الرَّجَمُ -

(موطا امام مالک ص ۷۷ نکاح متد مطبوعہ  
میر محمد کراچی)

## ترجمہ:

خوار بنت حکیم ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب کے ہاں آئیں۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے نکاح متد کیا۔ تو وہ عورت اس سے حاملہ ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت عمر غصہ میں باہر تشریف لائے۔ اور آپ اپنی چادر گھسیٹ رہے تھے۔ پھر فرمایا۔ یہ متد ہے۔ اگر میں اس بارے میں پہلے سے اعلان کر چکا ہوتا۔ تو ربیعہ کو سنگسار کر دیتا۔

## توضیح

موطا کی درج بالا عبارت واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہے۔ کہ ربیعہ بن امیہ کا واقعہ داصل متد کی حرمت سے لاعلمی کی بنا پر وقوع پذیر ہوا۔ جب انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس اعلان کا علم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم فتنہ کو اس سے منع کر دیا تھا۔ تو انہوں نے اس کی مخالفت نہ کی۔ اسی بنا پر جناب فاروق اعظم نے ربیعہ کو رجم نہ کرایا۔ اب اس وضاحت کے ہوتے ہوئے ان دونوں حضرات کے مابین فرضی مخالفت ثابت کرنا ظلم ہے۔

نوٹ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متد کی ممانعت کا اعلان یوم فتنہ مکہ کو فرمایا تھا۔ بعد میں جب ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم کا دور خلافت آیا تو ان دونوں خلفاء کو اغیار

کی سازشوں اور جہاد میں مصروفیات کی بنا پر اس کا موقع نہ مل سکا۔ کہ وہ اپنے اپنے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کو شہرت دیتے۔ اس لیے بہت سے افراد اس کی مخالفت سے بے خبر تھے۔ بعد میں حضرت فاروق اعظم نے اعلان عام فرما دیا۔ تاکہ کسی کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔ اسی بنا پر انہوں نے ربیعہ کو بوجہ لاعلمی رجم کی سزا نہ دی۔ اور علم ہو جانے کے بعد ربیعہ نے پھر اس قسم کی حرکت نہ کی۔ ایک طرف جاڑوی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عمر کے اعلان کے خلاف صحابہ کرام کی بہت سی شخصیات میدان میں اُتر آئیں۔ اور دوسری طرف اس نے منطق اپنائی۔ کہ دو صحابہ کرام اگرچہ متعہ کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ یہ جائز ہے۔ لیکن حضرت عمر کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ حسی علی خیر العمل اور ترمذی قرآن ایسی باتوں پر صحابہ کرام نے مخالفت نہ کی۔ حالانکہ یہ ان کے نزدیک ناجائز تھے۔

ایک طرف کھلی مخالفت اور دوسری طرف ڈر کے مارے چُپ سا دھبے ہوئے۔ کیا یہ صحابہ کرام کی عظمت بیان ہو رہی ہے؟ چلو مان لیتے ہیں۔ کہ عمر بن الخطاب کا ڈر تھا۔ لیکن جب عمر فاروق کا انتقال ہو گیا۔ عثمان غنی کا دور سازشوں کی زد میں تھا۔ اور علی المرتضیٰ ظیفہ چہارم بن کر مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ حتیٰ کہ ائمہ اثناعشر نے اپنے اپنے دور میں اس کا رواج جائز کیوں نہ قرار دیا۔ اب عمر بن الخطاب تو نہ تھے۔ پھر کس کا ڈر تھا۔ کوئی شیعہ یہ ثابت کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔ کہ ان کے بارہ اماموں میں سے کتنے وہ ہیں جنہوں نے متعہ پر عمل کیا۔ جب ان کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ متعہ کے بغیر ایمان نہیں۔ تو پھر کس کا اپنا نابہت ضروری تھا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے منع فرمایا۔ اس میں



ان کا اپنا ذاتی مفاد کیا تھا جس کا اجراء خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے منع کرنے سے حضرت عمر کو کیا ملا؟ اگر کوئی صاحب عقل و خرد غور کرے۔ تو اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خواہش پرست نہ تھے اور اس عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نفسانی خواہشات نہ اپنے لیے پسند کرتے تھے۔ اور نہ ہی اپنے دوسرے مسلمان ہیں بھائیوں کے لیے پسند فرماتے تھے۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان **دِدِ الشَّيْطَانِ يَفْتِنُ مَنْ ظَلَّ عَمَدَهُ** کا یہ عملی نمونہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے اول آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تحفظ کیا ہے۔ ذاتی اغراض و مقاصد پیش نظر نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین ثم امین

## دھوکہ

— اور —

## کذب بیانی نہ

حرمت متعہ کی روایات باہم متضاد ہیں

## جواز متعہ: نظریہ ابن حجر۔

اب آئیے اور حضرت عمر کے روکنے اور صحابہ کرام کے خاموش رہنے کا سبب جو ابن حجر نے بیان کیا ہے۔ کہ صحابی کی خاموشی ان کی رضا اور موافقت کے علاوہ حکم رسول پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا جائزہ لیں کہ یہ نظریہ کہاں تک درست ہے

جہاں تک سکوت صحابہ کا تعلق ہے۔ وہ تو آپ ﷺ کا ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ صحابہ نے غامضی نہیں کی بلکہ ہر ایک دہل مخالفت کرتے رہے ہیں۔ البتہ ارشاد الساری جلد ۱ ص ۷۷ میں حرمت متعہ کے لیے تین روایات پیش کی گئی ہیں۔ ایک روایت ابو ہریرہ سے ہے اور وہ عبداللہ بن عمر سے ہے۔

جہاں تک ابو ہریرہ کی روایت کا تعلق ہے۔ صاحب ارشاد الساری نے ابو ہریرہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد خود اس حدیث پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

ان فی حدیث ابی ہریرۃ متالافاً نہ من روایۃ مومل  
ابن اسماعیل عن عکرمہ ابن عمار و فی  
کل منہا مقال

ترجمہ :

ابو ہریرہ کی حدیث سلسلہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں مومل بن اسماعیل اور عکرمہ بن عمار ہیں۔ اور یہ دونوں مجروح ہیں۔ اب انہیں اور عبداللہ بن عمر کی دو احادیث دیکھیں۔ ان کی عبارت کچھ یوں ہے۔

لما ولی عمر خطب فقال ان رسول اللہ ﷺ لنا  
فی المتعۃ۔

جب عمر حکمران بنا تو اس نے دوران خطبہ کہا۔ کہ سرور کونین نے ہمیں

تین بار متعہ کی اجازت دی تھی۔ لیکن پھر اسے حرام قرار دے دیا۔ ان احادیث کے سلسلہ سند سے قطع نظر اصل حدیث کو دیکھیں۔ عبد اللہ بن عمر سرور کو مین سے حدیث نقل نہیں کر رہا۔ حضرت عمر حکمران بنتے ہیں۔ تو دوران خطبہ فرماتے ہیں۔ کہ سرور کو مین نے اجازت متعہ دینے کے بعد متعہ سے منع فرما دیا تھا۔ علاوہ ازیں سابقاً مسند احمد ضعیف جلد دوم ص ۹۵ پر یہی عبد اللہ بن عمر حجاز متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے۔ جو گڑبچکی ہے۔ جس میں عبد اللہ بن عمر وضاحت سے بتاتے ہیں۔ کہ سرور کو مین کے زمانہ میں متعہ ہوتا رہا ہے۔ کیا عبد اللہ بن عمر کے کلام میں تضاد نہیں ہے؟ کیا حدیث کو عبد اللہ بن عمر نے اپنے باپ سے منسوب کیا؟ اور کیا عبد اللہ بن عمر کی اجازت متعہ کی احادیث کے مستند روای حرمیت متعہ کے ضعیف راویوں پر غالب نہیں رہیں گے۔؟

(جواز متعہ ص ۶۹)

جواب:-

نظریہ ابن حجر کے تحت جو کچھ جاڑوی نے کہا۔ اس کا خلاصہ تین امور ہیں۔

اول:-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ پر صحابہ کرام کی خاموشی دراصل حکم رسول کی موافقت ہے۔ کہ متعہ جائز ہی ہے۔

دوم:- حرمت متعہ کی تین ہی روایات ہیں۔ ان میں سے روایت ابو ہریرہ مجروح ہے۔ کیونکہ وہ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے۔

سوم:- عبد اللہ بن عمر کی روایات میں تضاد ہے۔ اور حرمت متعہ کی روایات بمقابلہ جواز متعہ ضعیف ہیں۔

اول:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ پر صحابہ کی خاموشی خود جاڑوی کی اپنی تحریر اس کا منہ چڑھاتی ہے۔ گزشتہ سطروں میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

کہ بقول جاثوی اعلانِ عمر کے وقت پر اور اس کے بعد عظیم صحابہ کرام نے اس کی مخالفت کی۔ اور پھر ان کے نام بھی جاثوی نے گوائے۔ اب یہاں ادروں کے ساتھ نہیں بھی "غاموش" بنایا گیا۔ یہ تو تھا ایک پہلو کہ جس سے جاثوی کی بدحواسی ٹپک رہی ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ حضرات صحابہ کرام نے مخالفت کی بجائے موافقت میں اپنا تائیدی کردار ادا کیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول بطور حجت کافی ہے جس میں آپ نے تمام صحابہ کرام کی کیفیت بیان فرمائی۔ فرمایا۔ اعلانِ حرمتِ متعہ کے بعد "فَلَمْ نَعُدْ مَا" ہم نے پھر اس (متعہ) کا اعادہ نہ کیا۔ کیا یہ غاموشی ہے؟

دوم: "حرمتِ متعہ پر روایت ابو ہریرہ سخت مجروح ہے،" فتح الباری سے جو یہ اقتباس پیش کیا گیا۔ جاثوی نے اس کا پس منظر بیان ذکر کے تالیف و تصنیف میں بددیانتی کا ارتکاب کیا۔ صاحب فتح الباری بحث یہ کر رہے۔ کہ حرمتِ متعہ کی روایات کے مقامات مختلف ہیں۔ یعنی یہ اعلانِ خیر کے دن ہوا، فتح مکہ کے دن، طائوس کے دن۔ تبوک یا حجة الوداع کے دن۔ سفر تبوک کے دوران جن روایات سے حرمتِ متعہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ تین ہیں۔ جن میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ کی ہے۔ یعنی ابن حجر بیان یہ کرنا چاہتے ہیں کہ حرمتِ متعہ کا اعلان دوم مرتبہ ہوا۔ ایک اس وقت جبکہ یومِ غیبہ تھا۔ یہ اعلان اس بنا پر کیا گیا کہ دورِ جاہلیت میں لوگ متعہ کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلی فعل کو منوع فرمادیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لیے اس کی اباحت کر دی گئی۔ پھر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے منع فرمادیا۔ اس بحث کے بعد ابن حجر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ وہ روایات جن میں سفر تبوک کے دوران متعہ کی حرمت متی ہے۔ وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ یعنی ان روایات کو حرمتِ متعہ پر پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ حرمت بعد میں اٹھالی گئی۔ اور پھر دائمی حرمت کا اعلان فتح مکہ ہوا۔ جس کے بعد دوبارہ متعہ کی اجازت نہ دی گئی۔

اب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اور ادھر جاڑوی کی تحقیق سے کس کا موازنہ کیا جائے۔ تو بات صاف صاف نظر آئے گی۔ کہ ابن حجر پر ثابت کرنے کے لیے کہ حرمت متعہ یوم فتح مکہ کو ہوئی۔ سفر تبوک کی روایات ناقص ہیں۔ تین روایات پر جرح کر رہے ہیں لیکن جاڑوی اینڈ کمپنی ان تین روایات کی جرح تو پیش کر رہا ہے۔ یہ نہیں بتا رہا کہ ابن حجر نے یہ جرح کیوں کی۔ چلے مان لیا۔ کہ مذکورہ تین روایات جن میں سے ایک روایت ابو ہریرہ کی بھی ہے۔ مجروح ہیں۔ لیکن وہ روایات جو حرمت متعہ کو یوم فتح مکہ سے ثابت کرتی ہیں۔ ان کے بارے میں جاڑوی کا کیا خیال ہے؟ فتح الباری کی عبارت اور پھر اس کا مطلب اپنے حق میں ہموار کرنے کے لیے جاڑوی نے کیا کیا جتن کیے۔ اُنے فتح الباری کی عبارت دیکھیں۔ کہ وہ جاڑوی کا کس طرح منہ چڑاتی ہے۔

### فتح الباری

والمشہور فی تحریمہ ان ذالک کان فی غزوة الفتح كما اخرجہ المسلمون حدیث الربیع بن ثمرہ..... فاما رواية التبرک انجها اسحاق بن راهويه وابن حبان من طريقته من حدیث ابی ہریرہ الخ۔

(فتح الباری جلد ۱ ص ۱۳۸)

ترجمہ:

متعہ کی تحریم کے متعلق مشہور یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن کے ہوئی۔ جیسا کہ امام مسلم نے ربیع بن سمرہ کی حدیث بیان کی۔..... لیکن وہ روایات

کہ جن سے حرمت متعہ یوم تبوک کو ثابت ہوئی ہے۔ جن کا اخراج اسحاق بن راہویہ اور ابن جہان نے کہا۔ اور حدیث ابو ہریرہ اس پر پیش کی۔ یہ غیر مشہور ہے۔  
 سوہرہ: حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں تضاد۔ جاڑوی کو تو وہ تضاد کی تعریف کا ہی علم نہیں۔ اسے کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں اس لفظ کا استعمال کرے۔ حضرت ابن عمر کی وہ دونوں احادیث پیش خدمت ہیں۔ ان میں تضاد تلاش کیجئے۔

- ۱۔ حضرت عمرؓ نے دورانِ خطبہ کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی۔ اس کے بعد آپ نے اس سے منع فرمادیا۔
- ۲۔ بحوالہ سند امام احمد بن حنبل، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے متعہ کو جائز قرار دیا۔

روایت اولیٰ اور ثانیہ میں ایک بات متفق علیہ ہے۔ وہ یہ کہ متعہ جائز تھا۔ پہلی روایت میں اس کی اجازت تین دن تک مخصوص ذکر کی گئی ہے۔ اور دوسری روایت میں جواز متعہ کی روایت علی الاطلاق ہے۔ اس حد تک دونوں روایتوں میں اتفاق ہے۔ لیکن پہلی روایت میں تین دن کے بعد حرمت کا ذکر ہے دوسری میں نہیں۔ لیکن حرمت متعہ کا حکم دوسری روایت کے خلاف نہیں۔ خلاف تب ہوتا۔ کہ اس میں یہ بیان کیا جاتا۔ کہ متعہ کا جواز تین دن کے بعد منسوخ نہیں ہوا۔ جاڑوی کو یہ فرق نظر آیا۔ اور تضاد کی بھینس کی ندرے کی لالچی سے ہانکنا شروع کر دیا۔

علامہ ازیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس متعہ کے جواز کے قائل ہیں وہ متعہ النساء ہے ہی نہیں۔ (اس کی ہم تحقیق پیش کر چکے ہیں) بلکہ اس سے مراد متعہ الحج ہے اب یہ کس قدر سم نظر لینی ہے۔ کہ ایک روایت میں متعہ النساء کی

تین دن تک اباحت اور پھر بادی حرمت کا ذکر اور دوسری روایت میں متعہ الحج کے جواز کا مشد، ان دونوں کو باہم متضاد بنایا گیا۔ کیا تفاد کے لیے ایک ہی چیز کا متعین ہونا ضروری نہیں۔ اگر جاڑوی کے نزدیک تفاد یہی ہے۔ کہ دو مختلف چیزیں دو مختلف حکم رکھیں۔ تو پھر اتفاق کہاں ہوگا؟ آخر میں یہ دعویٰ جڑا گیا۔ کہ روایات جواز متعہ مضبوط ہیں۔ اور حرمت والی ضعیف۔ ہمارا چیلنج ہے۔ کہ جاڑوی اینڈ کپنی کوئی ایک ایسی روایت پیش کر دیں۔ جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے دن متعہ الفساد کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ تو اس کے بعد متعہ الفساد کے جواز کا بھی ارشاد فرمایا۔ منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جواز متعہ کی روایات مقبول ہیں۔ لیکن یہ جواز قبل تحریم کی ہیں۔ دائمی جواز کی ایک روایت بھی ان سے مروی نہیں۔

لہذا ضعیف و قوی کہنے کو تو جاڑوی نے کہہ دیا۔ لیکن اس کا ثابوت کرنا اس کے لیے بلکاس کی تمام ”امت شیعیت“ کے لیے مشکل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

## کھوکھلا ۲۱

اور

## حاصل مطالعہ

### جواز متعہ

ما قبلہ بیان سے جو حقیقت ثابت اور واضح ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ (۱) جواز متعہ احکام شریعہ میں سے ہے۔ (۲) قرآن کریم سے جواز متعہ ثابت ہے (۳) سرور کونین سے جواز متعہ ثابت ہے (۴) سرور کونین سے متعہ کی حرمت ثابت نہیں (۵) صحابہ کی اکثریت زمانہ رسالت میں عملاً متعہ پر عمل کرتی رہی۔ صحابہ کی واضح اکثریت تا دم آخر جواز متعہ کی قائل رہی (۶) متعہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں ہوتا رہا (۷) حضرت عمر نے اپنے زمانہ حکومت میں متعہ پر سختی سے پابندی عائد کی (۸) بعض صحابہ نے حضرت عمر کے دورہ کے ڈر سے چپ سادھ لی (۹) علیل القدر صحابہ نے حضرت عمر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کھلے عام مخالفت کی بعد کے فقہائے اہل سنت کی دو قسم ہوئیں۔ کچھ متعہ کو جائز قرار دیتے رہے۔ اور کچھ متعہ کو حرام اور غیر شرعی کہتے رہے (۱۰) متعہ کو حرام کہنے والے علماء نے حضرت عمر کی تحریم کو سامنے رکھ کر آیات قرآن کی مختلف تاویسیں کیں۔ اور حضرت عمر کی تحریم کو درست ثابت کرنے کی خاطر مقام مصطفیٰ تک کا خیال نہ کیا (۱۱) حتیٰ کو تو شبی جیسے علم کلام کے مسلم علماء نے حضرت عمر اور سرور کونین دونوں کو اجتہاد کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور انتہائی بے باکی سے کہہ دیا کہ اجتہاد عمر اجتہاد رسول



سے متصادم ہو گیا۔ (۱۲۳) متعہ کو جائز قرار دینے والوں نے قرآن حکیم اور رسول کریم کے اصل جواز کو سامنے رکھا۔ اور حضرت عمر کی تحریم متعہ کی پرواہ نہ کی (۱۲۴) حضرت عمر کو امتی اور سرور کونین کو ذوات احدیت کا نمائندہ سمجھا۔ سرور کونین کو مجتہد نہیں بلکہ شائع اور حضرت عمر کو دوسرے صحابہ کی طرح کا ایک صحابی سمجھا۔ حضرت عمر کی رائے کو دیگر افراد امت میں سے ایک فرد کی ذاتی رائے قرار دے کر قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ (۱۲۵) یہی نظریہ ائمہ اہل بیت اور شیعیان علی بن ابی طالب کا ہے۔ حتیٰ کہ شیعیان اہل بیت میں گزشتہ چودہ صدیوں میں ایک بھی اسی نظریہ کا مخالف نہیں ہوا۔ آخر میں مناسب ہو گا کہ اگر علماء امامیہ میں سے شیخ مفید کی مختارات شیخ مفید سے اثبات متعہ پر ایک مناظرہ لکھ دیں۔ تاکہ قارئین کرام کی بصیرت میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ تقریر کا طبع ہو جائے۔ (جواز متعہ ص ۷۱، ۷۲)

## جواب بالترتیب

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یم فح کو متعہ کی حرمت کا اعلان فرما دیا۔ تو اب جواز نہیں بلکہ حرمت متعہ احکام شریعیہ میں سے ہے۔
- ۲۔ جس آیت قرآنیہ سے جواز متعہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اولاً وہ آیت نکاح دائمی کے لیے اتری ذکی میعاد نکاح کے لیے، دوم اگر میعاد نکاح کے لیے قہی تو پھر اس کے حکم کو نسخ کر دیا گیا۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اگرچہ متعہ کی اجازت ثابت ہے لیکن صرف تین دن تک کے لیے قہی۔ بعد میں اسے ممنوع فرما دیا۔
- ۴۔ مستدرر فرغ احادیث صحیحہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہے لیکن صرف تین دن تک کے لیے قہی۔ بعد میں اسے قرآن کریم نے نسخ فرما دیا۔ تو اصل

حرمت پھر سے موجود ہو گئی۔

۵۔ بامر مجبوری تین دن کے لیے متعہ کی اجازت اور وہ بھی اُن صحابہ کرام کے لیے جو آپ کے ساتھ غزوہ میں تھے۔ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار سے متجاوز تھی ان میں سے اکثریت کے بارے میں قول کرنا تو بہت آسان ہے۔ لیکن ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ جائزوی وغیرہ تمام اصاغرواکا برہ پچاس صحابہ کرام کے اسماء گرامی ہی گنوا دیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے وقت متعہ کی وقتی حلت اور پھر حرمت کے بعد اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ بلکہ جائزوی تو اپنے ہم مسکوں کی اکثریت بھی نہیں چکا سکتا۔ کہ جنہوں نے اس ”شریعتِ عمل“ کو گلے لگایا ہو۔

۶۔ فتح مکہ کے دن حرمت متعہ کا اعلان ہوا۔ بعد میں دو ربیع الاول اور عمر کے ابتدائی دور میں چونکہ سازشوں اور قتلوں نے سراٹھا رکھا تھا۔ اس لیے اس اعلان کی تشبیہ اور اس پر سختی سے عمل کرانے کا موقع نہ مل سکا۔ جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس کی حرمت کا علم نہ ہونے کی بنا پر اس میں مصروف رہے۔ حالات ساٹھارہ ہونے پر حضرت عمرؓ نے اس پر سختی سے عمل کروایا۔

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود اپنی طرف سے متعہ کی حرمت نہیں فرمائی۔ بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث کے پیش نظر ایسا کیا۔ اسی لیے آپ نے اعلان میں یہ بھی فرمایا۔ کہ جوازِ متعہ پر چار گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اس کی حرمت کو ختم فرما کر اباحت فرمائی تھی۔

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دُورہ ٹھیک بہت کارگر تھا۔ لیکن کس کے لیے؟ حضرات صحابہ کرام نے وَلَعْنَا لَعْنَةً هَاءَ، کہہ کر حرمتِ متعہ پر اجماع کر لیا۔ اب انہیں کس دُورے کا ڈر تھا۔ پھر یہ بھی کہ اگر ایک بڑا حیا کمزری ہو کہ حضرت عمرؓ کو لوگ

سکتی ہے جس کا ذکر کتب اہل تشیع میں بھی موجود ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے جنہیں ”عادل“ فرمایا۔ ان کے دوسے سے ڈرنے کا کیا مطلب؟ صحابہ کرام کوئی ”شہید“ تھوڑے ہی تھے۔ کہ وہ تعلقہ، کر لیتے۔ انہوں نے خاموشی اختیار نہیں کی۔ بلکہ بیانِ کذب و ہل حضرت عمر کا ساتھ دیا تھا۔

۹۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے مخالفت نہیں بلکہ موافقت کی۔ جس کی دلیل حضرت جابر کا یہ جملہ ہے۔ ”ہم نے متعہ کو دوبارہ نہیں اپنایا، اور یہ بات کہ اہل سنت کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک جواز کی قائل اور دوسری حرمت کی تو یہ بھی کذب ہے۔ اس سے مراد امام مالک کی ذات ہے۔ کہ وہ جواز متعہ کے قائل تھے۔ لیکن موطا امام مالک میں حرمت متعہ کی روایات موجود ہوتے ہوئے یہ کہنا بھی غلط ہے۔ تاویلوں کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب قرآن کو ہم اور احادیث مصطفیٰ سامنے نہ ہوں۔ جب آیات ناسخ اور صریح احادیث موجود ہیں۔ تو پھر تاویل کی کیا

ضرورت؟

۱۱۔ توسیعی ہمارا نہیں تمہارا بزرگ ہے۔ اور اسی لیے اس نے تمہاری طرح کجاس کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کو داغدار کرنے کے لیے اس نے یہ منطوق و فلسفہ جھاڑا ہے۔

۱۲۔ کیا جواز متعہ والوں نے قرآن کے اصل جواز اور رسول اللہ کے اصل ارشاد کو سامنے رکھا؟ وہ ہیں کون؟ جائز و ہی جائز کی شائق ہے جبکہ تمہارے نزدیک روایات صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ موجود قرآن، محرف اور غیر کمال ہے۔ پھر کس شوخی پر وہ قرآن کے اصل جواز کو پیش کیا جا رہا ہے۔ ہاں وہ آیات جو اکتیس سے چالیس تک کے کسی سپارے میں ہوں۔ وہ پیش کر دو۔ تو شائد بات بن جائے۔ یہی دوسری اصل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

امادیث، تو اس سے بھی تمہارا دامن خالی ہے۔ یاد رکھو! دوسرے گھڑ کر صحاح اربعہ بتائیں۔ اور ائمہ اہل بیت کے نام سے دکان چکائی۔ ائمہ اہل بیت نے اسی لیے فرما دیا تھا۔ کہ غیروار ہمارے طرف سے پیش کردہ ہر بات کو ہماری بات نہ سمجھنا۔ ہاں اگر قرآن و سنت معصومی سے مطابقت رکھے تو ٹھیک ورنہ پھینک دینا۔ کیونکہ کسی کی سازش ہوگی۔

۱۲۔ حضرت عمر واقعی حضور کے امتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے محبوب خلیفہ اور نمائندہ ہیں۔ ہمیں اس سے کب انکار کرے۔ اگر انکار کیا تو تمہارے ملاں جی توشیحی نے کیا۔ اب سننا یا نہیں جا رہے ہیں۔ ٹھیک ہے! الٹا چور کو تو ان کو ملا تھے۔

۱۳۔ ائمہ اہل بیت کا نظریہ اور شیعیان علی کا پسندیدہ دوسرے ہے۔ جہاں تک اول الذکر کا دعویٰ ہے۔ تو اس پر کوئی ایک مستند حوالہ کہ کسی امام نے خود یا اپنے فرزند کو اس کا شوق دلایا ہو۔ رہا موخر الذکر لوگوں کا معاملہ تو ان کے لیے تو نفس پرستی اور خواہش برآری کے سامان چاہئیں۔ لیکن بدقسمتی سے شام، لبنان اور عراق کے ”شیعیان علی“ بڑے بے وفا اور کم ہمت نکلتے۔ کہ انہوں نے اپنے ائمہ کے نظریہ کو اپنے گھروں میں داخل نہ ہونے دیا۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کو بے شرم، کہا۔

شرم تم کو گھر نہیں آئی۔

# کھوکھ

اور

## کذب بیانی ۲۲

مناظرہ شیخ مفید برائے متعہ ابن لؤلؤ کے ساتھ

### جواز متعہ:

ابن لؤلؤ نے شیخ مفید سے سوال کیا۔ ثبوت متعہ پر آپ لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے  
 شیخ مفید نے جواب دیا۔ ہمارے پاس قرآن کی یہ آیت ہے۔ احل لکم ما وراء  
 ذالکھ ان تبتغوا بما موالکم محصنین غیر مسافحین فہا استمتعتم  
 بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما  
 تراضیتن بہ من بعد القریضۃ ان اللہ کان علیما حکیم  
 علاوہ ازیں تمہارے لیے سب کچھ حلال ہے۔ اگر تم اپنے مال کے ذریعہ بدکاری  
 سے ہٹ کر شرافت کے ساتھ دینی کرنا چاہو چنانچہ جن عورتوں سے متعہ کرو  
 انہیں ان کی اجرت واجباً ادا کر دو۔ اور باہمی رضامندی کے بعد اگر کچھ کمی بیشی  
 رعت اور اجرت) کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ اللہ علیم وحکیم ہے۔ ذات احدیت  
 نے واضح الفاظ سے نکاح متعہ کا شرائط و اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مثلاً اجرت

باہمی رضامندی، اجرت اور مدت میں بعد از عقد کی یا پیشی کا اختیار وغیرہ... ابن ابی نؤد نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

والذین هم لفرق وجہم حافظون۔ الاعلیٰ از واجلہم او ما ملکک ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک هم العادون۔

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے کسی طرف نہیں دیکھتے وہ قابلِ مذمت نہیں۔ علاوہ ازیں جو بھی نجاوز کرے گا۔ تو وہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔ شیخ مفید نے ابن ابی نؤد کی دلیل کا رد کرتے ہوئے کہا۔ جہاں تک یہ سمجھتا ہوں۔ تو وجہ کی بنا پر آپ کو اشتباہ ہوا۔ کہ آیت متعہ کی، ناسخ ہے۔

## وجہ اول:

آیت میں ازواج کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اور آپ نے اپنے ذاتی مفروضہ کی بنا پر متعہ والی عورت کو زوجہ شمار نہیں کیا۔ حالانکہ اثباتِ متعہ کے قائل متعہ والی عورت کو زمرہ زوجہ مانتے ہیں۔ بلکہ متعہ والی عورت کی زوجیت کو بھی ثابت کرتے ہیں

## وجہ دوم:

شائد اپنے خیال نہیں فرمایا۔ اور ممکن ہے کہ جامعین قرآن کو بھی اس بات کا خیال نہ رہا ہو۔ کہ ناسخ اس آیت کو کہا جاتا ہے۔ جو بعد میں آئے۔ اور منسوخ اس کو کہتے ہیں۔ جو پہلے اچکی ہو۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ میں آپ اگر غور فرمائیں تو

محاذ برعکس نظر آئے گا۔ جو آپ نے آیت پیش کی ہے۔ وہ سورہ مومن سے ہے۔ یہ قرآن پڑھنے والا جانتا ہے۔ کہ سورہ مومن کو جامعین قرآن نے مکی سورتوں سے دیا، میں شمار کیا ہے۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ کہ مکی سورتیں نزول کے اعتبار سے پہلے نازل ہوئیں ہیں۔ جب کہ آیت متعہ سورہ نساء میں ہے۔ اور سورہ نساء کو جامعین قرآن نے مدنی سورتوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مدنی سورتیں وقت نزول میں مکی سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اب بھلا آپ بتائیں۔ کہ مدنی حکم کا نسخہ مکی ہو سکتا ہے۔ اگر آیت متعہ مکی ہوئی۔ اور آیت ازواج مدنی ہوئی تو پھر آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ آیت متعہ منسوخ ہے۔ اور آیت ازواج نسخ ہے۔ (جو از متعہ تصنیف اشیرؒ لڑائی فاضل قمر)

## جواب امر اول

”عورت متمتعہ ازواج“ میں داخل ہے۔ اور اس کی زوجیت بھی ثابت ہے۔ کہنے کو تو بات بڑی آسان ہے۔ اور ہر دم خود بہت بڑا اعتراض ہے۔ لیکن اس دعویٰ پر دلائل کا مطالبہ کرنا ابن لڑو کا حق بنتا ہے۔ جلد تمہارے کہنے کے مطابق مان لیتے ہیں۔ کہ ابن لڑو نے مطالبہ نہ کیا۔ اور تم نے اپنی طرف سے ڈگری جاری کر دی لیکن اب ان کی طرف سے ہمارا مطالبہ ہے۔ کہ جاڑوی وغیرہ اس دعویٰ پر دلائل پیش کریں۔ تاکہ سنی علماء کو قسلی ہو جائے۔ اس کے برعکس ابن لڑو کی تائید میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چند وجوہ کی بنا پر عورت متمتعہ ازواج، میں داخل نہیں ہو سکتی۔

۱۔ منکوحہ مدخولہ کو طلاق طے پر عدت گزارنا قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن

متمتعہ کے ساتھ عیسیٰ گئی کی صورت میں عدت کی کوئی ہر دورت نہیں۔

۲۔ منکوحہ کے ساتھ اس کا خاوند ایلاہ کرنا چاہیے۔ تو ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔

- ۲۔ منکوحہ کے ساتھ انہماں بھی ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔
- ۳۔ منکوحہ کے وطی کرنے والا ”محسن“، کہلائے گا۔ متمتعہ کے ساتھ ہم بستری سے دو احسان، ثنابت نہیں ہوتا۔
- ۵۔ نکاح دائمی میں عورت کی رہائش، نان و نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار مرد ہوتا ہے نکاح مبیعہ میں ان میں سے کسی کی ذمہ داری مرد پر نہیں ہوتی۔
- ۶۔ خاندان اور بیوی کے مابین اگر عمت فروشی یا بدکاری کا الزام آجائے۔ تو قاضی عدالت کرائے گا۔ نکاح متمتعہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔
- ۷۔ میاں بیوی میں سے کسی کے انتقال کی صورت میں دوسرا اس کا لازماً وارث ہوگا۔ نکاح متمتعہ میں تو وارث نہیں۔
- ۸۔ نکاح دائمی میں تو والد و تناسل ہوتا ہے۔ متمتعہ میں صرف نفس کی خواہش پورا کرنا ہے۔
- ۹۔ منکوحہ دائمی ان عورتوں میں سے ہر ایک ہوتی ہے۔ جن کو چار تک زوجیت میں لایا جاسکتا ہے۔ یعنی چار عورتوں سے زائد بیک وقت نکاح میں نہیں آسکتیں۔ لیکن عورت متمتعہ ان میں داخل نہیں۔ (بحوالہ فروغ کافی جلد پنجم ص ۴۵)
- متمتعہ محض لونڈی کی حیثیت والی ہے۔ چاہے ایک ہزار ہو جائیں۔
- ۱۰۔ بیوی یا منکوحہ کا از روئے عرف اطلاق اس عورت پر ہوتا ہے۔ جو دائمی نکاح میں ہو۔ اور مبیعہ نکاح والی کو اہل بیت نے ”مستاجرہ“ کہا ہے (فروغ کافی جلد ۵ ص ۴۵)

## چیلنج

شیخ مفید نے عورت متمتعہ کو ”اذاج“ میں داخل کیا۔ اور جاڑوی نے اس



مناظرہ پر بغلیں بجاائیں۔ اب مفید تو ”غیر مفید“ ہو گیا۔ اس لیے اُس سے مطالبہ نہیں ہاں جاڑوی اینڈ کمپنی سے ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کذا ذکرہ کس امور جو طحکوہ کے لیے ہم نے بیان کیے۔ متنتہ کے لیے ان کا ثبوت کہیں سے پیش کر دو۔ اور یہ پکاس ہزار کا انعام پاؤ۔

### جواب امر دوم

آیت متہ مدنی سورت میں ہے۔ اور اس کی ناسخ مکی ہے۔ لہذا بعد میں اترنے والی منسوخ نہیں ہو سکتی الخ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ دلیل اور وجہ شیخ مفید نے بیان نہیں کی ہوگی جاڑوی نے اپنی دکان چمکانے کے لیے اس کا نام استعمال کیا ہے۔ اور اگر شیخ مفید کی ہی تسلیم کر لی جائے یا جاڑوی کی خود ساختہ۔ تو حیرت اس امر پر ہے کہ ایسی کچی اور گئی گزری باتوں پر ”مناظرہ“ کی فتح کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے مکی اور مدنی سورتوں کی تعریف کیا ہے؟ علماء نے اس کی تین صورتیں پیش کی ہیں۔

۱ قول: ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہونے والی مکی اور اس کے بعد اترنے والی مدنی ہیں۔  
 ۲ دوم: جن میں اہل مکہ سے خطاب وہ مکی اور جن میں اہل مدینہ مخاطب وہ مدنی ہیں۔  
 ۳ سوم: جو مکہ میں نازل ہوئیں چاہے ہجرت سے پہلے یا بعد وہ مکی اور جو ایسی نہیں وہ مدنی ہیں۔

ان تینوں تفسیروں میں سے زیادہ مشہور آخری لڑ کر ہے۔ گزشتہ اوراق میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ کہ متہ کی حرمت فتح مکہ کے دن ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوئی اس لیے صاحب تفسیر روح المعانی نے لکھا ہے۔ ”والذین هم لفرو وجہو صافظوت“ اس دن نازل ہوئی ہوگی۔ جس دن (یعنی فتح مکہ کے دن) آپ نے متہ کو ابدی حرام قرار دے دیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیخ مفید اور ابن کثیر کا مناظرہ محض شیعوں کو خوش کرنے کے لیے گھڑا گیا۔ تاکہ اپنی بدتری ثابت کر کے ”متہ“ کو جزو ایمان بنائے رکھیں۔ (دفاعتہ وایا ذی الایمان)

# دھوکہ

— اور —

## کذب بیانی ۲۳

متعدہ والی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونٹی بکث

### جواز متعدہ :

ابن لاؤ۔ اگر متعدہ والی عورت زوجہ حقیقہ ہوتی تو اسے وراثت میں سے بھی حصہ ملنا چاہیے تھا۔ اور اسے طلاق بھی دی جاسکتی۔ چونکہ متعدہ والی عورت کو نہ میراث سے حصہ ملتا ہے۔ اور نہ ہی اسے طلاق دی جاتی ہے۔ اور ان دونوں صورتوں پر علمائے امامیہ کا اتفاق ہے۔ تو پھر اسے کس طرح زوجہ حقیقہ کہا جاسکتا ہے۔ شیخ مفید۔ یہ بھی آپ کا اشتباہ ہے۔ وراثت کا سبب صرف زوجیت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ زوجیت کے ساتھ کچھ اور بھی ہو تو میراث سے حصہ لے سکے گی۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ حسب ذیل بیویاں میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔

۱۔ مطلقہ عورت کو میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۲۔ لونڈی اگر لونڈی ہوتے ہوئے بیوی ہو تو اسے میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۳۔ جو بیوی اپنے شوہر کی قاتلہ ہو اسے میراث نہیں ملتی۔

۴۔ بیوی اگر کافرہ ذمیہ ہو تو اسے مسلمان شوہر کی میراث سے حصہ نہیں ملتا۔ مذکورہ بالا ہوتی تو میریاں ہیں۔ لیکن وفات شوہر کے بعد انہیں پوری امت مسلمہ کی کوئی نصیبی میراث کا حق دار نہیں سمجھتی۔ گویا میراث کے لیے صرف زوجیت ہی کافی نہیں اب لیجئے آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔ کہ متدوالی عورت کو طلاق نہیں دی جاسکتی لہذا یہ حقیقی زوجہ نہیں۔ آپ خود غور فرمائیں۔ اور امت مسلمہ کے ہر مکتب فکر کی فکر کو دیکھ لیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہاں اور بیوی کی جدائی طلاق سے مشروط نہیں۔ بلکہ طلاق کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں۔ جن میں میاں اور بیوی بغیر طلاق ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ توجہ فرمائیں۔

- ۱۔ جو عورت لعان کر دے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر شوہر سے علیحدہ نہیں ہو جاتی۔
- ۲۔ جس عورت سے طلع کر لیا جائے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر مرد سے علیحدہ نہیں ہو سکتی
- ۳۔ جس مسلمان بیوی کا خاتمہ مرد مرتد ہو جائے کیا وہ بلا طلاق شوہر سے جدا نہیں ہو سکتی۔

۴۔ اگر نانی، نواسے، یا نواسی کو شرائط رضاع کے ساتھ دودھ پلا دے۔ تو کیا ان بچوں کی ماں ان بچوں کے باپ کے لیے بلا طلاق حرام مہر نہیں ہو جاتی آپ اندازہ لگائیں۔ کیا یہ ازدواج حقیقیہ نہیں ہیں؟ دونوں فہرستیں آپ کے سامنے ہیں۔ وہ بھی ازدواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔ اور وہ بھی ازدواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح بنا برائیں آپ کا یہ کلیہ کلیہ نہ رہا۔ جو زوجیت کے لیے طلاق اور میراث دونوں ضروری ہیں۔ لہذا جس طرح مذکورہ بالا عورتیں حقیقی ازدواج ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح متدوالی عورت بھی زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور

طلاق کی پابندی نہیں۔ جب ابن ابی شامہ شہس ہو گئے۔ اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔  
 تو میں نے کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا محترم آپ انصاف فرمائیں۔ منہ متد میں  
 ہمارا اور مسلمان کا عجیب معاملہ ہے۔ جب جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں کہ متد  
 فرقہ جعفریہ کی بدعات سے ہے۔ جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں کہ آیت متد قرآن میں  
 موجود ہے۔ سرور کونین نے اجازت دی۔ اور زمانہ رسالت میں متد ہوتا بھی رہا ہے۔  
 صحابہ اور صحابیات باہم متد بھی کرتے رہے ہیں۔ جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ  
 ان اہل بیت کا اباحت متد پر اجماع ہے۔ اور جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ  
 متد کے عدم جواز کا حکم حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں دیا تھا۔ اور اعتراف کرنے  
 کے بعد کہ زمانہ رسالت میں متد تھا۔ لیکن میں اُسے حرام کرتا ہوں۔ گویا جس طرح دیگر  
 صحابہ زمانہ رسالت میں اثبات متد کی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی ان صحابہ  
 میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور زمانہ رسالت میں اثبات متد کی روایت کرتے ہیں۔  
 البتہ روایت اثبات متد کرنے کے بعد حرمت متد کا فتویٰ فرماتے ہیں۔

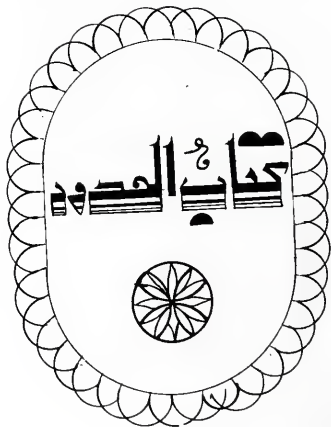
واقعہ شیخ مفید ختم ہوا۔ اب آپ دیکھیں فرقہ جعفریہ کا کیا مقصد ہے۔ فرقہ جعفریہ  
 نے صرف یہی کہا ہے کہ ہم نے دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کی اثبات متد کی روایت  
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا فتویٰ ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ہمارا یہ فعل صرف  
 ہمارا نہیں۔ بلکہ اس میں سرور کونین کے حلیل القدر صحابہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ جن  
 کی فہرست سابقہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب امت مسلمہ کی مرضی خواہ ہمیں کچھ بھی کہیں ہم  
 قرآن کریم سرور کونین کے فرامین اصحاب سرور کونین خواہرام المؤمنین عائشہ کے عمل اور  
 ان اہل بیت علیہم السلام کے عمل کو ٹھکرا کر کسی طرح صرف حضرت عمرؓ کے فتویٰ کو تسلیم کر  
 سکتے ہیں؟  
 (جواز متد ص ۷۵)

جواب: شیر جاڑوی نے ایک فرضی مناظرہ اور دو مناظرانی فرسے پیش کر کے

ادھر ادھر کی ہانک کر خود ہی فاتح بن گیا۔ فرضی طور پر دو اعتراضات کے جو جوابات دیئے گئے۔ آپ پر ان کی اصلیت چھپی نہیں۔ اہل سنت کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ اگر نکاح دائمی ہو اور اس کو توڑنا چاہیں۔ تو طلاق کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ طلاق کا کوئی مانع نہ ہو۔ وہ جو جاڑوی نے شیخ مفید کی طرف سے چار چار باتیں ذکر کیں۔ وہ موانع کی فہرست میں آتی ہیں۔ مطلقہ کو میراث نہیں ملتی لیکن متمتعہ مطلقہ کب سے ہوئی؟ مطلقہ کو طلاق دے کر فارغ کر دیا گیا متمتعہ کو فارغ کس طلاق سے کیا گیا؟ لونڈی، بیوی ہو تو وراثت نہیں۔ اور اگر آزاد عورت ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ لیکن متمتعہ لونڈی ہو یا آزاد دونوں صورتوں میں وراثت سے محروم ہے۔ شوہر کی قاتلانہ ہو تو پھر متمتعہ اور منکوحہ میں فرق ہوگا یا نہ؟ مشکوٰۃ المسلمان ہو کہ فرہ یا ذمیہ نہ ہو۔ تو وراثت ہوگی یا نہیں؟ صرف دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے طلاق، رقیقت، قتل اور اختلاف دین وہ امور ہیں۔ جو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں کیا ان میں سے ہوتے ہوئے بھی زوجہ وراثت سے محروم ہوگی؟ ہماری گفتگو ان موانع کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ یعنی منکوحہ اگر مطلقہ، لونڈی، قاتلانہ یا کافرہ نہیں تو کیا وارث ہوگی یا نہیں۔ اور انہی اوصاف کے ساتھ متمتعہ وارث ہوگی یا نہیں؟ صاف بات ہے۔ کہ منکوحہ وارث ہوگی۔ اور متمتعہ نہیں۔ لہذا متمتعہ اور منکوحہ دونوں ایک جیسی کیسی ہو گئیں؟ یہاں شیخ مفید کے سر پر مناظرہ کی پگڑی باندھ کر یہ باور کرایا جا رہا ہے۔ کہ نکاح دائمی اور نکاح ميعادی میں کئے والی عورت ایک جیسی ہے۔ اور جاڑوی نے اپنی اسی کتاب کے شروع میں منکوحہ اور متمتعہ کے درمیان خود فرق بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ عورت متمتعہ سے جب مقررہ وقت تک استفادہ ہو جائے تو اس کے جدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی کہ متمتعہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جو شرعاً ایک وقت میں اکٹھی نکاح میں لانا جائز ہیں۔ اور متمتعہ کے لیے وراثت کا معدوم ہونا اور خود حقیقی شرط ہے۔ ایک طرف خود فرق بیان کیا جا رہا ہے اور دوسری

طرف دونوں کو ایک کر کے دکھایا جا رہا ہے۔ سچ ہے۔ دودھ گورا ملاحظہ نہ باشد۔  
 ”اجماع مسلمین“ کے ضمن میں جاڑوی نے چند اجتماعی صورتیں ذکر کیں۔ ہم ان میں  
 سے ہر ایک کا تفصیل جواب تحریر کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ آیت متہ اگر تسلیم کر لی جائے کہ  
 قرآن میں ہے۔ تو وہ منسوخ ہو چکی ہے۔ صحابہ کرام نے متہ کیا۔ لیکن حرمت کے بعد اور  
 علم حرمت کے بعد ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہا یہ کہ ہم اہل تشیع قرآن کو  
 چھوڑ کر سنت پیغمبر سے منہ موڑ کر اہل بیت کے عمل کو ترک کر کے صرف ایک عمر کے  
 فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے از خود  
 اسے حرام نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس پر سنت رسول پیش کی تھی۔ اہل بیت کرام نے بھی متہ  
 کی حرمت کو تسلیم کیا ہے۔ فروع کافی وعیزہ کتب کو دیکھ لیا جائے۔ اور اہل بیت کے  
 سردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت کو صراحتاً بیان فرمایا ہے۔ ان  
 حالات میں قرآن کریم سے روگردانی سنت مصطفیٰ سے جان چھڑوانی اور اہل بیت  
 کے ارشادات پر من مانی نہیں مبارک ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)



## کتاب الحدود

حدود الہیہ کا مقصد بنی نوع انسان سے جرائم کا خاتمہ ہے۔ اور ان کے تیا م سے ظالم و مظلوم کے مابین عدل و انصاف کے باعث معاشرہ صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے۔ چوری کرنے پر اگر چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو دوسروں کے لیے یہ بات باعث عبرت ہو جائے گی۔ قاتل کو قصاصاً مار دیا جائے تو انسانی جانوں کو تحفظ مل جائے گا۔ اسی طرح کسی کی عزت و آبرو سے کھیلنے والا اگر کوڑوں کی زد میں آجائے۔ تو مرد و زن کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ قطع ید، قصاص، رجم اور تنویہ استی کوڑے چند سنگین جرائم کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے۔ ان میں سے سخت ترین سزا زانی (شادی شدہ) کے لیے ہے۔ وہ یہ کہ اسے پتھر مار مار کر موت کی نیند سلا دیا جائے۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فقہ جعفریہ میں اس سزا کا ذکر تو ضرور ہے۔ لیکن اس کے اجراء کے لیے ایسا طریقہ کار اور دراز کارہائیں ان کے ہاں موجود ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے اس کا نفاذ ناممکن ہو گیا ہے۔ اس عدم امکان پر حوالہ بات سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ موزنا، اکی تعریف کر دی جائے۔ تاکہ اصل مقصد تک رسائی آسان ہو جائے۔



”زنا“ کسی ایسی عورت سے وطی کرنا ہے۔ جو مذکبہ یمن (لونڈی) میں ہو اور وہی اس سے نکاح کیا گیا ہو۔ نکاح با عقد شرعی کا انعقاد ایجاب و قبول بشرط دو گواہ ہوتا ہے۔ شہادت اس لیے شرط ہے۔ کہ اس سے دو افراد کا رشتہ زوجیت میں منسلک ہونے کا نیا تعلق (زوجیت) لوگوں میں شہرت پکڑے۔ اور ان کے اکٹھا ہونے پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ اس کے برخلاف اگر صرف ایجاب و قبول پر ہی عقد شرعی کو موقوف رکھا جائے۔ اور گواہی شرط نہ ہو۔ تو پھر زنا اور عقد شرعی میں فرق مشکل ہو جائے گا۔ زنا میں بھی زانی اور مزنیہ اکثر باہم راضی ہوتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ میں عقد شرعی کے لیے گواہی شرط نہیں رکھی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ آپ کسی جوڑے کو بدکاری کا الزام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ کہہ دیں گے۔ ہم نے باہم رضامندی سے یہ کام کیا ہے اب زنا کے ثبوت اور اس پر مقرر حد کا نفاذ کیونکر ہو گا؟

اگر اہل تشیع اس امر سے انکار کریں۔ کہ احناف کی طرح ہمارے ہاں بھی عقد شرعی کے لیے گواہی شرط ہے۔ اور ہم پر یہ الزام ہے۔ کہ ہم شہادت کو شرط قرار نہیں دیتے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ ان کے ہاں انعقاد نکاح کے لیے شہادت کا نہ ہونا بطور نص ثابت ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک نکاح میں شہادت اس لیے ہونی چاہیئے۔ کہ کل کلاں اگر میاں بیوی کے درمیان تنازعہ ہو جائے تو میراث یا اولاد کے بارے میں یہ گواہی کام دے گی۔ اس لیے گواہی کو محض اور اولویت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اب اس شرط کے فائدہ کے ساتھ جس عیاشی اور بے راہ روی کی گنجائش نکالی گئی۔ وہ کسی پر مغنی نہیں ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔



## گواہی کے بغیر نکاح شرعی ہو جاتا ہے

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر  
عن عمر بن اذینہ عن زرارة بن اعین قال  
سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الرَّجُلِ يَكْزُو مِجَّ  
الْمَرْأَةِ بِغَيْرِ شَهَادَةٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِكَ وَ مِجَّ الْبَتَّةِ  
فِيمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اللَّهِ إِنَّمَا جَعَلَ الشَّهَادَةُ فِي تَزْوِيجِ  
الْبَتَّةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ تَوَلَّاهُ إِلَيْكَ لَمْ يَكُنْ  
بِهِ بَأْسًا۔

دفعہ کافی جلد ۵ ص ۳۸۷ - باب

التزویج بغیر البتہ۔

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے نکاح  
کے بارے میں پوچھا گیا۔ جو بغیر گواہوں کے نکاح کرتا ہے؟ فرمایا  
اللہ اور اس مرد کے مابین اس نکاح کے ہونے میں کوئی حرج نہیں

گواہ تو اس لیے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اولاد کے بارے میں بوقتِ ضرورت کام آئے۔ اگر یہ (اولاد) نہ ہو۔ تو گواہی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے

## توضیح

جب نکاح شرعی کے لیے گواہی کی ضرورت نہ رہی۔ اور اگر ہے بھی تو صرف اولاد کے حوالی ہونے کے لیے۔ تو پھر واضح ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ یہ بدکاری حصولِ اولاد کی خاطر تو کرتے نہیں۔ بلکہ خواہشِ نفس کو پورا کرتے ہیں۔ اور اولاد سے بچنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک زنا اور عقد شرعی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کچھ فرق نظر آتا ہے۔ تو شاید ایجاب و قبول اور وہ بھی زبان سے کہنا۔ ورنہ باہم رضامندی تو دل میں موجود ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں اگر عقد کیے بغیر بھول کر کسی عورت سے وطی کر لی۔ تو وہ سزا کے زمرے میں نہیں آئے گا۔



عقد کیے بغیر اگر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی سزا نہیں

فروع کافی

عَدَّةٌ مِنْ اصْحَابِنَا عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ بَعْضِ

اصحابہ عن زرع بن محمد عن سماعة قال  
سَأَلْتُ عَنْ رَجُلٍ أَدْخَلَ جَارِيَةً يَمْتَنِعُ بِهَا ثُمَّ  
أَكْثَى أَنْ يَشْرَطَ حَتَّى وَاقَعَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ  
حَدُّ الزَّانِي قَالُوا لَا وَالْكَفَى يَمْتَنِعُ بِهَا بَعْدَ النِّكَاحِ  
وَيَسْتَغْفِرُ اللَّهُ مَنْ مَا أَرَىٰ

(۱۔ فردع کافی جلد پنجم ص ۴۶۶ کتاب النکاح)

(باب النواذر)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۳۹۲)

کتاب النکاح باب ان من اراد تمتع

بامرأة فأنسى العقد حتى وطئها

ترجمہ:

اسماء کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ  
ایک مرد کسی عورت کے پاس نکاح متعہ کے لیے گیا۔ لیکن وقت وغیرہ  
کی شرط مقرر کرنا بھول گیا۔ اور اس سے ہم بستری کر بیٹھا۔ کیا اس پر  
زنا کی حد واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن اس عورت کے ساتھ  
نکاح کرے۔ اور پھر وطی کرے۔ اور جو پہلے کر چکا۔ اس کی اللہ تعالیٰ  
سے معافی مانگے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ میں نکاح متعہ کا ذکر ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کر متعہ کرنے  
والا ایجاب و قبول اور وقت کی تعیین سب کچھ بھول گیا۔ اگر یاد رہا تو

صرف خواہش نفس پوری کرنا۔ وہ پوری کر چکا۔ تو یاد آیا۔ ہمارے میں کیا کر بیٹھا لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے "اپنے لاڈلے، کہ کہ قول سماء وہ رعایت کی۔ کہ اس پر مرثیہ کو جی پاتا ہے۔ فرمایا۔ چو اب نکاح کر لو۔ اور شرائط باندھ لو۔ اور چھوٹ بستی کر لو۔ اس سے پہلے وہ گئی کسر پوری ہو جائے گی۔ اور صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا۔ بتلایے۔ کہ اس طریقہ سے کس چیز کو رواج دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور پھر وہ بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے؟ شہادت تو پہلے ہی شرط نہ تھی ایجاب و قبول بھی نکاح کے رکن نہ رہے۔ ملاحظہ ہو۔

منہ  
۳  
درست

ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو  
سکتا ہے۔

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن نوح بن شعیب  
عن علی بن حسان عن عبد الرحمن بن کثیر  
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت  
امراة الى عمر فقالت اِنی زینت فطیئر فانی  
فامر بها ان ترجم فاحبر بذا الیک امیر المؤمنین

فَقَالَ كَيْفَ زَكَيْتِ فَقَالَتْ مَسَرَّتْ بِالْبَادِ بَيْتِ  
فَأَمَّا بَنِي عِطْشٍ مَشْدِيدٌ فَأَسْتَقَيْتِ إِحْرَاقِيًّا  
فَأَجَبَا أَنِّي سَقَيْتِي إِلَّا عَنِ امْكِنْتُ مِنْ نَفْسِي فَلَئِمَّا  
اجْلَسْتُ فِي الْعِطْشِ وَخَفِيتُ عَلَى نَفْسِي سَقَانِي  
فَا مَكْنَتُهُ عَنْ نَفْسِي فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ  
تَنْزِيلٌ وَيُجِ وَكَرِي الْعَبْدَةِ

(فردوس کافی جلد پنجم ص ۶۴ کتاب نکاح)

(باب النواذر)

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے۔ لہذا مجھے اس گناہ سے پاک کرو۔ آپ نے اُسے رجم کا حکم دیا۔ جب اس کا علم حضرت علی المرتضیٰ کو ہوا۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیسے کیا؟ کہنے لگی۔ میں بے آباد جگہ سے گزری۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک دیہاتی سے میں نے پانی مانگا۔ وہ کہنے لگا۔ اگر تم مجھے اپنے ساتھ دھکی کر دے دو۔ تو میں پانی و سے دوں گا۔ مجھے چونکہ سخت پیاس لگی تھی۔ اور جان جانے کا خطرہ تھا۔ اس لیے میں نے اس کی یہ شرط مان لی۔ پانی پینے کے بعد اس نے مجھ سے بدکاری کر لی۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم! یہ تو شادی ہے۔

## مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ عورت چونکہ مسلمان تھی۔ اس لیے اسے مسئلہ شرعی یہی معلوم تھا۔ کہ جو کچھ میں نے کروایا ہے۔ وہ زنا ہے۔ اور بہت بڑا جرم ہے۔ اس کی تلافی اور خدا غوثی کے سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آگیا کہ اس کی عذابی کا کوئی طریقہ اسے بتائیں۔
- ۲۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا فیصلہ بمطابق شرع کیا۔ اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں رجم کی سزا کا حکم دیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام بھی اس فعل کو زنا ہی سمجھتے ہیں۔ ورنہ ان میں سے کوئی نہ کوئی اس کے خلاف بول پڑتا۔ گویا رجم کی سزا جمہور جماعی، تھی۔
- ۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ فرمایا یہ نکاح ہے۔
- ۴۔ مذکورہ صورت جماع جس طرح بھی وقوع پذیر ہوئی۔ اس عورت اور اس مرد کے درمیان قطعاً سبب و قبول نہ پایا گیا۔

### خلاصہ کلام:

ایک عورت جو مسلمان ہوتے ہوئے اپنے فعل کو زنا سمجھ کر اس سے عہد کثرت کا طریقہ معلوم کرنا چاہتی ہے۔ پھر اس کے فعل کو غلیفۃ المسلمین اور دیگر موجود صحابہ کرام نے بھی زنا ہی سمجھ کر اس پر صدر رجم کی توثیق کر دی۔

ایسے فعل کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر کیا، کہنا کس قدر زیادتی ہے۔ لیکن زیادتی تو ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ ان کے ”مجموع“ کو تو یہ رعایت مل رہی ہے۔ کہ مولانا علی نے بغیر ایجاب و قبول ایک مرد و عورت کے جماع کو ناجائز نہیں کہا۔ بلکہ رب کعبہ کی قسم اٹھا کر اسے عقد شرعی قرار دے دیا۔ لہذا ان کا عقیدہ ٹھہرا۔ کہ ایجاب و قبول کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔

**خوف:**

روایت مذکورہ کے محشین کو عجیب چکر پڑا۔ کبھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مطلوبہ پانی اس نکاح کا حتی مہر ہو گیا۔ اور کبھی یہ تاویل کہ اضطراب اور مجبوری کی بنا پر یہ فعل زنا نہ رہا۔ اور کلیبیہ کہتا ہے۔ کہ یہ نکاح بالمعاوضہ ہونے کی بنا پر متہ ہو جائے گا۔

لیکن پانی کا حتی مہر ٹھہرایا جائے۔ تو پھر عورت اس کو زنا کیوں کہہ رہی ہے۔ جس کے ساتھ یہ معاملہ پایا۔ معلوم ہوا کہ اگر ایجاب و قبول کے بغیر کچھ معاوضہ ٹھہرا کہ مختصر وقت کے لیے خواہش نفس پوری کر لی جائے۔ تو اسے زنا ہی کہا جائے گا۔ البتہ یہ شیعہ متہ، تو شاید من جائے۔ لیکن نکاح شرعی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دوسری تاویل سے بھی یہ فعل نہ نکاح شرعی، نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نہ تو اس کی تائید پر کوئی آیت یا حدیث پیش کی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی عقل اسے تسلیم کرتی ہے۔ ورنہ حالت اضطراب میں کی گئی بدکاری معاف ہو جاتی۔ اور کلیبیہ صاحب نے خواہ مخواہ اسے متہ ٹھہرا دیا۔ سوچا ہوتا۔ کہ وہ عورت سستی تھی۔ یا شیعہ۔ اگر شیعہ تھی تو پھر پہلے ہی وہ ظاہرہ ہے۔ دو بارہ فاروق اعظم کے پاس طہارت کے لیے حاضر کیوں ہوئی۔ اور اگر سستی تھی۔ تو متہ اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لہذا وہ حرام، حلال کس طرح ہو گیا؟ مختصر یہ کہ یہ فعل فقہ جعفری کی رو سے نکاح ہوا۔ اور وہ بھی ایجاب و قبول کے بغیر۔ لہذا اس میں اور زنا میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔



## چوری کی حد میں خصوصی رعایت

قرآن کریم میں چوری کرنے والے کی سزا ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے۔  
 التارِق والتارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَیْدِیْہِمَا۔ چور مرد اور چور عورت  
 کے ہاتھ کاٹ دو۔ اس حد میں بھی اہل تشیع نے دخل اندازی کی۔ اور ہاتھ کاٹنے  
 کی بجائے صرف انگلیوں کے کاٹنے پر اکتفا کیا۔ بلکہ انگلیوں میں سے بھی صرف  
 انگوٹھا کاٹنا بطور حد کہا۔ ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر عادیث شاہد ہیں۔ اور یہی  
 اہل سنت کا مسلک ہے۔ لیکن اہل تشیع کو اپنے مسلک پر ایک حدیث مصطفیٰ  
 بھی بطور دلیل نہیں مل سکتی۔ اس سلسلہ میں اُن کی دوڑ دھوپ ائمہ اہل بیت کے  
 اقوال و افعال تک ہے۔ اور ان میں بھی وہ صرف ان حضرات کے قیاس  
 ہی کا حوالہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہاتھ سے مراد انہوں نے انگوٹھا لیا ہے۔ چھری  
 کے بہت سے مقیس عید گنوائے۔ کہیں لکھنے کے لیے ہاتھ کا استعمال بطور دلیل  
 پیش کیا۔ کہیں اعضائے سجدہ پر قیاس کرتے ہوئے صرف انگلیاں مراد  
 لیں۔ ہم ان کے چند دلائل اور پھر ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں جو اظہارِ حق ہیں۔

# چوٹی پر صرف انگلیاں کاٹنے کے مسائل

اور ان کے جوابات

وسائل شیعہ

محمد بن مسعود العیاشی فی تفسیرہ عن ذرقان صاحب ابن ابی داؤد عن ابن ابی داؤد، اندرجع من عند المعتصم و مؤمنتم فقلت لہ فی ذالک الی ان قال فقال ان سارتما اقتر علی نفسہ بالسرقۃ و سأل الخلیفۃ تطہیرہ یا قامة الحد علیہ فجمع لذلک الفقہاء فی مجلسہ و قد احضر محمد بن علی علیہ السلام فسألنا عن القطع فی ای موضع ینجب ان یقطع فقلت من اکثر سورع لقول اللہ فی التیمم فامسحوا برؤوسکم و ایدیکم و اتفق معی علی ذالک قد مر و قال اخرون بل ینجب القطع من المرفق قال و ما الدلیل علی ذالک؟ قال لان اللہ قال و ایدیکم الی المرفق قال فالتفت الی محمد بن علی علیہ السلام فقال ما تقول فی هذا

يَا أَبَا جَعْفَرٍ؟

قَالَ قَدْ تَكَلَّمْتُ الْقَوْمَ فِيهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ  
قَالَ وَغَنِي وَمَا تَكَلَّمُوا بِهِ أَمَّا شَيْءٌ عِنْدَكَ؟  
قَالَ أَغْنِي عَنْ هَذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ أَكَسَمْتُ  
عَلَيْهِ بِاللهِ لِمَا أَخْبَرْتُ بِمَا عِنْدَكَ فِيهِ فَسَقَالَ  
أَمَّا إِذَا أَكَسَمْتُ عَلَيْكَ بِاللهِ لِي أَقُولُ إِنَّهُمْ أَخْطَئُوا  
فِيهِ الشَّيْءَ فَإِنَّ الْقَطْعَ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مِنْ وَفْصَلِ  
أَصُولِ الْأَمَايِعِ فَيُتْرَكُ الْكَفَّ قَالَ يَقُولُ رَسُولُ اللهِ  
مَنْ لِيَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَسَّحُودُ عَلَى سَبْعَةِ  
أَعْضَاءِ أَلْوَجْبِ وَالْيَدَيْنِ وَالتَّرْكَبَتَيْنِ وَالتَّرْجَلَيْنِ  
فَإِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ مِنَ الْكُفْرِ سُرِعَ أَوَّلُ الْمُرْتَدِ فِي  
كُلِّ يَبْقَى لَهُ يَدٌ يَسْجُدُ عَلَيْهَا وَقَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى  
وَأَنْ الْمَسَاحِدَ لِلَّهِ يَعْنِي بِهِ هَذِهِ الْأَعْضَاءُ السَّبْعَةُ  
۱۱۔ رسائل اشیعہ جلد ۱ ص ۹۰ مکتبہ النبی

والتعزیرات ابراہیم الحداد (السرقة)

۲۔ تفسیر عیاشی جلد اول ص ۳۱۹ زیر آیت

السارق والسارقة الخ

ترجمہ:

محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر میں ذرقان کے حوالے سے ابن  
ابی داؤد سے روایت بیان کی۔ کہ جب ابن ابی داؤد، معتم  
باللہ کے ہاں سے واپس آیا۔ تو وہ ملگین تھا۔ میں نے اس

سے پریشانی کے متعلق پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک چور نے چوری کا اقرار کیا۔ اور خلیفہ سے کہا کہ مجھے اس جرم سے پاک کیا جائے۔ اور مجھ پر چوری کی حد لگائی جائے۔ خلیفہ نے اپنے ہاں تمام فقہاء کو جمع کیا۔ اُن میں محمد بن علی (امام محمد باقر) بھی تھے۔ خلیفہ نے ہم سے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں پوچھا کہ چور کھانا خفہ کہاں سے کھانا جائے۔ میں نے کہا کلائی سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اپنے مومنوں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ میری اس رائے پر لوگوں نے اتفاق کیا۔ کچھ دوسرے لوگ بولے کہ کہنی سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ خلیفہ نے پوچھا اس پر کوئی دلیل؟ کہا۔ دلیل یہ قول باری تعالیٰ ہے ”تم اپنے ہاتھوں کو مرنقی تک دھوؤ“ وہ پھر امام باقر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ اے ابو جعفر! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔؟ کہنے لگے۔ اے امیر المؤمنین! لوگوں نے اس بارے میں کلائی تختہ لگوا کر لی ہے۔ خلیفہ کہنے لگا۔ چھوڑیے ان باتوں کو۔ آپ اپنی رائے بتلائیں؟ امام باقر نے کہا مجھے اس سے معاف رکھو۔ پھر خلیفہ نے انہیں قسم دلائی کہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ فرمایا اب جبکہ تم نے مجھے قسم دلائی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ان تمام کی آراء سنت کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہاتھ انگلیوں کے جوڑ سے کاٹا جانا واجب ہے۔ نہ کہ تھیلی باقی رہ جائے۔ پوچھا کیوں! فرمایا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ جبہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ اگر کسی چور کا کلائی یا کہنی سے ہاتھ کاٹ

دیا گیا۔ تو سجدہ کرنے کے لیے اس کا ہاتھ نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”ان المساجد للہ“ یعنی سجدہ کے ساتوں اعضاء اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

### توضیح :

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کی حد خود بیان فرما کر دوسری اُرداء کو خلاف سنت فرمایا۔ یعنی کہنی یا کلائی سے کاٹنا غلط ہے۔ بلکہ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹنا واجب ہے۔ تاکہ حدیث مصطفیٰ کی مخالفت لازم نہ آئے امام محمد باقر کا منقول قول ہی اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ چونکہ پہلے دو جواب مع دلیل امام موصوف نے تو کر دیئے تھے۔ اس لیے اُن کی تردید کی ضرورت نہ رہی۔ صرف امام صاحب کی طرف منسوب قول کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔

### جواب اول

خليفة نے جب ایک دو مرتبہ امام محمد باقر سے چور کے قطعید کے بارے میں پوچھلے تو وہ خاموش رہے۔ اور فرمایا۔ نہ پوچھو۔ یہی بہتر ہے۔ یہ بات بطور تقیہ تو ہر نہیں سکتی۔ اس لیے کہ تقیہ خوف کے وقت ہوتا ہے۔ یہاں جب خلیفہ وقت خود ان کی عزت کرتا ہے۔ اور اُن سے اس امر کی تحقیق چاہتا ہے۔ تو پھر بطور تقیہ کوناس طرح درست ہوا۔ لہذا نہ آپ نے خاموشی بطور تقیہ فرمائی۔ اور نہ ہی جو کچھ بیان کیا وہ بطور تقیہ تھا۔ لیکن اگر اس روایت کو درست تسلیم کر جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ وقت کا امام، مسائل شرعیہ کو بلاوجہ چھپا رہا ہے۔ اور یہ اُن کی شان کے لائق نہیں۔ علاوہ ازیں اگر دلیل کو دیکھا جائے۔ تو ایک اور خرابی لازم آتی ہے۔

کہ ہم نے مان لیا کہ ہاتھ کلائیوں سے کاٹنے کی صورت میں اعضاء سجدہ صرف چھ رہ جائیں گے۔ لہذا سجدہ کا سات اعضاء کے ساتھ نہ ہونے کی صورت میں ایک فرض رہ گیا۔ اور یوں فرض کے رہ جانے سے نماز نہ ہوئی۔ لیکن انگلیوں کی جڑ سے کاٹنے پر بھی ایک ہیئت خرابی اُسے گی۔ وہ یہ کہ نماز کے لیے وضو فرض ہے اور فرائض وضو میں سے ایک فرض ہاتھوں کا دھونا بھی ہے۔ اور ہاتھوں کا دھونا انگلیوں سمیت فرض ہے۔ لہذا جس چور کی صرف انگلیاں کاٹنی گئیں۔ اب ان کا وضو میں دھونا ختم ہو گیا۔ جب وضو کا ایک فرض ناقص ہوا۔ تو پورا وضو ناقص ہو گیا۔ بلکہ فرض رہ جانے کی وجہ سے وضو ہوا ہی نہیں۔ جب وضو ہی نہ ہوا تو نماز کس طرح درست ہوگی۔ لہذا معلوم ہوا کہ سرے سے ہاتھ کی ایک انگلی بھی نہیں کاٹنی چاہیئے۔ اور اگر ایسا کیا جائے۔ تو چوری کی سزا بالکل ختم۔ اور اگر اس پر امام باقر کی رائے کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اسی طرح کا سہارا لیا جائے تو پھر نماز کی بالکل چھٹی ہو گئی۔

### جواب دوم:

قرآن کریم کی آیت قصاص اس طرح ہے۔  
 اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ  
 بِالْاَنْفِ وَالْاُذْنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرْحَ  
 قِصَاصًا۔

یعنی جو عضو کسی کا کسی نے ضائع کر دیا۔ اس کا قصاص یہی ہے۔ کہ اس ضائع کرنے والے کا بھی وہی عضو ضائع کر دیا جائے۔ اب اس قانون کے پیش نظر اگر کسی نے دو سرے کا ہاتھ کھائی یا کہنی سے کاٹ دیا۔ تو اس کا

قصاص بھی یہی ہو گا۔ کہ اس کا ہاتھ بھی اسی جگہ سے کاٹا جائے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس قصاص کے بعد وہ اگر نماز پڑھنا چاہے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو چوری کی بھی ہو جائے گی۔ اور اگر نہیں ہوئی؟ تو پھر نماز معاف ہونی چاہیے کیونکہ ساتواں عضو اس کا رہا ہی نہیں۔ اب وہ ساتوں اعضاء پر سجدہ کیسے کرے؟ معلوم ہوا کہ اربعین نے جو دلیل امام محمد باقر کی طرف منسوب کی ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس پر عمل نہیں ہو سکتا

### جواب سوہ:

اگر کسی شخص کا ہاتھ بطور قصاص کاٹا گیا۔ اب اس نے چوری کی۔ اور جرم ثابت ہونے پر چوری کی حد اس پر قائم ہوگئی۔ کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اور اس کی تصریح شیخ الطائفہ مفتی طوسی نے بھی کی ہے۔ محقق طوسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

### تہذیب الاحکام

فَقُلْتُ لَهُ كَذَّابٌ رَجُلًا قَطَعَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى فِي  
قِصَاصٍ فَسَرَقَ مَا يُصْنَعُ بِهِ قَالَ فَقَالَ لَا يَنْطَلِعُ  
وَلَا يُثْرَكَ يَغْيِرُ سَاقِي قَالَ قُلْتُ كَذَّابٌ رَجُلًا  
قَطَعَتْ يَدُهُ الْيُمْنَى فِي قِصَاصٍ ثُمَّ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ  
أَيَقْتَصُّ مِنْهُ أَمْ لَا فَقَالَ إِنَّمَا يُثْرَكَ فِي حَقِّ اللَّهِ  
عَزَّ وَجَلَّ فَأَمَّا فِي حَقِّ النَّاسِ فَيَقْتَصُّ مِنْهُ فِي  
الْأَرْبَعِ جَمِيعًا۔

(تہذیب الاحکام جلد نواس میں افی حد الشریعۃ الخ لمطہر محمد بن ابی سعید جدید)

## ترجمہ:

عبداللہ بن حجاج کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ کہ اگر ایک آدمی کا بایاں ہاتھ کسی قصاص میں کاٹا جائے۔ پھر وہ چوری کرے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا کہنے لگے۔ دمکھل کاٹا جائے اور نہ بغیر پنڈلی کے چھوڑا جائے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر کسی شخص کا دایاں ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے ایک اور آدمی کا ہاتھ ظلمًا کاٹا تو کیا اب اس سے قصاص لیا جائے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق تو چھوڑا جاسکتا ہے۔ لیکن حقوق العباد میں چاروں صورتوں میں قصاص لیا جائے گا۔

## توضیح

مسئلہ مذکور کی تفصیل یوں ہوگی۔ کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے کا ظلمًا ہاتھ کاٹ دیا۔ اب اس نے دایاں ہاتھ یا بایاں۔ اس کے متعلق امام صاحب کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ جو ہاتھ اس نے کاٹا۔ وہی اس کا کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے ظلمًا کسی کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ تو اس ظالم کے بھی دونوں ہاتھ کاٹیں جائیں گے۔ کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اس لیے اس کی معافی یا رعایت نہیں ہو سکتی۔ اب یہ سزاؤں میں جب امام جعفر صادق سے منقول ہیں۔ تو ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ یا دونوں ہاتھ قصاصًا کاٹ دیئے گئے۔ بلکہ آپ کے آخری الفاظ چاروں صورتوں میں۔ یعنی کسی نے کسی کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ تو اس کے بھی دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے جائیں گے۔ تو کیا اس کی غذا ہوگی۔ یا نہ۔ کیونکہ ایک ہاتھ کھانے کی صورت میں اعضائے سجدہ چھو رہ گئے۔ اور دونوں



ہاتھ کٹنے کی صورت میں پانچ رو گئے۔ اور اگر دونوں پاؤں بھی کاٹ دیئے گئے۔ تو صرف تین اعضاء رو گئے۔ اب تو اکثر اعضاء مجدد کے بغیر سجدہ کیا جا رہا ہے۔ لہذا پوری والی دلیل کے مطابق تو نماز بالکل نہیں ہونی چاہیئے۔ اس لیے ایسے آدمی پر نماز کی فرضیت ہی نہیں رہنی چاہیئے۔ اور اگر قصاصاً ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جاتے تو امام صاحب کے فتویٰ کے خلاف ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کے متعلق یہ فتویٰ کہ صرف اس کی انگلیاں کاٹی جائیں۔ امام صاحب کا ہرگز نہیں ہو سکتا اور مذکورہ دلیل ان کی دلیل ہے۔ یہ سب کچھ جان چھڑانے کے لیے کسی نے امام صاحب پر بہتان باندھا ہے۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ۔

صرف انگلیاں پر دو تھری دلیل

مسائل الافہام

وَاَمَّا حَدُّ مَا يَنْطَلِعُ عَنْهُ نَاقِلُو مِنْ اَصُولِ  
الْاَصَابِعِ وَ يَمُوتُ لَهُ الرَّاحَةُ وَالْوَبَالُ وَ رَوَاهُ  
اصْحَابُنَا عَنْ اَيْمَنِيهِمْ وَ رَوَاهُ الْعَامَّةُ اَيْمَنًا عَنْ  
عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اِطْلَاقُ الْيَسَدِ عَلَى ذَالِكَ  
كَثِيرَةٌ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَخْتَبِتُونَ  
اَلْكِتَابَ بِاَيْدِيهِمْ وَلَا خِلَافَ فِي اَنَّ الْكِتَابَ لَا

يَكْتُمُ إِلَّا بِأَصَابِعِهِ وَعَلَىٰ هَذَاقِيكُونَ  
فِي هَذَا الْحَمَلِ قَدْ وَقَيْنَا الْقَامِرَ حَقَّهُ  
وَمَا زَادَ عَلَيْهِ يَحْتَأْجِ إِلَىٰ ذَلِيلٍ إِذْ هُوَ  
بَاقٍ عَلَى التَّحْرِيمِ لِعَافِيَةٍ مِنْ إِذْ خَالَ  
الضَّرِيرَ وَلَكِنَّا لَمِ عَلَى الْعَيَّانِ وَهُوَ عَلَى جَائِزٍ  
عَقْلًا وَنَقْلًا إِلَّا بِذَلِيلٍ يَقْطَعُ الْعُدَّةَ

(مسئله انصاف جلد ۲ ص ۶۶۱ مکتبہ المدینہ)

(مدا سرتہ)

ترجمہ:

اور بہر حال (جہاں تک) چوری کی حد ہاتھ کاٹنا ہے۔ تو ہمارے نزدیک  
یہ ہے۔ کہ انگلیوں کی جڑوں سے ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ متبصلی اور انگوٹھا  
چھوڑ دیئے جائیں۔ ہمارے ائمہ سے ہمارے اصحاب نے یہی روایت  
کیا ہے۔ اور عام علم نے بھی حضرت علی المرتضیٰ سے یہ روایت کی ہے۔  
اس قدر پر ہاتھ کا اطلاق بکثرت آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہاں  
لوگوں کے لیے تباہی ہے۔ جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں،  
اور یہ بات بغیر اختلاف کے سبھی مانتے ہیں۔ کہ لکھنا مرتکب انگلیوں  
سے ہوتا ہے۔ (جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ "ید" فرمایا ہے۔)  
اس طریقہ سے انگلیوں تک کاٹنے کی منرا دینا ظاہری طور پر مکمل معنی  
ہے۔ اور اس سے زائد کا کاٹنا دلیل کا محتاج ہو گا۔ کیونکہ اس کی حرمت  
باقی ہے۔ کیونکہ بقیہ ہاتھ کے کاٹنے سے ذی حیات کو تکلیف پہنچانا  
ہے۔ جو اردوئے عقل و نقل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی دلیل ہو جو اس مذہب

کو ختم کر دے۔

### توضیح

مختصر یہ کہ آیت ”فَاقْطِعْ عَصَا آيَةَ يَهُودَ“ میں لفظ ”یہود“ کا اطلاق انگلیوں پر ہوا ہے۔ جس کی دلیل ”يَكْتَبُونَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيهِمْ“ ہے جب کتابت کے فعل کے لیے لفظ ”یہود“ کا اطلاق صرف انگلیاں ہیں۔ تو قطع یہ سے مراد بھی انگلیاں ہوں گی۔ انگلیوں سے زائد کا کٹنا دلیل کا محتاج ہے۔ کیونکہ زائد کاٹنے سے تکلیف ہوگی۔ اور کسی ذی روح کو بلا دلیل تکلیف دینا حرام ہے

جواب:

دلیل مذکورہ از روئے عقل و نقل ناقابل اعتبار ہے۔ عقلاً اس طرح کہتے وقت صرف انگلیوں کا استعمال ہونا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ جب آدمی کسی کاغذ وغیرہ پر لکھتا ہے۔ تو قلم انگلیوں میں سے دوا انگلیوں اور ایک انگوٹھے میں پکڑا ہوتا ہے۔ باقی دوا انگلیاں فارغ ہوتی ہیں۔ ان میں چھنگلیاں تو سطح کاغذ پر لگی رہتی ہے اور اس کے ساتھ والی نہ سطح کاغذ پر اور نہ ہی اس پر قلم رکھا ہوتا ہے۔ لہذا لکھنے میں ان دونوں کا کوئی دخل نہیں۔ اس لیے عقلاً کتابت صرف دوا انگلیوں اور انگوٹھے سے ہوتی ہے۔ اور اہل تشیع انگوٹھے کو ”قطع یہود“ میں شامل نہ کر کے خود اپنی دلیل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہذا یہ دوسرے پر حجت کیس طرح ہوگی؟ اگر انگوٹھے اور چھنگلیاں کو داخل کرنے کے لیے یہ کہا جائے کہ یہ بھی لکھتے وقت حرکت کرتی ہیں تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر ہتھیلی کا نچلا حصہ سطح کاغذ پر نہ رکھا جائے۔

تو صرف انگلیاں لکھنے میں ناکام رہیں گی۔ اس لیے لکھتے وقت انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی کا نچلا حصہ لکائی نمک بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہذا کتابت کے وقت

حرف انگلیوں کا استعمال موقوف رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔  
 رہا دلیل کا دوسرا پہلو کہ انگلیوں کے علاوہ حصہ کو کاٹنے پر کوئی مستقل دلیل  
 ہونی چاہیے۔ کیونکہ ایذا رسانی کی بنا پر حرمت موجود ہے۔ سو اس بارے میں  
 ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ لفظ ”دید“ کا اطلاق کندھے تک پر رے بازو پر ہوتا ہے۔  
 پر رے بازو کو چھوڑ کر حرف انگلیوں تک کا حصہ ایک حصہ مخصوص ہے۔ اس  
 تخصیص کی کوئی دلیل ہونی چاہیے۔ اور دلیل قرآن و حدیث سے اہل تشیع کے پاس  
 ہرگز نہیں ہے۔ البتہ ہم جب کلائی تک کاٹنے کا کہتے ہیں۔ تو یہ بھی تخصیص ہے  
 لیکن ہمارے پاس اس تخصیص کے لیے احادیث رسول اللہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

### تبیین الحقائق

وَلَنَا مَا رَوَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَطْعِ  
 يَدِ سَارِقٍ مِنَ الرَّشِيعِ۔

(تبیین الحقائق من تذکرۃ حد السرق)

### ترجمہ:

ہمارے پاس چور کے کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی یہ حدیث دلیل ہے۔ ”وہ آپ نے ایک چور کے کلائی سے ہاتھ  
 کاٹنے کا حکم دیا۔“

علاوہ ازیں اسی کتاب میں دوسری اہل اجماع امت ذکر فرمائی۔ وَ لَإِنَّ

كُلَّ مَنْ قَطَعَ مِنَ الْأَمَةِ مِنَ الرَّشِيعِ فَضَارَ أَجْمَاعًا فَعَلَا  
 فَلَا يَجُوزُ خِلَافُهُ۔

یعنی ہر دور میں خلفاء اور حکام نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ لہذا یہ فعلی اجماع

ہو گیا۔ اس کی غلات درزی جائز نہیں محض سبز کہ مسالک الانہام میں چور کی مرن انگلیاں  
کاٹنے پر جودیل پیش کی گئی۔ وہ باطل اور بے اصل ہے۔

فَاغْتَابُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ -

حد سرقہ میں صرف انگلیاں کاٹنے کی تیسری دلیل

تہذیب الاحکام

سہل ابن زیاد عن محمد بن سلیمان البدیلی عن  
ہارون ابن الجہم عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر  
علیہ السلام قال اتی امیر المؤمنین بقوم قصص  
قد سرقوا فقطع ید یہم من نصف الکف  
وترک الابلہم لم یقطعہا وامر ہمان یدخلوا  
دار الضیافۃ وامر باید یہم ان تعالجوا واطعمہم  
السن والعسل واللحم حتی یرءوا ودعا بہم  
وقال یا ہولاء ان یدیکم قد سبقت الی النار فان  
تبتہم علم اللہ عز وجل صدق النبی تائب اللہ علیکم  
وجررتہم یدیکم الی الجنۃ وان انتم لم  
تتوبوا ولم تقلعوا عما انتم علیہ جرکم یدیکم  
الی النار۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۲۵ تذکرہ فی حد سرقہ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے چوروں کی ایک جماعت پیش کی گئی۔ آپ نے اُن کے نصف متعہیلی سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا انگوٹھا چھوڑ دینا۔ پھر انہیں مہمان خانے میں لے جانے کو کہا۔ اور ان کے ہاتھوں کا علاج کرانے اور انہیں لکھی، شہداء اور گواہت کھلانے کو کہا۔ تندرست ہونے پر انہیں طویا۔ اور فرمایا اے لوگو! تمہارے ہاتھ لگ دو وزخ کی طرف سہقت لے گئے۔ سو اگر تم توبہ کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری صدق نیت کو جانتا ہے۔ تو وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔ اور تم اپنے اُن ہاتھوں کو دو وزخ سے نکال کر جنت لے جانے والے ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم نے توبہ نہ کی۔ اور اپنے کوقول سے باز نہ آئے تو تمہارے ہاتھ تمہیں دو وزخ میں کچھ کر لے جائیں گے۔

توضیح:

روایت مذکورہ میں معتنق طوسی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آپ چوری کی سزائیں ہاتھ کو صرف نصف متعہیلی تک کاٹتے تھے۔ اور انگوٹھا چھوڑ دیا کرتے تھے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔

جواب:

مذکورہ روایت پر کئی طرح سے جرح ہو سکتی ہے۔ جس کی بنا پر اسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے منقول اس روایت میں نصف، تہمیل، تک کاٹھنے کا ثبوت ہے۔ جب کہ اہل تشیع صرف انگلیوں کو کاٹھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ لہذا یہ روایت اہل تشیع کا مسلک ثابت نہیں کرتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے اکثر راویوں کے سمت مجروح ہونے کے باعث یہ روایت قابل حجت نہیں ہے۔

### پہلا راوی سہل ابن زیاد کے متعلق تنقح المقال کی تحقیق

#### تنقح المقال

سہل ابن زیاد الادمی الرازی ابو سعید  
عن موضع من الاستبصار ان اباسعید الادمی  
ضعیف جداً عند فقہاء الاخبار وقال نقاشی  
سہل ابن زیاد ابو علی ادمی الرازی کان  
ضعیف فی الحدیث غیر معتمد فیہ و کان  
احمد بن محمد عیسیٰ یشہد علیہ بالخلو  
والکذب و اخرجہ من القم الی الری وقال  
ابن العضاثری سہل ابن زیاد ابو سعید الادمی  
الرازی کان ضعیفاً جداً فاسد الروایۃ والبدین  
و کان احمد بن محمد بن عیسیٰ الاشعری  
اخرجہ من قم و اظهر البرأۃ منہ و نلی  
الناس عن السماع منہ و الروایۃ عنہ  
و یروی المراسیل و یعتمد المجاہیل و نقل

عن علی بن محمد القتیبی انه قال سمعت  
الفضل بن شاذان يقول فی ابی الخیر و هو  
صالح بن سلمی ابی حماد الرازی ابد الخیر کما  
کنی وقال کان ابو محمد الفضل یر قضیه و  
یمدحه ولا یر تفضی اباسعید الادعی و یقول  
هو احمق۔

در تفتح المقال بلردوم ص ۵، باب سهل  
من ابواب السین

ترجمہ :

کتاب الاستبصار میں کئی مقام پر سهل ابن زیاد آدمی کو بہت زیادہ  
ضعیف فی الروایہ کہا گیا۔ نجاشی نے اسے ضعیف فی الحدیث کہا۔  
اور غیر معتمد آدمی قرار دیا۔ احمد بن محمد عیسیٰ اس پر غلو اور کذب کی شہادت  
دیتا تھا۔ اور اس نے اسے قم سے نکال دیا۔ ابن العضاثری نے بھی  
اسے بہت زیادہ ضعیف کہا۔ روایت اور دین میں فاسد کہا۔  
جب احمد بن محمد عیسیٰ نے اسے قم سے نکال کر اُتی بھیج دیا۔ تو اس  
سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ لوگوں کو اس سے روایت  
سننے سے منع کر دیا کہ یہ مرسل اور مجہول روایات ذکر کرتا ہے۔ علی بن  
قتیبی کہتا ہے۔ کہ میں نے فضل بن شاذان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ صالح  
بن موسیٰ اپنی کنیت کی طرح ابوالخیر تھا۔ اور وہ اس کو پسند کرتا۔ اور  
اس کی تعریف بھی کرتا تھا۔ لیکن ابوسبید آدمی (سهل بن زیاد) کے  
بارے میں کہتا۔ کہ یہ بے وقوف ہے۔



راوی نمبر ۱: محمد بن سلمان الدہلی

جامع الرواة

ضَعِيفٌ جَدًّا لَا يَحْوُلُ عَلَيْهِ فِي شَيْءٍ (ص: جش) لہ

(۱) جامع الرواة - جلد دوم ص ۱۲۲

مصنف محمد ابن علی اردبیلی

(۲) - تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۲۲ باب

محمد بن ابواب المیم

ترجمہ:

محمد بن سلمان الدہلی بہت زیادہ ضعیف فی الروایات ہے۔  
کسی چیز کے متعلق اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ اور نجاشی نے  
یہی لکھا ہے۔

راوی نمبر ۳: محمد بن مسلم

رجال کشی

عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
يَقُولُ يَا أَبَا الصَّبَّاحِ هَلْكَ الْمُسْكِرُ يَبُونُ فِي آدْيَانِهِمْ  
مِنْهُمْ زَرَارَةٌ وَبِرِّ يُدَوِّ مَحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَاسْمَاعِيلُ

الجعفی۔۔۔ عن مفضل بن عمر قال سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ كَانَ  
يَسْئَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا يَعْلَمُ الشَّيْءَ حَتَّى يَكُونُ۔

درہال کشی ص ۱۵۱۔ تذکرہ محمد بن مسلم الطائفی۔

مطبوعہ مکتبہ طبع جدید

ترجمہ:

ابو الصباح روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
سے سنا۔ وہ لوگ جو اپنے دین میں شک لاتے ہیں۔ ہلاک ہو گئے۔ ان  
میں سے زوارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفری بھی ہیں۔۔۔ بمفضل بن  
عمر سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔  
محمد بن مسلم پر خدا کی لعنت۔ وہ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے  
وجود میں آنے سے پہلے علم نہیں ہوتا ہے۔

### ملحہ فکر یہ

روایت مذکورہ کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چوروں کے  
نصف بتھیلیم ہاتھ کاٹنے کا ثبوت تھا۔ اس کے راوی وہ لوگ ہیں۔ جو  
انتہائی ناقابل اعتبار، غلو اور کذب کے عادی و معمول روایتوں کے راوی، احسن  
نا قابل اعتماد اور ان سب خرابیوں سے بڑھ کر اپنے دین میں شک لانے  
والے اور امام جعفر کی پھٹکار کے مارے ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ  
جامل جانے۔ کیا ان راویوں کی روایت سے استدلال کرتے ہو؟ یہی وہ  
لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرات ائمہ کی روایات میں ادھر ادھر کی ہزاروں باتیں

جس کی بنا پر ائمہ کو تنبیہ کرنا پڑی، لہذا یہ روایت بھی دیگر روایات کی طرح من گھڑت اور بے اصل ہے۔ جس کی نسبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف کردی گئی ہے۔

فَاغْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ -

پجوری کے جرم پر سے ہاتھ کاٹنے پر  
اہل ہمت کے دلائل

پجوری کے بارے میں حد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ اَلْسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقُطَعُوْا اَيْدِيْهِمَا اَلْخ۔ ترجمہ: ”پجور مرد اور پجور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، آیت مذکورہ میں ہاتھ کاٹنے کا حکم موجود ہے۔ لیکن اس کی تفصیل موجود نہیں یعنی کہاں سے کاٹا جائے۔ اور کونسا کاٹا جائے؟ اس لیے اس کی تفصیل کے لیے شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہنمائی کی ضرورت پڑی۔ آپ نے قولاً اور عملاً جو اس کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی۔ وہی قابل قبول اور قابل عمل ہوگی۔ ذکر کسی دوسرے مجتہد یا امام کی۔ آیت کریمہ کی تشریح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرات ائمہ مجتہدین کا اس کے متعلق فہم و ادراک کیا کہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

نصب الراية لاحاديث الهداية

قَالَ الْمُصَنِّفُ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَطَعَ يَمِينُ السَّارِقِ مِنَ الزُّنْدِ قُلْتُ فِيهِ  
 أَحَادِيثٌ قَعِدْتُهَا مَا أَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطَيْبٌ فِي  
 مُسْنَدِهِ عَنْ أَبِي نَعِيمٍ النَّخَعِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَرَزِيُّ عَنْ هَمَرَ وَبْنِ  
 شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ  
 صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ بْنِ خَلْفٍ نَازِمًا  
 فِي الْمَسْجِدِ وَثِيَابُهُ تَحْتَ رَأْسِهِ فَجَاءَ  
 سَارِقٌ فَأَخَذَ مَا فِي يَدِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقْرَأَ السَّارِقُ كَأَمْرَ بِهِ  
 النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَنْ يُقَطَّعَ  
 فَقَالَ صَفْوَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْقُطَّعُ رَجُلٌ  
 مِنَ الْعَرَبِ فِي ثَدْيِي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا كَانَ قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي  
 بِهِ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْفَعُوا مَا لَمْ يُصِلْ  
 إِلَى الْوَالِي فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْوَالِي فَعَضَّ فَلَ  
 عَنَّا اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ أَمَرَ بِقَطْعِهِ مِنَ الْمِفْصَلِ -  
 (نفس الراية لا ما ديت الهدى)  
 جلد سوم ص ۳۷۰ فصل فی کیفیت  
 القطع مطبوع قاهرہ

قرجہ:

مصنف نے کہا کہ تحقیق یہ بات صحیح اور ثابت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے جسے دارقطنی نے اپنی سنن میں ذکر کیا۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ محمد بن عبید اللہ عزمی نے عمرو بن شیبہ عن ابیہ عن جدہ سے ہمیں ایک حدیث سنائی کہ صفوان بن امیہ بن خلف مسجد میں سویا تھا۔ اور اس نے اپنے کپڑے اپنے سر کے نیچے رکھے تھے۔ چور آیا۔ اور وہ کپڑے سے اٹھا۔ بعد میں پکڑے جانے پر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ چور نے چوری کا اقرار کر لیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر صفوان بوسے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایک عرب کا ہاتھ میرے کپڑے چرانے کی وجہ سے کاٹا جائے گا؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چور کے میرے پاس آنے سے پہلے تم نے یہ کیوں نہ کہا؟ (مطلب یہ ہے کہ اب اس کی معافی کا کوئی فائدہ نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت سفارش کرو کہ جب کو مجرم والی کے پاس نہ پہنچا ہو۔ اور جب حاکم کے پاس اسے جایا جا چکا ہو۔ اور پھر اس کو معاف کر دیا جائے۔ تو اس کو معاف نہیں کرتا۔ یعنی ہاتھ کاٹنے کی سزا منسوخ نہ ہوگی) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کا ہاتھ کلائی (جوڑا) سے کاٹ دو۔

فتح القدیر

اَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ رَجَاءِ بْنِ

حَيْسُوا إِنَّكَ لَنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ  
وَجُلَا مِنْ الْمُفْصَلِ وَإِنَّمَا فِيهِ الْوَسَالُ  
وَأَخْرَجَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ إِنَّمَا قَطَعَا مِنَ الْمُفْصَلِ  
وَأَنْعَقَدَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ -

(فتح القدير جلد چہارم ص ۲۴۷ فصل  
فی کیفیۃ القطع - مطبوعہ  
مصر جدید)

ترجمہ:

رباع بن حیوۃ سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا کلائی سے ہاتھ کاٹا۔ (یعنی چوری  
کے جرم میں) اسی روایت میں ارسال ہے۔ اور حضرت عمر و علی  
رضی اللہ عنہما نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا ہے۔ اسی پر اجماع  
منعقد ہوا۔

بدائع الصنائع

أَمَّا الْمَسْرُوعُ الَّذِي يُقَطَّعُ مِنَ الْيَدِ  
الْيُمْنَى فَلَهُ مِثْلُ الرِّدِّ عِنْدَ عَامَّةِ  
الْعُلَمَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ تُقَطَّعُ الْأَمْسَاجُ  
وَقَالَ الْخَوَارِجُ تُقَطَّعُ مِنَ الْيَمَنِ لِيُظَاهَرَ  
فَوَلِيهِ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى فَا قُطِّعُوا أَيْدِيَهُمَا  
وَالْيَدُ إِسْرَءِيلُ الْمِزَّةِ الْجُمْلَةِ وَالصَّغِيرُ

قَوْلُنَا لِمَا رَوَى أَكْبَرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطَعَ يَدَ الشَّارِقِ  
مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ فَكَانَ فِعْلُهُ بَيَانًا لِلْمُسَرِّدِ  
مِنَ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ كَمَا أَنَّ نَصَّ سُبْحَانَهُ  
فَقَالَ قَا قَطَعُوا أَيْدِيَهُمَا مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ  
وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْأُمَّةِ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا فَكَانَ  
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ

(بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۸۸ حد سرقہ)

(مجموع بیروت طبع جدید)

ترجمہ :

بہر حال وہ مقام کہ جہاں سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے تو وہ کلائی  
ہے۔ اور یہ قول عام علماء کا ہے۔ اور بعض نے صرف انگلیاں  
کاٹنے کو کہا۔ اور خارجی کہتے ہیں کہ کندھے سے کاٹنا چاہیئے۔ کیونکہ  
اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ظاہری معنی یہی ہے۔ فاقطعوا ایدیہما  
اس میں لفظ وید، کا اطلاق کندھے تک ہاتھ پر ہوتا ہے۔ لیکن صحیح  
قول یہی ہے۔ کہ کلائی سے کاٹا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے مروی ہے۔ کہ آپ نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا تھا۔ گویا  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف قرآن کے اجمال کا بیان ہوا۔ یوں  
سمجھئے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی ایسے کہ چور کے ہاتھ کلائی سے  
کاٹو۔ اسی مقدار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ امت سے لے کر  
آج تک تمام امت کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

## تبیین الحقائق

وَلَا مَا رُوِيَ أَنَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَمَرَ بِقَطْعِ يَدِ السَّارِقِ مِنَ الرُّسْغِ وَلِإِنَّ  
كُلَّ مَنْ قَطَعَ مِنَ الْأَيْمَةِ مِنَ الرُّسْغِ فَصَارَ  
إِجْمَاعًا فِعْلًا فَلَا يَجُوزُ زُخْلًا فَسَدَ.

تبیین الحقائق ص ۲۲۲ کیفیت قطع السرقة  
مطبوعہ مصر طبع جدید

ترجمہ:

ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ  
کلائی سے کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اور ہم یہ اس لیے بھی کہتے ہیں کہ تمام  
اہل سنت نے چور کا ہاتھ کلائی سے ہی کاٹنے کا کہا ہے۔ لہذا یہ  
فعلی اجماع ہو گیا۔ سو اس کی مخالفت جائز نہ ہوگی۔

## تبیین الحقائق

أَنَّ الْيَدَ ذَاتَ مَقَاطِعَ ثَلَاثَةٍ وَهِيَ أَنَّ الرُّسْغَ  
وَالْمِرْفَقَ وَالْمِنْكَبَ وَكُلٌّ فِيهَا يَحْتَمِلُ أَنْ  
يَكُونَ مُرَادًا فَزَالَ الْإِحْتِمَالُ بِبَيَانِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَمَرَ  
بِقَطْعِ الْيَدِ الْيُسْخَى مِنَ الزَّنْدِ وَلِإِنَّ مِفْصَلَ الزَّنْدِ  
مِنَ الرُّسْغِ يَتَيَقَّنُ بِهِ لِكُونِهِ مُرَادًا لِقَوْلِهِ أَفَلْ



فِيؤْخَذُ بِهِ لِأَنَّ الْفَعْلَ بَاتٍ لَا تَقْبَلُ بِشَبْهَةٍ  
وَرَفِيماً زَادَ عَلَى الرُّسْغِ مُشْتَبَهَةً فَلَا تَثْبُتُ  
وَلِأَنَّمَا كَانَ مِفْصَلُ الرِّزْدِ بَيَّانِ الْيَتِي صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تبيين الحقائق تصنیف علامہ زبیری رحمہ)

ص ۲۲۴)

ترجمہ:

ہاتھ میں تین جگہ جوڑ ہوتے ہیں۔ کلائی، کہنی اور کندھا۔ ان تینوں میں سے  
ہر ایک کا احتمال تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے  
یہ احتمالات زائل ہو گئے۔ کیونکہ آپ نے ایسا ہاتھ کلائی سے کاٹنے  
کا حکم دیا تھا۔ اور یہ اس لیے بھی درست ہے۔ کہ ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا  
جاننا امر یقینی ہے۔ کیونکہ اس سے اور نیچے کوئی جوڑ ہے ہی نہیں لہذا  
اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ عقوبت شرعی، شبہ  
کے ساتھ ثابت نہیں ہوا کرتی۔ ہاتھ کا وہ حصہ جو کلائی سے اوپر  
کا ہے۔ وہ مشتبہ ہے۔ لہذا یہ ثابت نہ ہوگا۔ بہر حال ہاتھ کا  
کلائی والا جوڑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے ثابت ہے  
اور وہی معین ہو چکا ہے۔

توضیح

کتاب مذکورہ کے حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔  
۱۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے پر دلالت کرنے والی احادیث ”وصیح“ ہیں۔

- ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔  
 ۳۔ حضرت عمر دہلی رضی اللہ عنہا نے بھی چور کے لیے دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے کی حد لگائی۔  
 ۴۔ تمام ائمہ نے اسی پر عمل کیا۔ لہذا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر اجماع فعلیٰ منقذ ہو چکا ہے۔  
 ۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ پاک سے آج تک کلائی سے ہاتھ کٹتا چلا آ رہا ہے۔  
 ۶۔ اگرچہ بعض نے انگلیوں سے اور عارضیوں نے کندھے سے کاٹنے کا کہا ہے لیکن احادیث نبوی سے اس کی صحت نہیں ہوتی۔  
 ۷۔ ہاتھ میں تین جوڑ ہوتے ہیں۔ سب سے کم فاصلہ پر کلائی پھر کہنی اور پھر کندھا ہے۔ لہذا قریب ترین تو لقیٰنی ہے، دوسرے شبہ کی بنا پر مراد نہ ہوں گے
- نوٹ:**

احادیث مذکور میں مقام قطع کے لیے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں مفصل زندہ رہنا ان میں سے لفظ مفصل، شیعہ سنی دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ان تینوں الفاظ کا اردوئے لغت معنی معلوم ہونا چاہیے تاکہ حقیقت جان کھل کر سامنے آجائے۔ اہل تشیع کی کتاب تہذیب الاحکام میں مفصل کا لفظ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر ہوا جس کا معنی ”جوڑ“ ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل میں مفصل الاصابہ لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ وضاحت یا تفصیل کسی انجان کی نظر آتی ہے۔ کیونکہ ہاتھ میں انگوٹھے سمیت پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر انگلی کا جوڑ مستقل طور پر موجود ہے۔ اس طرح پانچ انگلیوں کے پانچ جوڑ ہوئے۔ اب ان کی تعبیر کے لیے مفصل الاصابہ نہیں بلکہ مفصل الاصابہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن یہ نہیں لکھا گیا

اس لیے لفظ مفصل کا واحد کے صیغہ کے ساتھ لکھا جانا بتاتا ہے۔ کہ کوئی ایک جوڑ  
مُراد ہے۔ اور ایک جوڑ رہا تھا میں (تین جگہ ہیں)۔ اسی بحث کو صاحب تبیین الحقائق  
نے ذکر کیا۔ قرآن کریم میں جب ہاتھ کاٹنے کا ذکر آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
اعادیت میں مفصل کو مقام قطع بتایا گیا۔ تو اس طرح تیسری جگہ لکھا کہ کم از کم مفصل دکلائی  
کو یقینی ہونے کی بنا پر کاٹا جائے گا۔ اس طرح کتب شیعہ میں موجود لفظ مفصل نے  
مسک اہل سنت کی تائید کی ہے۔ لیکن اپنا الوسید حاکر نے کیسے کسی تاہلہ نے  
”والاصابع“ کی قید بڑھا دی۔

چوتھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعادیت میں مفصل کے علاوہ زند اور ریح بھی مستعمل  
ہوئے۔ اس لیے ہم ان کی کتب سنت سے معنی ذکر کرتے ہیں۔

## زند کا کتب لغت معنی

### لسان العرب

وَقَدْ رَوَى بِأَبْنَاءٍ وَسَيَاتِي ذِكْرُهُ وَالزَّئِدَانِ  
طَرَفَا عَظْمَيْ السَّاعِدَيْنِ مُزَكَّرَانِ خَلِيفَهُ  
وَالزَّئِدَانِ عَظْمَا السَّاعِدِ أَحَدُهُمَا أَذَى  
مِنَ الْآخِرِ فَطَرَفُ الزَّئِدِ الَّذِي يَلِي الْإِبْهَامَ  
هُوَ الْكُوعُ وَطَرَفُ الزَّئِدِ الَّذِي يَلِي  
الْخِطَرَكُ سَوْعٌ وَالرُّسْعُ مُجْتَمِعُ الزَّئِدَيْنِ  
وَمِنْ عِنْدَ هُمَا تُقَطَّعُ يَدُ السَّارِقِ وَالزَّئِدُ

مَوْصَلٌ طَرَفِ الدَّرَا عِ فِي نَكْفٍ وَ هَمَا زَنْدَا نِ  
اَلْكُوْعُ وَ اَلْكُوْسُوْعُ۔

لسان العرب جلد ۷ ص ۱۹۶

تذکرہ لفظ زندا

ترجمہ:

”دیا“ کے ساتھ لفظ زندا آیا ہے۔ اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔  
لفظ زندانِ شینہ ہے۔ جو کلائی کی دو طرفوں کو کہتے ہیں۔ جس پر کلائی  
ختم ہوتی ہے۔ اس جگہ دو ٹہریاں ہوتی ہیں۔ ایک ہڈی دوسری  
کی نسبت کم اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔ لہذا زند کی ایک طرف  
انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی اور دوسری طرف چھنگلیا کے ساتھ  
ملی ہوئی ہوتی ہے۔ انگوٹھے والی طرف کو ”کوع“ اور چھنگلیا  
والی کو ”کوسوع“ کہتے ہیں۔ ان دونوں طرفوں کو ملائیں۔ تو اسے  
”رُسنغ“ کہتے ہیں۔ جہاں سے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور زند کلائی  
کو ہاتھ سے ملانے والا ہے۔ اس کی دو طرفوں کے کوع اور کوسوع نام  
ہیں۔

توضیح:

کلائی کی انگوٹھے کی طرف واقع متصل حصہ کوع اور چھنگلیا سے متصل حصہ  
کوسوع ہے۔ ان دونوں کا مقام اتصال رُسنغ اور زند کہلاتا ہے۔

# ”رسغ“ کی تحقیق

## لسان العرب

الرسغ مفصل ما بين الكف والذراع -  
وقيل الرسغ مجتمع الساقين والقدمين  
وقيل هو مفصل ما بين الساعد والكف  
والساق والقدم -

(لسان العرب جلد ۱ ص ۲۸ بحث  
لفظ رسغ)

ترجمہ :

ہتھیلی اور کلائی کے مابین واقع جوڑ کو رسغ کہتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے  
کہ دونوں پنڈلیوں اور قدموں کے جوڑ کو رسغ کہتے ہیں۔ ایک قول یہ  
بھی ہے کہ کلائی اور ہتھیلی پنڈلی اور قدم کے جوڑ کو رسغ کہتے ہیں۔

## المحکمہ

قارئین کرام! اہل تشیع نے اپنے مسلک کے حق ہونے پر جو دلیل پیش  
کی۔ اس کی تائید میں ان کے پاس ایک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث  
نہیں ہے۔ اور جو دلیلیں گھڑی ہیں۔ وہ بھی ترازو بٹے عقل پر پوری نہیں اتریں

اثر اہل بیت کی طرف سے جو حدیث پیش کی گئی اس کے راوی ناقابل اعتبار اور غیر معتد ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اہل سنت کا مسلک احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ و ائمہ پر قائم ہے۔ اس سلسلہ میں زندہ، رسخ اور مفصل کے الفاظ بمعہ تحقیق نفی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس تمام قیل و قال کا خلاصہ یہ ہوا کہ چور کا ہاتھ دایاں اور وہ بھی کلائی سے کاٹا جائے گا۔ یہی احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر آج تک امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ صرف انگیوں سے ہاتھ کاٹنا خلاف عقل و مخالف نقل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ ۝)

## دو اشکال اور ان کا جواب

اسی بحث میں ایک دو اشکال اور ان کا جواب ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ پہلا اشکال یہ ہے کہ جن احادیث سے ثابت کیا گیا کہ چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔ وہ ضعیف احادیث ہیں۔ لہذا ان سے استدلال درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی حدیث کا ضعیف ہونا اپنے مقام پر لیکن اگر وہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور درجہ صحت پالیتی ہے۔ لہذا یہ احادیث متعدد طریقوں سے روایت ہونے کی بنا پر ضعیف نہیں۔ اور پھر جب ان پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ تو پھر قطعیت کا درجہ پالیتی ہیں۔ اسی لیے جب کسی روایت پر عمل لگتا رہا اور ہر دور میں بکثرت ہوتا رہا ہو۔ تو درجہ تو اتنی داخل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ شہر مکہ اور مدینہ کا ثبوت۔

ہذا ایسی روایت کے لیے سند کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی بات کو فتح القدیر میں  
ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

### فتح القدیر

وَأَمَّا كَوْنُهُ مِنَ الزَّكَاةِ وَهُوَ مِفْصَلُ السَّرِيحِ  
وَيُقَالُ الْكَوْنُ مَعَ فَلَا فَهُوَ الْمُسَوِّرُثُ وَمِثْلُهُ لَا  
يُطْلَبُ فِيهِ سَنَدٌ۔

(فتح الباری جلد ۱۰ ص ۸۰/ تحت

قوله السارق الخ)

ترجمہ:

ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا یعنی کلائی اور ہتھیل کے درمیان آتی  
جوڑ سے جسے کوٹ بھی کہتے ہیں۔ تو یہ اس لیے کہ اس پر لگانا ہر دور  
میں عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اس قسم کی بات کے لیے سند کا مطالبہ طلب  
نہیں کیا جاتا۔

دوسرا اشکال یہ کہ قرآن میں صرف ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے۔ دائیں بائیں کی  
تخصیص نہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ دایاں ہاتھ کاٹنا جائز ہے۔ یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ اس  
کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق  
لفظ ”یَمِین“ موجود ہے۔ اور اس پر کچھ اعاذیث بھی دیں ہیں۔ ہم نے اپنی  
طرف سے تخصیص نہیں کی۔

اعتراض:

کتب اہل سنت میں یہ موجود ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

ایک چور کی مرث انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا۔ لہذا قطع یہ کام تمام انگلیاں ہی ہوگا۔  
حوالہ یہ ہے۔

### فتح الباری

وَ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ طَرِيقٍ أُبَيٍّ حَيْثُ وَجَدَ  
عَلِيًّا قَطَعَهُ مِنَ الْفُصْلِ وَ جَاءَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَطَعَ  
الْيَدَ مِنَ الْأَصَابِعِ وَالرَّجُلَ مِنَ مِشْطِ الْقَدَمِ  
أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ  
وَقَوْلُهُ مُنْقَطِعٌ

(فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۸۰ تحت  
قولہ السارق الخ)

ترجمہ:

ابن حیوہ کے فدیہ ابن ابی شیبہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ  
رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا۔ اور انہی سے روایت ہے  
کہ علی المرتضیٰ نے انگلیوں سے ہاتھ کاٹا۔ اور قدم کو درمیان سے  
کاٹا۔ اس روایت کو عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے روایت کیا  
ہے۔ اور وہ منقطع ہے۔

جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل دو طرح سے مذکور ہوا۔ سر دست دوسرا  
عمل کہ آپ نے چور کا ہاتھ انگلیوں سے کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ عمل زیر بحث ہے۔  
سو اس بارے میں جواب خود اس روایت کے آخری الفاظ میں۔ یعنی یہ روایت منقطع ہے



لہذا انقطاع کی وجہ سے یہ روایت مقصد کو ثابت کرنے میں ناکافی ہے۔  
 اور اگر انقطاع کی پرواہ کیے بغیر عمل شیر خدا کو دیکھا جائے۔ تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف نظر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف  
 وسائل الشیعہ میں اس طرح مذکور ہے۔ کہ آپ چور کا ہاتھ نصف سے زائد کاٹا کرتے  
 تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ہاتھ قابل استعمال درہمتا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### وسائل الشیعہ

سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ السَّارِقِ  
 يَسْرِقُ فَيَقْطَعُ يَدَهُ ثُمَّ يَسْرِقُ فَيَقْطَعُ رِجْلَهُ  
 ثُمَّ يَسْرِقُ هَلْ عَلَيْهِ قَطْعٌ فَقَالَ فِي كِتَابِ  
 عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضَى قَبْلَ أَنْ يَقْطَعَ أَكْثَرَ مِنْ يَدٍ  
 وَ رِجْلٍ وَ كَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَا  
 تُسَبِّحِي مِنْ رَفِيٍّ أَنْ لَا أَدْعَا لَهُ يَدًا أَلَيْسَتْ نَجِيًّا بِهَا  
 أَوْ رِجْلًا يَمْشِي عَلَيْهَا۔

وسائل الشیعہ جلد ۱۱

ص ۴۹۵۔ انوار حد السرقہ

مطبوعہ تہران طبع جدید۔

ترجمہ:

میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے چور کے بارے  
 میں پوچھا۔ جس نے ایک مرتبہ چوری کی تو اسے قطعید کی سزا دی گئی

پھر اس نے چوری کی۔ تو اسی مرتبہ اس کا ایک پاؤں کاٹا گیا۔ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس پر قلع کی حد ہے یا نہیں؟ امام نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی کتاب میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور اپنے کسی چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹا۔ حضرت علی المرتضیٰ یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس کا دوسرا ہاتھ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر دوسرا پاؤں بھی کاٹ دوں۔ تو مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ میں نے اس چور کے لیے استیفاء کرنے کے لیے ہاتھ نہ چھوڑا۔ اور چلنے کے لیے پاؤں بھی نہ چھوڑے۔

### توضیح

روایت مذکورہ میں ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ جانے کے بعد پھر چوری کرنے والے کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کا قول واضح طور پر بتا رہا ہے۔ کہ جس طرح پہلا ہاتھ کاٹا گیا۔ اگر اسی طرح دوسرا بھی کاٹ دیا جائے۔ تو ایسا آدمی استیفاء نہیں کر سکتا۔ اب آپ بتائیں کہ اگر صرف انگلیوں تک ہاتھ کاٹا جائے اور انگوٹھا بھی چھوڑ دیا جائے۔ تو تعمیل موجود ہونے کی صورت میں استیفاء کرنا ناممکن کس طرح ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس سلسلے میں یہ تھا کہ آپ ہاتھ کاٹنا حصہ کاٹ دیا کرتے تھے۔ جس کے بعد وہ استعمال کے قابل نہ رہتا۔ اور ایسا کاٹنا کافی یا اس سے تھوڑا اوپر (نصف بتعمیل) تک ہوتا ہے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کچھلی روایت کے خلاف ہے۔ جس میں صرف انگلیاں کاٹنے کی بات تھی۔ اس لیے اس تنازع

کی بنا پر ناقابل عمل ہو گئی۔ اور قابل عمل وہی صورت ہوئی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

## قطع ید کی حکمت

چور کا ہاتھ کاٹنا کیوں بطور حد مقرر کیا گیا؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ کام کرنے میں دایاں ہاتھ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ لہذا چوری کرنے میں بھی دایاں ہاتھ کا زیادہ دخل ہونے کی بنا پر اسے یہ سزا دی گئی۔ تاکہ وہ آدہ ہی باقی نہ رہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی۔ اگر اس کا ہاتھ صرف انگلیوں تک کاٹا گیا۔ تو پھر دوسری تیسری مرتبہ چوری کرنا اگرچہ پہلے کی نسبت ذرا مشکل ہو گا۔ لیکن بہر حال یہ آدھ کٹا ہاتھ ضرور استعمال ہو گا۔ اس لیے اگر کھائی سے کاٹا جائے گا۔ تو پھر اس کا استعمال کم سے کم یا بالکل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ہاتھ کھائی سے کاٹنا ہی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

فَاخْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ۔

كتاب العطر

واللبانة



## کتاب الحضروالاباحۃ

فقہ جعفریہ میں حلت و حرمت کے مسائل میں خصوصی

رعایت

اس سے قبل بہت سے مسائل ہم نے اہل تشیع کی فقہ سے ذکر کئے مقصد یہ ہے کہ چند جدید مسائل کو دیکھ کر بھی قارئین کرام آپ اس فقہ کی مجموعی کیفیت معلوم کر لیں گے۔ مذکورہ مسائل سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے کہ اس فقہ کی بنیاد خواہشاتِ نفسانیہ کی تکمیل ہے۔ خواہ وہ عبادات و معاملات میں ہمیر پھیر سے حاصل ہو۔ یا نجاست و پاکیزگی کے ضمن میں میسر آئے۔ ان مسائل کو ہم نے ان کی کتب سے بحوالہ ذکر کیا۔ اور پھر ان کے تقابل کے طور پر اہل سنت کا مسلک ذکر کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا۔ فقہ جعفریہ چونکہ ان لوگوں کی مرویات کا مجموعہ ہے جن پر ائمہ اہل بیت نے ناراضگی اور لعنت تک کا اظہار کیا۔ اس لیے ایسے راویان سے یہ توقع کرنا کہ وہ صحیح اسلامی فقہ پیش کریں گے۔ عبث ہے عقل و نقل دونوں میں سے کسی معیار پر فقہ جعفریہ کے مسائل پورے ہمیں اترتے۔ آخر میں حلت و حرمت کے چند مسائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ تاکہ کھانے پینے میں جو ان لوگوں نے آسانیاں اور نفس پر ولیاں بنا رکھی ہیں آپ انہیں دیکھ پا سکیں۔

# منہ

”فقہ جعفریہ“ میں گدہ حاصل ہے

وسائل الشیعہ

وَفِي الْعِلِّ وَ عُيُونِ الْأَخْبَارِ بِأَسْنَادِهِ عَنْ  
مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانٍ أَنَّ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ  
كَتَبَ إِلَيْهِ فِيمَا كَتَبَ مِنْ جَوَابِ مَسَائِلِهِمْ كَرِهَ  
أَكْلُ لَحْمِ الْبِغَالِ وَالْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ لِحَاجَةِ  
النَّاسِ إِلَى ظُهُورِهَا وَاسْتِعْمَالِهَا وَالْخَوْفِ  
فِي قَنَاءِهَا وَقِلَّتِهَا لَا لِقَدْ رِخْلَتَا وَلَا لِقَدْ  
غَذَاهَا-

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۹۶ کتاب الطہرۃ)

(بالاشریہ)

(۷- عل الشرائع جلد دوم ص ۲۵۰)

(مطبوعہ نیدرہ نجت)

(۳- عیون الاخبار جلد دوم ص ۹۷)

ترجمہ:

عل الشرائع اور عیون الاخبار میں اسناد کے ساتھ محمد بن سنان

سے منقول ہے۔ کہ امام رضا نے چند رسائل کے جواب میں اسے کھا۔ خچر اور گھریلو گدھے کا گوشت مکروہ ہے۔ اور یہ کراہت اس لیے ہے کہ لوگوں کو ان کی سواری کی ضرورت پڑتی ہے۔ انہیں دوسرے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کی نسل فناء ہونے کا خطرہ یا قلت کا خطرہ ہو جائے گا۔ کراہت کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی خلقت گندی ہے۔ یا ان کی غذا خراب ہوتی ہے۔

### وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلَمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ  
عَنْ لَحْوٍ مِنَ الْخَيْلِ وَالْبَعَالِ وَالْحَمِيرِ فَقَالَ حَلَالٌ  
وَلَكِنَّ النَّاسَ يَكْفُرُونَ بِهَا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۳۹۳)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ صفحہ ۴۱  
حدیث ۱۷۷)

(۳۔ من لای یضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۳)

ترجمہ:

محمد بن مسلم نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ خچر، گدھے اور گھوڑے کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ فرمایا حلال ہے۔ لیکن لوگ کھاتے نہیں۔

ترجمہ:

پہلی روایت میں گدھے اور خچر کے گوشت کو مکروہ کہا گیا۔ وہ بھی اس بنا پر

کہ یہ سواری وغیرہ کے کام آتے ہیں۔ اور لوگوں نے اگر کھانا شروع کر دیئے۔ تو ان کی قلت ہو جائے گی۔ دوسری روایت میں کراہت کا قول نہیں بلکہ صاف صاف حلال کہا گیا اور پھر لوگوں کے حالات کی شکایت کی گئی۔ کہ وہ عطلہ علیہ بالمعنی کراہت وغیرہ کی بنا پر نہیں کھاتے۔ گویا دوسری روایت میں ایک قدم اور بڑھ گیا تاکہ بلا کراہت کھائے جائیں۔ اب ذرا اور آگے چلئے۔ تو نظر آئے گا۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا سنتِ رسول ہے۔

گھوڑے کا گوشت کھانا دو سنتِ رسول ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَتَيْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا فَرَسٌ لَهُ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْزِعْهُ يُضْمَعُ لَكَ بِهِ أَجْرَانِ بِنَحْرِكَ إِيَّاهُ وَاجْتِبَاكَ لَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ قَالَ نَعَمْ كُلْ وَأَطْعِمْنِي قَالَ فَأَهْذَى لِلْبُحِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَذَ أَتَمَّهُ فَأَكَلَ مِنْهُ وَأَطْعَمَنِي.

(۱) - تہذیب الاحکام جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ فی الصيد واند بائع -

(۲) - وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۴۴ و ۴۵ کتاب الاطعمہ

والاشرۃ



## ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر گئے۔ تو چائیک اس کا گھوڑا مرنے کے قریب نظر آیا۔ آپ نے انصاری سے فرمایا۔ اس کو ذبح کر دو۔ دوسرا ثواب ملے گا۔ ایک ذبح کرنے کا دوسرا نیکی کی نیت کا۔ وہ کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! کیا اس میں سے مجھے بھی کچھ کھانے کو ملے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ کھاؤ۔ اور مجھے بھی کھلاؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیا۔ آپ نے اس سے کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔

## توضیح

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گدے، گھوڑے اور خچر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اگرچہ گھوڑے کے بارے میں علت کی حدیث بھی موجود ہے۔ لیکن فقہائے اسلام نے اسے کھانا مکروہ تحریمی کہا ہے۔ لیکن یہ جرأت کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوردِ نفیس نفیس گھوڑے کا گوشت کھایا۔ یہ جرأت صرف اہل تشیع ہی کر سکتے ہیں۔ آپ جب منع فرما رہے ہیں۔ تو خود کیونکر تناول کریں گے۔ لیکن اہل تشیع نے اس روایت سے یہ اخذ کیا ہے۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا ”سنت رسول“ ہے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ مرنے والا گدہ یا بھی کیوں بیکار جائے۔ اس کے کہاب بنا کر تقسیم کیے جائیں۔ اور علماء و ذاکرین کو ہدیہ کھلائے جائیں۔

فقہ حنفی میں گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے

### البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
اَخْرَجَ حَدِيثُ الْبُخَارِيِّ مُسْنَدًا إِلَى سَالِمٍ  
و نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ نَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَمْلِيَّةِ  
يَوْمَ خَيْبَرَ -

(البنایۃ فی شرح الہدایۃ جلد دوم ص ۸، مطبوعہ  
مصر طبع جدید)

ترجمہ:

مسند اور مرفوع روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے دن پالتو گدھوں کا گوشت کھانا منع کر  
دیا تھا۔

### البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَمْلِيَّةِ وَمَنْ لَمْ  
أَبُو مَسْلُطٍ وَكَانَ بَذْرِيَّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَ

حَدَّثَنَا الطَّحَاوِيُّ أَيْضًا بِإِسْنَادِهِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ  
 بْنِ أَبِي سَلَيْطٍ عَنْ أَبِيهِ وَثُمَّ رَأْسُ بْنُ مَالِكٍ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَ حَدِيثَهُ الطَّحَاوِيُّ أَيْضًا  
 بِإِسْنَادِهِ إِلَى ابْنِ مَيْمُونٍ عَنِ النَّسَوِيِّ مَالِكٍ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَعَا فُتَّتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ بَرَا صَابُؤًا حُمْرًا قَطَبَخُوا  
 مِنْهَا فَنَادَى مُنَادِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَلَا إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَتْلُمُكُمْ عَنْكُمَا فَاثَلَهَا نَجَسٌ  
 فَاتَّقُوا الْقُدُورَ -

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۷۹)

مطبوعہ مصر جدید

ترجمہ:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو  
 گدھوں کے گوشت (کھانے) سے منع کر دیا ہے۔ ان روایات میں  
 ابوسلیطہ بدری بھی ہیں۔ جن سے امام بخاری نے حدیث بیان  
 کی۔ ان میں سے انس بن مالک بھی ہیں۔ ان کی روایت امام طحاوی  
 نے ذکر کی ہے۔ کہتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح  
 کیا۔ وہاں کچھ گدھے ہاتھ لگے۔ لوگوں نے کچھ گدھے پکائے حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہلکار سے اعلان کیا کہ اللہ اور اس  
 کا رسول تمہیں اس (گدھے کے گوشت کھانے) سے منع کرتے ہیں  
 کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ لہذا اپنی ہنڈیوں کو ان کے گوشت سے دور رکھو۔

اور انہیں اوندھا کر دو۔

### البنایہ فی شرح الہدایہ

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَهْدَرَ الْمَتْعَةَ وَحَرَّمَ لِحْوَ الْخُمُرِ الْأَمْلِيَّةَ يَوْمَ  
خَيْبَرَ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ  
بْنِ مُحَمَّدٍ بَنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قُلِيَ عَنْ مَتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْحَلِ الْخُمُرِ  
الْأُنْثِيَّةِ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۸۸ کتاب النبی بائع  
الخ مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو ختم کر دیا۔ اور پالتو گدھوں کا گوشت حرام  
کر دیا۔ یہ اعلان یوم خیبر کو ہوا۔ اسے بخاری اور مسلم نے بالاسناد حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور پالتو گدھ کے گوشت کھانا یوم خیبر  
کو منع فرما دیا ہے۔

توضیح:

صاحب البنایہ علامہ بدر الدین عینی نے پالتو گدھ کے گوشت کی حرمت کی

روایت کرنے والے چند جلیل القدر صحابہ کرام کے اسماء گرامی ذکر کیے۔ جن میں حضرت علی المرتضیٰ، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن عمر، ابن العاص، عبداللہ بن عباس، ابوسلیمان انس بن مالک، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، مقداد اور سلمیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس قدر جلیل القدر صحابہ کرام کی متفقہ روایت درجہ شہرت تک پہنچتی ہے۔ ایسی روایات سے قرآن کریم کی نصوص کی تفصیص و وضاحت کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود اہل تشیع گدھے کے گوشت کو حلال قرار دینے پر تے ہوئے ہیں۔ یہ خصوصی رعایت انہیں مبارک ہو۔

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں چونکہ روایات مختلف ہیں۔ کہیں گدھے کی طرح اس کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ اور کہیں اس کی حلت معلوم ہوتی ہے۔ فقہی ضابطہ کے مطابق (جب حلت و حرمت جمع ہو جائیں۔ تو حرمت رائج ہوتی ہے۔) امام اعظم رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے گوشت کھانے کو مکروہ لکھا۔ اسے بعض فقہاء نے مکروہ تحریمی پر محمول کیا ہے۔ جیسا کہ ابنایہ اور فتح القدیر میں مذکور ہے۔

منہ (۲)  
عندہ

”فقہ جعفریہ“ میں کوّا بھی حلال ہے۔

تہذیب الاحکام :

الحسین بن سعید عن خضلی عن ابان عن  
زرارة عن احدهما علیه السلام قال

إِنَّ أَكْلَ الْغُرَابِ لَيْسَ بِحَرَامٍ إِنَّمَا حَرَّمَ مَا حَرَّمَ  
اللَّهُ فِي كِتَابِهِ۔

۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۱۸  
فی الصیید الخ

۲۔ وسائل الشیخ جلد ۱۷ ص ۴۶۶ کتاب  
الاطعمۃ والاشربۃ الخ

ترجمہ:

ذرا رہ نے حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ آپ نے  
فرمایا۔ کوا کھانا حرام نہیں۔ حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی  
کتاب میں حرام فرمایا ہو۔

توضیح:

اہل تشیع کے ہاں حرام وہی ہے۔ جسے قرآن کریم نے حرام کہا ہو۔ چونکہ کت  
کا حرام ہونا قرآن کریم میں موجود نہیں۔ اس لیے وہ حرام نہیں ہے۔ اس قانون سے  
بہت سی راہیں کھل گئیں۔ مرن گواہی نہیں بلکہ چند حیوانات کے علاوہ ان کے لیے  
سب کچھ حلال ہو گیا ہے۔ گدھا، گستا، بلی، چوہا یعنی خنزیر کے علاوہ تمام حیرات  
ان کے لیے حلال ہیں۔ اسی طرح پرندوں میں کوئی بھی حرام نہیں۔ کیڑے مکوڑے  
اور حشرات الارض بھی ان کے لیے حلال ہو گئے۔ کتنی رعایت ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

## منہج مسئلہ

ساڑھے گیارہ تولہ کے قریب نخن اگر ہنڈیا  
میں گر جائے تو وہ بس نہیں ہوتی

### وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ  
إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ الْأَعْرَجِ  
قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ قِدْرٍ فِيهَا جُزْءٌ  
وَقَعَّ فِيهَا قَدْرٌ أَوْ قِيَّةٌ مِنْ كَمْ أَيْبُ كُلُّ قَالٍ  
نَعَمَ فَإِنَّ الثَّانِيَ تَأْكُلُ الدَّهْرَ.

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۶۳ کتاب الطہرۃ)

(والاشربہ)

(۲- فروع کافی جلد ۶ ص ۲۳۵)

(۳- من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۶)

ترجمہ:

سیداعرج کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے  
پوچھا کہ ہنڈیا میں اونٹ کا گوشت تھا۔ اس میں ایک اونٹ

گیارہ تولہ اٹھ ماشے) خون پڑ گیا۔ تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا: ہاں  
کیونکہ آگ خون کو کھا جاتی ہے۔ اس لیے خون پڑنے کے باوجود باقی  
ذرا بہ لہذا اس کے کھانے میں کیا حرج ہے۔

### مفکر

”وخن“، ان حرام اشیاء میں سے ایک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم  
میں ذکر فرمایا۔ اثم احمر و علیہ حکم المیتہ و الذہا حرام اللہ تعالیٰ نے  
یقیناً تم پر مقرر دار اور خون حرام کر دیا ہے۔ اس نص صریح کے ہوتے ہوئے ایک  
ہندو یا مسیحی پکے ہوئے گوشت کو بچانے کے لیے اہل تشیع نے کیا فریب گھڑا ہے  
کوٹے کے حلال کرنے کے لیے یہ کہا کہ اس کی حرمت قرآن میں موجود نہیں۔  
لیکن خون اور وہ بھی تقریباً ساڑھے گیارہ تولہ ہندو یا مسیحی پڑ جائے۔ تو قرآن کریم  
کے حرام کہنے کے باوجود وہ حرام نہ ہوا۔ اور نہ گوشت کو نجس کیا؟ یہ دورنگی خوب  
ہے۔ اور بہانہ بنایا۔ کہ آگ نے خون کو کھا لیا ہے۔ اسی جگہ صاحب وسائل الشیعو  
نے اس مسئلہ کے بارے میں لکھا۔ کہ یہ تفسیر پر محمول ہے۔ محمد بن حسن المحرق عالمی کے  
الفاظ یہ ہیں۔ ہذا ماحمول علی التثقیۃ و اما علی جواز  
الا تحل بعد غسل اللحم۔ دو تاویلات کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ یہ تفسیر  
پر محمول ہے۔ دوم یہ کہ یہ اس طرح درست ہوگا۔ کہ گوشت کو دھو کر کھا جائے  
لیکن دو تفسیر، کا الزام امام جعفر پر لگانا انتہائی جرأت کا کام ہے۔ کیونکہ جس دور  
میں امام جعفر تھے۔ وہ شیعیت کے پھیلنے پھولنے کا سنہری دور تھا۔ تفسیر اپنا بستر لٹوایا  
باندھ چکا تھا۔ اور اصلیت موجب نسی۔ ہزاروں لوگ امام جعفر پر بیٹھتے تھے  
تھے۔ ایسے میں امام جعفر کو تفسیر کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر آپ کو کس کا ڈر تھا کہ



جس کی بنا پر حق بات چھپائی جا رہی ہے۔ پھر جب اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر اہل بیت کی اتباع پیغمبروں کی اتباع سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور تلخیص الشافعی پر جلد سوم صفحہ نمبر ۸۷ مطبوعہ قم جدید پر موجود ہے۔ کہ حضرات انبیائے کلم تقیہ نہیں کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو شریعت ختم ہو جاتی۔ جب ان کے نزدیک ادنیٰ کا یہ درجہ تو اعلیٰ کا کیا مقام ہوگا اس لیے تقیہ کا الزام بھی ایک احمق کی بڑے زیادہ کچھ نہیں۔ رہا یہ کہ دھوکہ کھانا جائز ہے یہ تاویل بالکل بے معنی اور لاعاقل ہے۔ کیونکہ دھونے کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب باوجود حرام اور نجس رہنے خود امام صاحب نے اس کے حلال ہونے کا وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ اگر کسی نے اس خون کو جلا دیا ہے۔ لہذا جملہ کر وہ باقی نہ رہا۔ اور ہنڈیا میں موجود گوشت پاک کا پاک رہا۔ اس دلیل کے ہوتے ہوئے اور کیا ضرورت پڑ گئی۔ کہ پاک کو پاک کرنے کے لیے دھویا جائے۔ اسی لیے اس تاویل کی تردید میں لاکھنؤ الفقیہ نے ان الفاظ سے کوئی۔ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَى مَا لَيْسَ بِنَجْسٍ حَكَدَھُ التَّمَكُّ وَ شَبَّہُ یعنی یہ خون اس خون پر محمول کیا جائے گا۔ جو نجس نہیں ہوتا جیسا کہ مچھلی و حیزہ کا خون۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ تاویلات دوزخ و قیاس میں۔ حدیث مذکور اپنے ظاہر ہی معنی پر ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں شکم پر ہڈی کے لیے ہر ممکن رعایت پائی جاتی ہے۔ شاید ڈھونڈنے سے آپ کو کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام ہے۔ ورنہ سب کچھ جائز اور حلال ہے۔ خنزیر نجس العین تھا لیکن گوشت کے زبائے بھی حلال کر گئے۔ اس کی تفصیل باب الطہارت میں گزر چکی ہے۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

منہج  
عکلمہ

ہندو یا میں چوہا گر کر مر جانے سے بھی  
نجات نہیں آتی

تہذیب الاحکام

محمد بن یعقوب عن علی بن ابراہیم عن ابیہ  
عن النوفلی عن السکونی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
اَنَّ اَمِيْرًا مُّؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سُئِلَ اِنْ قَدَّرَ  
طَلِيْحَتْ وَاِذَا فِي الْقَدَرِ فَاَرَهُ قَالَ يُحْرَقُ مَرْقُهَا وَ  
يُفْسَلُ اللَّحْمُ وَيُوْكَلُّ

(۱- تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۸۷ باب فی الزناح الم)

(۲- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۶۳ باب

ان القدر اذا طلیحت)

(۳- فرغ کا فی جلد ۱ ص ۶۱ کتاب الاطعمہ)

ترجمہ :

حضرت امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے پوچھا گیا۔ ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی۔ اچانک اس میں سے چوڑا ملا۔  
 (تو اس کا حکم کیا ہے؟) فرمایا۔ اس میں سے سائن گرا دیا جائے۔ گوشت  
 دھو کر کھا لیا جائے۔

### توضیح

مقصود یہ ہے۔ کہ کھانے کے لیے جو گوشت پکایا۔ وہ کسی نہ کسی حیلے بہانے  
 سے کھانا چاہیئے۔ سائن کو گرا دو۔ اور اس میں ابل ابل کر جو گوشت پکا۔ اُسے  
 دھو کر کھا لو۔ کیا گوشت کے ہر ذرہ میں وہ نمبں شوہا سرایت نہیں کر چکا تھا؟ سرایت  
 کرنے کی بنا پر وہ نرم ہو گیا۔ تو جس طرح نمک مزاج اس کے ہر ذرہ میں سرایت  
 کر جاتے ہیں۔

اسی طرح چرم یا نجس پانی بھی گوشت کے ہر ذرہ میں پہنچا۔ اب دھو کر کھانے  
 کی ترکیب ایسی سو بھی۔ کہ اس پر وہ نشان حیدر، ملنا چاہیئے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہ  
 سب کچھ پیٹ کے دھندے کے لیے کیا گیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
 کو خواہ مخواہ اس کا نشانہ بنایا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

## منہ ۵ مسئلہ

سُنی کی دکان سے خریدی ہو ا حلال گوشت

خنزیر سے زیادہ حرام ہے

تہذیب الاحکام

محمد ابن احمد بن یحییٰ عن احمد بن حمزہ  
عن محمد بن علی عن یونس بن یعقوب عن  
ابی بصیر قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام  
عن الرَّجُلِ یَشْتَرِی الْخَمْرَ مِنَ السُّوْقِ وَعِنْدَهُ  
مَنْ یَذِیْبُ وَ یَبِیْعُ مِنْ أَخْدَانِهِ فِیَعْتَمِدُ الشَّرَاءَ  
مِنَ النِّصَابِ فَقَالَ أَمَّا شِئْنِی تَسْأَلُنِیْ اَنْ اَقُولَ مَا  
یَأْکُلُ إِلَّا مِثْلَ الْمِیْثَةِ وَالَّذِیْ وَ لَا خَمْرَ الْخَنْزِیْرِ  
قُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ مِثْلَ الْمِیْثَةِ وَالَّذِیْ وَ لَکُمُ الْخَنْزِیْرِ  
فَقَالَ نَعَمْ وَ اَعْظَمَ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ ذَٰلِکَ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۱۰، فی الزبائح الخ)

(۲۔ وسائل الشیخ جلد ۱۷ صفحہ نمبر ۳۵۶)

باب اباحت الذبائح

مترجم ہے:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ ایک آدمی بازار سے گوشت خریدتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے ذبح کرنے والا بھی موجود ہے۔ پھر وہ بازار سے کسی سٹی سے گوشت خریدتا ہے (نواس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا تو کس چیز کے متعلق پوچھتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ ایسا گوشت کھائے گا۔ جو مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی مل جائے۔ میں نے عرض کیا۔ سبحان اللہ! آپ اس خریدے گئے گوشت کو مردار خون اور خنزیر کے ساتھ تھیر دے رہے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ اس سے زیادہ حرام ہے۔

### توضیح

حوالہ مذکورہ سے اہل تشیع کی اہل سنت سے دشمنی اور بغض و عداوت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ایک طرف جب ان کے پیٹ کا مسئلہ آتا ہے۔ تو گدھا، کتا، خون، مرا ہوا چرواہا سب جائز۔ اور دوسری طرف حتیٰ کی دکان سے خریدا ہوا گوشت اس قدر قابل نفرت ہے۔ کہ اس جیسی نفرت والی کوئی دوسری چیز ہے ہی نہیں۔ ان کے حواس باختہ ہونے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے۔ کہ گھر سے کو حلال ثابت کرنے کے لیے یہ ضابطہ وضع کیا تھا۔ کہ جسے قرآن نے حرام کیا وہی حرام ہے دوسرا کوئی حرام نہیں۔ اس ضابطہ کے پیش نظر کوئی شیعہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ایسی دکھا دے۔ جس میں یہ کہا گیا ہو۔ کہ سنی سے خریدی گوشت ان سے بھی بڑھ کر حرام ہے۔ اتنے بڑے حرام کے لیے کوئی نص موجود نہیں۔ تو پھر اس کو حرام کہنا

کس طرح درست ہوا؟

حقیقت یہ ہے کہ ان مسائل کا تعلق حضرت امثال بیت سے ہرگز نہیں۔ صرف ان کا نام استعمال کر کے اپنی دکان چمکانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی روایت جواد بصیر کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مذکور ہوئی۔ یہ ابو بصیر وہ راوی ہے جس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کئی بار لعنت بھیجی جواد کے لیے رجال کشی ملاحظہ کریں۔ ہم بارہا مذکورہ حوالہ درج کر چکے ہیں ایسے ہی ملعون اور کذاب لوگوں کی عادت کے پیش نظر امام جعفر و غیرہ امثال بیت یہ فرمانے پر مجبور ہوئے کہ لوگوں نے ہمارے کلام میں خلط غلط کر دیا ہے۔ صحیح اور غیر صحیح روایات اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ اس لیے ہماری کسی روایت یا حدیث کے صحیح ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اسے کتاب اشتر اور سنت رسول اللہ پر پیش کرو۔ اگر موافقت ہو۔ تو بہتر و زندہ روایات چھوڑ دو۔ اور کتاب اللہ و سنت رسول سے دامن وابستہ رکھو۔ دوسری حدیث جو ہم آگے ذکر کر رہے ہیں ذرا اس پر نظر دوڑائیں۔ اور پھر نتیجہ نکالیں۔

### وسائل الشیعہ

عن بشیر بن غیلان قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن ذبائح اليهود والنصارى والصابئين قال فلتؤي شدة قتلهم وقال كلهم الى كيوم ملائكة قول قريظة التقيت منهم اظهروا

وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۳۵۴

ابواب الذبائح

قرجہ:

بشیر بن غیسلان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے  
یہود و نصاریٰ اور مسیحیوں کے ذبیحہ کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے باچھ  
کو مروڑا۔ اور کہا۔ غیر معینہ دن ہمک کھاؤ۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس ارشاد  
میں تقیہ کرنا واجب ہے۔

لمسکرہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ اور فرامب کا ذبح کردہ حلال  
جانور کھانے کی اجازت عطا کر دی۔ لیکن خبث باطنی کا مظاہرہ کرنے سے منع  
ذبح کا۔ ”اقول“، کا دم چھٹا لگا کر امام صاحب کی ذات کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔  
وہ اس طرح کہ امام صاحب نے ان کے ذبايح کو کھانے کی اجازت بطور تقیہ دی ہے  
اس تقیہ پر یہاں قرینہ واضح طور پر موجود ہے۔ وہ قرینہ باچھیں مروڑنا، ہی ہو سکتا ہے  
ہم بار بار یہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خود شیعہ مومنین اس پر متفق ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
کا زمانہ تقیہ کا زمانہ نہ تھا۔ حالات سازگار تھے۔ لہذا ایسی جلیل القدر شخصیت پر  
”تقیہ“ کی تہمت لگانا خبث باطنی سے کم نہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام صاحب کے  
نزدیک اس گوشت میں کوئی حرمت نہیں۔ اُن پر حرمت کا فیصلہ تھو پنا کسی  
بناوٹی محب کا کام ہے۔ ظالموں کو اہل سنت سے عداوت نے ائمہ اہل بیت پر  
افراد باندھنے کی جسارت دی۔ یہ ہے ان کی عقیدت اور محبت اہل بیت کا ثبوت  
مختصر یہ کہ ہم نے ان کی کتب سے چیدہ چیدہ مسائل ذکر کئے۔ جن کی  
نسبت امام جعفر و غیرہ ائمہ اہل بیت کی طرف کی گئی ہے۔ اور حقیقت میں ان  
حضرات کے اقوال و اعمال ایسے مسائل کی نہ اجازت دیتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں

دیکھ کر یہ خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ مسائل ناقابل قبول اور حق سے منور ہیں  
 یہ سب کچھ زرارہ، ابو بصیر وغیرہ کی پیداوار ہے کہ دھوکہ دینے کے لیے ان مسائل کی  
 نسبت اثر کی طرف کر دی گئی۔ اور اس سلسلہ میں زیادہ بدنام امام جعفر صادق علیہ السلام  
 کو کرنے کی کوشش کی گئی۔ حتیٰ کہ اپنی من مانی روایات اور خود ساختہ احادیث کی  
 نسبت ان کی طرف کر کے اس کا مجموعی نام ”دفقہ جعفریہ“ رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ  
 حق و صداقت کی بصیرت عطا فرما کر حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق  
 عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(فَاغْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْالْبَصَارِ)



# مچھلی حلال و اہل ہونے کے بارے میں شیعہ سنی نظریہ



## توضیح المسائل

اگر چھلکے دار مچھلی زندہ پانی سے پکڑ لی جائے۔ اور پانی سے باہر مر جائے تو پاک اور اسے کھانا حلال ہے اور اگر پانی میں مر جائے تو پاک ہے لیکن اس کا کھانا حرام ہے۔ اور جس مچھلی کے اوپر چھلکے نہیں ہوتے اگرچہ وہ پانی سے زندہ پکڑ لی جائے اور پانی کے باہر وہ مرے تو وہ حرام ہے۔

(توضیح المسائل ص ۴۰۲ ذکر مچھلی کا شکار مصنف

امام خمینی)

## فروع کافی

عن عبد الله بن مغيرة عن عبد الله بن سنان  
عن ابي عبد الله عليه السلام قال كان امير المؤمنين  
علي ابن ابي طالب عليه السلام بالكوفة فكتب بعلة  
رسول الله ثم يمرق يسوق الحيتان فيقول لا

تَاْكُلُوْا وَلَا تَبِيعُوْا مِنْ السَّمَكِ مَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ  
 قَشْرٌ ..... عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيْدٍ قَالَ سَأَلَ  
 الْعَلَاءُ عَنْ كُلِّ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَنَا  
 حَاضِرٌ عَنِ الْجَبْرِ فَقَالَ رَجَعْتُ فِيْ كِتَابٍ عَلَيَّ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ اَشْيَاءٌ مُّحَرَّمَةٌ مِنَ السَّمَكِ فَلَا نَقْرُبُهَا  
 ثُمَّ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ  
 قَشْرٌ مِنَ السَّمَكِ فَلَا نَقْرُبُهَا۔

دفعہ کافی جلد ۱ ص ۲۶۱ کتاب الصيد

مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فہ شہر  
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر ایک بازار میں سے گزر  
 رہے تھے۔ وہاں مچھلیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔  
 جب تک کسی مچھلی پر چھلکے نہ ہوں۔ تو نہ اس کو کھاؤ۔ اور نہ ہی اس کی  
 خرید و فروخت کرو۔۔۔۔۔ علاء بن کاہل نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے  
 ایک مچھلی کے بارے میں پوچھا۔ میں اس وقت موجود تھا۔ آپ نے فرمایا۔  
 ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں مچھلی کی بہت سی اقسام کو حرام  
 لکھا ہوا پایا۔ لہذا ہمیں ان کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ پھر امام جعفر صادق  
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب تک مچھلی چھلکوں والی نہ ہو۔ ہم اس کے ہرگز  
 قریب نہیں جائیں گے۔

ضروری نوٹ : مچھلی کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ مذکورہ دو وعدہ و عواہد بات

سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ اس جگہ مچھلی کے ساتھ "مال البحر" نہ قسٹر یعنی چھکے دار ہونے کی پابندی لگائی گئی۔ یہ پابندی کہاں سے لی گئی؟ اس کا کوئی سرا نہیں ملتا۔ کیونکہ ان کی تمام کتب فقہیہ وغیرہ فقہیہ میں ایک حدیث بھی اس پابندی کی تائید میں موجود نہیں ہے۔ تہذیب الاحکام میں جو تقریباً پچاس احادیث اسی موضوع پر ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً صحیح ثابت نہیں۔ فروع کافی کی بھی یہی نوعیت ہے۔ ان تمام احادیث کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھائے ابراہیم بیت کی طرف ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ قید شرعی تھی۔ تو پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیوں چھپائے رکھا۔ حالانکہ اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نبی تقیہ نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اس طرح حلال و حرام کا امتیاز تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

## نبی شرعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا

### تلخیص الشافی

فَإِنَّمَا الرَّسُولُ قُلٌّ فَإِنَّمَا لَمْ تَجُزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَإِنَّ الشَّرِيعَةَ لَا تَعْرِفُ إِلَّا مِنْ جَهَنَّمَ وَلَا يُزْهَلُ إِلَيْهَا إِلَّا بِقَوْلِهِ  
فَمَنْ جَازَتْ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَى الْعِلْمِ بِمَا  
كَلَفْنَا مَلِيًّا

(تلخیص الشافی جلد سوم ص ۸۷)

(مطبوعہ قمر جید)

ترجمہ: بہر حال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تقیہ کرنے کا قول

کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت صرف ان کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور اس کی طرف آگاہی بجز قول رسول کے نہیں ہو سکتی۔ سو اگر تقیہ کا جواز مقصور ہو تو پھر ہمیں اپنے بارے میں احکام کا علم کیسی اور طریقہ سے کیسے ہو گا؟

لہذا معلوم ہوا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و حرام میں سے کسی کو نہ غلط بیان کیا۔ اور نہ کسی کے ڈر کے بارے میں اسے چھپایا۔ بلکہ حقیقت حال واضح فرمادی۔ اب زیر بحث مسئلہ میں پوری کتب شیعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہجلی کے حلال ہونے کے بارے میں مذکورہ شرط مذکور نہیں۔ ہاں اہل تشیع اس بات کے قائل ہیں۔ کہ امام وقت مسائل شرعیہ و احکام دینیہ میں تقیہ کر سکتا ہے۔ اور ایک ہی مسئلہ کے مختلف جوابات دے سکتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### اصول کافی

عن زرارۃ بن اہین عن ابی جعفر علیہ السلام قال  
مَا لَنُمَّ عَنْ مُسْئِلَةٍ فَاَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ  
عَنْهَا فَاَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ اٰخَرُ  
فَاَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِي وَ اَجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ  
الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا اَبْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ  
الْعِرَاقِ مِنْ شِيعَتِكَ قَدْ مَا يَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَهُمَا كُلَّ  
وَاحِدٍ وَمُلَّمَا بَغِيْرُ مَا اَجَبْتَهُمَا صَاحِبَهُمَا فَقَالَ يَا زَرَّادَةَ  
اِنَّ هَذِهِ اَخِيْرُ لَنَا وَ اَبْقَى لَنَا وَ لَكُمْ وَ كَذَلِكَ جُمِعْتُمْ عَلٰى اَمْرِ  
وَاحِدٍ لِّصَدِّقِكُمْ النَّاسُ عَلَيْنَا وَ لَكُمْ اَقَلُّ يَبْعَانَا

وَبَنَّا بِكُمْ قَالَ تَسْرَقُلْتِ لِأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ شَيْعَتُكُمْ كَوَقْلَهُمْ  
مَنْ عَلَى الْأَمْسَةِ أَوْ عَلَى النَّارِ لَمَضُوا وَهُمْ يُخْرِجُونَ  
مِنْ عِنْدِ كُمْ مُتَخَلِّفِينَ قَالَ فَاجَابَ بَنُو بِمِثْلِ جَوَابِ  
أَمْسَةِ۔

راصول کا فی جلد ۱ صفحہ ۶۵

مطبوعہ تلہران جدید

ترجمہ :

زرارہ بن امین کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ  
پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ پھر ایک شخص اور آیا۔ اور  
اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام نے اسے مجھے دیئے گئے جواب  
کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ  
دریافت کیا۔ امام نے اسے ہم دونوں کے جواب سے الگ تیسرا جواب  
دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ تو میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول!  
دونوں آدمی عراقی تھے۔ آپ کے شیعوں تھے۔ سوال پوچھنے کے لیے آئے  
تھے۔ آپ نے دونوں کو ایک ہی سوال کا الگ الگ جواب دیا۔ اس کی  
کیا وجہ ہے؟ فرمایا اسے زرارہ! ایسا کرنا ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور اس  
میں ہماری اور تمہاری زندگی ہے۔ اگر تم ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو  
لوگ تمہیں اپنی مجلس سے نکال دیں گے۔ پھر ہماری اور تمہاری زندگی  
دو بھر ہو جائے گی۔ پھر زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
سے ایک مرتبہ پوچھا۔ آپ کے شیعہ ایسے فرمانبردار ہیں۔ انکا نہیں نيزوں  
کے سامنے کر دیا آگ میں کودنے کا حکم دو۔ وہ فوراً بجا لائیں گے۔ لیکن جب

وہ مختلف جواب سنتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔ کو امام جعفر نے بھی دیا  
ہی جواب دید جیسا کہ ان کے والد نے جواب دیا تھا۔

**پھلی حلال و حرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے مختلف فتوے**

حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک مچھلی کی بہت سی  
اقسام حرام ہیں۔ صرف تھکے والی مچھلی حلال ہے

**تہذیب الاحکام**

عَنْ أَبِي قَتْلِبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَحْمَدٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْجَارِي وَالْمَارْمَاةُ  
وَالْقَافِي حَرَامٌ فِي كِتَابِ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵ باب

الصید والذباغ)

(۲۔ رسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۲۰۳

مطبوعہ تہران)

**ترجمہ:**

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیہت سے لوگوں نے روایت  
کی کہ اپنے فرمایا مچھلی کی جری اور مارماہی اور مرکبانی پر تیرنے والی

اقسام حضرت علی کی کتاب میں حرام ہیں۔

### فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن عبد اللہ بن المغیرہ عن  
عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
قال کان امیر المؤمنین علی بن ابی طالب  
یا کثرتہ یرکب بقلعہ رسول اللہ ثم یرمی بئسوی  
الحیثان فیقول لا تأکلوا ولا تبدعوا من السمک  
ما لم یکن لہ قشر..... عن حنان بن سدید  
قال سأل الصلاء بن کمالی ابا عبد اللہ وانا حاضر عن  
الجری فقال وجدنا فی کتاب علی اشیاء محرمة  
من السمک فلا تقربوا فیها ثم قال ابوعبد اللہ ما لم  
یکن لہ قشر من السمک فلا تقربوا بہ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۲۰ کتاب العید)

### ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
رسول اللہ کی فخر پر سوار ہو کر گودے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ جس مچھلی کے چھلکے نہ ہوں نہ اسے کھاؤ اور نہ اس کا لیٹن پو  
کرہ علاء بن کاظم نے امام جعفر سے پوچھا۔ میں اس وقت حاضر تھا۔ کہ جری  
مچھلی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں  
بہت سی مچھلی کی اقسام حرام پائی ہیں۔ لہذا تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر فرمایا۔

جب تک پھلکے والی مچھلی نہ ہو۔ قریب مت جاؤ۔

امام جعفر صادق کے نزدیک جبری مچھلی کے علاوہ

کوئی دوسری مچھلی مکروہ نہیں ہے

### تہذیب الاحکام

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَبِيبِ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا يَكْرَهُ  
شَيْءٌ مِنَ الْحَيْثَانِ إِلَّا الْجَرَحِيُّ۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۵ / باب  
فی الصید والذبائح)

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ مچھلی کی جبری قسم مکروہ ہے۔ اس کے سوا  
بقیہ تمام اقسام حلال ہیں۔

صرف جریث نامی مچھلی مکروہ ہے۔ (امام جعفر صادق)

### تہذیب الاحکام

عن فضالہ عن ابان عن جرید عن حکم عن ابی  
عبد اللہ قال لا یکرہ من الحیثان شیء الا



الْجَرِیْثُ۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۵)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جریت نامی پھل کے سوا کوئی  
پھل مکروہ نہیں ہے۔

سب پھلیاں حلال ہیں (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عنه عن عبد الرحمن بن ابی نجران عن عاصم  
بن حمید عن محمد بن مسلم قال سألت ابا  
عبد الله عَنِ الْجَرِيِّ وَالْمَارِمَائِي وَالذَّمِيرِ وَمَالَةِ  
قَشْرِ مِنَ السَّمَكِ حَرَامٌ هُوَ فَقَالَ لِي يَا مُحَمَّدُ  
اقْرَأْ هَذِهِ الْآيَةَ فِي الْأَنْعَامِ (قُلْ لَا أَحَدٌ فِي مَا أَوْحِيَ  
إِلَيَّ مُنْعَمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْغَنَى) قَالَ  
فَقَرَأْتُهَا حَتَّى فَرَعْتُ عَنْهَا فَقَالَ إِنَّمَا الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ  
اللَّهُ وَرَسُولُهُ فِي كِتَابِهِمْ وَلَكِنْ لَمْ يَنْصُرْ قَدْ كُنَّا يُنْفِقُونَ  
أَشْيَاءَ فَتَنَحْنُ نَعَاظُهَا۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۵ کتاب فی العید والذبايح)

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جری

مارا ہی زیر اور چھلکے والی مچھلی کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ حرام ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! آیت پڑھو۔ جو سورہ انعام میں ہے۔ قل لا اجد فی ما اوحی الی الخ) میں نے جب مکمل پڑھی۔ تو فرمانے لگے۔ حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے لیکن لوگ مچھلیوں کی ان اقسام سے بچتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی اقبنا ب کرتے ہیں۔

### ملحہ فکریہ

گوشہ حوالہ جات کو بار بار پڑھیں اور ان کے مضامین کو باہم ملائیں۔ آپ ان میں تطبیق نہ دے سکیں گے۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے۔ کہ پیغمبر احکام شرعیہ میں تقیہ نہیں کرتا۔ مچھلی کے بارے میں وہ چھلکے دار، جوڑنے کی شرط اہل تشیع کی کسی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا جن کے کلام میں تقیہ نہ تھا۔ انہوں نے اس شرط کو نہ لگایا۔ اور جن لوگوں نے یہ شرط لگائی۔ وہ ائمہ اہل بیت ہیں اور ان کا تقیہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فی الفعل اسی مسئلہ میں موجود ہے۔ سب سے پہلے امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی طرف ایک کتاب کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا۔ کہ انہوں نے صرف چھلکے والی مچھلی کو حلال فرمایا۔ اس کے علاوہ تمام اقسام کی مچھلیاں حرام ہوئیں۔ ان اقسام میں سے خاص کر جبری، مارا ہی اور طافی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بعد امام جعفر صادق کا قول مذکور ہوا۔ جس میں انہوں نے صرف جبری نامی مچھلی کی حرمت کا قول کیا ہے۔ طافی اور مارا ہی وغیرہ کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ جبری کی استثناء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤخر الذکر دونوں اقسام حلال ہیں۔ حالانکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب کے حوالہ کے مطابق یہ دونوں حرام ہیں۔ اب ان دونوں میں سے کونسا قول

درست ہے اور کونسا غلط؟ ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب امام بطور تقیہ مسئلہ شرعی بیان کر سکتا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر کے ان کو حرام کہا ہو یا امام جعفر صادق نے بطور تقیہ ان کو حلال کہا ہو۔ پھر اس کے بعد امام جعفر صادق کا ایک اور قول منقول ہے۔ کہ صرف جریت نامی مچھلی حلال ہے۔ اس قول میں ”جرى“ کا تذکرہ بھی نہیں ایک نئی قسم کی حرمت پائی گئی ہے۔ اول قول کے مطابق یہ قسم ملال اور جری حرام اس قول کے مطابق جری ملال اور جریت حرام۔ اب کیا فیصلہ کریں۔ اور کیسے کریں؟ بالآخر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرما دیا۔ کہ ہماری باتوں میں جو نہ کہ ہمارے ہی مارتسینوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ بلکہ من گھڑت باتیں ہماری حدیث بنا کر شیعوں کے سامنے پیش کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ اب ہمیں یہ کہنا پڑا ہے۔ کہ ہماری ہر وہ بات قابل تسلیم نہیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ لہذا علت و حرمت میں کسی مچھلی کو حلال و حرام قرار دینے کی ہمیں کیا ضرورت۔ اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ ہاں ہم بھی لوگوں کے دیکھا دیکھی کچھ مچھلیاں نہیں کھاتے۔ نہ کھانا اور بات بے اور اسے حرام قرار دینا اور بات آخری بات خود جو سب پر حاوی ہے وہ یہ کہ ائمہ اہل بیت نے یہ سب کچھ بطور تقیہ کیا اور کھائے حقیقت مسئلہ وہ جانیں یا ان کا خدا جانے۔ وسائل الشیعہ ص ۴۰۴ جلد ۱ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ انہیں بار بار پڑھیں۔ مع احتمال حمل الجبیع علی التیقہ یعنی یہ احتمال بھی موجود ہے۔ کہ مذکورہ تمام تر روایات تقیہ کا شاہکار ہوں۔ مختصر یہ کہ جب روایات ائمہ اہل بیت باہم متعارض اور متخالف ہیں۔ تو اس تعارض نے انہیں درجہ سقوط میں رکھ دیا۔ لہذا ایسے موقعہ پر اس سے بالا دلیل پر عمل ہوتا ہے۔ اور وہ قرآن و سنت ہی ہیں۔ اس بات کا علم شیعہ لوگوں کو بھی ہے۔ کہ مچھلی مٹی والا علاقہ حلال ہے۔ لیکن چونکہ یہ اہل سنت کا مسلک بن گیا۔ اس لیے وہ ضیعہ جی کس کام کا

جو اہل سنت کی فقہی جزئیات کی مخالفت ذکرے۔ اس لیے انہیں مخالفت کے لیے دو آدمیوں کی روایت بھی ایسے مقام پر کام دے جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

### اصول کافی

فَإِنْ كَانَ الْخَبْرَانِ عَنْكُمَا مَشْهُورَيْنِ قَدْ رَوَاهُمَا  
الْثَّقَاتُ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ مُحْكَمُهُ مُحْكَمُ  
الْكِتَابِ وَالشَّعَرِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ  
وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ مُحْكَمَهُ مُحْكَمُ الْكِتَابِ وَالشَّعَرِ  
وَوَافَقَ الْعَامَّةَ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ  
الْفَقِيهَانِ عَرَفَا مُحْكَمَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالشَّعَرِ وَوَجَدَا  
أَحَدَ الْخَبْرَيْنِ مُوَافِقًا لِلْعَامَّةِ وَالْآخَرَ مُخَالِفًا لَهُمَا  
بِأَحَدِ الْخَبْرَيْنِ يَوْمَ خُذُ؟ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ  
بِالرِّشَادِ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ فَإِنَّ وَافَقَهُمَا الْخَبْرَانِ  
جَمِيعًا قَالَ يُنْظَرُ إِلَى مَا هُمَا لِيَهِيَ أَمِيلٌ مُحْكَمًا وَمِلْمًا  
وَقَضَايِلْمًا فَيُتْرَكُ وَيُؤْخَذُ بِالْآخَرِ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۶۸ کتاب فصل العلم)

### ترجمہ:

اگر دو حدیثیں آپ دونوں سے مشہور ہوں۔ اور انہیں آپ سے ثقہ روایوں  
نے روایت کیا ہو۔ (تو ان میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟) فرمایا دیکھا  
جائے کہ جو روایت اللہ کی کتاب پر اور حضور کی سنت کے مطابق حکم  
والی ہو۔ اور عام (اہل سنت) کے خلاف ہو۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔

اور جو عام (اہل سنت) کے موافق ہو اور کتاب و سنت کے حکم سے اس کا حکم مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ میری جان آپ پر نثار! آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ دو فقہاء کو کرام نے اپنی اپنی روایت کا حکم، کتاب اشد و سنت رسول اشد سے معلوم کیا ہو لیکن ہم ان دونوں میں سے ایک کو عام (اہل سنت) کے موافق اور دوسری کو ان کے مخالف پائیں۔ تو ان دونوں میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟ فرمایا۔ جو عام (اہل سنت) کے خلاف ہے اس میں ہی بہتری اور ہدایت ہے۔ میں نے پھر عرض کیا۔ میری جان آپ پر قربان! اگر دونوں روایتیں عام (اہل سنت) کے موافق ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ فرمایا۔ پھر دیکھو کہ جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے اسے چھوڑ دو اور دوسری کو لے لو۔

پچھلی کے تمام اقسام کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

دلیل اول

حدیث پاک کی عمومیت

البنایہ فی شرح الہدایہ

لَقَوْلِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَ دِمَانٌ اَمَّا  
الْمَيْتَتَانِ فَالْمُسْكَنَةُ وَالْجَرَادُ وَ اَمَّا الدِّمَانُ فَالْحَبِيدُ.

## وَالْحُكْمُ

(البنایہ فی شرح الہدایہ - جلد دوم ص ۹۶)

مطبوعہ دار الفکر طبع جدید

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ہمارے لیے دو خون اور دو مری ہوئی اشیاء حلال کر دی گئی ہیں۔ دو مری ہوئی اشیاء میں سے ایک مچھلی اور دوسری مکڑی ہے۔ اور دو خونوں میں سے پہلا جگر اور دوسرا رتی ہے۔ (اس حدیث پاک میں مچھلی کو کسی قید و شرط کے بغیر ذکر کرنا اس کے عموم پر دلالت کرتا ہے۔)

وسیل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جریت

کو حلال فرمایا

البنایہ فی شرح الہدایہ

وروی محمد فی الاصل عن عمرو ابن وہب  
عن عمرہ بیان الطیغ قلت خرجت مع ولیدی  
لنا فاشترینا جریثۃً یقنعیز حنظلہ فدصعناھا

فِي ذَنْبِي فَقَرَحَ رَأْسُكَ مِنْ جَانِبٍ وَذَنْبُكَ مِنْ  
جَانِبٍ آخَرَ فَمَرَّ بِنَا عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ "يَكْمُرُ  
أَخَذْتُ" قَالَتْ فَأَخْبَرْتَهُ فَقَالَ "أَطْعِمْتُمَا أَرْخَصْتَهُ  
وَأَوْسَعْتَهُ لِلْعِيَالِ" فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْجَبْرِ يُشْتَرِكُ  
يُؤْكَلُ لَا تَقْدَرُ دَرْعٌ مِنَ الشَّمَكِ فَيُجْعَلُ كَسَائِرِ  
الْأَنْوَاعِ وَهَذَا الْحَدِيثُ حُجَّتُهُ لَنَا عَلَى بَعْضِ  
الرَّاغِضِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَمْ يُخْرِ مُدُونُ  
أَكْلُ الْجَبْرِ يُشْتَرِكُ وَيَقْوُونَ إِنْ كَانَ دَيْنُهُمَا يَدْعُونَ  
النَّاسَ إِلَى حِلْيَتِهِمْ فَمَسِخَ بِهِ - وَهُوَ مَمْرُوكٌ يَقُولُ عَلِيٌّ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَذَا قَالَ خَوَاهِرُ رَاذِدٍ فِي شَرْحِهِ  
وَرَوَى مُحَمَّدٌ أَيْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّكَ سُئِلَ عَنِ الْعَرِيثِ  
فَقَالَ أَمَّا نَحْنُ فَلَا تَرَى بِهِ بَأْسًا وَأَمَّا أَهْلُ الْكِتَابِ  
فَيَكْمُرُ مُدُونُ فَإِذَا صَحَّ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ إِبَاحَةُ  
الْجَبْرِ يُشْتَرِكُ وَلَمْ يُزِدْ وَغَيْرُهُمَا خِلَافٌ حَلَّ ذَلِكَ  
مَحَلُّ الْجَمَاعِ .

البنایۃ فی شرح اللہادایۃ جلد ۱

ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الفکر

ترجمہ:

امام محمد نے اہل میں بواسطہ مروین وہب، عمر سے روایت کی ہے ۔  
کہ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنی ایک لڑکی کی میت میں بازار گئی۔ وہاں سے ہم  
نے ایک جریث (بچہ) لائے۔ ایک بوری کے بدلہ میں خریدی۔ اور اسے

زنبیل میں رکھ لیا۔ اس کا ایک سر زنبیل کی ایک طرف سے اور دوسرا  
دوسری طرف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے  
پاس سے گزرے۔ اور پوچھا۔ کہ یہ کتنے درم کی خریدی ہے؟ میں نے آپ  
کو اس کی قیمت بتائی۔ تو فرمانے لگے۔ اللہ نے جو تمہیں اتنی سستی دلا دی  
اُسے کھاؤ اور اپنے بال بچوں کے لیے اس میں وصعت ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ  
عنہ اس قول میں جرئت پھیل کے ماکول ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ وہ بھی پھیل  
کی ہی ایک قسم ہے۔ لہذا اس کا معاملہ بھی یقینہ تمام مچھیلوں کا سا ہونا چاہیے  
یہ حدیث ہم اہل سنت کے لیے بعض راویوں اور اہل کتاب کے خلاف  
دلیل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جرئت کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ (جرئت)  
ایک بے غیرت آدمی تھا۔ جو لوگوں کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کے لیے  
بٹایا کرتا تھا۔ تو اس مجرم کی پاداش میں اس آدمی کو جرئت پھیل کی صورت میں  
معصوم کر دیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی وجہ سے ان  
(رافضیوں، اہل بیت) کی دلیل ختم ہو گئی۔ خواہر زادہ نے اس کی شرح میں  
اسی طرح کہا ہے۔ امام محمد نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کی ہے  
کہ ان سے جرئت کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ بہر حال ہم اس  
کے کھانے میں کوئی حرج نہیں پاتے۔ ہاں اہل کتاب اسے مکروہ کہتے ہیں  
لہذا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جرئت کی  
باحث روایت مصممہ کے ساتھ ثابت ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ  
کسی اور سے اس کا خلاف موجود نہیں۔ تو پھر جرئت پھیل کی حقت اجماع  
امت کے طور پر ثابت ہو گئی۔



## ملحوظ کتب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد عالمی بحریث  
مچھلی کی حلت بالاتفاق ثابت ہوئی۔ اسی مچھلی کو مٹی مچھلی بھی کہتے ہیں۔ لہذا رافضیوں کا  
اس کو حرام یا مکروہ کہنا بالکل غلط ہوا۔ اگر اس کی کوئی درست صورت ہوتی۔ تو کم از کم تمام  
ائمہ اہل بیت تو اس پر اتفاق کرتے۔ لیکن گزشتہ حالات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا  
کہ ان کا باہم شدید اختلاف ہے۔ بلکہ ایک ہی امام کے متضاد اقوال موجود ہیں۔ اس کا  
واضح نتیجہ یہ ہے کہ ان جلیل القدر حضرات سے ایسے متضاد اقوال کا صدور خلاف  
منصب ہے۔ اس لیے یہ اقوال ان کی طرف سے لوگوں نے خود بنا کر کتابوں میں درج  
کر دیئے ہیں۔ اب ان اقوال پر اعتماد بالکل اٹھ گیا۔ اس لیے بالآخر سرکارِ دہ عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ارشادات کی طرف پلٹے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اور خود کتب شیعہ میں  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ایک حدیث بھی اس سلسلہ میں موجود  
نہیں۔ ہم نے جریث مچھلی کے بارے میں ایک صریح حدیث جو ہر قسم کی مچھلی کی حلت  
بیان کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی  
ایک شہادت پیش کی ہے۔ اس کے بعد اب رافضیوں کے پاس اور کون سی حجت  
باقی رہ جاتی ہے۔ جس کی بنا پر ان کے مقابلہ میں اُسے لایا جائے۔ اور ان سے ثابت  
شدہ حلت کو چھوڑ کر حمت کا قول کیا جائے۔ محض اہل سنت کی مخالفت برائے  
مخالفت سے کیا فائدہ؟ لہذا ہر قسم کی مچھلی کی حلت ہی حکم شرعی ہے۔

بحث دوم

خرگوش کی حلت و حرمت میں شیعہ

بہت سی اختلاف

وسائل الشیعہ

وَفِي عَيْوُنِ الْأَخْبَارِ وَفِي الْعِلَلِ بِإِسْنَادٍ تَأْتِي فِي الْخَيْرِ  
 الْكِتَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانٍ عَنْ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 فِيمَا كَتَبَ إِلَيْهِ مِنْ جَوَابِ سَائِلِهِ فِي الْعِلَلِ وَحَرَمِ  
 الْأَرْسَبِ لِأَنَّهَا يَمْتَنِزُ كَتَمِ السِّنُورِ وَلَهَا مَخَالِبٌ كَمَخَالِبِ  
 السِّنُورِ وَسَبَاعِ الْوَحْشِ فَجَرَتْ مَجْرَاهَا مَعَ قَدَرِهَا  
 فِي نَفْسِهَا وَمَا يَكْفُرُونَ فِيهَا مِنَ الذَّمِّ كَمَا يَكُونُ  
 مِنَ الْبَاسِ لَا تَلْهَا مَسْجِدُ.

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۱۱

ص ۳۸۳ / ابواب الاطعمه -

(۲) العلل المشرائع باب ۵ ص ۳۳

(ص ۲۸۲)

ترجمہ:

محمد بن سنان امام رضا سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے کچھ مسائل  
 کے جواب میں جو مختلف علل کے بارے میں تھے اسے لکھا خرگوش

حرام ہے۔ کیونکہ نبی کی طرح ہے۔ اور اس کے پنچے بھی نبی جیسے ہی ہیں۔  
 اور دوسرے وحشی پھاڑ کر کھانے والوں کی طرح اس کے پنچے ہیں۔  
 لہذا یہ بھی ان کے حکم میں ہی ہے۔ علاوہ انہیں اس کی ذات میں گندگی  
 بھی ہے۔ اور وہ خون بھی جو عورتوں میں ہوتا ہے (یعنی حیض و نفاس کا خون)  
 کیونکہ خرگوش مسخ شدہ عورت ہے۔

### توضیح:

عبارت بالا میں خرگوش کی حرمت کی تین وجوہات بیان ہوئیں۔ (۱) خرگوش نبی کی طرح ہے اور  
 جب نبی حرام ہے تو یہ بھی حرام۔ (۲) اس میں گندگی (حیض و نفاس) ہے (۳) بدکرداری کی  
 وجہ سے یہ ایک عورت کی مسخ شدہ حالت ہے۔

### جواب وجہ اول

خرگوش اور تلی کی مشابہت درست نہیں۔ کیونکہ مشابہت جس چیز میں دی گئی۔ وہ  
 دلوں کے پنچے ہونے میں ہے۔ لیکن ہر ذی عقل اس فرق کو جانتا ہے۔ کہ بلی اور  
 خرگوش کے پنچوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ نبی ان درندوں میں سے ہے۔  
 جو اپنا شکار پنچے کے ذریعہ پکڑتے ہیں۔ اور اسے چیر پھاڑ کر کھاتے ہیں۔ اور  
 خرگوش میں یہ چیز بالکل موجود نہیں ہے۔ وہ نہ کسی کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ اور نہ ہی  
 اپنی خوراک بنانے کے لیے پنچوں سے شکار کرتا ہے۔ اس لیے یہ قیاس و قیاس  
 مع الفارق، ہوگا۔ اور یہ اصولی طور پر درست نہیں ہوتا۔ اور اس سے بڑھ کر  
 اسے ”سبأ الوحش“ میں سے شمار کرنا اور بھی عقل سے گری ہوئی بات ہے۔  
 کیونکہ اسے کسی نے بھی درندہ جانوروں میں سے شمار نہیں کیا۔ لہذا اتنی گھٹیا بات

اور پھر اسے امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کس طرح اسے باور کیا جاسکتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ مگر کسی نے اُن کی طرف من گھڑت طریقے سے یہ روایت کتابوں میں مرتب کر دی ہے۔ اس کی تائید ہم اس سے بھی کر سکتے ہیں۔ کہ بقی کے پنچوں کو "مغلب" کہا کہ خرگوش کو "وذی مغلب" بتانا اس لفظ سے لاطمی کی دلیل ہے۔ اس کا قائل یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ "مغلب" کن جانداروں کے لیے استعمال کہا جاتا ہے۔ اور جو "وحشی مضمر" ہیں۔ ان کے پنچوں کے لیے عربی میں کیا لفظ ہے۔ کتب شیعہ سے اس کی مثال مٰنی ہے۔

### العلل اشترع؛

قَالَ أَبِي عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ  
وَذِي مِغْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ حَرَامٌ۔

(العلل اشترع باب ۲۳۵ ص ۲۸۲)

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم نے فرمایا۔ درندوں میں سے ہر ذی ناب حرام ہے۔ اور  
پرندوں میں سے ہر ذی مغلب حرام ہے۔

گویا خرگوش کو "وذی مغلب" کہا کہ اسے پرندوں میں شمار کیا گیا۔ حالانکہ یہ پرندہ  
نہیں۔ اور بقی کے ساتھ تشبیہ دے کر درندہ بتایا گیا۔ حالانکہ یہ درندہ بھی نہیں مختصر  
یہ کہ نہ خرگوش، بقی کی طرح اپنی خوراک چیر پھاڑ کر کھاتا ہے۔ اور نہ ہی پرندوں کی طرح  
اڑتا ہے۔ اور اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ اس لیے خرگوش کو بقی کے مشابہ قرار دینا  
عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہ ہوا۔

## جوابِ مبحثانی:

خرگوش کی گندگی اس کی حرمت کی دلیل بھی پہلی دلیل کی طرح غلط ہے۔ اول تو روایت مذکورہ ہی قابلِ استدلال نہیں۔ اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی مفید حرمت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ وہ اس طرح خرگوش میں گندگی اس وجہ سے بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک بدکار اور فاحشہ عورت تھی۔ اپنے خاوند کی نافرمان تھی۔ کیونکہ یہ حیض ختم ہونے پر غسل نہیں کرتی تھی۔ گویا خرگوش دراصل عورت تھی۔ اب انسانوں میں سے عورت ہو یا مرد اس کے حرام ہونے کی وجہ سے نفاس یا جنابت وغیرہ سے پاک نہ ہونا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کرامت و عظمت کے پیش نظر اسے حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہی علت ہوتی۔ تو پھر ہر اس مرد و عورت کو حلال سمجھ کر کھانا درست ہوتا۔ جن میں یہ گندگی نہ ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تو جب یہ طے پایا کہ مرد و عورت کی حرمت اس کی تنکیم کے باعث ہے۔ تو اگر ایک عورت کی شکل کسی غلطی کے ارتکاب سے مسخ کر دی گئی۔ تو اس میں حرمت حیض وغیرہ سے کیسے آگئی۔ علاوہ ازیں اگر یہ عجیب و غریب منطقی دلیل دیکھی جائے۔ تو زیادہ سے زیادہ مادہ خرگوش کی حرمت ثابت کسے گی۔ نہ خرگوش میں جب یہ علت نہیں تو پھر اسے کیوں حرام کہا جاتا ہے۔ عنقریب اس پر ایک حوالہ آ رہے۔ لہذا خرگوش کی حرمت کی علت ”حیض“، قرار دینا بھی درست نہ ہوا۔

## جواب وجہ ثالث

خرگوش دراصل مسخ شدہ عورت ہے۔ اس لیے مسخ شدہ ہونے کی وجہ سے یہ حرام ہے۔ اس کی تردید پہلے کر ہے۔ کہ روایت مذکورہ صحیح نہیں۔ جو حرمت کی

دیل بن سکے۔ کیونکہ حرمت کے لیے دلیل قطعی چاہیئے۔ جو آپ کے پاس ہے نہیں۔

اسی علت کی دوسری تردید ہم یوں کرتے ہیں۔ کہ جن مردوں یا عورتوں کی عورتوں کی مسخ کی گئیں۔ آخر ان کی کوئی وجہ ہوگی۔ کوئی شدید نافرمانی ان سے صادر ہوئی ہوگی۔ تبھی تو ان شرکاء نے انہیں شکل انسانی میں رہنے نہ دیا۔ اس سلسلے میں اہل تشیع جو درجہ بیان کرتے ہیں۔ وہ قابل دیدنی بھی ہے۔ اور قابل عبرت بھی۔

### وسائل الشیعہ

فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَسَحَ قَعَمًا سَبْعِمِائَةَ أُمَّةٍ  
عَصَوْا الْأَوْصِيَاءَ بَعْدَ الرَّسُولِ فَأَخَذَ أَرْبَعِمِائَةَ  
مِنْهُمْ مَزْبُورًا وَتَلَا ثَمَانِيَةَ بَحْرًا تَرْتَلَاهُذِهِ الْأُمِّيَّةُ  
”فَجَعَلْنَا مَسْرُوحًا دِيْنًا وَمَسْرُوقًا مَسْرُوحًا كُلُّ مُسْرَقٍ“

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۸۶)

کتاب الاطعمۃ

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے سات سو قسم کے لوگوں کی شکلیں مسخ کیں۔ انہوں نے

انبیاء کرام کے بعد ان کے ”وصی“، لوگوں کی نافرمانی کی۔ ان میں سے چار سو

شخصی میں پٹے لگے۔ اور تین سو سمندر دریاؤں میں جا بسے۔ پھر یہ آیت

پڑھی۔ فَجَعَلْنَا مَسْرُوحًا دِيْنًا وَمَسْرُوقًا مَسْرُوحًا كُلُّ مُسْرَقٍ

خروگوش اور مختلف جانوروں کی صورت میں جن مردوں اور عورتوں کی شکلیں مسخ کی گئی۔ اس کی عجیب علت آپ نے ملاحظہ کی۔ یہ علت اس لیے عجیب ہے کہ

اس کی وجہ سے ہی اہل تشیع کے نزدیک انبیاء و کرام پر ابتلا و آزمائش کا دور گزرا۔ آدم نے اس کی پاداش میں جنت گنوا یا۔ ساراں بھرتو بہ تاٹب کرنا پڑا۔ نوح کو طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ ابراہیم کو آگ میں جانا اور اسماعیل کو پتھری تلے بیٹھا پڑا۔ اسان تمام خرافات کا تذکرہ ہم عقائد جعفریہ جلد اول میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ خرگوش کے مسخ ہونے کو علت حرمت قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔

### ترویجہ ثالث

خرگوش ایک بدکار کی مسخ شدہ صورت کا نام ہے۔ اس لیے حرام ہے۔ یہ بھی دھوکہ اور عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل تشیع و اہل سنت دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جن لوگوں کی شکلیں مسخ ہوئی۔ وہ تین دن سے زائد تک زندہ نہ رہے۔ اس لیے خرگوش جو کسی عورت کی بدکرداری کی صورت میں بنا تھا۔ وہ تو تین دن کے بعد فنا ہو گیا۔ تین دن تک کا اتفاق ملاحظہ ہو۔

### وسائل الشیعہ

محمد بن علی بن حسین قال رَوَى أَنَّ الْمُسُوْخَ لَمْ  
يَبْقَ أَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَمَا كَانَ هَذَا مِثْلَ لَهَا فَتَنَّهُ  
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ أَكْلِهِ۔

۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۷

ص ۲۸۲

۲۔ البناہ فی شرح الہدایہ

جلد ۷ ص ۸۹

## ترجمہ:

محمد بن علی بن حسین نے کہا کہ جن اشخاص کی شکلیں مس کر دی گئیں۔ وہ تین دن سے زائد زندہ نہ رہے۔ اور اس وقت جو موجود ہیں۔ وہ ان کی مثل ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ تمام مس شدہ صورتوں والے تین دن کے بعد ختم ہو گئے تھے۔ لہذا ان کے کھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب اس حوالہ کے آخری الفاظ پر غور کریں۔ تو دراصل یہ خرگوش کی حرمت کی ایک طرح سے چوتھی علت بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ اس کی شکل و صورت بھی اسی خرگوش کی طرح ہے۔ جو ایک عورت کے مس کرنے پر بنتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے سے منع کر دیا ہے۔ یہ بہانہ بھی اسی طرح کلبے سروپا ہے جس طرح پچھلے دو تین تھے۔ شاید اس کا استدلال کچھ یوں کیا گیا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی شکلیں بندر اور خنزیر کی بنادی تھیں۔ اور ان دونوں کا ذکر قرآن کریم میں یوں موجود ہے۔ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ (ہم نے ان میں سے کچھ بندر اور کچھ خنزیر بنادیئے۔) اب کوئی فقہی مکتب محکم ان دونوں میں سے کسی کی علت کا قائل نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو خنزیر کی حرمت خود قرآن کریم میں بیان فرمادی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جن لوگوں کی شکلیں خنزیر کی سی بنادی گئی تھیں۔ وہ تین دن کے بعد ختم ہو گئے۔ لیکن اب خنزیر کو اس لیے حرام کیا گیا ہے۔ کہ اس کی شکل اس جیسی ہے لہذا ہم اہل تشیع ابھی ایسی کہہ رہے ہیں۔ کہ خرگوش کی حرمت بھی اسی خرگوش سے شکل ملنے کی بنا پر ہے۔ اگرچہ وہ مس شدہ خرگوش تین دن کے بعد باقی نہ رہا۔

ہم اس عجیب و غریب دلیل کے جواب میں عرض کریں گے۔ کہ خنزیر کی شکل میں کبھی کا مسخ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوا۔ جب ان لوگوں نے مختلف گنہ گیکے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ تو انہیں یہ سزا دی گئی۔ ملاحظہ ہو۔



## تفسیر مجمع البیان

وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ (آئِی مَسْخَلُمُ  
 قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ قَالَ الْمُفَسِّرُونَ يَعْنِي بِالْقِرَدَةِ  
 اصْحَابَ السَّبْتِ وَبِالْخَنَازِيرِ كُفَّارَ مَا يُدْعَى عَيْسَى -  
 (تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۱۶ مطبوعہ

تہران جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بند اور بعض کو خنزیر بنا دیا۔ یعنی ان لوگوں  
 کی شکلیں مسخ کر کے بند اور سور بنا دیئے گئے۔ مفسرین نے کہا ہے۔ کہ  
 بندر کی شکل بننے والے وہ لوگ تھے جو ہفتہ کے دن بھی کاشتکار کرنے سے  
 نہ باز آئے۔ اور سور بننے والے وہ کافر تھے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 پر اترنے والے مادہ کی ناشکری کی۔

اہل تشیع کی اس تفسیر سے واضح ہوا کہ خنزیر ان لوگوں کو بنایا گیا تھا۔ جو مادہ  
 کے منکر اور ناشکرے ہو گئے تھے۔ اور یہ معجزہ حضرت عیسیٰ کو عطا ہوا تھا۔ اس سے قبل  
 کسی نبی کی امت کے کسی فرد کو بطور سزا سور کی شکل میں مسخ نہیں کیا گیا۔ لیکن خنزیر بہر حال  
 پہلے موجود تھا۔ اور اس کی حرمت بھی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس کی حرمت خود  
 اہل تشیع کو تسلیم ہے۔ حالانکہ ان دونوں پیغمبروں کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا طویل  
 عرصہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو

و سائل الشیعة:

إِنَّ الْخَنَازِيرَ كُفَّارَ مَا يُدْعَى عَيْسَى

وَمَا وَفَّقَ الْمَسْخُ الذَّحَّى فِي الرَّوََايَةِ إِلَّا عَلَى  
عَلِيٍّ الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا مَرَّ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۲۸۵)

ترجمہ:

بے شک خنزیر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی حرام تھا اور  
جو مسخ شدہ خنزیر ہے۔ وہ روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے  
دور میں ہوا۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اسی طرح خرگوش کا مسئلہ بھی ہے۔ کہ جب مسخ شدہ خرگوش سے پہلے خرگوش  
بھی تھا۔ تو اس میں مسخ شدہ کی مثلیت کہاں مستحق تھی۔ لہذا یہ مثلیت کا بہانہ بھی بیکار ہے  
جب اہل تشیع کی حرمت کئی تینوں (چاروں) عتیں عقل و نقل کے خلاف ثابت ہو  
گیں۔ تو پھر انہیں بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔ کہ خرگوش حرام نہیں۔ جس طرح اہل سنت  
اس کی حلت کے قائل ہیں۔ وہ بھی قائل ہو جائیں۔ اب آخر میں ہم اہل سنت کا نظریہ  
اسی خرگوش کے مسئلہ میں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام دونوں اطراف کے دلائل کا  
تقابل مطالعہ کر کے کس نتیجہ پر بخوبی پہنچ سکیں۔

## خرگوش کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

خرگوش کی حلت پر اگرچہ ہم بہت سے دلائل عقیدہ بھی قائم کر سکتے اور کہہ  
سکتے ہیں۔ لیکن جب اس سلسلہ میں نصوص قطعیہ موجود ہوں۔ تو پھر عقلی دلائل کی  
ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حلت خرگوش پر کثیر احادیث موجود ہیں۔ لیکن ہم سب سے  
ایک دو حراجات ہی پیش کریں گے۔

## البنایہ فی شرح الہدایہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْثَبٍ قَدْ  
 شَقَّ مَا فَرَضَ لَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَئِمَ كُلُّ وَامِرٍ  
 الْقَوْمِ أَنْ يَأْكُلُوا وَزَادَ فِي اللَّفْظِ " فَلَا تِي  
 لُوا شَتَكَيْتُهَا أَكَلْتُهَا ..... عَنْ عُمَرَ بْنِ  
 الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ  
 إِلَى النَّبِيِّ بِأَرْثَبٍ يَلْدُمُهَا إِلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذِهِ؟  
 قَالَ هَدْيَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا يَأْكُلُ مِنْ  
 الْهَدْيَةِ حَتَّى يَأْمُرَ صَاحِبُهَا فَيَأْكُلُ مِنْهَا وَمَنْ  
 أَجَلَ الشَّاةِ الَّتِي أُهْدِيَتْ إِلَيْهِ بِحَبِيرٍ فَقَالَ لَدِ  
 النَّبِيِّ كُلُّ فَقَالَ إِنْ مَاتَ قَالَ تَصُومُ مَاذَا؟  
 قَالَ ثَلَاثَةً مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ فَاجْعَلْهَا الْبَيْضَ  
 الْغَرَّ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَارْبَعَةَ عَشَرَ وَخَمْسَةَ عَشَرَ  
 قَالَ فَأَوْحَى رَسُولُ اللَّهِ بِبَعْدِهِ إِلَى الْأَرْثَبِ لِيَأْخُذَ  
 مِنْهَا فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ أَمَا إِنِّي زَايْتُهَا نَدَى يَعْصِي  
 تَحْيِضُ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوا أَوْ لَمْ يَأْكُلْ

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۲)

## ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ہاتھ میں  
 بٹھنا ہوا خرگوش لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا  
 اور وہ خرگوش اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم رک گئے اور اسے نہ کھایا۔ اور موجود لوگوں سے فرمایا: تم کھاؤ  
 یہ بھی الفاظ زیادہ مذکور ہیں۔ اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں بھی اسے کھاتا  
 ..... حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک  
 اعرابی خرگوش بطور ہدیہ لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے پرچھا  
 یہ کیا ہے؟ کہنے لگا۔ ہدیہ ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ اس وقت نہیں کھاتے جب تک کہ اس کا دینے  
 والا اس میں سے خود نہ کھائے۔ یہ آپ نے طریقہ اس لیے اپنا رکھا تھا۔ کہ  
 ایک مرتبہ خیبر میں ایک بکری آپ کو ہدیہ کے طور پر بھیجی گئی۔ جس  
 کے کھانے سے کئی صحابہ کرام شہید ہو گئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اس ہدیہ لانے والے کو فرمایا۔ تم کھاؤ۔ اس نے عرض کیا حضور!  
 میں روزے سے ہوں۔ فرمایا۔ کیسے روزے؟ کہنے لگا کہ میں ہر  
 مہینہ میں تین روزے رکھتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اُس سے  
 ۱۵، ۱۴، ۱۳ مقرر کرو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے خرگوش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس سے کچھ لے لو۔ اعرابی نے  
 کہا۔ کہ میں نے اسے دیکھا۔ کہ اسے حیض آتا ہے۔ اس پر آپ نے  
 تو م سے فرمایا۔ تم کھاؤ۔ خود نہ کھایا۔

نوٹ:- مذکورہ روایات میں خرگوش کی اگرچہ حرمت بیان نہیں ہوئی۔

لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے تناول نہ فرماتا، اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کو ناپسند تھا۔ اور یہی کراہت ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مذکورہ حدیث میں ہی اس کی وضاحت موجود ہے۔ وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں کھا لیتا، اہان الفاظ میں آپ نے اسے کھانے کا اظہار فرما کر واضح کر دیا کہ یہ کھانے کی چیز ہے۔ اگر کھانا چاہو تو کھالیا کرو۔ دوسرا یہ بھی استدلال ہے کہ آپ نے قرآن کھایا لیکن آپ نے دوسروں کو اپنے سامنے کھانا دیکھ کر منع بھی نہیں فرمایا۔ یہ بھی "دست" ہی کی ایک قسم ہے۔ لہذا اگر حرام ہوتا تو آپ کھانے کا اظہار بھی نہ فرماتے۔ اور صحابہ کرام کو کھاتے دیکھ کر خاموش بھی نہ رہتے۔ مزید برآں ایک اور روایت ہم ذکر کرتے ہیں۔ جس میں صراحت آپ کا تناول فرمانا موجود ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

### البنایہ فی شرح الہدایہ

قَالَ لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرْثِ لِأَنَّ النَّبِيَّ أَكَلَ  
وَمِنْهُ جِئْنَا أَهْدَىٰ إِلَيْهِ مَشْرِئًا وَأَمْرًا صَحَابَةٌ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بِالْأَكْلِ مِنْهُ۔

البنایہ فی شرح

الہدایہ جلد ۹ صفحہ ۸

مطبوعہ دار لفکر

ترجمہ

خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش تناول فرمایا۔ جب کسی نے مجھنا ہوا بطور جبر آپ کی

خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور آپ نے اپنے صحابہ کو بھی اس میں سے کھانے کا ارشاد فرمایا۔

اس روایت میں دو ٹوک انداز میں مذکور ہے۔ کہ سرکہ رو دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بننا ہوا خرگوش خود بھی تناول فرمایا۔ اور حضرات صحابہ کرام کو بھی کھانے کا حکم دیا۔ گویا فعلی اور قولی سنت ہو گیا۔ اس واقعہ میں اعرابی نے وہ علت بھی پیش کی تھی جسے شیعہ لوگ حرمت کی وجہ سے ہیں۔ (یعنی حیض آنا) اس کے باوجود اپنے اُسے کھانے کی اجازت دے دی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ حیض آنے کی علت اس میں حرمت ثابت نہیں کر سکتی۔ یہ اہل تشیع کی خود ساختہ علت ہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

# ماخذ و مراجع

## کتاب اہل تشیع

مقام طباعت	مصنف	نام کتاب
تہران جدید	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	الاستبصار
بیروت جدید	سید امین	ایمان الشیعہ
تہران جدید	نعمت اللہ جزاوی	انوار نعمانیہ
تہران جدید	محمد بن یعقوب کلینی رازی	اصول کافی
نولکشور قدیم	سید مظہر حسین	تسمیۃ العوام
تہران جدید	ابو جعفر طوسی شیخ الطائفہ	تہذیب الاحکام
لاہور قدیم	مقبول احمد شیعہ	ترجمہ مقبول
تہران جدید	شیخ عبد اللہ امقانی	تفتیح المقال
قم جدید	آیت اللہ خمینی	توضیح المسائل
دربار خان بھکر انوار نجف	ابو جعفر طوسی شیخ الطائفہ	تکفیر الشافعی
قم جدید	اثیر جباروی شیعہ	ہمز متعہ
تہران جدید	محمد بن اردوبیلی	جامع الرواۃ
تہران جدید	علامہ باقر مجلسی	جلاد العمون
بیروت جدید	آقائے بزرگ طہرانی	حلیۃ المتقین
		الذریعہ





marfat.com